THE SECRET HISTORY OF JEWISH WORLD DOMINATION

The Synagogue of Satan

شیطانی کنیسہ

طارق اسمٰعیل ساگر

Andrew Carrington Hitchcock

Foreword by bestselling author
Texe Marrs

شیطانی کینسہ

طارق اسمٰعیل ساگر

طاہر سنز پبلشرز ۴۰-بی، اُردو بازار-لاہور
فون:7234137 فیکس: 7312159
Website: www.tahirsonspublishers.com
E-mail: info@tahirsonspublishers.com

نام کتاب ۔۔۔ شیطانی کنیسہ

مصنف ۔۔۔ طارق اسمٰعیل ساگر

ٹائٹل ڈیزائن ۔۔۔ محمد عامر

کمپوزنگ ۔۔۔ عاصم شہزاد (طاہر سنز آرٹ سیکشن)

ناشر ۔۔۔ سیّد فرحان زیدی

مطبع ۔۔۔ محمد سیّد شاہ پرنٹنگ پریس

سن اشاعت ۔۔۔ فروری 2008ء

قیمت ۔۔۔ -/300 روپے

ملنے کے پتے

ساگر پبلی کیشنز اُردو بازار، لاہور فون: 7312159

مکتبہ سراجِ منیر اُردو بازار، لاہور

فہرست مضامین

عرضِ مصنف	9
پیش لفظ	11
پہلا حصہ:	15
پہلا باب	17
دوسرا باب	24
تیسرا باب	31
چوتھا باب	43
پانچواں باب	54
چھٹا باب	65
ساتواں باب	71
آٹھواں باب	81
نواں باب	89
دسواں باب	102

گیارہواں باب	107
بارہواں باب	113
تیرہواں باب	125
چودہواں باب	133
پندرہواں باب	145
سولہواں باب	152
اختتامیہ	164

دوسرا حصہ:	165
صیہونیت کا پس منظر	167
عیسائیت اور یہودیت کا ٹکراؤ	178
یورپ میں صیہونیت کی ترویج	193
اسلام اور صیہونیت	202
قلب مسلم میں یہودی خنجر کیسے اترا؟	219
پروٹوکول	243
یہودیوں کا تصور حق	243
سیاسی آزادی	243
دولت	244
اخلاق اور سیاست	245

تشدد کرو بہیمیت اپناؤ	249
آزادی اور مساوات کا فریب	249
عالمی اقتصادی غلبہ	251
فری میسن کا بھیانک کردار	253
ہم ناقابل تسخیر ہیں	257
خفیہ ہتھکنڈے	259
انٹیلی جنس	260
غیر یہودیوں سے نمٹنے کے لئے	263
رائے عامہ کی گمراہی کیسے ممکن ہے؟	264
ابلیسی نظام کا احیاء	269
عالمی امن کی تباہی کے لئے	274
غیر یہود کو مزدوروں میں تبدیل کرنا	275
عالمی اقتصادی بحران کس طرح ہوگا	276
قرضوں کی دلدل	282
قوت کا مظاہرہ بذریعہ دہشت گردی	286
پریس کا گھناؤنا کردار	287
فحاشی کا فروغ	290
قتل عام کا منصوبہ	291
خوبصورت نعروں کا فریب	293
نعروں کی سیاست	294
جاسوسی کے اڈے	297

صیہونی تعلیمی نظام 304

عالمی استحصال یہودی نصب العین 307

مکاری ہمارا بہترین ہتھیار 309

سنسر شپ ۔ کالے قانون 311

یہودیت کے استحکام کی خاطر 317

ساری دُنیا پر چھا جاؤ 319

عرضِ مصنف

یہ کتاب جو آپ پڑھنے جا رہے ہیں اگر کسی مسلمان مصنف کی لکھی ہوتی تو شاید منظر عام پر آنے سے پہلے ہی اُسے ''دہشت گرد'' قرار دے کر مار دیا جاتا۔لیکن قدرت جیسے فرعون کے گھر میں موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرواتی ہے اسی طرح وہ شیطان کے چیلے چانٹے جنہوں نے طویل عرصے سے دُنیا کو آکٹوپس کی طرح اپنے پنجوں میں جکڑ رکھا ہے، قدرت کبھی کبھی ان جیسے فرعونوں کے گھر میں بھی رسم موسوی دہرا دیا کرتی ہے۔ جس کی زندہ مثال اس کتاب کے مصنف ''کیرنگٹن ہچکاک'' ہیں جنہوں نے یہ کتاب لکھ کر ساری دُنیا کی آنکھیں کھول دی ہیں اور یہ بتا دیا ہے کہ اصل میں وہ کون سا شیطانی گروہ ہے جس نے سینکڑوں سال سے انسانی امن کو ''ہائی جیک'' کیا ہوا ہے۔

میں نے جب اس کتاب کا مطالعہ شروع کیا جو ایک امریکی دوست کے توسط سے مجھ تک پہنچی تھی تو اس کی ہر سطر نے مجھے چونکایا اور ایک مرحلہ تو ایسا آیا کہ اس کے انکشافات سے مجھے اپنا سانس رُکتا محسوس ہوا۔ خصوصاً جب مجھے علم ہوا کہ پاکستان میں جو پرائیویٹائزیشن کا سیلاب حکومت نے بہایا ہے اس کا پس منظر کیا ہے؟ آخر اعداد و شمار میں پاکستان ایک کامیاب معیشت رکھنے والا ملک ہونے کے ناطے اتنا پسماندہ کیوں ہے؟ حکومتی دعووؤں کے برعکس عوام بھوک کے ہاتھوں خودکشیاں کیوں کر رہے ہیں؟

نائن الیون کا اصل مقصد کیا تھا؟ سیون سیون کیوں کروایا گیا؟

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ افغانستان، عراق اور اب پاکستان کے خلاف شیطانی کنیسہ

اتنا زیادہ متحرک کیوں ہے؟

کمال اتاترک اصل میں کون تھا؟

ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف نے پاکستان اور دیگر ترقی پذیر ممالک کو کس طرح گردن سے دبوچا ہوا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ایسے درجنوں سنسنی خیز حقائق پر مبنی انکشافات آپ کو بھی چونکا کر رکھ دیں گے۔ آپ کی سوچ کا انداز بدل دیں گے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ محسوس کریں گے کہ اگر آپ اسے نہ پڑھتے تو زندگی میں کتنا خلا باقی رہ جاتا۔

میں نے کبھی کسی کتاب کا لفظ بلفظ ترجمہ نہیں کیا سوائے اس کتاب کے۔ کیونکہ میں ایک مسلمان اور پاکستانی ہونے کے ناطے اسے خود پر لازم سمجھتا ہوں۔

محتاجِ دُعا

طارق اسمٰعیل ساگر

ti_sagar@yahoo mail.com

پیش لفظ

یوں تو آج کی دنیا انکشافات اور چونکا دینے والے واقعات کا مجموعہ بنتی جا رہی ہے لیکن بسا اوقات مغرب میں کوئی ایسی کتاب شائع ہوتی ہے جس میں درج حقائق اس شیطانی گروہ کے چہرے سے کافی حد تک نقاب سرکا دیتے ہیں جو دنیا بھر میں بدامنی، قتل و غارت اور بے یقینی کی فضا بنائے رکھنے کا ذمہ دار ہے۔ حال ہی میں ایک ایسی ہی کتاب منظر عام پر آئی ہے۔ THE SYNAGOGUE OF SATAN اینڈریو کیرنگٹن ہچکاک کا شمار آج کی دنیا میں بیسٹ سیلرز مصنفین میں ہوتا ہے۔ اس کتاب کا تعارف دنیا کے ایک اور انتہائی معروف مصنف ٹیکس مارس نے لکھا ہے۔ ٹیکس مارس نے اپنے دیباچے کا عنوان BLOOD SECRETS OF THE SYNAGOGUE OF SATAN رکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اس کرہ ارض پر ہونے والی خونریزی کا ذمہ دار صرف اور صرف ایک گروہ ہے۔ اس شیطانی گروہ کی تعداد قلیل ہے لیکن اس کی مثال آکٹوپس کی طرح ہے جس نے اپنے بے شمار پنجوں سے ساری انسانیت کو جکڑ رکھا ہے۔ دنیا کی تمام خفیہ زمین دوز اور خطرناک تنظیمیں امریکی اور یورپی محکمہ خارجہ و داخلہ ان کے تابع فرمان رہنے پر مجبور ہیں۔ جس شیطانی گروہ کا میں حوالہ دے رہا ہوں۔ آج کی دنیا اُس کی ڈگڈگی پر بندر کی طرح ناچ رہی ہے''

کتاب کے مصنف نے SYNAGOGUE OF SATAN کی اصطلاح مقدس بائبل سے مستعار لی ہے جس کے باب "The Book of Revelation" میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے مکروہ شیطانی عزائم سے خبردار کرتے ہیں جو روز قیامت ''شیطانی کنیسہ'' کے نام سے پکارے جائیں گے۔ ایک شاندار بات یہ ہے کہ بائبل کے مطابق شیطانی گروہ کے یہ لیڈران ''یہودی'' JEWS کے نام سے نہیں پکارے جائیں گے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ''شیطانی کنیسہ'' کے یہ ممبران خود کو JEWS کہتے ہیں اور اسرائیلی کہلاتے ہیں لیکن یہ جھوٹے

اور دغا باز ہیں۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کے الفاظ ان کے متعلق کیا ہیں۔

"I know the blaspemy of them which say they are Jews, and are not, but are the synagogue of Satan." (REVELATION 2:9)

خدا کی پناہ۔ کیا ایسا نہیں ہے؟ یہ بین الاقوامی غنڈے اور دہشت گرد چاہتے ہیں کہ ہم انہیں یہودی کہہ کر پکاریں۔ اپنا تعلق فلسطین سے جوڑتے ہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں۔ یہ دغا باز اور جھوٹے ہیں۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ آج اس ''شیطانی کنیسہ'' نے ساری دنیا کے میڈیا کو اپنے پنجوں میں جکڑ رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام انسان ان کے جھوٹ کو بھی سچ ماننے پر مجبور ہیں۔ یہ لوگ خود کو ''خدا کے منتخب کردہ انسان'' یعنی ''اسرائیل'' بتاتے ہیں۔ بدقسمتی کی بات تو یہ ہے کہ عیسائیوں کی ایک غالب تعداد انہیں ''خدا کے منتخب کردہ بندے'' مانتی اور ان کے عقائد میں رنگی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

مقدس بائبل کی آیات (REVELATION 2:9) نے ان لوگوں کو جو خود کو جھوٹ بول کر یہودی کہتے ہیں۔ قاتل، خونی، خطرناک اور شیطان کے چیلے قرار دیا ہے۔ اس ''شیطانی کنیسہ'' نے لاکھوں عیسائیوں کو اذیتناک قید سے دوچار کیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ''شیطانی کنیسہ'' کے یہ پیروکار دراصل کیزار یہودی "Khazar Jews" ہیں۔ جنہیں اشکنازی یہودی "Ashkenazi Jews" بھی کہا جاتا ہے۔ کیزار دراصل ترک منگول تھے۔ جو صدیوں پہلے ''کیزاریا'' کے دارالحکومت میں رہائش پذیر تھے۔ بالآخر یہ لوگ روس میں ''زار'' حکومت کے زیر تسلط آ گئے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ بعد میں یہ لوگ مشرقی یورپ خصوصاً پولینڈ، فرانس، رومانیہ، ہنگری اور جرمنی میں جاگزین ہو گئے۔ بعد میں ان ''زار یہودیوں'' نے اصلی یہودیوں کو جنہیں یہ اپنی زبان میں "Gentiles" کہتے تھے خود سے کمتر خیال کرنا شروع کیا۔ دراصل یہ ان کی تعلیمات کا حصہ تھا جو انہیں ''تالمود'' کے ذریعے دی گئیں۔ جلد ہی یورپ میں ان لوگوں کی اکثریت دکھائی دینے لگی جو خود کو یہودی کہتے تھے۔ یہ لوگ بائبل و نینوا کے دور کے یہودی مذہب کے پیروکار بن گئے اور خود کو ان کا تسلسل بتانے لگے۔ یہ لوگ جن کا یہودیت سے کوئی علاقہ نہیں

خود کو یہودی کہلانے پر کیوں بضد ہیں؟ اس کی وجہ ہے وہ فوائد جو انہیں یہودی اور اسرائیلی کہلانے سے حاصل ہوتے ہیں۔

1948ء میں قیام اسرائیل پر ان ''زاری اور اشکنازی یہودیوں'' نے ریاستی امور اپنے ہاتھوں میں لے لئے اور جبراً تمام سرکاری عہدے بھی ہتھیا لئے تاکہ امریکہ اور شکست خوردہ جرمنی کی طرف سے اسرائیل کے لئے آنے والی کروڑوں ڈالر کی امداد ہڑپ کر سکیں۔ ''یہودی ہولوکاسٹ'' کا ڈھنڈورا پیٹ کر انہوں نے ساری دنیا کی ہمدردیاں اور دولت سمیٹنا شروع کر دی جبکہ اس ''ہولوکاسٹ'' میں مرنے والے اشکنازی یہودیوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں تھی۔

امریکہ میں ان ''بے چارے یہودیوں'' نے اندھیر مچا رکھا ہے۔ جس کی تفصیلات آپ کو پروفیسر جیمز پٹراس کی مشہور عالم تصنیف:

"The Power of Israel in the United States"

میں مل جائیں گی۔ یہ کتاب بتاتی ہے کہ یہودی خصوصاً اسرائیلی حکومت کس طرح امریکہ کی خارجہ اور اندرون ملک پالیسیوں پر اثر انداز ہوتی ہے گو کہ یہودی امریکی آبادی کا بمشکل 2 اعشاریہ 2 فیصد ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ امریکی امیر ترین لوگوں میں سے 25 تا 30 فیصد یہودی ہیں۔ پیٹرس لکھتا ہے۔ ان یہودیوں نے امریکی حکومت پر دہشت طاری کی ہوئی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کبھی جنگ کے شعلوں کو ہوا دیتے ہیں کبھی ٹھنڈا رکھتے ہیں کبھی دنیا کی اکانومی کو اوپر اور کبھی نیچے لے جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے امریکی افواج کو اپنی ملازمت میں لے کر مڈل ایسٹ میں اسرائیلی مفادات کا نگران بنا کر بٹھایا ہوا ہے۔ پروفیسر جیمز پٹراس لکھتا ہے۔ جب یہ یہودی چاہتے ہیں امریکہ کو دنیا کے کسی بھی حصے میں جنگ میں جھونک دیتے ہیں۔ اور جب ان کا حکم ہوتا ہے تو امریکی جنگ سے باہر نکل آتے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ آج امریکہ عظیم اسرائیل کی ایک کالونی بن کر رہ گیا ہے اور اس کی حیثیت اسرائیل کے باڈی گارڈ اور جلاد سے زیادہ کچھ نہیں رہ گئی۔ ہم امریکی ان یہودیوں کے کرائے کے سپاہی ہیں۔ اسرائیلی ہمارے کیمپ کمانڈنٹ ہیں جن کے حکم پر ہم دنیا بھر کے بے گناہ انسانوں کا بلادریغ قتل کرتے ہیں۔

غیر انسانی اقدامات جو یہودیوں کے غلط احکامات کے تابع ہیں۔ ہم امریکن کرتے

ہیں انہوں نے امریکیوں کو ذہنی مریض بنا دیا ہے اور ان ڈیپریشن کے مریضوں کو جن نشہ آور ادویات سے تسکین حاصل ہوتی ہے۔ وہ بھی یہودیوں کی فارماسیوٹیکل کمپنیوں سے حاصل ہوتی ہیں۔ امریکہ کے وہ تمام بڑے بڑے ڈرگ سٹور جہاں یہ تسکین آور ادویات حاصل کی جا سکتی ہیں ان کے مالکان یہودی ہیں۔ اس ''شیطانی کنیسہ'' نے مذہبی اور لامذہب دونوں طرح کے یہودیوں کے دماغوں میں یہ خناس ڈال دیا ہے کہ وہ دنیا کی ارفع ترین قوم ہیں۔ ساری دنیا ان کی باجگزار ہے اور دنیا بھر میں رہنے والے انسانوں کی حیثیت کیڑوں مکوڑوں سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ اس ''شیطانی کنیسہ'' کی سازش سے ''تالمود'' اور ''کے بالا'' (یہودیوں کی مقدس کتب) میں اس نوعیت کی تعلیمات درج ہیں جو ان کے ''ربی'' ان تک پہنچاتے ہیں۔

اس ''شیطانی کنیسہ'' کی وجہ سے امریکی افواج کے ہاتھوں ہوپکنز میڈیکل یونیورسٹی سٹڈیز کے مطابق چھ لاکھ 55 ہزار عراقی عورتیں، بچے، بوڑھے اور جوان قتل ہو چکے ہیں۔ اس کی ذمہ داری ہم امریکی صرف صدر بش اور ان کے یہودی حواریوں پر ڈال کر اپنے ضمیر کو مطمئن نہیں کر سکتے۔ اس کے ہم سب من حیث القوم ذمہ دار ہیں۔ یہی دلیل ہر اس یہودی پر لاگو ہوتی ہے جو اس ''شیطانی کنیسہ'' کے کرتوت پر چپ سادھے ہوئے ہے۔ وہ بھی اس شیطانی عمل میں اتنا ہی حصہ دار ہے۔ آخر کب تک ہم خود کو دھوکہ دیتے رہیں گے۔ یہ اجتماعی جرم ہے جس کا ہم سب کو حساب بالآخر دینا پڑے گا۔

''پہلا حصہ''

پہلا باب

740 عیسوی میں بحیرۂ اسود اور بحیرۂ کیسپئن کے درمیان ایک لینڈ لاک علاقہ ''کزاریا'' (KHAZARIA) کے نام سے جانا جاتا تھا جسے بعد میں جارجیا نے فتح کر لیا لیکن یہاں کے باشندے روس، پولینڈ، لٹویا، ہنگری اور رومانیہ مشرقی یورپ میں پھیلتے گئے۔ یہ لوگ خود کو ماڈرن یہودی کہتے تھے جبکہ یہ یہودی نہیں تھے۔ ایسا کیسے ممکن ہے؟ ''کزاریا'' کے لوگ جانے پہچانے ہیں۔ ایک جانب مسلمان اور دوسری جانب عیسائی آباد تھے۔ کزارین لوگ لامذہب تھے اور اپنی الگ شناخت رکھتے تھے جبکہ مسلمان اور عیسائی دونوں کی خواہش رہتی کہ وہ ان کے علاقوں کو فتح کریں اور انہیں اپنا ہم مذہب بنائیں۔ ''کزاریا'' کے بادشاہ بولان نے اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے سوچا کہ انہیں دونوں میں سے کوئی ایک مذہب اختیار کر لینا چاہیے۔ لیکن کونسا؟ اگر مسلمان ہوتے ہیں تو عیسائی حملہ آور جان کو آ جائیں گے اگر عیسائیت اختیار کرتے ہیں تو مسلمانوں سے لڑنا پڑے گا۔ اس کا حل بادشاہ بولان نے یہ سوچا کہ دونوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے یہودی مذہب اختیار کیا جائے اور اس نے ایسا ہی کیا۔

یہودیوں سے دونوں مسلمانوں اور عیسائیوں کے تجارتی روابط مضبوط تھے۔ اس لئے دونوں انہیں نہیں چھیڑتے تھے۔ اس طرح کزارین یہودی بن کے بظاہر محفوظ ہو گئے۔ بادشاہ بولان نے یہ فیصلہ اپنی اور رعایا کی جان بچانے کے لئے کیا تھا۔ ان لوگوں نے بددلی سے یہودیت قبول کی اور ''تالموذ'' کے کچھ اصول بظاہر اپنا کر اپنا الوسیدھا کر لیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ بولان نے اپنے لوگوں کی جان بچانے کے لئے جعلی یہودیت اختیار کی تھی۔ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ ایک روز ایسا آئے گا جب اس خطہ اراضی پر بسنے والے یہودیوں میں سے 90 فیصد کزارین نسل کے یہودی ہوں گے جو اشکنازی (ASHKENAZI) یہودی کہلائیں گے جبکہ

حقیقت میں وہ یہودی بھی نہیں ہوں گے۔ آج بھی یہ لوگ ''کزارین'' زبان بولتے ہیں جو یہودیوں کی اصل زبان ہیبریو (Hebrew) سے بالکل مختلف ہے اور نہ ہی بادشاہ بولان کو اس بات کا علم تھا کہ ایک ہزار سال کے بعد اس کی نسل سے جرمنی میں ''بائر'' (Bair) نامی ایک یہودی جنم لے گا جو ''روتھس چائلڈ ڈرنیسٹی'' کا بانی ہوگا۔ یہ وہ روتھس چائلڈ نسل کے یہودی ہیں جنہوں نے مکاری، حرام کاری، اور ہیرا پھیری سے دنیا بھر کی دولت پر کنٹرول حاصل کیا اور ساری دنیا کا سرمایہ ان کے گرد گھومنے لگا اور نہ ہی وہ یہ بات جانتا تھا کہ ایک روز اسی کے ہم نسل ''کزارین'' یہودی فلسطین پر اپنی جنم بھومی کا جھوٹا دعویٰ کر کے قابض ہو جائیں گے۔ 1948ء میں جب ''کزارین'' یہودیوں نے فلسطین کو اپنی چھینی ہوئی ریاست جتلا کر اسرائیل نام سے حکومت کی بنیاد رکھی تو کون جانتا تھا کہ فلسطین کو اپنی جنم بھومی بنانے والے کی جنم بھومی یہاں سے 800 میل دور ہے۔

یہی لوگ ''شیطانی کنیسہ'' کے والی وارث ہیں۔ 1649ء میں اولیور کرامویل نے ان یہودیوں کا داخلہ دوبارہ برطانیہ میں ممکن بنایا۔ جنہیں 1290ء میں کنگ ایڈورڈ اول کے قتل کی سازش میں ملوث ہونے پر انگلینڈ سے نکالا گیا تھا۔ لیکن انگلینڈ کوئی پہلا ملک نہیں تھا جس نے یہودیوں کی ذلیل اور گھٹیا حرکات کی وجہ سے انہیں ملک بدر کیا۔ آیئے ایک نظر ان کی ملک بدری کی تاریخ پر ڈالتے ہیں۔

1012ء میں مائنز (Mainz) سے، 1182ء میں فرانس سے، 1276ء میں بولیویا سے، 1290ء میں انگلینڈ سے، 1306ء میں فرانس سے، 1322ء میں فرانس سے، 1349ء میں فرانس سے، 1360ء میں ہنگری سے، 1370 میں بیلجیئم سے، 1380ء میں سلوواکیہ سے، 1394ء میں فرانس سے، 1420ء میں آسٹریا سے، 1420ء میں مائنز سے، 1424ء میں کولوگن (Cologne) سے، 1438ء میں مائنز سے، 1438ء میں آکسبرگ سے، 1442ء میں بولیویا سے، 1444ء میں نیدرلینڈ سے، 1446ء میں برنیڈن برگ سے، 1462ء میں مائنز سے، 1495ء میں لتھونیا سے، 1496ء میں پرتگال سے، 1496ء میں نیپلز سے، 1498ء میں نورمبرگ سے، 1510ء میں برنیڈن برگ سے، 1510ء میں پروشیا سے، 1515ء میں جنیوا سے، 1533ء میں نیپلز سے، 1540ء میں اٹلی سے، 1541ء میں نیپلز سے، اسی سال پراگ سے، 1550ء میں جنیوا سے، 1551ء میں بولیویا سے، 1557ء میں پراگ

سے، 1569ء میں پاپورگن سے، 1582ء میں ہنگری سے، 1649ء میں ہمبرگ سے، 1669ء میں وی آنا سے، 1744ء میں سلوواکیہ سے، اسی سال موراویا سے، اور 1891ء میں ماسکو سے۔

یہ ہے وہ تفصیل جو 19 ویں صدی کے آغاز تک کی ہم نے پیش کی۔ 1894ء میں معروف یہودی مصنف برنارڈ لازارے نے اپنی کتاب میں اس صورتحال کے حوالے سے لکھا ہے۔

''اگر یہودیوں کو کسی ایک ملک سے ایک مذہب یا ایک مخصوص نسل کے لوگوں نے اسی طرح بار بار بے دخل کیا ہوتا تو ان پر متعصب ہونے کا الزام لگایا جا سکتا تھا لیکن مختلف ممالک، مختلف مذاہب، مختلف نسلوں کے لوگوں نے یہ سب کچھ کیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ برائی کی جڑ ''اسرائیل'' ہے۔ اسرائیل کے خلاف لڑنے والے نہیں''

پروفیسر جیمس ایچ ہولمز نے اپنی کتاب "The American Hebrew" میں اس صورتحال پر اس طرح تبصرہ کیا ہے۔

''تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ یہودیوں کو جس طرح متعدد مرتبہ مختلف ممالک سے مختلف مذاہب کے پیروکاروں، مختلف نسلوں کے لوگوں نے نکالا ہے۔ اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ برائی نکالنے والوں میں نہیں، یہودیوں میں تھی''

اے این فیلڈ 1931ء میں شائع ہونے والی کتاب "These Things" میں لکھتا ہے کہ 1688ء میں انگلینڈ میں باقاعدہ قانون سازی کی گئی کہ یہودیوں کو یہاں سے نکال دیا جائے اور ان کا داخلہ بند کر دیا جائے۔ 33 سال تک یہ قانون نافذ رہا۔ 33 سال کے بعد یہودیوں نے اپنے ایک ڈچ داماد شہزادے کے ذریعے انگلینڈ میں دوبارہ داخلہ حاصل کیا۔ یہ ڈچ شہزادہ ایمسٹرڈم سے ولایت بنک قائم کرنے آیا تھا۔ جس کی ولایتیوں کو ضرورت تھی اور یہودیوں نے ان کے لئے دولت کا سنہرا جال تیار کر لیا تھا۔

1694ء میں یہودیوں نے بنک آف انگلینڈ قائم کر دیا۔ تاثر یہ دیا کہ اس بنک کو حکومت انگلینڈ کنٹرول کر رہی ہے جبکہ حقیقت میں وہ پرائیویٹ آرگنائزیشن تھی۔ اس کی مکمل تفصیلات 1934ء میں شائع ہوئی۔ کرسٹوفر ہولز کی کتاب "The Breakdown of Money" میں درج ہیں۔ یہودیوں کے قائم کردہ اس بنک کے کنٹرولرز کے نام تو کبھی منظر عام

پرنٹس لائے گئے لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ جعلی یہودیوں نے اپنے اس بنک کے ذریعے برطانیہ کے شاہی خاندان کو قابو کر لیا۔

1968ء میں یہودی بنک آف انگلینڈ نے بانڈز کے ذریعے برطانیہ میں منی سپلائی (Money Suppiy) کا بزنس شروع کر دیا۔ انہوں نے سارے ملک میں بانڈز کو اس طرح پھیلایا کہ بنک کے اثاثے تو 1250000 پونڈز تھے لیکن بانڈز 16,000,000 کے چھاپ کر سارے ملک میں پھیلا دیئے۔ اس طرح بنک نے محض 4 سال میں اپنی ابتدائی سرمایہ کاری پر 1.280 فیصد منافع حاصل کر لیا۔

یہودیوں نے ایسا کیوں کیا؟ جواب بالکل سادہ ہے کہ 5 لاکھ پاؤنڈز کا سونا رکھ کر 15 لاکھ پاؤنڈز شائع کر کے انہوں نے افراط زر پیدا کیا۔ اس طرح حکومتی اثاثہ جات 100 فیصد سے کم ہو کر محض 25 فیصد رہ گئے۔ اب حکومت سرمایہ کاری کے لئے ان کی محتاج تھی کیونکہ بنک کو 75 فیصد سرمایہ پر مکمل دسترس حاصل ہو گئی۔

23 فروری 1744ء کو مائر ایمشل بائر نامی اشکنازی یہودی نے فرینکفرٹ میں جنم لیا۔ اس کا والد موسس ایمشل بائر جرمنی کا مشہور منی لانڈر اور ایک کاؤنٹنگ ہاؤس کا پروپرائٹر تھا۔ ایمشل بائر نے اپنے کاؤنٹنگ ہاؤس کے باہر ایک سرخ رنگ کا "Hexagram" (یہودیوں کا مخصوص چھ کونی ستارے والا نشان) لگا رکھا تھا۔ جس کے جیومیٹری کے ذریعے جمع تقسیم کے بعد مجموعہ اعداد (866) بنتا ہے جو روتھ شیلڈ کے ذریعے 200 سال بعد اسرائیل کے پرچم پر یہودیت کا نشان بن کر دنیا کے سامنے آیا۔ 1753ء میں مستقبل میں ایمشل بائر کی ہونے والی بیوی گٹل شنیپر نے ایک اشکنازی یہودی گھرانے میں جنم لیا۔ 1760ء میں مائر ایمشل بائر نے ہنوور جرمنی میں ایک بنک قائم کیا۔ جنرل وان اسٹروف کو اپنا پارٹنر بنا کر بنک کا آغاز کرنے والے اس چالاک یہودی نے جلد ہی بنک میں اہم پوزیشن حاصل کر لی۔ باپ کی وفات پر بائر واپس فرینکفرٹ لوٹ آیا۔ تاکہ باپ کا بزنس سنبھالے جس کا انتقال ہو گیا تھا۔ بائر نے 6 کونی ستارہ کو اپنے بزنس کا ٹریڈ مارک بنایا اور اپنا نام بائر سے روتھس چائلڈ (Rothschild) رکھا۔ Rot جرمن میں Red کا متبادل اور Schild جرمن میں Schield کا متبادل تھا۔ اس کے لئے جرمنی میں Sign بھی بولا جاتا ہے۔

مائر ایمشل روتھس چائلڈ کی شناخت اختیار کرنے کے بعد اسے علم ہوا کہ جنرل وان

اسٹروف نے پرنس ولیم IX آف W ہیسن ہناؤ سے اتفاق کر لیا ہے تو اس نے شیطانی ذہن سے فوراً جنرل کو اپنے ہاتھوں میں لینے کا منصوبہ بنایا۔ جنرل کے ہاتھ اپنی ٹکسال کے سکے سستے داموں فروخت کر کے وہ پرنس ولیم تک جا پہنچا۔ اسے اپنے ساتھ کاروباری شراکت کا لالچ دے دیا۔ ہیسن ہناؤ یورپ کا امیر ترین شاہی خاندان تھا۔ روتھس چائلڈ نے اسے قابو کر کے شہزادہ ولیم کو اس بات پر راضی کیا کہ وہ اپنی افواج کو دیگر یورپی ممالک میں مدد کے لئے بھیجنے کا نظریہ پیش کرے۔ کہا جاتا ہے کہ یونائیٹڈ نیشن نے پیس کیپنگ فورس Peace keeping کا نظریہ یہیں سے مستعار لیا تھا۔

1769ء میں روتھس چائلڈ اپنی چالاکی اور مکاری سے بادشاہ انگلینڈ کے پوتے، جارج III کے کزن، بادشاہ ڈنمارک کے بھانجے اور بادشاہ سویڈن کے سالے شہزادہ ولیم IX آف قلعہ ہیس کا کورٹ ایجنٹ بن گیا۔ اسے شہزادہ ولیم نے اپنے نام کے ساتھ یہ لقب لگانے کا شاہی اختیار دے دیا۔

1770ء میں مائر ایمشل شیلڈز نے ”اشکنازی یہودی“ روشن خیال دانشور آدم ویشپٹ (جو دراصل رومن کیتھولک تھا اور خود کو یہودی بھی نہیں مانتا تھا) کی مدد سے یہودیوں میں روشن خیال فرقہ (ILLUMINATI) بنانے کا منصوبہ بنا دیا۔

قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ ”روشن خیالی“ کوئی نئی اصطلاح نہیں اور اس کا آغاز اصل میں کہاں سے ہوا تھا۔ روتھس چائلڈ نے روشن خیال فرقہ کے لئے ”تالمود“ کی کچھ تعلیمات کو بنیاد بنایا جو پھر بالکل یہودیوں کی تعلیمات ہیں۔ روشن خیالی دراصل لیوسی فیرین اصطلاح ہے جس کا مطلب ہے ”روشنی کے علمبردار“۔ 29 اگست 1770ء کو روتھس چائلڈ نے گٹل شنیپر سے شادی کی۔ 1771ء میں اس کی پانچ بیٹیوں میں سے پہلی بیٹی جینیٹ روتھس چائلڈ پیدا ہوئی جس کی شادی بعد میں بینڈکٹ موسس سے ہوئی تھی۔

1773ء میں روتھس چائلڈز کے پانچوں میں سے پہلے بیٹے ایمشیل مائر روتھ نے جنم لیا۔ بارہ سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد اس کا ہر بیٹا خاندانی بزنس کا حصہ دار بنتا گیا۔ 1774ء میں اس کا دوسرا بیٹا سالومون مائر روتھس چائلڈ پیدا ہوا۔ یکم مئی 1776ء کو آدم ویشپٹ نے ”روشن خیال فرقے“ کی باقاعدہ بنیاد رکھی۔ اس فرقے کا مقصد دراصل اشکنازی جعلی یہودیوں کو دوسرے یہودیوں سے معاشی، معاشرتی اور سیاسی طور پر الگ شناخت مہیا کرنا تھا۔ اسی روشن خیال فرقے

کی کوکھ سے بعد میں "فری میسنز" نے جنم لیا اور انہوں نے "لاجز آف گرینڈ اوریئنٹس" بنا کر اپنی خفیہ اور شیطانی کارروائیوں کا سلسلہ شروع کیا۔ اس سارے شیطانی سلسلے کے لئے سرمایہ مائر ایمشل روتھس چائلڈز کی طرف سے فراہم کیا گیا۔ روتھس چائلڈز کے جانشینوں نے اس شیطانیت کا سلسلہ آج کی دنیا تک پھیلا دیا اور آج دنیا میں جتنے بھی "میسونک لاجز" (Masonic Lodges) ہیں۔ انہوں نے اسی شیطانیت سے جنم لیا ہے۔ روتھس چائلڈز نے اپنی اس شیطانی فرقے کے لئے دنیا بھر سے دو ہزار تنخواہ دار "نابغہ روزگاروں" کو بھرتی کیا۔ یہ اپنے اپنے شعبے کے انتہائی ذہین آرٹسٹ، سائنسدان، سرمایہ کار اور انڈسٹریلسٹ تھے۔ ان لوگوں کو درج ذیل چار اقدامات کے ذریعے عوام پر کنٹرول حاصل کرنے کی تربیت دی جاتی تھی۔ یہ چار اصول ہی دراصل اس "شیطانی کنیسہ" کے مبادیات ہیں۔

1- عورت اور پیسے کے ذریعے اعلیٰ عہدوں پر فائز خصوصی شخصیات کو قابو کریں۔ جب یہ لوگ شکنجے میں پھنس جاتے تو انہیں بلیک میل کر کے ان سے ہر جائز ناجائز کام کروایا جاتا اگر وہ اس "روشن خیال فرقہ" کے کسی حکم کو ماننے سے انکار کرتے تو ان کو بسا اوقات خاندان سمیت بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔

2- تعلیمی درسگاہوں کی فیکلٹی سے اعلیٰ دماغ ذہین اور امتیازی حیثیت کے حامل طلباء کو وظائف کے ذریعے پھانس کر انہیں "روشن خیال فرقہ" کی مرضی کے مطابق مضامین میں اعلیٰ تعلیم دلائی جاتی۔ طلباء "شیطانی کنیسہ" کا اثاثہ بن جاتے اور عملی زندگی میں زندگی کے کسی بھی شعبے پر فائز ہونے کے بعد وہ "شیطانی کنیسہ" کے باقاعدہ ممبر بن کر ان کے احکامات کی پیروی کے لئے ہر جائز ناجائز حربہ استعمال کرتے تھے۔

3- تمام بااثر شخصیات کو جن میں سیاستدان، سرمایہ دار، ماہر تعلیم اور عسکریات کے ماہر شامل تھے کسی نہ کسی طرح عورت اور پیسے کا ہتھیار استعمال کر کے بلیک میل کر کے اپنے تابع کر لیا جاتا۔ ایسے لوگوں کی حیثیت "روشن خیال فرقہ" کے ایجنٹوں کی سی ہوتی تھی اور یہ زندگی بھر ان کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ اس ضمن میں بطور خاص یہ احتیاط کی جاتی کہ جو اعلیٰ سطحی پالیسیاں ہیں وہ ہمیشہ "راز" رہیں۔ یہ "راز" صرف دو یا تین لوگوں تک محدود رہتا تھا جو گرینڈ ماسٹر کہلاتے اور ان کے ساتھ مرنے کے بعد قبر میں چلا جاتا۔ جہاں کسی مرحلے پر ایسے "راز" منکشف ہونے کا ذرہ برابر خطرہ محسوس ہوتا متعلقہ شخصیت یا تو خودکشی

کر لیتی یا اسے فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔ ان ایجنٹوں سے ٹارگٹ علاقوں میں بغاوت پھیلانے اور مذہبی منافرت پیدا کر کے مختلف مذہبی گروہوں کو آپس میں لڑانے کا کام لیا جاتا۔

4- پریس کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے (اس دور میں معاملہ صرف پرنٹ میڈیا تک محدود تھا) تمام اخبارات اور جرائد پر بہر صورت کنٹرول حاصل کر کے دنیا میں "ون ورلڈ گورنمنٹ" One World Government کی تھیوری چلائی جاتی جو آج تک کامیابی سے جاری ہے۔

دوسرا باب

ستمبر 1777ء کو ناتھن مائر روتھس چائلڈ نے جنم لیا۔ 2 جولائی 1778ء کو ازابیلا روتھ چائلڈ پیدا ہوئی۔ اگست 1781ء کو بابت روتھس چائلڈ پیدا ہوا۔ ایڈم ویشپٹ نے اپنے احکامات (یا تعلیمات) کو ایک کتاب کی صورت دے کر فرانسیسی انقلاب کو فکری سرمایہ میکس ملین روبسپئر کے ذریعے فراہم کیا تھا۔ یہ کتاب ایڈم ویشپٹ کے ایک ماتحت نے لکھی جس کا نام زاویر زواک Xauier Zwack تھا۔ اس نے یہ کتاب فرینکفرٹ سے پیرس سمگل کر کے پہنچائی۔ فرانس کی پولیس نے یہ کتاب پکڑ لی جس میں سارا منصوبہ درج تھا اور اسے باویرین حکومت کے حوالے کر دیا۔ باویرین حکومت نے پولیس کو حکم دیا کہ ایڈم ویشپٹ کے لاوج آف دی گرینڈ اوریئنٹ اور اس کے ساتھیوں کے گھروں پر چھاپے مار کر انہیں سیل کر دیا جائے۔ اس کتاب کے مطالعے نے باویرین حکومت کو باور کروایا کہ کس طرح ایک پرائیویٹ گروپ کی طرف سے شائع کردہ کتاب کے ذریعے فرانس میں سیاسی اور خونی انقلاب کی راہ ہموار کی جا رہی تھی۔

1785ء میں باویرین حکومت نے روشن خیال گروپ کے تمام "لاوج آف گرینڈ اوریئنٹ" بند کر کے اس کی سرگرمیوں پر فرانس میں پابندی لگا دی۔ 1786ء میں باویرین حکومت نے اس خطرناک گروہ کی سرگرمیوں کا کچا چٹھا کھولنے کے لئے ایک کتاب شائع کی جس کا نام:

"The Original writings of the order and sect of the Illuminati"

تھا۔

انہوں نے اس خفیہ دستاویز کی کاپیاں یورپ کے تمام بڑے بڑے چرچ اور حکومتوں کو بھیج کر اس گروہ کے کالے کرتوت سے انہیں خبردار کرنے کی کوشش کی لیکن افسوس اس کا کوئی خاص نوٹس نہ لیا گیا۔

1788ء کارل میئر روتھس چائلڈ پیدا ہوا۔ 1789ء میں یورپین حکومتوں کی طرف سے باویرین حکومت کی ارسال کردہ ان اہم دستاویزات کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں فرانس میں "روشن خیال گروہ" کا خطرناک منصوبہ کامیاب ہونے لگا۔ جس نے بالآخر 1793ء میں انقلاب فرانس کی شکل میں ایک خونی انقلاب کی راہ ہموار کی۔

انقلاب فرانس دراصل "سنٹرل بینکرز کا خواب" تھا کہ رومن چرچ انکم ٹیکس سے مستثنیٰ نہ رہے۔ اب قانون سازی کے ذریعے رومن چرچ کو ٹیکس گزاروں کے دائرہ میں داخل کر دیا گیا۔

1790ء میں مائر ایمشل روتھس چائلڈ نے کہا تھا۔

"مجھے قوم کا سارا سرمایہ کنٹرول کرنے کا اختیار دو، مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ اس سلسلے میں آئین کیا کہتا ہے"

1791ء میں روتھس چائلڈ ساری قوم کے سرمایے پر مسلط ہو گیا۔ اس کا محرک ان کا ایک ایجنٹ الیگزینڈر ہملٹن بنا جو جارج واشنگٹن کی کابینہ کا قابل اعتماد وزیر تھا۔ اس ایجنٹ کی مدد سے روتھس چائلڈ نے امریکہ میں پہلا سنٹرل بینک قائم کیا جس کا نام فرسٹ بینک آف دی یونائیٹڈ سٹیٹس تھا۔ یہ بینک 20 سالہ چارٹر کے تحت قائم ہوا تھا۔ بینک کے قیام کی شرائط میں شامل تھا کہ امریکی حکومت پہلے پانچ سال میں سنٹر بینک سے 8200,000 ڈالر قرض حاصل کرے گی اور ملکی اشیاء کی قیمتوں میں 72 فیصد اضافہ کیا جائے گا۔ اس معاہدے کے ذریعے "شیطانی گینگ" نے اپنے نظریہ کنٹرول برائے حکومت بذریعہ سرمایہ کاری کا ہتھکنڈہ "قرض دو اور افراط زر پیدا کرو" "Borrowings Inflation" پر کامیابی سے عمل کیا۔ ان دنوں سیکرٹری آف سٹیٹ تھامس جیفرسن نے کہا تھا۔

"کاش ہمارے آئین میں کوئی ایک ایسی شق شامل ہوتی جو ان (شیطانوں) سنٹرل بینک کو Borrowing سے روک سکتی۔"

ناتھن روتھس چائلڈ نے موسس مونٹی فائر سے شادی کی جو بعد میں 1835ء تا 1874ء تک "صدر بورڈ آف ڈپٹیز آف جیوز" رہا۔ 1792ء میں مائر ایمشل روتھس چائلڈ کی آخری اولاد جس کو (جیمز) مائر روتھس چائلڈ نے جنم لیا۔ 1798ء میں جان رابنسن نے ایک کتاب بعنوان:

"Proofs of a conspiracy against all the religions and

governments of Europe carried on in the secret metings of freemasious, illuminati and reading societies" .

(عالمی مذاہب، عالمی حکومتوں، یورپین حکومتوں کے خلاف فری میسنز کی خفیہ meetings کی روداد "روشن خیال فرقہ" کی سازشوں کے ثبوت) شائع کی اس کتاب میں اس دور کے نامور دانشور اور لکھاری پروفیسر رابنسن نے جو یونیورسٹی آف ایڈنبرا کے پروفیسر اور 1783ء میں رائل سوسائٹی آف ایڈنبرا کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے جو اپنی علمی حلقے میں خصوصی اہمیت کی حامل رہی ہے، روتھس چائلڈز کے "روشن خیال فرقہ" کا سارا پلان شائع کر کے اپنی دانست میں دنیا کو خبردار کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے تفصیلات لکھیں کہ کس طرح وہ سکاٹش رائٹ آف فری میسنز کا ممبر بنا اور اس کی رسائی ویشپٹ تک ہوئی جس نے اسے اپنے خطرناک خفیہ منصوبے کی تفصیلات پر مشتمل کتاب کی ایک خفیہ کاپی فراہم کی۔ پروفیسر رابنسن نے کسی نادیدہ خوف سے پیش نظر ویشپٹ کی خفیہ دستاویز کو شائع کرنے کا خطرہ مول نہ لیا لیکن اپنی کتاب میں "روشن خیال فرقہ" اور فرانس کے خونی انقلاب میں اس کے کردار کی تفصیلات ضرور بیان کر دیں۔

اسی سال 19 جولائی کو ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ کے صدر ڈیوڈ پاپن نے گریجوایٹس کو لیکچر دیتے ہوئے اس "روشن خیال فرقہ" (شیطانی کینسہ) کی خطرناک سازش کا احوال بیان کیا اور ان کے مستقبل کے عزائم کی نشاندہی کی۔ 20 سال کی عمر میں روتھس چائلڈز خاندان کے سپوت ناتھن مائر روتھس چائلڈز نے فرینکفرٹ سے لندن ہجرت کی اور یہاں اپنے باپ کی طرف سے فراہم کردہ خطیر سرمایے سے "بینکنگ ہاؤس" قائم کیا۔ 1800ء میں فرانس میں بنک آف فرانس قائم ہوا۔ نپولین کو جلد ہی احساس ہو گیا کہ آزاد فرانس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرضوں سے آزاد حکومت ہو۔ 1806ء میں نپولین نے اپنے عزائم کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اس کا عزم ہے کہ وہ اپنی حکومت 'ہیس کیسل' کی 'رولرشپ' کا خاتمہ کرے اور اسے فرانس سے باہر نکال دے۔ اس سے پہلے سالومن مائر روتھس چائلڈز نے کیولن سٹرن سے شادی کر لی تھی۔ نپولین کے اس عزم کو سنتے ہی 'ہیس کیسل' کا شہزادہ ولیم IX جرمنی پہنچا۔ یہاں سے ڈنمارک گیا اور اپنی خوش قسمتی کی قیمت 3000,000 پاؤنڈ کی صورت مائر ایمشیل روتھس چائلڈز سے اس کے سرمایے کو تحفظ دینے کی شرط پر وصول کر لی۔ اسی دوران لندن کی ایک

امیر ترین شخصیت کی صاحبزادی ہنا بارنت ناتھن مائر روتھس چائلڈز سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئی۔

1807ء میں امریکہ کے تیسرے صدر تھامسن جیفرسن نے امریکی معیشت کو اپنے خونیں پنجوں میں جکڑنے کی سازش پر مبنی "روشن خیال گروپ" کی کارروائیوں سے متعلق شائع شدہ رپورٹ کو جھوٹ کا پلندہ قرار دے کر مسترد کر دیا۔ 1808ء میں ناتھن مائر روتھس چائلڈز کے پہلے لیونل ناتھن روتھس چائلڈز کا جنم ہوا۔ 1810ء میں سر فرانسس بیرنگ اور ابراہام گولڈ سمتھ وفات پا گئے۔ جس سے ناتھن مائر روتھس چائلڈز کو انگلینڈ کے سب سے بڑے بینکار بننے کا اعزاز حاصل ہو گیا۔ 1811ء میں کانگریس نے امریکہ میں روتھس چائلڈز کو مزید چارٹر دینے سے انکار کر دیا جس پر ناتھن مائر نے کہا:

"کانگریس اگر ہمارا چارٹر جاری نہیں کرتی تو ہمیں کچھ فرق نہیں پڑے گا لیکن امریکہ کو معاشی تباہی کے لیے تیار رہنا چاہیے"

امریکی حکومت نے اس وارننگ کی پرواہ نہ کی اور چارٹر جاری کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر ناتھن مائر نے کہا:

"نامرد امریکیوں کو سبق حاصل کرنے دو۔ انہیں دوبارہ غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالنے کا شوق ہے"

1812ء میں روتھس چائلڈز کے سرمایے اور ناتھن مائر روتھس چائلڈز کے حکم پر برطانیہ نے امریکہ پر جنگ مسلط کر دی۔ ناتھن مائر چاہتا تھا کہ برطانیہ کو امریکہ پر قابض کروا کر امریکیوں کو دوبارہ اس کے بنک کو چارٹر دینے پر مجبور کر دے اور اس دوران ہونے والے معاشی نقصانات کی مد میں امریکیوں سے ایک بڑی رقم بھی وصول کرے لیکن اس کی بدقسمتی کہ برطانوی فوجیں ان دنوں نپولین کے خلاف نبرد آزما تھیں۔ بیک وقت دو محاذوں پر لڑائی جاری رکھنا ان کے لیے ممکن نہیں تھا۔ امریکیوں نے انتہائی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے 1814ء تک برطانوی افواج کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

19 ستمبر 1812ء کو مائر ایمشل روتھس چائلڈ مر گیا اس نے اپنی وصیت میں لکھا:

1- تمام اہم کاروباری عہدے اپنے خاندان میں رکھے جائیں۔
2- خاندان کے تمام مرد بزنس میں حصے دار بنیں گے۔ عورتیں نہیں۔ خیال رہے روتھس چائلڈز کی پانچ بیٹیاں بھی تھیں۔
3- خاندان سے مراد وہ اٹھاون یہودی جوڑے ہیں جو جیوش انسائیکلوپیڈیا 1905ء کے مطابق روتھس چائلڈز خاندان میں آپس میں بیاہے گئے۔
4- جائیداد اور کاروبار کے لین دین کا کوئی راز عامۃ الناس کے سامنے نہیں لایا جائے گا۔
5- خاندانی ساکھ کے مدنظر کوئی فریق ایک دوسرے کے خلاف عدالت میں نہیں جائے گا۔
6- سب سے زیادہ ضعیف عمر روتھس چائلڈز فیملی کا فرد ہی خاندان کا سربراہ تسلیم کیا جائے۔

اس طرح ناتھن مائر روتھس چائلڈز اپنے خاندان کا سربراہ بن گیا۔

1814ء میں پرنس ولیم IX آف ہیسن کو روتھس چائلڈز کی دولت سے اپنے حصے کے 3000,000 ڈالر کی فکر دامنگیر ہوئی۔ یہودی انسائیکلوپیڈیا کے مطابق یہ رقم روتھس چائلڈ فیملی نے بڑی چالاکی سے پہلے نپولین کے جرمنی پر قابض ہونے پر فرینکفرٹ میں چھپا دی تھی۔ جب شہزادہ ولیم واپس فرینکفرٹ لوٹا تو بھی اس رقم کو اسی طرح غائب کر دیا گیا۔ اس طرح روتھس چائلڈ فیملی نے شہزادہ ولیم کو استعمال کرنے کے بعد ٹشو پیپر کی طرح ضائع کر دیا۔

1815ء میں روتھس چائلڈز خاندان نے ایک طرف ناتھن روتھس چائلڈز کے ذریعے انگلینڈ کے بادشاہ ویلنگٹن کو سونا سپلائی کرنا شروع کیا اور دوسری طرف فرانس میں جیکب روتھس چائلڈز کے ذریعے نپولین کی آرمی کو سونا سپلائی کر کے دونوں کو لڑا کر اپنا الو سیدھا کرتے رہے۔ ان مکار یہودیوں نے دونوں حکومتوں کو ایسا چکمہ دے رکھا تھا کہ اس دور میں صرف روتھس چائلڈ فیملی کے تجارتی قافلوں کو دونوں ممالک میں آزادانہ مارچ کرنے کی کھلی چھٹی ملی ہوئی تھی جبکہ دونوں ممالک نے ایک دوسرے کے شہریوں کے داخلے پر پابندی عائد کر رکھی تھی۔

اس لڑائی میں وہ موقع بھی آیا جب روتھس چائلڈز کے والد مین سود اگر دوتھ ورتھ نے اپنے کزن فرانسیسی سوداگر ناتھن کو 24 گھنٹے پہلے یہ اطلاع دی کہ "واٹرلو" کے میدان میں نپولین مار کھا رہا ہے۔ ناتھن نے فوراً اپنے بندوں کو ہدایت جاری کر دیں کہ فرانس کے سٹاک ایکس چینج میں اپنے تمام شیئرز فوراً فروخت کر دیں اس ہیرا پھیری میں روتھس چائلڈز خاندان نے لندن

میں اپنے 20,000 پاؤنڈ کے اثاثے چند دنوں میں 50000,000 پاؤنڈ میں تبدیل کر لیا۔

O

1816ء میں امریکی کانگریس نے ایک بل پاس کیا جس کے ذریعے روتھس چائلڈ فیملی کو امریکہ میں ایک اور سنٹرل بنک قائم کرنے کی اجازت مل گئی۔ جس سے اس شیطانی فیملی کو امریکی معیشت پر دوبارہ کنٹرول حاصل ہو گیا۔ 1817ء میں "واٹرلو" میں فرانس کی شکست کے بعد روتھس چائلڈز نے حکومتی بانڈ سستے داموں خرید لئے تھے اور 1818ء میں جب فرانس کی تعمیر نو شروع ہوئی تو یہی بانڈ مہنگے داموں حکومت کو فروخت کر کے چھ سال پہلے والی برٹش سٹاک ایکس چینج کی تاریخ فرانس میں دہرا دی۔ 1821ء میں کارل مائر روتھس چائلڈز نیپلز اٹلی جا پہنچا جہاں اس نے ویٹی کن میں پوپ گریگری XVI کو ایسا کاروباری چکر دیا کہ اس نے آرڈر آف سنٹ جان جاری کروا لیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسے پوپ پر اتنی گرفت حاصل ہو گئی تھی کہ باقی لوگوں کے برعکس وہ پوپ کو سلام کرنے کے لئے گھٹنے کے بل بیٹھ کر اس کے ہاتھ کی پشت کو بوسہ دینے کی بجائے اس سے سیدھا ہاتھ ملاتا تھا۔ اور سارا ویٹی کن یہ منظر دیکھ کر خاموش رہا۔

1923ء میں روتھس چائلڈز نے ساری دنیا کے کیتھولک چرچ کا معاشی انتظام سنبھال لیا۔ 1827ء میں سر والٹر سکاٹ کی نو جلدوں پر مشتمل "The life of Napoleon" منظر عام پر آئی جس کی جلد نمبر 2 میں اس نے ثابت کیا کہ خونی انقلاب فرانس "روشن خیال گروہ" نے روتھس چائلڈز کے سرمایہ کی مدد سے برپا کیا۔ 1928ء میں امریکہ میں دوسرے یہودی بنک کے قیام کے بارہ سال بعد امریکی عوام نے اپنی نفرت کا اظہار اس طرح کیا۔ اس بنک کی مخالفت میں پیش پیش رہنے والے سیٹر اینڈریو جیکسن آف ٹینیسی کو صدر منتخب کروا دیا۔ اینڈریو جیکسن نے بنک کا گورنر منتخب ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہی اس کینسر کا زہر ختم کرنے کا آغاز کیا اور مرکزی حکومت کے 2000 میں سے گیارہ سو ملازمین کو سنٹرل بنک آف امریکہ کی نوکری سے فارغ کر دیا۔

1830 میں ایک اور یہودی فنانشل کمپنی ڈیوڈ سین اینڈ کمپنی کے یہودی مالک معروف بیکار ڈیوڈ سین نے جس کا کاروباری سلسلہ چین، جاپان اور ہانگ کانگ تک پھیلا ہوا تھا۔ روتھس چائلڈز کمپنی کی مدد سے اس نے افیون کے 18956 کریٹ ان علاقوں میں پھیلا کر جہاں عوام کو

افیون کا عادی بنایا وہاں دونوں یہودی کمپنیوں اور برٹش رائل فیملی نے جن کے زیر تسلط یہ ممالک تھے۔ انھوں پاؤنڈ منافع بھی کمالیا۔

1832 میں جب امریکہ کے دوسرے یہودی بنک کی طرف سے کانگریس سے بنک چارٹر جاری کرنے کی درخواست کی گئی تو امریکہ کے ساتویں صدر جیکسن نے ویٹو پاور استعمال کرتے ہوئے اس سے انکار کر دیا۔ اس انکار کے جواز میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا بنک کے 8 ملین ڈالر کے اثاثے غیر ملکیوں (یہودیوں) کے قبضے میں ہیں۔ کیا اس طرح امریکہ کی آزادی داؤ پر نہیں لگ جاتی؟ روتھس چائلڈ نے صدر جیکسن کے خلاف کانگریس میں پیسہ پانی کی طرح بہایا اور کانگریس نے اسے دوبارہ منتخب ہونے میں رکاوٹیں کھڑی کیں۔ وہ وقت آیا جب اس نعرے کے ساتھ امریکی صدر کو میدان میں اترنا پڑا اور عوام سے ووٹ مانگنے پڑے۔

JACKSON AND NO BANK روتھس چائلڈز نے جیکسن کے مخالف امیدوار سینیٹر ہنری کلے کی انتخابی مہم میں 3000,000 ڈالر خرچ کیے لیکن پھر بھی وہ انتخاب ہار گئے اور امریکن عوام نے دوبارہ صدر جیکسن کو منتخب کر لیا۔

1833ء میں دوبارہ صدر منتخب ہونے کے بعد صدر جیکسن نے اس ''شیطانی کنبہ'' سے نجات حاصل کرنے کے لیے سیکنڈ بنک آف یونائیٹڈ سٹیٹس سے حکومتی سرمایہ پرائیویٹ بنکوں کو منتقل کرنے کی مہم کا آغاز کیا جس پر روتھس چائلڈز نے امریکی معیشت کے لیے لاینحل مسائل کھڑے کر دیئے۔ صدر جیکسن نے ہمت نہ ہاری۔ انہوں نے ایک موقع پر روتھس چائلڈز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''تم لوگ ٹھگوں کا گروہ ہو۔ خداوند کی قسم میں تمہیں کان سے پکڑ کر امریکہ سے نکال کر دم لوں گا۔''

تیسرا باب

1834ء میں ''روشن خیال گروہ'' illuminati نے اٹلی کے انقلابی لیڈر جوسیپ مازینی کو اپنے ممبری جال میں پھانسا اور اس کے ذریعے اپنے نظریات کی انقلابی تحریک ساری دنیا میں چلانے لگے۔ 1835ء میں یہودی مخالف امریکی صدر جیکسن پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ خوش قسمتی سے حملہ آور کے دونوں پستولوں سے گولیاں نہ چل سکیں۔ صدر جیکسن نے بیان جاری کیا کہ یہ قاتلانہ حملہ روتھس چائلڈز نے کروایا ہے جس کا اقرار بعد میں حملہ آور رچرڈ لارنس نے بھی کر لیا۔ اسی سال سپین میں روتھس چائلڈز نے المیدان سٹور مائنز خرید لیں۔ یہ ''کوئیک سلور'' اس دور میں سونے کا جزو لاینفک تھا۔ جسے روتھس چائلڈز نے کوڑیوں کے بھاؤ خرید لیا۔ 1836ء میں بالآخر صدر جیکسن روتھس چائلڈز کے سنٹرل بنک کو امریکہ سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ 1913ء تک روتھس چائلڈز کو پھر امریکہ میں بنک قائم کرنے کی اجازت نہ مل سکی۔ یہ کامیابی انہیں بے پناہ سازشوں اور حرام کاریوں کے بعد پھر 1913ء میں ہی مل سکی۔ 1836ء میں ڈیوڈ سین نے روتھس چائلڈز کی مدد سے افیون سپلائی کا سلسلہ 30 لاکھ کریٹ سالانہ تک پہنچا دیا۔ جس نے اس خطے کے لاکھوں لوگوں کو افیمی بنا دیا۔

1837ء میں روتھس چائلڈز نے امریکی صدر کی طرف سے انکار کے بعد اپنا بوریا بستر سمیٹ لیا۔ لیکن اپنا کام نہیں چھوڑا انہوں نے اپنے ایک ایجنٹ اشکنازی یہودی جس کا اصلی نام شان برگ تھا اور جو جرمنی کا رہنے والا تھا۔ آگسٹ بلمونٹ کے نام سے امریکہ میں فنانس کا بزنس چلانے کی ذمہ داری دے کر منتقل کر دیا۔ 1838ء میں صدر جیکسن کے دلیرانہ اقدام نے بالآخر امریکیوں کو یہودی معاشی تسلط سے نجات دلائی اور پہلی مرتبہ امریکہ خسارے کی سرمایہ کاری سے منافع کی طرف پلٹا۔

1839ء میں چین کے مانچو حکمرانوں نے ''شیطانی کنبہ'' کی طرف سے چینیوں کو

افیمی بنانے کی اس سازش کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور کنٹین کے کمشنر لن تساؤ نے ڈیوڈ سیسن کے دو ہزار افیون کے کریٹ ضبط کر کے سمندر میں ضائع کر دیئے جس پر ڈیوڈ حواس باختہ ہو گیا۔ یہ صدمہ اس کے بزنس پارٹنر روتھس چائلڈز کے ناقابل برداشت تھا۔ انہوں نے منشیات کے اس دھندے کے اہم فریق برٹش رائل فیملی کو مجبور کیا کہ وہ اپنی نوآبادی کے اس کمشنر کو سزا دے اور اس نقصان کا ازالہ کروائے۔ جس پر چینیوں اور برٹش آرمی کے درمیان 1839 میں جنگ چھڑ گئی جس میں اطراف کے ہزاروں لوگ مارے گئے۔ اس جنگ کا خاتمہ 1842ء میں ''نان کنگ معاہدے'' کی صورت میں سامنے آیا۔ جس میں برطانوی فوج نے اپنے سرمایہ کار روتھس چائلڈز کے حکم پر یہ شرائط تسلیم کروا لیں۔

1- چین میں افیون کی تجارت قانونی قرار پائی۔
2- لن تساؤ حکمرانوں کو حکم ملا کہ وہ ڈیوڈ سیسن کی افیون کو ضائع کرنے کا ہرجانہ دو ملین پاؤنڈ ادا کریں۔
3- برطانیہ نے چین کے سمندری ساحلوں پر باقاعدہ اپنا تسلط قائم کر لیا۔

1840ء میں روتھس چائلڈز نے بنک آف انگلینڈ یونین بنکرز کے نام سے نئی بینکاری شروع کی اور اس کی شاخیں کیلیفورنیا (امریکہ) اور آسٹریلیا میں بھی قائم کیں۔ 1841ء دسویں امریکی صدر جان ٹیلر نے روتھس چائلڈ کی بلیک میلنگ اور قتل کی مسلسل ملنے والی دھمکیوں کے پیش نظر بالآخر ان کے ایجنٹوں کو بنک آف دی یونائیٹڈ سٹیٹس قائم کرنے کا چارٹر جاری کر دیا۔ 1844ء میں سالومن مائر روتھس چائلڈز نے یونائیٹڈ کول مائنز خرید کر مشرقی یورپ کی انڈسٹری کو اپنا محکوم بنا لیا۔ یہ دنیا کی دس بڑی انڈسٹریوں میں سے ایک تھی۔ قبل ازیں 1843ء میں یہودیوں کی طرف سے نیویارک میں "B nai B" کے نام سے ''مرسونز لاج'' قائم کرا دیا۔ کس کو خبر تھی کہ یہی گروپ 70 سال بعد بدنام زمانہ دہشت گرد گروپ "Anti Defamation League" قائم کرے گا۔ جس کا نعرہ تھا کہ یہودی مفادات کا تحفظ ہر ممکن غنڈہ گردی اور دہشت گردی کے ذریعے ممکن بنایا جاسکے۔ ان کے مخالفین کو وہ "Anti-Semitic" کہتے تھے۔ 1845ء میں ساتویں امریکی صدر جیکسن فوت ہو گئے۔ امریکی صدر کی وصیت کے مطابق آج بھی ان کی قبر پر لکھا ہوا ہے:

"I Kilied the Bank"

سالومن مائر روتھس چائلڈز نے 1845ء میں یورپ میں پہلی بڑی ریلوے لائن بنانے کا ٹھیکہ حاصل کر لیا۔ اسے "Chamin De Fer Du Nard" کا نام دیا گیا۔ یہ ریلوے لائن ابتدائی مرحلے میں پیرس سے ویلنسائن اور پھر یہاں آسٹرین ریل نیٹ ورک سے منسلک ہوئی۔ 1847ء میں لیونل ڈی روتھس چائلڈز لندن پارلیمنٹ کا ممبر منتخب ہو گیا۔ برطانوی آئین کے مطابق لیونل روتھس چائلڈز نے عیسائیت پر ایمان رکھنے کی قسم اٹھانے سے اپنے یہودی عقائد کی وجہ سے انکار کر دیا اور گیارہ سال تک اس کی سیٹ پارلیمنٹ میں حلف نہ اٹھانے کی وجہ سے خالی رہی۔

1848ء میں اشکنازی یہودی کارل مارکس (کرپٹو یہودی اصل نام موسس موریکی چائی لیوی "Moses Morec Hai Levy") نے کتاب ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' لکھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جب ایک یہودی کمیونزم پر کتاب لکھ رہا تھا عین انہی دنوں میں اس گروہ کا دوسرا یہودی کارل رٹر جو فرینکفرٹ کا رہنے والا تھا، نے فلسفہ جبریت پر کتاب "Nietzscheanism" لکھی جس سے فاشزم کے فلسفے نے جنم لیا اور اس نقطہ نظر کے حامیوں نے نازی پارٹی بنائی۔ جس نے دنیا کو دو تباہ کن جنگیں جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم دوم سے دوچار کیا۔ نازی ازم کے فلسفے کا بانی نائٹزے نامی یہودی تھا۔ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کارل مارکس، کارل رٹر اور نائٹزے تینوں کو اپنے نظریات کے پرچار کے لئے سرمایہ روتھس چائلڈز کی طرف سے فراہم کیا گیا تھا۔ تینوں اس ٹائی ٹینشل کے سرمایے پر اپنے نظریات کے ڈنکے بجا رہے تھے۔

اس خطرناک سکیم کے پس پردہ دراصل یہ مقصد کارفرما تھا کہ تینوں نظریات کے حامیوں کو الگ الگ گروپوں میں تقسیم کر کے انہیں آپس میں ٹکرایا جائے اور ان کے آپس کی ٹکراؤ میں تینوں نقطہ نظر کے حامیوں کے مذہبی مراکز کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ اس تلخ تاریخی حقیقت کو ہضم کرنا کتنا مشکل ہے کہ تینوں نقطہ ہائے نظر کو ایک دوسرے کی قتل و غارتگری کے لئے سرمایہ ''روتھس چائلڈ گروپ'' کی طرف سے فراہم کیا گیا۔ دراصل یہ ایک منصوبے کی عملی شکل تھی جسے 1776ء میں ویشپٹ نے دستاویز کی شکل میں پیش کیا تھا۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ مارکسزم اور اس کے بطن سے جنم لینے والے سوشلزم دونوں جب عملی تجربے سے گزرے تو یہ بھید کھلا کہ دراصل یہ دونوں فلسفہ ہائے حکومت سوائے ''سٹیٹ کیپیٹلزم'' (State Capitalism) کے اور کچھ نہیں۔

جس میں ایک مراعات یافتہ اقلیتی گروہ کو کروڑوں انسانوں پر اپنی مرضی کی حکومت اور نظریات جبری نافذ کرنے کے اختیارات حاصل ہیں۔ اس طرح روتھس چائلڈز نے دنیا کو باور کروایا کہ در اصل جمہوریت یعنی دو مخالف جماعتوں کا نظام جس میں سے ایک اپوزیشن اور دوسری حکمران جماعت ہوتی ہے۔ عالمی بقا کے لیے ضروری ہے اور ان دونوں کو روتھس چائلڈز کی بیک وقت سرپرستی حاصل رہتی ہے وہ جب ایک جماعت سے اپنا الو سیدھا کر لیتے ہیں تو اس سے دست شفقت اٹھا کر دوسری کے سر پر رکھتے اور کامیابی سے دنیا بھر کی حکومتوں کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ جمہوریت میں کسے ووٹ دے رہے ہیں کیوں کہ کچھ تبدیل ہونے والا نہیں ہے۔

1849ء میں مارز ایمشل روتھس چائلڈز کی بیوی مر گئی جس نے مرنے سے پہلے کہا تھا:

"اگر میرے بیٹے جنگ نہ چاہیں تو ساری دنیا کے لیے امن و امان کبھی مسئلہ نہ رہے۔"

O

1850ء میں انگلینڈ اور فرانس میں روتھس چائلڈز نے بنکوں کا جال بچھانا شروع کیا اور انگلینڈ کی طرح فرانس میں بھی جیمز روتھس چائلڈز سب سے بڑا بینکار بن گیا۔ 1852ء میں برٹش وزیر اعظم ولیم گلیڈسٹون نے جب حکومت اور بنک آف انگلینڈ کے چانسلر کا عہدہ سنبھالنے کے بعد کہا کہ برطانوی حکومت کا کاروبار حیات صرف بنک آف انگلینڈ کا محتاج ہے اگر ہمارے سروں سے یہ ہاتھ اٹھ گیا تو حکومت کھوکھلی ہو کر دھڑام سے زمین بوس ہو جائے گی۔

1853ء میں چینیوں کو افیون کے نشے کی لت ڈالنے والے یہودی منشیات فروش ڈیوڈ سسٹین کو برطانوی شہریت مل گئی وہ خود کو بغداد کے یہودیوں جیسا لباس زیب تن کرتا لیکن اپنے صاحبزادوں کو اس نے برطانوی روایات کا پابند کر لیا۔ اس کے لیے عبداللہ نے اپنا نام البرٹ رکھ لیا اور بغداد سے انگلینڈ منتقل ہو گیا۔ اس کے بیٹے ایڈورڈ البرٹ کی شادی بعد میں روتھس چائلڈز خاندان میں ہوئی۔ ڈیوڈ سسٹین نے ہندوستان اور سیلون میں یہودی عبادت گاہیں (کنیسہ) تعمیر کروائیں۔ 1854ء میں کیرولین سٹرن یعنی سالومن مارز روتھس چائلڈز کی بیوی فوت ہو گئی اور 1855ء میں کارل مارز روتھس چائلڈز مر گیا۔ اس سال 28 جولائی کو سالومن روتھس چائلڈز اور

6 دسمبر کو ایمشل مارز روتھس چائلڈز فوت ہو گئے۔

1856ء میں اشکنازی یہودی ماہر نفسیات سگمنڈ فرائیڈ کا جنم ہوا جس نے دنیا کو "جنسیت" کا غلیظ فلسفہ حیات دیا۔ اس نے مغربی اقدار کا تمسخر اڑاتے ہوئے یہودی فلسفہ حیات یعنی کسی ایک جنسی پارٹنر تک محدود رہنے کو غلط قرار دے کر انسانی شرم و حیا کا جنازہ نکال دیا۔

1858ء میں لیونل روتھس چائلڈز نے بالآخر برطانوی پارلیمنٹ میں اپنی سیٹ حاصل کر لی۔ جب روتھس چائلڈز کے معاشی دباؤ نے برطانوی شاہی خانوادے کو مجبور کر دیا کہ پارلیمنٹ ممبران کے حلف کو صرف کیتھولک عیسائیوں کے عقائد تک محدود نہ رکھے اور اس میں یہودی عقیدہ بھی شامل کر دے۔ 12 جولائی 1858ء کو لارڈ ہیرنگٹن نے یہودی لیونل روتھس چائلڈز کی پارلیمانی ممبر شپ پر شدید اعتراض کیا۔ لیکن نقار خانے میں طوطی کی آواز سے زیادہ کوئی اہمیت اسے نہ مل سکی۔ 1859ء میں جیمز روتھس چائلڈز مر گیا۔

1860ء ساؤتھ امریکہ میں کاٹن کے کاشتکاروں اور کاٹن کے خریدار برطانوی سرمایہ کاروں کے درمیان قریبی تجارتی تعلقات استوار ہو چکے تھے۔ کپاس امریکہ سے فرانس اور انگلینڈ روتھس چائلڈز کے بحری جہازوں کے ذریعے منتقل کی جا رہی تھی۔ "شیطانی کنیسہ" نے 1836ء میں امریکی صدر اینڈریو جیکسن کی طرف سے اپنے بنک کی بندش کا صدمہ نہیں بھلایا تھا اور انتقام کے لیے مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔ اسی سال 1860ء میں انہوں نے ساؤدرن سٹیٹس آف امریکہ میں اپنے ایجنٹوں کی کامیابی سے جال بچھایا جنہوں نے وہاں کے ممتاز سیاستدانوں اور تاجروں کو ورغلا کر عوام کو حکومت سے ٹکرا دیا اور سول وار شروع کروا دی۔

29 دسمبر 1860ء تک بیداری کی امریکہ کی چھ مزید ریاستوں تک پھیل گئی اس طرح ایک منتشر فورم نے کنفیڈریشن سٹیٹس آف امریکہ کے صدر جیفرسن ڈیوس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ نارتھ امریکہ کی ریاستوں میں اس بغاوت کو بڑھاوا دینے کے لیے روتھس چائلڈز کے ایجنٹوں نے فیڈرل گورنمنٹ کے قلعوں اور فوجی چھاؤنیوں پر حملوں کا سلسلہ شروع کروا دیا اور مقامی لوگوں نے یونین گورنمنٹ کے قلعوں اور مراکز پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ مرکزی حکومت کی بے بسی پر مقامی جاگیردار اپنے لشکروں کے ساتھ قابض ہونے لگے۔ نوبت یہاں تک آ گئی کہ مرکزی حکومت کے ایک بحری جہاز کو ساؤتھ کیرولینا کے ساحل پر لوٹ کر نذر آتش کر دیا گیا۔

1861ء میں امریکہ کے 16 ویں صدر ابراہام لنکن کے عہدہ سنبھالنے تک یہ امریکی

تاریخ کی بدترین شورش (سول وار) فورٹ سمٹر ساؤتھ کیرولینا تک پھیل گئی۔ جب ساؤتھ کیرولینا نے مرکزی حکومت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا تو کہ کالوں کی غلامی کو اس جنگ کی وجہ بتایا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت کچھ اور ہے جس کا اقرار اور اظہار صدر ابراہام لنکن نے برملا کیا۔

"میں بالواسطہ یا بلاواسطہ قانون غلامی میں مداخلت کا ارادہ نہیں رکھتا لیکن بہر حال امریکہ کی مرکزی اتھارٹی کا تحفظ کروں گا کیونکہ ایسا کرنے کی صورت میں باقی تمام ادارے خود بخود محفوظ ہو جائیں گے"

1876ء میں اوٹووان بسمارک نے جب وہ جرمن کا چانسلر تھا ایک بیان میں اس ملک کی امریکہ کی تباہ کن سول وار پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ "امریکہ کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کی سازش امریکی سول وار سے بہت پہلے یورپ میں تیار کی جا چکی تھی جس کے محرک روتھس چائلڈز تھے جنہیں یہ خوف دامن گیر تھا کہ اگر امریکی ریاستوں کا اتحاد برقرار رہا تو کہیں امریکہ کی مضبوط معیشت ان کے لئے خطرہ نہ بن جائے"

بسمارک کے اس بیان کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ جیسے ہی ساؤتھ کیرولینا میں امریکن سول وار کی پہلی گن فائر ہوئی۔ روتھس چائلڈز نے فرانس پر نپولین III کو 210 ملین فرانکس فراہم کیے جو اس شرط سے مشروط تھے کہ اس کی فوجیں میکسیکو کی ناکہ بندی کر کے امریکہ کی جنوبی سرحدوں کے ساتھ ساتھ مورچہ بند ہوں گی تاکہ امریکہ کی سول وار کو بڑھاوا ملے اور میکسیکو میں نوآبادیاتی نظام قائم رہے۔ یہ صدر جیمز مانرو کے مشہور زمانہ "مانرو ڈاکٹرائن" کی کھلی خلاف ورزی تھی۔ 1823ء میں کانگریس سے اپنے خطاب میں صدر مانرو نے طے کر دیا تھا کہ آج کے بعد یورپی حکومتیں یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ کے کسی حصے میکسیکو اور ملحقہ حکومتوں میں اپنی کوئی نو آبادی قائم نہیں کریں گے۔ اس کے بدلے امریکہ یورپی حکومتوں کی آپس کی جنگ اور مقبوضات کی لڑائی میں غیر جانبدار رہے گا۔

بہر کیف جب روتھس چائلڈز نے اس ڈاکٹرائن کی دھجیاں اڑائیں اور فرانسیسی افواج نے میکسیکو کا رخ کیا تو برطانیہ کیوں چپ بیٹھتا۔ برطانیہ حکومت نے اپنی گیارہ ہزار فوج کے ساتھ کینیڈا میں ڈیرے جما لئے اور برطانوی افواج امریکہ کی شمالی سرحدوں کے ساتھ مورچہ بند ہو گئیں۔ صدر ابراہام لنکن مجبور ہو کر اپنے سیکرٹری کے ساتھ نیو یارک پہنچا۔ جہاں انہوں نے امریکی دفاعی ضروریات پوری کرنے کے لئے قرضے کی درخواست گزاری۔ روتھس چائلڈز کو اس

موقع کی تلاش تھی۔ انہوں نے اپنے ایجنٹ بینکرز سے کہا وہ امریکی حکومت کو 24 تا 36 فیصد شرح سود پر قرضے کی پیشکش کریں۔ صدر ابراہام لنکن کو اس سازش کا علم تھا وہ واپس واشنگٹن پہنچے اور شکاگو کے کرنل ڈک ٹیلر کو اس مہم کا انچارج مقرر کیا جسے علم تھا کہ اس مشکل سے کیسے عہدہ برآ ہونا ہے۔ جب اس نے کرنل ڈک سے پوچھا کہ وہ اس مشکل کا کیسے حل نکالے گا تو اس نے کہا:

"جناب صدر یہ تو بڑا آسان ہے۔ کانگریس کو کہیں کہ وہ کرنسی نوٹ شائع کرنے کا بل پاس کرے۔ یہ نوٹ (ڈالر) اپنے سپاہیوں کو بطور تنخواہ دیں اور انہیں کہیں کہ جائیں اور جنگ جیت کر لوٹیں"

صدر ابراہام لنکن نے پوچھا کہ امریکی عوام ہمارے شائع کردہ ڈالر بطور کرنسی قبول کر لیں گے؟ کرنل ڈک ٹیلر نے کہا:

"اگر امریکی حکومت کی طرف سے انہیں قانونی تحفظ حاصل ہو تو عوام کو کیا اعتراض ہے"

صدر ابراہام لنکن نے اس تجویز پر عمل کیا اور 1862ء میں امریکی حکومت نے 450,000,000 مالیت کے ڈالر بطور کرنسی چھاپ لئے۔ ان پر سبز رنگ کی چھپائی کی گئی تھی جنہیں "Green Backs" کہا جاتا ہے۔ ان پر حکومت نے کوئی سود نہیں لیا اور ان کرنسی نوٹوں سے فوجیوں کی تنخواہیں اور اشیائے ضرورت خریدی جانے لگیں۔ صدر ابراہام لنکن شاید پہلا امریکی صدر تھا جس نے امریکہ کو قرض سے آزاد معیشت کی بنیاد فراہم کی اس نے کہا:

"ہم نے امریکی عوام کو آفاقی تحفہ دیا ہے۔ ان کی اپنی "پیپر منی" جس سے وہ اپنا کاروبار حیات چلا سکیں گے"

○

اس صورتحال پر 1862ء میں ٹائمز آف لندن نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"اگر امریکی صدر کا یہ منصوبہ کامیاب رہا تو وہ امریکہ کو ایک مقروض سے آزاد ملک میں تبدیل کر دیں گے اور نارتھ امریکہ کی تاریخ میں یہ ایک انقلابی قدم ہوگا۔ ساری دنیا کا دماغ اور دولت نارتھ امریکہ کا رخ کرے گی یا تو اس سے امریکی حکومت تباہ ہو جائے گی یا پھر وہ اس کرہ ارض پر موجود معاشی دہشت گردی سے دنیا کو نجات دلا دے گی۔"

1863ء میں صدر ابراہام لنکن کی تقلید میں روسی زار الیگزینڈر II نے (1855-1881) میں روتھس چائلڈز کو ماسکو میں بینک قائم کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر کے ابراہام لنکن کو مضبوط اخلاقی جواز فراہم کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے امریکی صدر کے لئے ایک طرح سے "آسمانی مدد" فراہم کرتے ہوئے کہا:

اگر انگلینڈ یا فرانس نے امریکہ کی سول وار میں کوئی رول ادا کیا اور ساؤتھ امریکہ کے باغیوں کی مدد کی تو روس اسے "ڈیکلریشن آف وار" سمجھے گا اور امریکہ کی مدد کے لئے اپنی فوجیں روانہ کر دے گا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے امریکہ کی عملی معاونت کے لئے اپنا بحری بیڑہ سان فرانسیسکو اور نیویارک کی بندرگاہ کی طرف روانہ کر دیا۔

روتھس چائلڈ نے اس صورتحال پر نیپلز اٹلی میں اپنا بینکنگ ہاؤس بند کر دیا۔ جس کی تقلید ایم ڈی روتھس چائلڈ ای لیگی نے بھی کی۔ اس مرحلے پر روتھس چائلڈز نے اپنا امریکی مہرہ جان ڈی راکفیلر آگے بڑھایا جس نے آئل کمپنی قائم کی اور آہستہ آہستہ امریکہ میں تیل کا مکمل کاروبار اس کے قبضے میں آ گیا۔

1864ء میں روتھس چائلڈ نے اپنے ایجنٹ ڈیموکریٹک پارٹی کے نیشنل چیئرمین (1860-1872) آگسٹ بلماونٹ کو ابراہام لنکن کے خلاف میدان میں اتارا لیکن امریکی عوام نے اس مرتبہ بھی ابراہام لنکن کو منتخب کیا۔ 1865ء میں صدر لنکن نے کانگریس سے اپنے سالانہ خطاب میں کہا:

"مجھے دو خطرناک دشمنوں کا سامنا ہے۔ میرے سامنے ناردرن آرمی ہے اور مالیاتی ادارے میری پشت سے حملہ کر رہے ہیں۔ ان دونوں میں میرا زیادہ خطرناک دشمن میری پشت پر ہے۔"

14 اپریل کو اپنے دوسرے عہدہ صدارت کو سنبھالنے کے 40 روز بعد اور باغی جنرل لی کے جنرل گرینٹ یو ایس کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے محض پانچ دن بعد صدر لنکن پر جان ولکس بوتھ نے فورڈ تھیٹر میں قاتلانہ حملہ کیا۔ بعد میں صدر لنکن زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے مر گیا۔

امریکن سول وار کے خاتمے سے بمشکل دو ماہ پہلے۔ 70 سال بعد بوتھ کی پوتی آئی زولا فورسٹر نے اپنے دادا پر لکھی کتاب "The One Mad Act" نے اس سازش کا بھانڈا پھوڑ دیا اور اس بات کا اقرار کیا کہ اس کے دادا نے "یورپین" کے مفادات کے پیش نظر ابراہام لنکن

پر قاتلانہ حملہ کیا اور اسے امریکن حکومت نے مار ڈالا تھا لیکن حق یہ ہے کہ بوتھ یورپ بھاگ گیا تھا۔ جہاں کیلائس میں 39 سال کی عمر میں اسے "شیطانی کنبہ" نے اپنا مطلب نکالنے کے بعد مار ڈالا۔

1934ء میں کینیڈین ہاؤس آف کامنز میں کینیڈین اٹارنی جیرالڈ جی میگر نے انکشاف کیا کہ صدر لنکن کو بین الاقوامی بینکاروں نے قتل کر دیا تھا۔ اس نے اپنے بیان میں کہا کہ سیکرٹ سروس کے ایجنٹ نے اسے دستاویزی ثبوت مہیا کئے تھے کہ جان ولکس بوتھ کرائے کا قاتل تھا جس کی خدمات انٹرنیشنل بینکرز نے حاصل کی تھیں۔ 2 مئی 1934ء کے روزنامہ "سن" وینکوور نے اس کی مکمل تفصیلات شائع کی تھیں۔

1866ء میں جیتھ (Jette) روتھس چائلڈ مر گیا۔ 15 نومبر 1868ء کو جیمز روتھس چائلڈ کی موت واقع ہوئی۔ مرنے سے کچھ روز پہلے ہی اس نے فرانس کی بہت بڑی جاگیر "Chateau Lafite" خریدی تھی۔ جیمز دراصل مائر ایمشیل روتھس چائلڈز کا مرنے والا آخری بیٹا تھا۔ 1869ء کو گرینڈ ربی سائمن بن جوریا۔ ربی ریچورن نے اپنے خطاب میں یہودیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا"

ہمارے انٹرنیشنل بینکاروں کا شکریہ جن کی مدد سے ہم نے عیسائیوں کو من حیث القوم میدان جنگ میں جھونک دیا ہے "جنگ" یہودیوں کے لئے عطیہ خداوندی ہے۔ عیسائی ایک دوسرے کے قتل عام میں مصروف رہیں اور انہیں آگے بڑھنے کا موقع ملتا رہے۔ جنگ ہمارے لئے نعمت ہے۔ اس جنگ سے ہمارے بینکوں کے پیٹ پھیلتے جا رہے ہیں۔ اب تک ایک کروڑ عیسائی اس جنگ میں زمین کا بوجھ ہلکا کر چکے ہیں لیکن یہ ختم ہوتی دکھائی نہیں دے رہی"

16 مارچ کو ناتھن روتھس چائلڈز مر گیا۔ 1870ء میں ناتھانیل ڈی روتھس چائلڈ مر گیا۔ 1871ء میں معروف امریکی جرنیل البرٹ پائیک نے جو "روشن خیال گروہ" کا اہم ممبر تھا، نے اپنا فوجی "بلیو پرنٹ" مکمل کر لیا جس میں اس نے تین عالمگیر جنگوں کا مکمل منصوبہ پیش کیا۔ ان کی تفصیلات کچھ اس طرح تھیں۔

"جنگ عظیم اول زار روس کے خاتمے کے لئے لڑی گئی جس کا وعدہ ناتھن مائر روتھس چائلڈز نے 1815ء میں کیا تھا۔ زاروں کے خاتمے پر کمیونزم کو سامنے لایا گیا تاکہ کمیونسٹوں کے ہاتھوں عیسائیوں کے مذہبی مقامات اور روایات کا تیا پانچہ کیا جائے۔ اس جنگ کو

منطقی انجام تک پہنچنے کیلئے جرمنی اور برطانیہ کے حکمرانوں کے باہمی اختلافات کو استعمال میں لایا گیا۔ دوسری جنگ عظیم فاشزم اور سیاسی یہودیت کے درمیان کروائی جائے گی جس میں جرمن یہودیوں کو جو پہلے ہی عوامی نفرت کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، بطور چارہ استعمال کیا جائے گا۔ اس جنگ کے ذریعے فاشزم (روتھس چائلڈز کی خود ساختہ اصطلاح) کو ختم کر کے سیاسی یہودیت کو دنیا پر برتری دلائی جائے گی۔ اس جنگ کا منطقی نتیجہ کمیونزم کی مضبوطی ہوگا، جسے ہم عیسائیوں کے خلاف استعمال کریں گے"

تیسری جنگ عظیم مسلم دنیا کے خلاف پیدا ہونے والی نفرت کو بنیاد بنا کر کروائی جائے گی جس کا مقصد سیاسی یہودیت اور مسلمانوں کو آپس میں ٹکرانا ہے جس کا آغاز ہو چکا ہے۔ جو حکومتیں اس جنگ کا حصہ بننے سے انکار کریں گی انہیں جسمانی، دماغی، روحانی اور معاشی طور پر تباہ کن صورتحال سے اس طرح دوچار کیا جائے گا کہ ان کے پاس کوئی دوسرا آپشن باقی ہی نہ رہے۔ (اس بلیو پرنٹ کی روشنی میں جو 1871ء میں منظر عام پر آیا۔ پاکستان کا زبردستی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فرنٹ لائن اتحادی بننا سمجھ میں آ جانا چاہیے)

○

15 اگست 1871ء کو جنرل البرٹ پائک نے اپنے کرتا دھرتا گیوسیپی مازینی (Guiseppe Mazzini) کو ایک خط لکھا جو آج بھی برٹش میوزیم کے کیٹلاگ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جنرل پائک لکھتا ہے۔

"ہم دنیا بھر کے بے دین لوگوں کو کرسچن سے ٹکرا کر موقع آنے پر مضبوط گروپ کے ہاتھ مضبوط کرتے رہیں گے، حتیٰ کہ وہ وقت آ جائے جب یہودی دنیا کے لئے ناگزیر ہو جائیں۔ 1859ء میں جنرل پائک سکاٹش رائٹ آف فری میسنریز کا گرینڈ کمانڈر بن گیا جو امریکہ کی سب سے زیادہ مضبوط فری میسن سوسائٹی تھی۔ 32 سال تک وہ اس عہدے پر فائز رہا، بالآخر 1891ء کو مر گیا۔ اس مسئلے پر اس نے 1872ء میں ایک کتاب بعنوان:

"Morals and Dogma of the Ancient and Accepted Scotish Rite of Freemasonry"

لکھی جس میں اس نے بالصراحت اپنی شیطانی تعلیمات کا پرچار کیا۔ شیطان کی

عبادت اور اس کی مدد سے منفی قوتوں کی مدد حاصل کر کے اپنے مقاصد حاصل کرنا اپنا مقصد بتایا۔ 1872ء میں جیوسیپی مازینی مر گیا۔ اڈریان لیمی اس کا جانشین مقرر ہوا جس کو لینن، ٹراٹسکی اور سٹالن پر برتری دلانے کا منصوبہ پہلے سے موجود تھا۔ ان تینوں کمیونسٹ لیڈروں کو اپنی سرگرمیوں کے لئے سرمایہ روتھس چائلڈز نے فراہم کیا۔ 1873ء تانبے کی تمام کانیں خریدیں جہاں سے سارے یورپ کو تانبا سپلائی ہوتا تھا۔

1875ء میں جیکب شیف نے جو اب سولومن لوئب کا داماد بن چکا تھا، اسے کوہن لوئب اینڈ کمپنی کے بینکنگ ہاؤس پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ شیف نے جان ڈی راک فیلر کی آئل کمپنی سے الحاق کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایڈورڈ آر ہیریمن کے ریل روڈ ایمپائر اور اینڈریو کارنیگی سٹیل ایمپائر پر بھی کنٹرول حاصل کر لیا۔ یہ سب کچھ روتھس چائلڈز کی سرمایہ کاری کا مرہون منت تھا۔ اس کا اگلا ہدف امریکی بینکار تھے۔ وال سٹریٹ جے پی مورگن کے قبضے میں تھی جبکہ فلاڈلفیا میں ڈریکسلز اور بیڈلز چھائے ہوئے تھے، باقی تمام چھوٹے بڑے سرمایہ داران کے گرد ناچا کرتے تھے۔ شیف نے روتھس چائلڈز کے تعاون سے اپنے یورپین بینکوں کی برانچیں امریکہ میں قائم کرنا شروع کیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے فرانس اور برطانیہ کو ملانے والی سمندری سرنگ کا ٹھیکہ بھی حاصل کر لیا۔ روتھس چائلڈز کو اپنے بزنس کے تحفظ کے لئے نہر سویز پر قبضہ درکار تھا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے یہودی وزیراعظم بنجمن ڈیزرائیلی کو آگے بڑھایا کہ وہ مصر کے خدیو سعد کے ساتھ سرمایہ کاری کرے جس نے یہ ٹھیکہ لے رکھا تھا۔ روتھس چائلڈز نے برطانوی حکومت کو سرمایہ فراہم کیا کہ وہ نہر سویز پر کنٹرول حاصل کرے لیکن برطانوی وہاں براہ راست نہیں، بالواسطہ قابض ہونا چاہتے تھے جس کے لئے مقامی سطح پر ایک مضبوط حکومت کی ضرورت تھی۔

1878ء میں آرچ بلڈ فلپ پرائم روز جو پانچواں ارل آف روز بری تھا اور جس نے 1894ء میں برطانوی وزیراعظم بننا تھا، کی شادی ہنا ڈی روتھس چائلڈ کے ساتھ ہوئی جو بیرن مائر ڈی روتھس چائلڈز کی بیٹی تھی۔ اس کے بطن سے چار بچوں نے جنم لیا۔ ہیری پرائم روز لارڈ ڈالمنی (چھٹا ارل آف روز بیری) عزت مآب نیل پرائم روز، لیڈی سبل پرائم روز اور لیڈی مارگریٹ پرائم روز۔

1879ء میں لیونل ڈی روتھس چائلڈز انتقال کر گئیں۔ 1880ء میں روتھس چائلڈز نے روس، پولینڈ، بلغاریہ اور رومانیہ پر اپنا معاشی تسلط قائم کرنا شروع کیا۔ اس پروگرام کے نتیجے

میں قریباً 20 لاکھ یہودیوں کو روتھس چائلڈز نے مشرقی یورپ سے امریکہ کے شہروں نیویارک، فلاڈیلفیا، شکاگو، بوسٹن اور لاس اینجلس پہنچایا۔ اس کے ساتھ ہی ایک بڑے یہودی گروپ کو سرمایہ فراہم کر کے فلسطین میں بٹھا دیا گیا۔ ان معاشی پروگراموں کا مقصد یہودیوں کو بڑی تعداد میں امریکہ میں آباد کرنا تھا تاکہ انہیں تعلیم دے کر ڈیموکریٹس کے ووٹ بڑھائے جائیں۔ اس آبادکاری کے نتیجے میں ڈیموکریٹس کے ہاتھ مضبوط ہوئے اور ایک وہ دن بھی آیا جب روتھس چائلڈز کے فرنٹ مین ووڈرو ولسن امریکہ کے صدر بن گئے۔ اس مرحلے پر روتھس چائلڈز کی طرف سے نام نہاد آزاد پریس کی روایت ڈالی گئی تاکہ مستقبل میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر ان کا مکمل تسلط قائم ہو جائے۔

1881ء میں امریکہ کے 20 ویں صدر جیمز اے گارفیلڈ نے جو بمشکل اپنے عہدہ صدارت کے 100 دن پورے کر پائے، قاتلانہ حملے میں اپنی موت سے دو ہفتے قبل کہا تھا:

''ہمارے ملک کی انڈسٹری اور سرمائے کو چند لوگوں نے یرغمال بنا لیا ہے جو اپنی مرضی سے کٹھ پتلیوں کی طرح انہیں نچاتے ہیں۔ جب عوام کو اس بات کا علم ہوگا تو سوائے ڈیپریشن کے اور کچھ انہیں نہیں ملے گا''

امریکن سول وار میں صدر ابراہم لنکن کی فتح کے بمشکل دس ماہ بعد ہی 13 مارچ کو زار روس الیگزینڈر دوئم بالآخر ایک قاتلانہ حملے میں مارا گیا۔ ان حملوں کا آغاز 1866ء سے ہو چکا تھا۔ 1883ء میں برٹش چینل میں چھ ہزار فٹ کے اضافے نے برطانوی حکومت کو پریشان کر دیا۔ انہوں نے اسے برطانیہ کی سیکورٹی کے لئے خطرہ قرار دے کر تعمیر روکنے کے احکامات جاری کر دیئے۔

1885ء میں ناتھانیل روتھس چائلڈز نے لارڈ روتھس چائلڈز کا خطاب حاصل کر لیا۔ 1886ء میں فرانسیسی روتھس چائلڈز بینک نے روسی آئل فیلڈز سے حاصل آمدنی سے کیسپین اینڈ بلیک سی پیٹرولیم کمپنی قائم کر لی جو جلد ہی دنیا کی دوسری بڑی آئل فیلڈ بن گئی۔

❖ ❖ ❖

چوتھا باب

1887ء میں اٹھونن برنس کے بادشاہ ڈیوڈ سین کے پوتے ایڈورڈ البرٹ سین کی شادی ایلین کیرولین ڈی روتھس چائلڈ جیکب مائر روتھس چائلڈز کی بہن سے ہوگئی۔ ایلین کیرولین کے والد گوستاوی نے اپنے بھائی الفانسو کے ساتھ مل کر روتھس چائلڈز کی فرانسیسی کمپنیاں سنبھال لیں۔

اس سال روتھس چائلڈز نے جنوبی افریقہ میں اپنے پنجے گاڑنے کا آغاز کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ساؤتھ افریقہ کی فنانس کمپنی کمبرلے کے سب سے بڑے پارٹنر بن گئے۔ اس کمپنی نے افریقہ اور انڈیا میں ہیروں کی کان کنی پر اجارہ داری قائم کر لی۔ 1888ء میں تو آئی ایم ایف یعنی مستقبل میں مورالکس کی ہونے والی بیوی نے جنم لیا۔ 1891ء میں برطانوی لیبر پارٹی نے روتھس چائلڈز کی سرگرمیوں سے متعلق بیان جاری کیا۔ جس میں کہا:

''یہ خون چوسنے والی جونک یورپی ممالک میں معاشی ابتری اور موجودہ کربناک صورتحال کی واحد ذمہ دار ہے جس نے محض اپنی دولت میں اضافہ کرنے کے لئے ملکوں اور ریاستوں کو آپس میں لڑایا۔ جب بھی یورپ کے کسی ملک میں جنگ چھڑنے کی افواہ پھیلے یا ایسی کوئی خبر ملے تو جان لیجئے کہ سود خور آدم خور روتھس چائلڈز اس کی پشت پر موجود ہیں''

اس نوعیت کے تبصروں نے روتھس چائلڈز کو کچھ پریشان کر دیا۔ انہوں نے اٹھارویں صدی کے خاتمے پر رائٹر نیوز ایجنسی خرید لی تاکہ میڈیا کے ذریعے اپنے مقاصد کے حق میں رائے عامہ ہموار کر سکیں۔ 1895ء میں ایڈمنڈ جیمز روتھس چائلڈ یعنی جیمز مائر روتھس چائلڈز کا بڑا بیٹا فلسطین کے دورے پر ان یہودی کالونیوں کا معائنہ کرنے آیا جو اس کے بزرگوں نے روس، پولینڈ، بلغاریہ اور رومانیہ کے یہودیوں کو یہاں دھکیل کر آباد کروائی تھیں۔ اپنے آباؤ اجداد کے اس کارنامے کو دیکھ کر ایڈمنڈ خاصا مطمئن ہوا اور اس نے روتھس چائلڈز بزرگوں کی پالیسی کو زور

شور سے آگے بڑھایا۔ اپنے اس دورے میں ایڈمنڈ نے مستقبل کے اسرائیل کا منصوبہ بنا لیا تھا۔ ایسا اسرائیل جو روتھس چائلڈز کے مکمل کنٹرول میں ہو۔

1897ء میں روتھس چائلڈز نے یہودیت کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے ورلڈ زائی نسٹ Zionist کانگریس منعقد کی۔ اس عالمی یہودی کانگریس کے انعقاد کے بظاہر تو سیاسی مقاصد یہ ظاہر کیے گئے کہ یہودیوں کے لیے ایک الگ ملک حاصل کیا جائے لیکن اصل میں اس کانگریس میں وہ خفیہ ایجنڈا طے پایا جس کا مقصد ساری دنیا کی حکومتوں پر کنٹرول حاصل کر کے انہیں روتھس چائلڈز کا ''ماتحت'' بنانا تھا۔ پہلی عالمی یہودی کانگریس کے انعقاد کے لیے پہلے میونخ کا انتخاب کیا گیا تھا لیکن مقامی یہودیوں کی مخالفت کی وجہ سے پھر اسے باسلے سوئٹزر لینڈ منتقل کرنا پڑا۔ یہ کانگریس 29 اگست کو انعقاد پذیر ہوئی۔ اس کی صدارت اشکنازی یہودی تھیوڈور ہرزل نے کی۔ اس کانگریس میں تھیوڈور ہرزل کے شیطانی دماغ نے وہ منصوبہ تیار کیا جسے Anti Semites کا نام دیا گیا۔ ہرزل کو کانگریس کا صدر منتخب کیا گیا جس نے ''روتھس چائلڈز ریڈبکسا گرام'' یعنی چھ کونی ستارے کو یہودی جھنڈے کا روپ دے دیا جو صرف 51 سال بعد اسرائیل کا قومی پرچم بنا۔ اس کانفرنس میں وائزمین نے کہا تھا۔

''دنیا میں کوئی انگلش، فرنچ، جرمن یا امریکن یہودی نہیں، بلکہ انگلینڈ، فرانس، جرمنی، امریکہ اور دنیا کے کسی بھی اور ملک میں یہودی رہتے ہیں''

اس نے یہودیوں کی شناخت اپنے وطن کی نہیں صرف اسرائیل کے حوالے سے قائم کی جس پر آج بھی یہودی دل و جان سے عمل پیرا ہیں۔ 1897ء میں ایڈورڈ ہنری ہیری منا یونین پیسفک ریل روڈ پراس پر مکمل سرمایہ کاری روتھس چائلڈز نے کی تھی۔ جولائی 1898ء میں عالمی یہودی کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے میکس مین ڈوسٹم نے کہا:

''یہودیوں کو دنیا کی دوسری اقوام سے الحاق کے نظریے کی سختی سے تردید کرتے ہوئے عالمی بادشاہت قائم کرنے پر قائم رہنا ہے''

1898ء میں پوپ لیو XIII نے یہودیوں کی طرف سے قرض پر سود لینے (Usury) کے حوالے سے کہا:

''ایک طرف وہ پارٹی ہے جس کے ہاتھ میں روپے کی طاقت ہے اور اس نے تمام تجارت اور لیبر پر کنٹرول حاصل کر لیا اور جو اپنے گھناؤنے مقاصد کے لیے اپنے تمام ذرائع

استحصال میں لا رہی ہے جس کے طاقتور نمائندے ریاستی امور پر بھی قابض ہیں۔ دوسری طرف بھوک اور احتیاج کے مارے وہ لوگ ہیں جو ان کے محتاج بن چکے ہیں''

اس سال فرڈیننڈ ڈی روتھس چائلڈ مر گیا۔ 1899ء میں جنوبی افریقہ میں روتھس چائلڈز کے ایجنٹس لارڈ الفریڈ ملنیز اور سسل رہوڈس کی حفاظت کے لیے روتھس چائلڈز نے چالیس ہزار برطانوی کرائے کے فوجی جنوبی افریقہ پہنچا دیے کیونکہ یہاں سے سونا اور ہیرے جواہرات خلاف توقع زیادہ مقدار میں مل رہے تھے۔ جن کی حفاظت لازم تھی۔ ان برٹش فوجیوں نے تیس ہزار مقامی کالوں کے گلے میں طوقِ غلامی ڈال کر انہیں روتھس چائلڈز کے مقامی ایجنٹوں کے کھونٹے سے باندھ دیا۔ مقامی کسان ''بوئر'' (Boer) کہلاتے تھے۔ روتھس چائلڈز کی کرائے کی برطانوی فوج نے ان بے گناہوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ انہیں خاردار تاروں سے ڈھکے کیمپوں میں دھکیل دیا جہاں ان پر دن رات تشدد کے پہاڑ توڑے جانے لگے۔ ہزاروں بے گناہ بچے، بوڑھے، عورتیں، بیماریوں، خوراک کی کم یابی اور ظلم و ستم کے ہاتھوں زندگی ہار گئے۔ اسی طرح روتھس چائلڈز برطانوی فوج نے ''جنگ'' میں فتح حاصل کر لی اور اپنے سونے اور ہیرے جواہرات کے ذخائر محفوظ کر لیے۔

30 اکتوبر 1937ء کو ایئر ایڈمرل ہنری ہملٹن بیمش نے اس تاریخی سانحے کے حوالے سے ایک بیان میں کہا تھا:

''37 سال قبل مقامی کسانوں (بوئر) کے خلاف برطانوی فوجیوں کو روتھس چائلڈز نے استعمال کر کے یہودیوں کے زیر کنٹرول سونے، چاندی، ہیرے جواہرات اور لوہے کی کانوں کو محفوظ کروایا تھا۔ ان تمام کے مالکان یہودی تھے۔ اور برطانوی افواج نے انہیں انسانوں سے شودر بنا کر رکھ دیا۔

اسی سال 1937ء کو جنوبی افریقہ کے صدر سٹیفن جو ہانس نے ماضی کے حوالے سے صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا:

''اگر اس دور میں یہودیوں کو جنوبی افریقہ سے نکال دیا جاتا تو شاید جنوبی افریقہ کے کسانوں کو برطانوی فوج سے جنگ اور تباہی کا سامنا نہ ہوتا اور نہ ہی عالمی امن کو ایسے خطرناک مسائل درپیش رہتے''

○

1901ء میں فلسطین میں یہودیوں کی باقاعدہ کالونیاں جو روتھس چائلڈز نے قائم کروائی تھیں، ان کے دورے پر ایڈمنڈ جیمز روتھس چائلڈ خود آیا تو مقامی یہودی لیڈر نے اسے کہا:

"اگر تم Yisuv یہودی آبادکاروں کا تحفظ چاہتے ہو تو ان پر سے اپنے ہاتھ اٹھانے سے پہلے یہاں کے مقامی یہودیوں کو مکمل سیٹ ہونے کا موقع دو۔ وہ تمہارے محتاج نہیں ہیں گے۔"

اس پر ایڈمنڈ روتھس چائلڈز غصے سے تملا گیا۔ اس نے کہا:

"Yisuv میری تخلیق ہیں۔ انہیں میں نے یہاں آباد کیا ہے۔ میں اس مسئلے پر تمہاری (مقامی یہودیوں) مداخلت ہرگز برداشت نہیں کروں گا۔"

1902ء میں فلپ ڈی روتھس چائلڈز نے جنم لیا۔ 1903ء میں سوئٹزرلینڈ کے شہر باسل (Basle) میں منعقدہ چھٹی عالمی یہودی کانگریس نے برطانوی حکومت سے مذاکرات کیے کہ یوگنڈا کو مستقبل کی یہودی ریاست کے لئے یہودیوں کے حوالے کر دیا جائے۔

15 سال پہلے یہودیوں نے فلسطین کا انتخاب کیا تھا۔ اب اچانک ان کے نئے لیڈر میکس ناڈن نے یوگنڈا کا انتخاب کر کے برطانوی حکومت کے لئے نیا مسئلہ کھڑا کر دیا۔ 1905ء میں روتھس چائلڈز کی آشیر واد سے مقامی یہودی گروپ نے جس کی سربراہی جو رجیا پانوو چ کر رہا تھا، زار روس کا تختہ الٹنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا اور یہ لوگ روس سے فرار ہو کر جرمنی میں پناہ گزین ہو گئے۔

1906ء میں روتھس چائلڈز نے راک فیلر (جو ان کے ننھیالی رشتہ دار تھے) کی تیل انڈسٹری میں بڑھتی ہوئی سرمایہ کاری کو بہانہ بنا کر اور اس خطے میں احساس عدم تحفظ کا رونا روتے ہوئے کیسپین اینڈ بلیک سی پٹرولیم کمپنی ہالینڈ کے شاہی خاندان اور شیل کو فروخت کر دی۔ یہ روتھس چائلڈز کی طرف سے اپنی دولت کو چھپانے کے لئے ایک اہم مثال ہے۔ اس طرح انہوں نے اپنا سرمایہ مزید محفوظ کر لیا۔ 1907ء میں روتھس چائلڈز جیکب شیف سربراہ کوہن لوئب اینڈ کمپنی نے نیویارک چیمبر آف کامرس سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"جب تک ہمیں یہاں سنٹرل بینک قائم کرنے اور نظام زر پر مکمل کنٹرول نہیں دیا جاتا۔ میں آپ کو وارننگ دیتا ہوں۔ آپ معاشی طور پر تاریخ کے بھیانک ترین دور سے گزریں

گے۔"

اس بیان کے کچھ ہی عرصہ بعد امریکہ کو "Panic of 1907" کے بدترین معاشی بحران سے گزرنا پڑا۔ جس نے لاکھوں امریکیوں کی معاشی حالت کو بدترین بنا کر رکھ دیا۔ امریکن اس معاشی بحران کو کبھی نہیں بھول پائیں گے۔

1909ء میں جیکب شیف نے (NAACP) نیشنل ایڈوانس منٹ فار دی ایسوسی ایشن آف دی کلرڈ پیپل کو سرمایہ فراہم کیا اور انہیں مقامی آبادی سے ٹکرا دیا۔ ان لوگوں کو ووٹ مارکا بازار گرم کر کے امریکہ کے لئے امن وامان کا نیا مسئلہ کھڑا کر دیا۔

معروف یہودی تاریخ نگار ہاورڈ سچر اپنی مشہور زمانہ کتاب:
"A History of the Jews in America" میں اس واقعہ کے حوالہ سے لکھتا ہے:

"1914ء میں جب پروفیسر ایمسپنس جوئیل سپر نگران آف کولمبیا یونیورسٹی این اے اے سی پی کا چیئرمین بنا تو اس نے معروف یہودی لیڈر جیکب شیف، جیکب بلی کوف اور ربائی سٹیفن وائز کی مدد حاصل کر کے اس شورش کو آگے بڑھایا"

این اے اے سی پی پر اگلے سات سال تک یہودیوں کا تسلط قائم رہا۔ جیولیس روزنتھال، لیمین وارلڈ اور ربائی ایمل جی ہرش اس پر 1970 تک قابض رہے۔ 1970ء میں این اے اے سی پی نے پہلی مرتبہ اپنا کالا صدر بنجمن ہاکس منتخب کیا۔

1911ء میں وارنر سومبارٹ نے اپنی مشہور کتاب:
"The Jews and modern capitalism" میں لکھا کہ 1820ء سے آج تک یورپ کی واحد اور ناقابل چیلنج طاقت "روتھس چائلڈز" ہیں۔ اس نے لکھا کہ امریکن، امریکہ کی کچھ حیثیت نہیں۔ امریکیوں کو اس بات کا احساس ہو جانا چاہیے کہ اگر کوئی طاقت ہے تو وہ یہودی ہیں جو "لارڈ آف منی" (Lord or World) اور Lords of Money ہیں۔

1912ء میں Truth شمارہ دسمبر میں جارج آر کانرا نے جیکب شیف کے متعلق لکھا۔

"مسٹر شیف سربراہ بینکنگ ہاؤس آف کاہن، لوئب اینڈ کمپنی انٹرنیشنل کے اس حصے میں روتھس چائلڈز کے نمائندے اور سب سے بڑے بینکار ہیں" اس نے ثابت کیا کہ امریکہ کی ہر قابل ذکر صنعت پر روتھس چائلڈز کا بالواسطہ کنٹرول ہے۔ 4 مارچ 1913ء کو وڈرو ولسن

امریکہ کے 28 ویں صدر منتخب ہوئے۔ وائٹ ہاؤس میں داخل ہونے کے فوراً بعد انہوں نے اشکنازی یہودی سرمایہ دار سیموئیل انٹرمائر سے چالیس ہزار ڈالر حاصل کرنے کے لئے ملاقات کی جو انہوں نے ایک بلیک میلنگ ڈیل کے نتیجے میں ادا کرنے تھے۔

واقعہ یہ ہوا کہ جب مسٹر ووڈرو ولسن پرنسٹن یونیورسٹی میں پروفیسر تھے تو انہیں اپنے ایک پروفیسر ساتھی کی بیوی سے عشق ہو گیا۔ دونوں کا معاشقہ خوب چلا۔ جب وہ صدر بنے تو اس مسئلے پر بلیک میل ہو گئے۔ انہوں نے 40 ہزار ڈالر اپنی معشوقہ کی زبان بندی کے لیے سیموئیل انٹرمائر سے لے کر ادا کیے۔ اس شرط پر کہ یونائیٹڈ سٹیٹس سپریم کورٹ میں خالی ہونے والی پہلی آسامی پر سیموئیل انٹرمائر کے منتخب کردہ جج کو نامزد کریں گے۔ اسی سال 31 مارچ کو امریکہ کے امیر ترین شخص جے پی مورگن کا انتقال ہو گیا لیکن اس کی موت پر ہونے والے اس انکشاف نے سارے امریکہ کو دنگ کر کے رکھ دیا کہ جے پی مورگن کے مالک مورگن کے اپنی کمپنی میں صرف 19 فیصد حصص تھے، باقی 81 فیصد حصص کے مالک روتھس چائلڈز تھے۔

اسی سال جیکب شیف نے اے ڈی ایل (Anti Defamation League) "بی نائی بی" (B nai B) کمپنی کی برانچ بنا کر قائم کی جس کا کام یہودیوں پر ہونے والی تنقید اور روتھس چائلڈز کی غیر قانونی سرگرمیوں کا محاسبہ کرنے کا مطالبہ کرنے والوں کی سرکوبی کرنا تھا۔ اس سال یہودیوں نے امریکی حکومت کو ناکوں چنے چبوانے کے بعد بالآخر اپنا سنٹرل بنک آف امریکہ قائم کرنے کی اجازت حاصل کر لی۔

عوامی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے انہوں نے پروپیگنڈہ کیا کہ سنٹرل بینک فیڈرل ریزرو ہی امریکی عوام کے ڈپریشن اور معاشی مسائل کا واحد حل ہے جبکہ اصل میں یہ بنک ہی امریکیوں کے لئے آجکل معاشی مسائل اور ڈپریشن کا واحد ذریعہ تھا۔ خیال رہے کہ فیڈرل ریزرو خالصتاً ایک پرائیویٹ ادارہ ہے جس نے 160 ملین ڈالر سے اپنے کاروبار کا آغاز کیا لیکن تادم تحریر فیڈرل ریزرو نے کبھی اپنے حسابات عوامی آگاہی کے لئے شائع نہیں کئے۔ صرف کچھ ایسے شواہد سامنے آئے ہیں جو اس "فیڈرل ریزرو" کے مالکان کا انکشاف کرتے ہیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:-

روتھس چائلڈ بنک آف لندن

وار برگ بینک آف ہیمبرگ

روتھس چائلڈ بنک آف برلن

لیہ مین برادرز آف نیویارک

لیزارڈ برادرز آف پیرس

کوہن لوئب بنک آف نیویارک

اسرائیل موسس سیف بنک آف اٹلی

گولڈمین ساچز آف نیویارک

وار برگ بینک آف ایمسٹرڈیم

چیس مین ہٹن بینک آف نیویارک

ان تمام مالیاتی اداروں کے مالکان یہودی ہیں یا پھر ان کے زیادہ حصص کے مالکان یہودی ہیں۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ امریکن فیڈرل ریزرو کا اصلی مالک امریکہ ہے یا کوئی اور؟

O

1914ء میں جنگ عظیم اول کا آغاز ہوا۔ اس جنگ میں جرمنی، برطانیہ اور فرانس کے روتھس چائلڈز نے اپنے اپنے ملکوں کو جنگ جاری رکھنے کے لئے سرمایہ فراہم کیا۔ علاوہ ازیں دنیا کی تین اہم ترین نیوز ایجنسیوں پر یہودیوں نے کنٹرول حاصل کر لیا تھا۔ WOLFF وولف جرمنی پر 1849ء میں رائٹر برطانیہ پر 1851ء میں اور Havas ہاواس فرانس پر 1835ء میں۔ روتھس چائلڈز نے وولف نیوز ایجنسی کو جرمن عوام میں جنگی جذبات بھڑکانے کے لیے استعمال کیا۔ یہی وہ وقت ہے جب میڈیا پر صرف اور صرف روتھس چائلڈز کا طوطی بول رہا تھا۔

1915ء میں ترکی کی سلطنت عثمانیہ کا تختہ میسونک جیوئش سوشلسٹ (Masonic Jewish Socialists) نے جو خود کو "ینگ ترکس" (Young Tjrks) کہلاتے تھے، الٹ دیا۔ اس انقلاب کا حتمی نتیجہ یہودیوں کے ہاتھوں ہونے والی نسل کشی کے بعد تین لاکھ عیسائی آرمینین کا قتل عام ہے۔ ان میں سے بیشتر کے دونوں ہاتھ کاٹنے کے بعد انہیں تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اس ساری صورتحال کا نتیجہ یہ نکلا کہ مصطفیٰ کمال اتاترک (مصنف نے ان کے متعلق Crpto Jew ہونے کا دعویٰ کیا ہے) ترکی کے آمر مطلق بن گئے۔ 1916ء میں سیموئیل انٹرمائر سے بلیک میلنگ کی ادائیگی کے لیے حاصل ہونے والی رقم کے

غرض امریکی صدر ولسن نے جو وعدہ کیا تھا اس کے مطابق اشکنازی یہودی لوئیس ڈیم برینڈس کو سپریم کورٹ کا جج مقرر کر دیا۔ جسٹس برینڈلس علاوہ ازیں یہودی معاملات کمیٹی Zionest Affairs کی ایگزیکٹو کمیٹی کا 1914ء سے ممبر تھا۔

جنگ عظیم اول میں جرمنی کامیاب رہا کیونکہ روتھس چائلڈز نے زار روس کی دشمنی میں اس کو فرانس، اٹلی اور انگلینڈ سے زیادہ سرمایہ فراہم کیا۔ ان تینوں ممالک کی بدقسمتی یہ تھی کہ ان کا حلیف روس تھا۔ جس کے زار نے یہودیوں کو خاصی زک پہنچائی تھی۔ 12 دسمبر 1914ء کو جرمنی نے ڈرامائی انداز میں روتھس چائلڈز سے بغاوت کرتے ہوئے انگلینڈ کو صلح کی پیشکش کر دی۔ دراں حالیکہ جرمنی اس جنگ میں غالب تھا اور ابھی تک اس کی سرزمین پر کسی غیر ملکی فوجی نے قدم نہیں رکھا تھا۔ روتھس چائلڈز کو بے چینی لگ گئی۔ وہ ہرگز یہ صلح نہیں چاہتے تھے۔

اس "برے وقت" کیلئے روتھس چائلڈز نے بہرحال اپنی آستین میں پاکھو کارڈ چھپا رکھے تھے کیونکہ وہ یورپ میں امن کو اپنے کاروبار کے لئے ہلاکت سے تعبیر کرتے تھے۔ "شیطانی کنیسہ" نے اپنا شاندار داؤ کھیلا جب ان کے معتبر ایجنٹ امریکن سپریم کورٹ کے جسٹس لوئیس برینڈلس نے امریکہ سے ایک یہودی معززین کا وفد لندن روانہ کیا جس نے برطانوی حکومت کو یقین دہانی کروائی کہ وہ جرمنی کے چنگل میں آ جائے اور امریکہ جنگ میں اس کا اتحادی بن جائے گا۔ برطانوی اس "چنگل" میں آ گئے۔ انہوں نے یہودی زعماء کی ہاں میں ہاں ملا دی جس کے بعد یہودی وفد نے ان سے فلسطین برائے روتھس چائلڈز کی قیمت وصول کر لی۔

روتھس چائلڈز ہر قیمت پر فلسطین حاصل کرنا چاہتے تھے تاکہ مشرقی دنیا میں ان کے تجارتی مفادات محفوظ رہیں۔ علاوہ ازیں ان کی خواہش تھی کہ اس علاقے میں اپنی ذاتی جدید ترین اسلحہ سے لیس فوج بنائیں جو ان کے مقاصد کی بجا آوری کیلئے کسی بھی ملک پر حملہ آور ہو کر مطلوبہ نتائج حاصل کر سکے۔ فرنگی سامراج یہودی سازش کا شکار ہو گیا۔ برطانوی حکومت نے فلسطین روتھس چائلڈز کے حوالے کرنے کا معاہدہ کر لیا جس پر یہودی وفد واپس پلٹا اور امریکہ میں تیزی سے جرمن مخالف پروپیگنڈہ شروع ہو گیا۔

یہودی پریس جو کل تک برطانیہ کے خلاف زہر اگل رہا تھا اچانک جرمنی کے خلاف ہرزہ بکنے لگا۔ جرمن فوج پر الزام لگایا گیا کہ اس نے ریڈ کراس کی نرسوں اور معصوم بچوں کا قتل عام کیا ہے اور وہ عیسائی بچوں کے ہاتھ کاٹ کر انہیں محتاج بنا رہے ہیں۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ ان

ونوں یہودیوں کی بلیک میلنگ کا شکار امریکی صدر ووڈ رو ولسن دوبارہ صدر منتخب ہو گئے۔ یہودی پریس نے ولسن کی انتخابی مہم بڑے زور و شور سے چلائی۔ ان کا انتخابی نعرہ تھا "اس آدمی کا انتخاب کیجئے جو آپ کے بچوں کو جنگ کے شعلوں سے محفوظ رکھے گا۔"

16 اپریل 1917ء کو یہودی امریکن سپریم کورٹ کی معاونت اور مشاورت سے بالآخر صدر ولسن نے جرمنی کے خلاف جنگ میں برطانیہ کا اتحادی بننے کا اعلان کر دیا اور جرمنی نے روتھس چائلڈز سے بغاوت کر کے برطانیہ سے جو صلح کرنے کی کوشش کی تھی اس کا خمیازہ بھگتنے کے لئے جرمنی کو اکیلا چھوڑ دیا۔ روتھس چائلڈز نے برطانیہ سے کیے وعدہ پورا کرنے کے بعد برطانیہ سے فلسطین کا باقاعدہ قبضہ حاصل کرنے کے لئے دستاویزی معاہدہ کر لیا جو برٹش فارن سیکرٹری آرتھر جیمز بالفور کے دستخط سے اپنے منطقی انجام کو پہنچا۔ اسے "بالفور ڈیکلریشن" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس میں لکھا تھا:

فارن آفس

2 نومبر 1917ء

ڈیئر لارڈ روتھس چائلڈ

مجھے ملکہ عالیہ کی آشیرباد سے آپ کو مطلع کرتے ہوئے انتہائی مسرت ہو رہی ہے کہ ہم نے برطانوی کیبنٹ کی طرف سے یہودیوں کی خواہشات کی تکمیل کی منظوری حاصل کر لی ہے۔ ملکہ عالیہ کی حکومت نے فلسطین میں موجود برطانوی اسٹیبلشمنٹ کی حمایت سے فلسطین کو یہودیوں کا وطن قرار دیا ہے جہاں ان کی حکومت قائم کی جائے گی اور اس کے قیام کے لئے برطانیہ ہر ممکن معاونت کرے گا۔ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ یہودی حکومت کوئی ایسا اقدام نہیں کرے گی جس سے اس خطے میں موجود غیر یہودی لوگوں کے مذہبی اور معاشرتی حقوق متاثر ہوں یا دیگر ممالک میں آباد یہودیوں کے مفادات متاثر ہوں۔

میں آپ کا شکر گزار ہوں گا اگر آپ اس ڈیکلریشن سے Zionist فیڈریشن کو مطلع فرما دیں۔

آپ کا خیر خواہ

آرتھر جیمز بالفور

اس ڈیکلیریشن کا جشن روتھس چائلڈز نے زار روس نکولس II کو اس کے تمام کنبے سمیت قتل کر کے منایا۔ روتھس چائلڈز نے بالشویکی یہودیوں کو جن کا روس پر کنٹرول ہو گیا تھا، حکم دیا کہ زار روس اور اس کے خاندان کے ہر فرد کو چن چن کر بے رحمی سے قتل کر دیا جائے۔ زار نکولس II کو بالشویکیوں نے 2 مارچ کو ہی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

اس طرح روتھس چائلڈز نے زار روس اول کی طرف سے 1815ء میں ویانا کانگریس میں یہودی حکومت کے قیام کے منصوبے کو ختم کرنے اور زار الیگزینڈر دوم کی طرف سے امریکی صدر ابراہم لنکن کی 1864ء میں مدد کرنے کا انتقام لے لیا۔ روتھس چائلڈز نے اپنے ایجنٹوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اس بات کو بہر صورت ممکن بنائیں کہ زار روس کے خاندان کا کوئی بچہ اور مرد، عورت زندہ نہ بچ پائے۔ کیونکہ 1815ء میں ناتھن مائر روتھس چائلڈز نے ان سے یہ وعدہ لیا تھا۔ "شیطانی کنیسہ" نے دنیا کے سامنے اپنی وحشت و بربریت کا بھیانک ترین مظاہرہ کر دیا تھا۔

امریکی کانگریس میں آسکر کالوے نے کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جے پی مورگن دراصل روتھس چائلڈز کا فرنٹ مین تھا جس نے امریکن میڈیا انڈسٹری پر اپنے مالکان کے حکم پر مکمل دسترس حاصل کر لی تھی۔ کالوے نے اپنے بیان میں کہا:

"مارچ 1915ء میں جے پی مورگن کے مفادات سٹیل انڈسٹری، جہاز رانی، اور بارود کے حصول تک محدود تھے۔ اس پر دسترس حاصل کرنے کے بعد "شیطانی کنیسہ" نے بارہ (12) آدمیوں پر مشتمل اپنی ٹیم تیار کی۔ جس نے امریکہ کے تمام بااثر اخبارات پر کنٹرول حاصل کر لیا۔ اور وہ ڈیلی پریس پالیسی بنانے لگے۔ شیطانی کنیسہ نے امریکہ کے 25 اہم ترین اخبارات خرید لئے تھے۔ اور اب ان کی اخباری یونین ان اخبارات کے لئے پالیسی تیار کرنے کے اختیارات بھی حاصل کر چکی تھی۔ تمام اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان اس اخباری یونین کے فیصلوں کے پابند اور ان سے انحراف کی صورت میں ناقابل برداشت نتائج کا سامنا کرتے تھے"

1918ء میں روس کے سرخ انقلاب کی قلعی ساری دنیا پر کھل گئی۔ جب بالشویکیوں نے روسی عوام کا سارا سونا ضبط کر کے روتھس چائلڈز کے خزانے میں منتقل کر دیا۔ یہ ڈاکہ زنی ریاست کے عظیم مفادات کے نام پر کی گئی تھی۔ روس پر بلاشرکت غیرے روتھس چائلڈز فیملی کی

حکومت قائم تھی۔ اور اس کا نظم و نسق یہودی چلا رہے تھے۔ 30 نومبر 1918ء کو "نیو یارک ٹائمز" نے اس صورتحال کے حوالے سے لکھا:

"بالشویک کیساروں نے سونا چھپانے کی سرکاری مہم چلا رکھی ہے۔ عوام الناس بشمول غریب گھروں، گرجا گھروں، اور ہر قابل ذکر عمارت جہاں سونے کی موجودگی کا امکان ہے انکو سرکاری حکم ہے کہ وہ سونا حکومت کے پاس جمع کروا دیں۔ لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کرنے کے لئے یہودی مخبروں کی فوج ظفر موج سارے روس میں منڈلا رہی ہے۔ ہر مخبر کو یہ لالچ دیا گیا ہے کہ جتنی مالیت کا سونا وہ برآمد کروائے گا، اس کا ایک تہائی مخبر کو انعام دیا جائے گا۔ جو لوگ سونا چھپانے کے مرتکب قرار پاتے ہیں انہیں زمین میں گڑھا کھود کر زندہ دفن کر دیا جاتا ہے"۔

مارچ 1918ء میں لینن نے Anti Semitism کے خلاف دھواں دھار تقریر کرتے ہوئے جوابی انقلاب کے لئے کوشاں غیر یہودیوں کی سرکوبی کی اور سینکڑوں لوگوں کو اس شک میں چن چن کر مار ڈالا کہ وہ یہودی سرخ انقلاب کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔

اپریل 1918ء میں "لندن ٹائمز" کے نمائندہ برائے ماسکو رابرٹ ولٹن نے روس کے 384 کیساروں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا کہ 2 کیسار نیگرو، 13 رشین، 15 چائنا مین، 22 آرمینین، اور 300 سے زائد یہودی ہیں۔ ان 300 میں سے 264 ان یہودیوں پر مشتمل ہیں جو امپیریل گورنمنٹ (زار روس) کے زوال کے دنوں میں امریکہ سے دھڑا دھڑ روس لا کر آباد کئے گئے تھے۔

ان ہی دنوں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی وسکونسن یونیورسٹی کے صدر چارلس آر وین ہس نے "نیو ورلڈ آرڈر کی بنیاد" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا جس میں ون ورلڈ پر زور دیتے ہوئے کہا گیا کہ عالمی امن کیلئے ایک ون ورلڈ آرڈر ناگزیر ہے جس کی موجودگی میں کسی ممبر کو دوسرے ممبر کے خلاف غلط حرکت کرنے کی جرات نہ ہو۔

❖ ❖ ❖

پانچواں باب

جنوری 1919ء میں روتھس چائلڈز کے ایجنٹ کمیونسٹ یہودیوں کارل لائبنیخت اور روزا لکسمبرگ نے روتھس چائلڈز کا پلان کردہ کمیونسٹ انقلاب جرمنی میں بھی برپا کرنے کی کوشش کی جس میں دونوں مارے گئے۔ 18 جنوری 1919ء کو ورسیلز میں امن کانفرنس کے موقعہ پر اشکنازی یہودی برنارڈ باروچ کی قیادت میں 117 رکنی یہودی وفد جرمن حکام سے ملا اور ان کے سامنے فلسطین کے حوالے سے برطانیہ سے ہونے والا معاہدہ بھی پیش کیا جس پر جرمنوں کے چودہ طبق روشن ہو گئے اور انہیں اچھی طرح سمجھ آ گئی کہ روتھس چائلڈز نے امریکہ کو جنگ میں جرمن کے خلاف جھونکنے کا فیصلہ کیوں کیا تھا؟ قدرتی بات ہے کہ جرمنوں کو سمجھ آ گئی کہ یہودیوں نے جو جرمن شہریت رکھتے تھے، ان کے ساتھ اپنے ہی ملک کے ساتھ کس طرح دھوکہ کیا۔ خیال رہے کہ اب تک جرمن ساری دنیا میں یہودیوں کے سب سے زیادہ ہمدرد خیال کئے جاتے تھے۔

1822ء میں جب ساری دنیا نے یہودیوں پر اپنے دروازے بند کر لئے تب جرمنوں نے نہ صرف انہیں پناہ دی بلکہ اپنے ملک میں قانون سازی کے ذریعے ان کے انسانی حقوق کا مکمل تحفظ بھی کیا۔ جرمن وہ ملک تھا جس نے 1905ء میں روس کے باغی یہودیوں کو جن کے خلاف روسی حکومت نے قتل کے احکامات جاری کئے ہوئے تھے جرمنی میں پناہ دی۔ جب برطانوی حکومت نے جو روتھس چائلڈز کی اقتصادی غلامی کر رہی تھی فلسطین روتھس چائلڈز کے حوالے کیا تو مقامی آبادی میں یہودی بمشکل کل آبادی کا ایک تہائی تھے۔

30 مئی کو ہونے والی نام نہاد امن کانفرنس میں جو بارون ایڈمنڈ روتھس چائلڈز کی زیر صدارت پیرس کے میجسٹک ہوٹل میں جاری تھی، یہودیوں نے فیصلہ کیا کہ ایک ایسی باڈی کی تشکیل کی جائے جو حکومت کی کارکردگی پر نظر رکھے۔ اس باڈی کو "انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل افیئرز" کا نام دیا گیا۔ اس باڈی کو 1920ء میں رائل انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل افیئرز (آر آئی آئی

اے) برطانیہ اور 1921ء میں امریکی کونسل آف فارن ریلیشنز میں شامل کر دیا گیا۔ اب امریکہ اور برطانیہ دونوں کی خارجہ پالیسیاں روتھس چائلڈز کے ماتحت ہو گئی تھیں۔

ورسیلز کی اس یہودی امن کانفرنس نے عالمی امن کے لئے (جس کا وہ خود بیڑہ غرق کرنے پر تلے ہوئے تھے) اور دنیا میں جاری جنگیں روکنے کے لئے (جو روتھس چائلڈز کے سرمائے سے جاری تھیں) دنیا کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے اور اپنی مرضی کا ورلڈ آرڈر نافذ کرنے کے لئے "لیگ آف نیشنز" کے منصوبے پر عمل کا آغاز کر دیا۔ خوش قسمتی سے اس پر زیادہ ممالک نے ہاں میں ہاں نہ ملائی اور یہ ہنڈیا سرے نہ چڑھ سکی ورنہ تو ان دنوں ہی یہودی ساری دنیا پر قابض ہو جاتے۔ اس حوالے سے ورلڈ یہودی کانگریس کے صدر ناحوم سوکولوو نے کہا تھا "لیگ آف نیشنز یہودیوں کا منصوبہ ہے جس کو ہم 25 سال کی جدوجہد کے بعد عملی شکل دینے میں کامیاب ہوئے ہیں"

○

29 مارچ کو ٹائمز آف لندن نے بالشویک روس کے حوالے سے لکھا:

"بالشویکی تحریک کا مستقبل مخدوش دکھائی دیتا ہے کیونکہ اس میں غالب تعداد غیر روسی لوگوں کی ہے۔ جیسں بائیس کیساروں (لیڈروں) میں سے 75 فیصد یہودی ہیں"

ایسی اطلاعات مل رہی تھیں کہ روتھس چائلڈز روس سے ناراض ہیں کیونکہ روسی حکومت نے انہیں اپنے ہاں سنٹرل بینک بنانے کی اجازت نہیں دی تھی جس پر انہوں نے "روتھس چائلڈ مارکہ عام آدمی کے مفاد کا انقلاب" برپا کرنے کے لئے سازشوں کا آغاز کر دیا۔ روتھس چائلڈز کے ان اہم یہودی جاسوسوں میں لیون ٹراٹسکی نامی یہودی بھی شامل تھا جو کبھی "ویانا" میں بائرن اوتھ شیلڈر کے ساتھ شطرنج کھیلا کرتا تھا۔ ان روسی جاسوسوں نے جن میں بیشتر اشکنازی کرپٹو یہودی تھے، اپنی روایت کے مطابق روسی نام اختیار کر لئے تھے۔ مثال کے طور پر ٹراٹسکی جو روس میں داخل ہونے والے یہودی جاسوسوں کے پہلے گروپ کا سرغنہ تھا، کا اصلی نام برونشائن تھا لیکن اس نے روس میں اپنا نام ٹراٹسکی رکھ لیا۔ ان گروپوں کے ذریعے روتھس چائلڈز نے روس کے کونے کونے میں انارکی پھیلانا شروع کر دی۔

دی جیوش پوسٹ انٹرنیشنل کے شمارہ 24 جنوری 1991ء میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ

ولادی میر لینن یہودی تھا۔ لینن کرپا یہودی تھا اور اس کی جائے پیدائش ولادی میر لچ اولیانوو تھی۔ لینن کا یہ تاریخی بیان آن ریکارڈ موجود ہے جس میں اس نے کہا تھا:

"The Establishment of a Central Bank is 90% of Communizing a Nation"

تاریخ کی اس تلخ سچائی سے انکار ممکن نہیں کہ روتھس چائلڈز کے فنڈز سے انقلاب لانے والے بالشویکیوں نے روس کے طول و عرض میں 60 ملین عیسائی، مسلمان اور غیر یہودی انسانوں کا قتل عام کیا۔ اشکنازی یہودی سولزنسٹن نے اپنی معروف کتاب "Gulag Archipelago" کے والیم دوم میں اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا ہے کہ روس میں خصوصاً سائبیریا میں یہودیوں نے وہ کیمپ بنائے تھے جہاں لاکھوں، عیسائیوں اور غیر یہودیوں کو بدترین موت سے دوچار کیا گیا۔ اپنی کتاب کے صفحہ 79 پر اس نے دنیا کے اس سب سے بڑے انسانی سلاٹر ہاؤس کے قصائیوں کے نام بھی لکھے ہیں۔ ان میں ایرون سولٹس، جیزک یاگودا، لازار کوگان، ماتوی برمن، یاکوف راپورت شامل ہیں اور یہ سب یہودی تھے۔ 1970ء میں سولزنسٹن کو لٹریچر پر عالمی نوبل انعام دیا گیا۔

23 رجولائی کو سکاٹ لینڈ یارڈ نے امریکن سیکرٹری آف سٹیٹ کو روس کے حوالے سے رپورٹ دیتے ہوئے کہا:

"اب اس بات کے حتمی ثبوت مل چکے ہیں کہ بالشویکی انقلاب کوئی عالمی تحریک نہیں تھی بلکہ اسے امریکہ، روس، فرانس اور برطانیہ کے یہودی مل کر چلا رہے تھے"۔

19 رجون کو آسٹریلین وزیر اعظم بلی ہگسر نے "ایوننگ پوسٹ" میں ایک بیان میں کہا:۔

"Montefiores (یہودیوں) نے آسٹریلیا کی معیشت کو عملاً ہائی جیک کر لیا ہے۔ تسمانیہ سے نیوساؤتھ ویلز تک ایک بھیڑ بھی انہیں ٹیکس دیئے بغیر حرکت نہیں کر سکتی"

این ایم روتھس چائلڈز اینڈ سنز کو ساری دنیا میں سونے کی روزانہ قیمت کے تعین کا اختیار بھی حاصل ہو گیا۔ یہ فیصلہ سٹی آف لندن آفس میں روزانہ 11 بجے 2004ء تک ہوتا رہا۔

○

8 رفروری 1920ء کے سنڈے ہیرالڈ میں برطانوی وزیر اعظم ونسٹن چرچل نے اپنی یہودی والدہ جینی جیکسن کی اولاد ہونے کے ناطے یہودی ہونے اور اسرائیل کی شہریت حاصل کرنے کا دعویٰ کیا۔ اپنے بیان میں چرچل نے یہودیوں کو کرۂ ارض کی بہترین قوم قرار دیا۔ چرچل نے خود کو یہودی ماں کا بیٹا بتاتے ہوئے یہودیوں کی شان میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیئے۔

10 رستمبر کے "امریکن ہیبرو" نے لکھا:

"بالشویکی انقلاب یہودی اذہان کی پیداوار ہے جن کا مقصد دنیا میں ایک نیا ورلڈ آرڈر نافذ کرنا ہے جس کا ایک مظاہرہ دنیا نے روسی انقلاب میں دیکھ لیا ہے۔ یہودی اذہان کا شکریہ جلد ہی دنیا یہودیوں کی ذہنی اور جسمانی برتری کے ایسے مظاہرے دیکھے گی"

1920ء تک میں لندن سے "Protocolls of the dearhed edress of Zion" شائع ہوئی۔ جس کا پہلا نسخہ 1905ء میں برٹش میوزیم میں محفوظ تھا۔ پروٹوکول دراصل دنیا پر یہودی بادشاہت قائم کرنے کا نسخہ ہے اور روایت ہے کہ اسے 1897ء میں پہلی ورلڈ یہودی کانگریس منعقدہ باسلے سوئٹزرلینڈ میں تیار کر کے محفوظ کر لیا گیا تھا۔ 1905ء میں اس کا انگریزی نسخہ منظر عام پر آیا گو کہ یہودیوں نے پروٹوکول کے خفیہ نسخے کی اشاعت کو سرقہ قرار دیا لیکن کسی نے اس کی سچائی کو چیلنج نہیں کیا نہ ہی اسے جعلی قرار دیا۔ 1921ء میں معروف تاریخ دان نیسٹا ویبسٹر نے اپنی تاریخی کتاب:

"World Revolution or the plot against Civilization"

میں لکھا:

"تاریخ یہودیوں جیسے Explotier پیش کرنے سے قاصر ہے جنہوں نے اپنے گھٹیا مفادات اور لالچ کے تحت کسی قوم کو معاف نہیں کیا۔ اس قوم نے اپنے اعمال سے مسلسل خود کو احسان فراموش ثابت کیا اور جس ملک میں بھی رہے وہاں انتشار اور بغاوت پھیلانے میں مصروف رہے"

جیکب شیف کے احکامات کے تابع اشکنازی یہودیوں برنارڈ باروچ اور کرنل ایڈورڈ فیڈل ہاؤس نے کونسل آف فارن ریلیشنز (CFR) قائم کر دی۔ ابتدا میں امریکہ میں سی ایف آر کے ایک ہزار ممبر تھے۔ یہ تمام ممبران کسی ادارے کے سربراہ، اعلیٰ فوجی افسران، بڑے بڑے بزنس کے مالک، بینکار اور معروف سیاستدان تھے۔ ان میں سے کوئی بھی عام حیثیت کا حامل نہیں

تھا۔ سی۔ ایف۔ آر اپنے ممبران کو کانگریس سینٹ اور پھر صدارت تک پہنچانے کے لئے بے دریغ پیسے اور سازش کا استعمال کرتی تھی۔ سی ایف آر کو سب سے پہلے پریس کنٹرول کرنے کا ٹارگٹ دیا گیا۔ اس مہم کا انچارج جان ڈی راکفیلر تھا۔ جس نے کئی ایک نیشنل اور انٹرنیشنل میگزین جاری کئے۔ ان میں لائف اور ٹائم جیسے میگزین بھی شامل ہیں۔ راکفیلر نے دو یہودیوں سیموئیل نیو ہاؤس اور یوجین میئر کے ذریعے امریکہ کے ہر قابل ذکر اخبار اور ہفتہ وار رسالے کو ہتھیا لیا ان میں واشنگٹن پوسٹ، نیوز ویک اور کئی معروف ہفت روزے شامل ہیں۔ پریس پر کنٹرول صرف اس لئے حاصل نہیں کیا گیا تاکہ وہاں روتھس چائلڈز کے خلاف کوئی خبر نہ چھپے بلکہ اس کا مطلب در اصل عوام کے اذہان میں یہ بات ٹھونسنا تھا کہ کون سی خبر اہم ہوتی ہے اور کون سی غیر اہم۔ اس کی مثال ملاحظہ کیجیے۔

ان اخبارات اور رسائل کے فرنٹ اور بیک صفحات عموماً ان سلیبریٹز (celebrates) کے لئے مخصوص ہوتے تھے جو اس "شیطانی کنیسہ" کے ممبر تھے اور جن کی پروجیکشن مقصود تھی۔ جنگ کی خبریں جن سے زیادہ لوگ متاثر ہو رہے تھے عموماً اندر کے صفحات میں دی جاتیں اور سپورٹس کی خبروں کو بطور خاص زیادہ نمایاں کیا جاتا تاکہ لوگوں کی توجہ شوبز اور سپورٹس کی طرف رہے اور وہ روتھس چائلڈز کے سرمایے سے جاری تباہ کن جنگ کی اصلیت ہی نہ جان سکیں۔

سی۔ ایف۔ آر کا اگلا ہدف ریڈیو، ٹی وی اور فلم انڈسٹری تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے معروف بنکار کوہن لوئب، گولڈ مین ساچ، ولیم برگز اور فریمینز میدان میں اترے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہودیوں کا انسائیکلو پیڈیا Judaica اس صورتحال کے حوالے سے لکھتا ہے:

"ہالی ووڈ کی بیشتر بڑی کمپنیاں اور ایک نئی قائم ہونے والی فلم کمپنی یونائیٹڈ آرٹس سمیت تمام یہودیوں کے تصرف میں آ گئیں"

آخر میں سی۔ ایف۔ آر نے تعلیمی سرگرمیوں پر کنٹرول حاصل کرنا چاہا اور اس مقصد کے لئے "کارنیگیز" میدان میں آ گئے۔ ادھر جرمن میں معروف یہودی سیاستدان جیکب کلاتزکن نے جرمن یہودیوں سے متعلق بیان جاری کر دیا کہ ان کا وطن فلسطین ہے انہیں جرمنی سے حب الوطنی کی کوئی ضرورت نہیں اور فلسطین میں جانا چاہیے۔

27 مارچ 1922ء کو نیو یارک ٹائمز میں صدر روز ویلٹ جو 1919ء میں وفات پا گئے تھے، کے حوالے سے ایک اہم بیان شائع ہوا جس میں کہا گیا:

"ان بین الاقوامی بنکاروں اور راکفیلر کی آئل کمپنیوں نے امریکی پریس کو یرغمال بنا لیا ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا کالم اخبارات میں چھپتا ہو جس کے پس پشت ان کا چہرہ دکھائی نہ دے۔ حکومتی راز اور پالیسیاں ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہیں"

ان دنوں نیویارک ٹائمز "شیطانی کنیسہ" کی گرفت میں نہیں آیا تھا۔ اور اس حوالے سے خاصے مضامین وہاں شائع ہو رہے تھے جس میں 26 مارچ کو شائع ہونے والا نیو یارک کے عیسائی میئر جان ہیلن کا مضمون بھی شامل ہے جس میں اس نے "شیطانی کنیسہ" کی عالمی سازشوں کو بڑی جرات سے بے نقاب کیا تھا۔

1924ء میں جارجیا کا رہائشی جوزف سٹالن روس کا صدر بن گیا۔ جس کا اصلی نام Djugashvili تھا۔ جس کا جارجین زبان میں ترجمہ ہی "یہودی کا بیٹا" جارجین زبان میں "Shvili" کا لفظی مطلب ہے۔ یہودی، سٹالن کی تین بیویاں تھیں جن کے نام:

Ekatrina Suanidze Kadya, Allevijah, Rosa Passes.

تھیں اور یہ تینوں یہودی تھیں۔ دلچسپ بات کہ سٹالن نے اپنے عہد حکومت میں یہ قانون پاس کیا کہ Anti Semitism (یہودیت مخالف سرگرمیاں) کا مرتکب سزائے موت کا حقدار ہے۔

O

10 مئی 1924ء کو معروف یہودی ایڈگر ہوور بیورو آف انویسٹی گیشن (BOI) امریکہ کا ڈائریکٹر بن گیا جسے 1935ء میں ایف۔ بی۔ آئی میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس وقت بھی ایڈگر ہی اس کا ڈائریکٹر تھا۔ 1972ء میں ایڈگر مر گیا۔ ایف۔ بی۔ آئی کا یہودی ڈائریکٹر ایڈگر ہوور لوطی تھا اور اپنے ہمکار کلائیڈ ٹولسن کے ساتھ اس کے ناجائز مراسم کی تصاویر امریکی خواص کے پاس آج بھی محفوظ ہیں۔ دونوں چالیس سال تک اس گھناؤنے تعلق سے منسلک رہے۔ یہ تصاویر اس دور کے یہودی مافیا ان میئر لینسکی نے حاصل کی تھیں جن کی مدد سے وہ طویل عرصہ تک ایڈگر کو بلیک میل بھی کرتا رہا اور ایڈگر ہوور کو یہودی مافیا کا باقاعدہ ممبر بننا پڑا۔

یہودی مصنف موریس سیموئیل نے اپنی تصنیف "You Gentiles" میں ایک

باب "The Jews" کے عنوان سے باندھا ہے جس میں تحریر وہ رقم طراز ہے:

"ہم یہودی ... ہم تخریب کار ہیں اور ہمیشہ تباہی و بربادی کے سفر پر گامزن رہیں گے۔ تم کچھ بھی کر لو، ہماری ضرورت اور احتیاج پوری نہیں کر سکتے۔ ہم ہمیشہ تباہی و بربادی کرنے والے رہیں گے کیونکہ ہم ایسی دنیا چاہتے ہیں جو ہماری مرضی کے عین مطابق اور صرف ہماری ہو"

1922ء سے موریس سمویئل ورلڈ موومنٹ کے صدر چیم وائزمین کا سیکرٹری تھا۔

17 جنوری کے "The Jewis Courier" میں لکھتا ہے:

"ممکن ہے یہودی جس ملک میں رہیں وہاں کی زبان اور روایات کو اپنا لیں مگر اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ مقامی آبادی کا حصہ بن جائیں"

ایڈمنڈ ڈی روتھس چائلڈز نے (PICA) فلسطینی جیوئش کولونائزیشن ایسوسی ایشن قائم کی اور فلسطین کا 125,000 ایکڑ رقبہ اپنے تصرف میں لے لیا۔ یہاں اس نے کئی نئے بزنس شروع کئے جن میں اسرائیل کی وائن انڈسٹری کی بنیاد رکھنا بھی شامل ہے۔

19 مارچ 1925ء میں برٹش سرمایہ کار والٹر ریک نے نارتھمپٹن ڈیلی کو ایک بیان میں کہا:

"اپنی دولت کے بل بوتے پر یہودی ساری دنیا کو تباہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ بینکوں کے لین دین کا سارا نظام یہودیوں کے ہاتھ میں ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ اس پر برطانیہ کا کنٹرول ہے۔ یہودی برطانوی حکومت کے لئے ایسا بڑا خطرہ ہیں جس کا آج تک برطانیہ نے کبھی سامنا نہیں کیا"

28 اکتوبر 1927ء کو "جیوئش ٹریبون آف نیویارک" نے کہا:

"میسنری (Masonry) کی بنیاد یہودیت ہے۔ مقدس بائبل کی تعلیمات ایک بالکل الگ موضوع ہے"

وہ لکھتا ہے:

"فری میسنری یہودی اسٹیبلشمنٹ ہے جس کی تاریخ عہدے، آفیشل تقرری، پاس ورڈز اور تمام جزئیات خالصتاً اول تا آخر یہودی ہیں"

1928ء میں سی بی ایس ریڈیو کے بانی یہودی ولیم ایس پالے جس نے بعد میں سی بی ایس کو اربوں ڈالر کی ٹی وی ایمپائر بنا دیا، اپریل 1929ء میں پال وار برگ روتھس چائلڈز

نے سٹاک ایکسچینج میں اپنے "شیطانی کنیسہ" کے ساتھیوں کو آنے والے معاشی بحران کا سگنل دے دیا جو اس کا اپنا پیدا کردہ تھا اور تاریخ شاہد ہے کہ امریکن سٹاک مارکیٹ میں تاریخ کے بدترین بحران سے محض چند روز پہلے معروف یہودی سرمایہ کار اور ان کے قریبی ساتھی جن میں جان ڈی راکفیلر، جے پی مورگن، جوزف کینیڈی، برنارڈ باروچ وغیرہ شامل تھے اپنا سارا پیسہ اور سونا لے کر چپ چاپ نکل گئے۔ اس طرح تمام یہودی بینکاروں کو پہلے سے اطلاع ہو گئی کہ اگست میں فیڈرل ریزرو کی طرف سے دولت کی سپلائی کی پالیسی سخت ہو رہی ہے۔ یہی مثال 24 اکتوبر کو بروکرز کے متعلق دی جا سکتی ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سٹاک بروکر اور بینک، تینوں کس کے قبضے میں تھے یعنی ان کا اصلی مالک کون تھا؟ نتیجہ ظاہر ہے۔ سٹاک مارکیٹ کریش کر گئی۔ امریکی معاشی تاریخ کا بدترین بحران برپا ہوا۔ آج بھی امریکی اس سانحے کو "Black Thursday" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

1930ء میں پہلی عالمی یہودی کانگریس کے انعقاد کے 33 برس بعد باسل، سوئٹزرلینڈ میں روتھس چائلڈز نے اپنا "ورلڈ بینک" (The Bank for International Setiements) یعنی (BIS) قائم کر دیا۔ دنیا بھر کے یہودی بینکاروں کو بتایا گیا کہ دنیا کے دیگر ممالک میں قائم سنٹرل بینکوں کا واحد سینٹرل بینک BIS ہے۔ یہی BIS آج ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کی شکل اختیار کر چکا ہے جو "شیطانی کنیسہ" کی دکان ہے جہاں وہ اپنی مرضی سے اپنی مرضی کا سودا اپنی شرائط پر اپنی مرضی کے گاہک کو فروخت کرتے ہیں۔ BIS کو یہودی سود خوروں کے شکنجے میں جکڑی عالمی طاقتوں نے "مقتدر قوت" کا سٹیٹس Status دیا۔ جس کے "اقتدار اعلیٰ" کو دنیا میں کوئی حکومت چیلنج نہیں کر سکتی۔ اسے حاصل قوت کی کچھ شقیں ملاحظہ فرمائیں:

(1) BIS سے منسلک شخصیات کو دنیا بھر میں "ڈپلومیٹک سٹیٹس" حاصل ہو گا۔ ان کا سامان دنیا کے کسی ایئرپورٹ، بندرگاہ اور داخلی، خارجی راستوں پر چیک نہیں کیا جا سکتا۔

(2) بینک کی کسی Transactions پر کوئی حکومت کسی بھی قسم کی ڈیوٹی یا ٹیکس عائد نہیں کر سکتی۔ بینک کے ملازمین کی تنخواہوں پر بھی کوئی ٹیکس لاگو نہیں ہوتا۔

(3) BIS کی تمام بلڈنگوں اور اس سے منسلکہ دفاتر کو سفارت خانے جیسی مراعات حاصل ہوں گی جہاں پر نہ تو متعلقہ ملک کی کوئی ایجنسی چھاپہ مار سکتی ہے نہ ہی اس عمارت میں داخل ہو

سکتی ہے اور نہ ہی اس کے کسی ملازم کو گرفتار کر سکتی ہے۔

(4) بنک کے حسابات اور لین دین کو دنیا کی کوئی حکومت کوئی اتھارٹی چیک نہیں کر سکتی۔

(5) بنک ملازمین کو امیگریشن کے قوانین سے مستثنیٰ سمجھا جائے گا۔

(6) بنک کے مواصلاتی نظام کی نہ تو نگرانی کی جائے گی نہ ہی اسے چیک کیا جائے گا نہ ہی اس کے متعلق معلومات دی جائیں گی۔

(7) BIS کسی آئینی و قانونی اتھارٹی کو جوابدہ نہیں ہے۔ بنک کی اپنی پولیس ہوگی، اپنا سیکورٹی سسٹم ہوگا۔

1975ء میں شائع ہونے والی جارج ٹاؤن کے پروفیسر کیرل کوئیگ لی اپنی کتاب "Tragedy and Hope" میں اس بنک کی شتر بے مہار طاقت کے حوالے سے لکھتا ہے:

''اس بنک کو حاصل طاقت اور مراعات کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا کے معاشی نظام کو مفلوج کرنے کے لئے کچھ یہودی سرمایہ کاروں نے اپنی سطح پر ایک معاشی آرڈر نافذ کر رکھا ہے۔ ان لوگوں نے بڑے پر اسرار طریقے سے ساری دنیا میں دولت کے ارتکاز کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیا ہے۔ ان لوگوں نے اپنی ایک الگ دنیا بسائی ہے جسے اپنی مرضی سے اور اپنے خفیہ قوانین کے تحت چلاتے ہیں۔ ساری دنیا میں اس بنک کے قیام کے بعد سے جتنے بھی معاشی بحران آئیں گے، اس کی ذمہ داری صرف اس بنک پر عائد ہوگی۔''

1931ء میں امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ پیپرز نے انکشاف کیا کہ 1917ء میں روسی انقلاب کے دوران وہاں موجود نیدرلینڈ کے وزیر نے برطانیہ، فرانس، امریکہ اور دیگر اہم ممالک کی حکومتوں کو کمیونسٹ انقلاب کے خطرے سے آگاہ کر دیا تھا اور انہیں بتا دیا تھا کہ یہ دراصل یہودیوں کی عالمی سازش کا حصہ ہے۔ وزیر محترم نے برطانیہ اور دیگر مہذب ممالک کو ایک تفصیلی خط لکھ کر اپنی اخلاقی ذمہ داری کا ثبوت دے دیا تھا اور انہیں اس حوالے سے آنے والے ان خطرات سے آگاہ کر دیا جو وقت آنے پر حرف بحرف سچ ثابت ہوئے۔ اسی سال جیوئش اتحاد اسرائیل کے سرکردہ ممبر جین آئی ڈولف نے اپنے بیان میں کہا:

''گزشتہ صدی کی تاریخ کا نچوڑ یہ ہے کہ 300 مرسٹر کی لاج کے ماسٹرز ساری دنیا پر حکومت کر رہے ہیں۔''

○

30 جنوری 1933ء کو ہٹلر نے جرمنی کی زمام اقتدار سنبھالتے ہی جرمنی کے سرکاری عہدوں سے تمام یہودیوں اور کمیونسٹوں کا نکال دیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس وقت ہٹلر کی حکومت کے یہودی وزیروں اور مشیروں کی تعداد جنگ عظیم اول کے مقابلے میں 20 فیصد زیادہ تھی۔ یہودیوں نے جولائی میں ایمسٹرڈیم میں ایک ورلڈ کانفرنس کے ذریعے مطالبہ کیا کہ ہٹلر تمام یہودیوں کو سرکاری نوکریوں پر واپس لے۔ ہٹلر نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امریکی صدر ولسن کو بلیک میل کر کے امریکی حکومت میں اہم مقام حاصل کرنے والا شکنازی یہودی سیموئیل انٹرمائر جو یہودی وفد کا سربراہ بن کر آیا تھا، واپس امریکہ پہنچا اور اس نے ہٹلر کے خلاف ریڈیو پر زہریلی اور گمراہ کن تقریر کی جس کی تفصیل 7 اگست 1933ء کے نیویارک ٹائمز میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس نے کہا:

''یہودی ساری دنیا کے بااثر کست فیر سے فوجدار ہیں۔ ہم نے جرمنی کے بائیکاٹ کی مہم شروع کر دی ہے۔ ہم جرمن اشیاء، ذرائع نقل و حمل خصوصاً سمندری سروسز کا ساری دنیا میں بائیکاٹ کریں گے۔ ہم ہٹلر کی جرمنی کا معاشی ناطقہ بند کر دیں گے اور اسے اپنے قدموں پر گرنے اور گڑگڑا کر معافی مانگنے پر مجبور کر دیں گے۔ میری دنیا بھر کے شریف لوگوں سے اپیل ہے کہ وہ ہر اس دکان کا بائیکاٹ کر دیں جہاں جرمن اشیاء فروخت ہوتی ہیں اور جرمنی کی درآمدات پر پابندی لگا دیں۔''

جرمنی کی معیشت امپورٹ ایکسپورٹ پر منحصر تھی۔ جرمنی کھانے پینے کی دو تہائی اشیاء امپورٹ کرتا تھا اور اس امپورٹ کے لئے ضروری تھا کہ وہ ایکسپورٹ سے رقم کمائے جس سے امپورٹ کی جا سکے۔ یہودی پلان پر عملدرآمد سے جرمنی کی دو تہائی آبادی قحط کا شکار ہو سکتی تھی۔ یہودیوں نے امریکہ اور دیگر ممالک میں جرمن اشیاء کا بائیکاٹ کیا، جواب میں جرمنوں نے اپنے ہاں یہودی سٹورز کا بائیکاٹ کر دیا۔ اس مرحلے پر جرمنی اور اسرائیل (فلسطین کی یہودی اتھارٹی) کے درمیان ایک معاہدہ طے پا گیا جس کے مطابق اسرائیل میں موجود نازی جرمن اور جرمنی میں موجود یہودی اپنا کاروبار سمیت کر اسرائیل منتقل ہو سکتے تھے۔ اس معاہدے کو "Ha'avara" کہا جاتا ہے جس کے نتیجے میں 60 ہزار یہنی جرمن آبادی کا قریباً 20 فیصد یہودی اسرائیل منتقل ہو گئے اور 1939ء تک وہاں مقامی یہودی آبادی کا 15 فیصد حصہ بن گئے۔ جرمنی منتقل ہونے

والے یہودی اپنے ساتھ 40 بلین ڈالر (آج کے مطابق 400 ملین ڈالر) کا سرمایہ بھی لے کر آئے تھے۔

امریکی ہولوکاسٹ میموریل کی رپورٹس کے مطابق ستمبر 1939ء تک قریباً 282,000 یہودیوں نے جرمنی اور 117,000 نے آسٹریا سے اسرائیل کی طرف ہجرت کی۔ 95,000 امریکہ آ گئے، 60,000 فلسطین چلے گئے، 40,000 برطانیہ آ گئے۔ اور قریباً 75,000 جنوبی اور سنٹرل امریکہ میں آباد ہو گئے۔ زیادہ تعداد میں یہودی ارجنٹائن، برازیل، چلی اور بولیویا منتقل ہوئے۔ 18,000 جرمن یہودی شنگھائی چلے گئے جہاں ان دنوں جاپان قابض تھا۔ 1939ء کے اختتام تک 202,000 یہودی جرمنی میں موجود تھے اور 57,000 اس کے ہمسایہ آسٹریا میں رہ گئے تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جتنے یہودیوں نے اپنی مرضی سے جرمنی چھوڑا تھا وہ سب جنگ عظیم دوم کے خاتمے پر "Holocaust Survivors" بن گئے اور ان "مظلوموں" کو جنگ کے خاتمے پر ان کے جنگی نقصانات کا جرمانہ بھی ادا کیا گیا اور ان مظلوموں کی تعریف بھی سن لیں۔ یہودیوں کے مطابق ان دنوں ہر وہ یہودی "Holocaust Survivors" تھا جو جنگ کے آغاز پر کسی ایسے ملک کا شہری تھا جس پر:

(1) نازی قابض تھے۔
(2) جہاں نازیوں کی حکومت تھی۔
(3) جہاں نازیوں کی حمایت یافتہ حکومت تھی۔

٭٭٭

چھٹا باب

امریکی صدر فرینکلن ڈی لانو روز ویلٹ جو دراصل یہودی (Crypto-jew) تھا اور جس کا اصلی نام روزن فیلٹ تھا، نے یہودی ایجنڈے کو آگے بڑھاتے ہوئے امریکہ کو نہ صرف جنگ کی آگ میں جھونکا بلکہ ''Novus ordo seclorm'' کا نعرہ دیا۔ یہ لاطینی فقرہ ہے جس کا انگریزی مطلب ہے ''A new order of the age'' جسے آج نیو ورلڈ آرڈر کہا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی صدر روز ویلٹ نے امریکی کانگریس کی پرواہ کیے بغیر سٹالن کی بالشویکی حکومت کو بھی منظور کر لیا جس کی درندگی سے یورپ نفرت کرتا تھا۔ اس روز نیویارک میں موجود آٹھ ہزار یوکرائنی باشندوں نے احتجاجی مارچ کیا۔ صدر روز ویلٹ نے کبھی اپنے یہودی ہونے کا اعتراف برملا نہیں کیا لیکن اس سے انکاری بھی نہیں رہا۔ 14 مارچ 1935ء کے نیویارک ٹائمز میں صدر روز ویلٹ کا ایک بیان شائع ہوا جس میں یہودی ہونے کے حوالے سے پوچھے سوال کے جواب میں کہا۔

''میرے بزرگوں کا یہودی ہونا میرے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ نہ میں کبھی اس چکر میں پڑا ہوں۔ میری اب تک کی اطلاعات کے مطابق روز ویلٹ فیملی کے بزرگ شخص کا نام مارٹن روز ویلٹ یہودی تھا جو ہالینڈ سے آیا تھا''۔

معروف یہودی مصنف برنارڈ جوزف براؤن اپنی تصنیف ''From pharaoh to Hitler, what is a jew'' میں اقرار کرتا ہے کہ یہودیوں کا اسرائیلی ہونے کا دعویٰ باطل ہے اور ان کا فلسطین پر کوئی حق نہیں بنتا۔

جنوری 1934ء میں انتہا پسند یہودی رہنما ڈیمر جابوٹنسکی نے امریکی یہودی سپورٹس اسٹرمارک کی جرمن مخالف مہم کے حوالے سے ایک تجزیاتی رپورٹ میں دعویٰ کیا کہ ان کی چلائی گئی جرمن اشیاء کے خلاف مہم نے جرمنی کی معیشت کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ اب ہم جرمنی کے خلاف

باقاعدہ جنگ کا اعلان کرتے ہیں۔ ہمارا مشن جرمنی کی مکمل جاہی و بربادی کے بعد ہی مکمل ہوگا۔

20 جون 1934ء کے یہودی پرچے یورپین میگزین آف لندن میں سابق برطانوی وزیراعظم ڈیوڈ لائیڈ جارج کا ایک بیان شائع ہوا جس میں انہوں نے اعتراف کیا۔

''برطانیہ ایک بین الاقوامی فنانشل بلاک کے جوتے چاٹ رہا ہے''۔

اس پرچے میں لارڈ براکس کا ایک مضمون شائع ہوا۔ وہ لکھتے ہیں:۔

''برطانوی جمہوریت کا مستقبل ایک سرمایہ دار استحصالی (روتھس چائلڈ) کی بدولت سے وابستہ ہے۔ حالت یہ ہے کہ چونکہ بینک آف انگلینڈ کے کنڈیکٹ سے متعلق ہاؤس آف کامن میں یہ سوال بھی نہیں کیا جاسکتا''۔

2007ء میں شائع ہونیوالی یہودی مصنف سیمول روتھ کی کتاب ''Jews must live'' میں مصنف لکھتا ہے:۔

''ہم harasitism کے پرچارک ہیں۔ ہم نے دنیا پر حکمرانی کا بنیادی حق محفوظ رکھا ہے اور بے دردی سے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ ممکن ہے اس کے استعمال میں کہیں غلطی کا احتمال بھی رہ ہو لیکن دنیا کی جینئس ترین مخلوق ہونے کے ناطے ہم یہ حق بھی محفوظ رکھتے ہیں۔ آج ہمارا عروج ہماری ''شیطانی قیادت'' کا مرہون منت ہے۔ اس سچائی کو ہم سب تسلیم کرتے ہیں''۔

1934ء میں ایڈمنڈ ڈی روتھس چائلڈ مر گیا۔ 1935ء میں الزبتھ ڈونان کی تاریخی چار جلدوں پر مشتمل تاریخی تحقیق

"Documents illustrative of the hostory of slaves trade in America"

شائع ہوئی جس میں اس نے انکشاف کیا کہ 1930ء سے 1935ء تک افریقہ سے امریکہ میں غلاموں کی تجارت پر یہودیوں کی مکمل اجارہ داری تھی۔ افریقہ سے جانوروں کی طرح انسانوں کو پکڑ کر انہیں زنجیروں سے باندھ کر امریکہ پہنچانے اور غلاموں کی منڈی میں فروخت کرنے کا سارا دھندا روتھس چائلڈ کے 15 بحری جہازوں کے ذریعے چل رہا تھا۔ یہودی خود کو اس الزام سے بچانے کیلئے عموماً جہازوں کے کپتان اور عملہ غیر یہودی رکھتے تھے تاکہ ان پر شک نہ کیا جاسکے''۔

6 نومبر 1935ء کو ماؤزے تنگ نے ایک بیان میں کہا تھا۔

''تمام سیاسی طاقت بندوق کے بیرل سے برآمد ہوتی ہے اور کمیونسٹ پارٹی ہر بندوق کو اپنے قبضے میں رکھے گی تاکہ کوئی بھی بندوق پارٹی مفادات کے خلاف استعمال نہ ہوسکے''۔

تاریخ شاہد ہے کہ 1948ء سے 1952ء تک 20 ملین انسان اس سیاسی فلسفے کی بھینٹ چڑھ گئے کیونکہ ماؤزے تنگ کے کمن کنٹرولر لاء وکا بھی اتہ ضرتھا۔ اپنے 41 صفحات پر مشتمل پمفلٹ بعنوان

"Race, Nation or Religion: Three questions jews must answer"

میں ڈاکٹر سولومن فری ہاف کا یہودیوں پر مجموعی تبصرہ ہے:۔

''ہم ایک ایسی دنیا چاہتے ہیں جہاں نیشنل ازم کا وجود باقی نہ رہے''

1936ء میں سیموئل لینڈمین سیکرٹری ورلڈ یہودی آرگنائزیشن نے اپنی کتاب ''Great Britain, The jews, and Palestine'' میں امریکہ کے جنگ عظیم اول کا حصہ بننے کے حوالے سے انکشاف کرتا ہے۔

''حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں نے امریکہ کو مجبور کردیا تھا کہ وہ جرمنی کے خلاف اتحادیوں کا ساتھ دینے پر مجبور ہوجائے۔ ہم نازیوں کا دماغ درست کرنے کا عزم کرچکے تھے اور جرمنی میں موجود یہودی مخالف تحریک ہمارا ہمیشہ نارگٹ رہے گی''۔

13 اکتوبر 1936ء کو امریکہ میں یہودی بینکاری اور عالمی معیشت پر روتھس چائلڈ کے کنٹرول کے سب سے بڑے نقاد کانگریس میں لاکس ٹی میک بنڈن کو بالآخر شیطانی کینہ نے زہر دے کر مار ڈالا۔

1937ء میں جارج مارٹن نے اپنی کتاب ''Stalin, Trotsty or Lenin'' میں انکشاف کیا۔

''اگر تاریخ کی نگاہیں عالمی کمیونزم کی طرف نہ اٹھتیں تو یہودی نسل تباہ و برباد ہوکر رہ جاتی''۔

بالفاظ دیگر وہ کہتا ہے کہ کمیونسٹ انقلاب کی مکمل ذمہ داری یہودیوں پر عائد ہوتی ہے

کیونکہ ارتکاز دولت کیلئے روسی عوام اور ملحقہ ریاستوں کے شہریوں کے سونے پر قبضہ کر کے انہیں یہودیوں کے بینک میں جمع نہ کیا جا سکتا اور عالمی کمیونزم دراصل یہودی ورلڈ آرڈر کا آغاز تھا۔ 4 فروری 1937ء کو معروف تاریخ دان ہیلیا ٹریلاک نے جی کے ریزو وینگی میں لکھا۔

''کمیونزم کی پروپیگنڈہ مہم کے انچارج یہودی ہیں۔ جو لوگ بالشویک انقلاب کو روسی انقلاب کہتے ہیں وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں''۔

1938ء میں نیسٹا ویبسٹر نے اپنی کتاب ''جرمنی اینڈ انگلینڈ'' میں لکھا۔

انگلینڈ پر اب برطانوی کنٹرول ختم ہو چکا ہے۔ ہم دراصل دکھائی نہ دینے والی یہودی قیادت کے ماتحت ہیں۔ ایسی یہودی قیادت جو برطانویوں کے ہر شعبہ زندگی پر قابض ہے''۔

1939ء میں جرمنی کی آئی جی فاربن کمپنی نے اپنی فولادی صنعت میں تیزی سے اضافہ کیا اور ہتھیاروں کی تیاری میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔ اس کمپنی کے بالواسطہ مالکان روتھس چائلڈ تھے جو یہ سلسلہ دراصل جنگ عظیم دوم کیلئے تیار کر وار ہے تھے۔ تاریخ کی ستم ظریفی ملاحظہ کیجئے کہ اس کمپنی نے ''زائی کلون بی گیس'' تیار کی جو یہودیوں کی نسل کشی کیلئے استعمال کرنے کا جرمنی پر الزام لگایا جاتا ہے۔

O

جرمنی میں ہٹلر کی مقبولیت بڑھ رہی تھی۔ اس کی اہم وجہ ہٹلر کی معاشی پالیسیاں بھی تھیں۔ وہ جرمنی کو یکے بعد دیگرے اقدامات کے ذریعے بینکاروں کے چنگل سے نجات دلا رہا تھا۔ اس نے یہودیوں کے ساتھ جرمنی کی تجارت کا خاتمہ کر کے جرمنی میں مال کے بدلے مال کا طریق کار اپنایا۔ اس کے مطابق جرمنی کے پاس جو چیز فالتو ہوتی وہ برآمد کر دی جاتی اور دیگر ممالک کے پاس جو ایسی چیز فالتو ہوتی جس کی جرمنی کو ضرورت تھی وہ درآمد کر لی جاتی۔ جرمنی میں ''فالتو اشیاء کے بدلے ضروری اشیاء کا حصول'' کامیاب معاشی پالیسی کی بنیاد بن گیا۔ ہٹلر ابراہم لنکن کو پسند کرتا تھا کیونکہ وہ بھی ہٹلر کی طرح امریکہ کو یہودی سرمایہ کاروں کے معاشی چنگل سے نجات دلانا چاہتا تھا۔ اس پالیسی نے جرمن عوام کو معاشی تنگدستی سے نجات دلائی اور انہوں نے سکھ کا سانس لیا۔ ولیم جے گیمسن نے 1978ء میں شائع ہونے والی اپنی کتاب ''Which way western man'' میں جرمن پالیسیوں اور ہٹلر کی معاشی پالیسیوں کو زبردست خراج تحسین

پیش کیا ہے۔ شیطانی کنبہ کے نزدیک یہ ناقابل برداشت تھا۔ انہوں نے جرمنی کی معاشی ترقی اور ہٹلر کے نظریہ معیشت کو ختم کرنے کیلئے ساری دنیا کو جنگ کا ایندھن بنانے کا فیصلہ کر لیا اور 1939ء میں جنگ عظیم دوم کا آغاز کروا دیا۔ یہ جنگ جرمنی اور اتحادیوں کے درمیان نہیں تھی بلکہ یہودی سرمایہ کاروں اور جرمنی کے درمیان تھی۔ یہودیوں نے اتحادیوں کو قربانی کے بکرے بنا کر جرمنی کے خلاف جھونک دیا۔

1940ء میں ہنس جارگن نے اپنی کتاب ''Inside the gestapo'' میں ہٹلر کی دادی ماریا اینا کے متعلق لکھا۔

''ایک چھوٹی گھریلو ملازمہ ویانا آئی اور روتھس چائلڈ مینشن میں کام کرنے لگی۔ یقیناً ہٹلر کا نامعلوم دادا بھی موجود رہا ہوگا''۔

اس بات کی تصدیق بعد میں لکھی کتب سے بھی ہوئی اور اس تاریخی حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ یہودیوں نے ہٹلر کے دور حکومت ہی میں اپنا سرمایہ اس کی اجازت سے فلسطین منتقل کیا تھا۔

1941ء میں یہودی نژاد امریکی صدر روز ویلٹ نے امریکہ کو جنگ عظیم دوم کا اتحادی فریق بنا دیا۔ اس نے حکم دیا کہ جاپان کو سٹیل سکریپ اور تیل کی فروخت فوراً بند کر دی جائے۔ جاپانی چین کے ساتھ لڑائی میں مصروف تھے اور جانتے تھے کہ امریکی سپلائی بند ہونے سے وہ جنگ ہار جائیں گے۔ روتھس چائلڈ کو علم تھا کہ امریکہ کے اس جارحانہ اقدام سے جاپانی غصے کے عالم میں امریکہ پر حملہ کر دیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ جاپان نے بالآخر پرل ہاربر پر حملہ کر کے اپنی نفرت کا اظہار کر دیا۔

1942ء میں پریسکوٹ بش مستقبل کے امریکی صدور کا والد اور دادا جس کے بیٹے جارج ہربرٹ واکر اور جارج ڈبلیو بش نے امریکہ پر حکومت کرنی تھی' ان دنوں جرمنی کو تیل فروخت کر رہا تھا۔ اسے بھی ''ٹریڈنگ ود Enemy'' ایکٹ کا نشانہ بنایا گیا۔ وہ ہٹلر کو امریکہ سے سرمایہ مہیا کروا رہا تھا جبکہ جرمنی کے ہاتھوں امریکی افواج ماری جا رہی تھیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ امریکی ڈیفنس لیگ (ADL) نے کبھی بش خاندان کو ہدف تنقید نہیں بنایا۔

8 مئی 1942ء کو جیوش کرانیکل نے اپنے اداریے میں لکھا۔

''ہم ہٹلر کے برسر اقتدار آنے کے روز اول ہی سے حالت جنگ میں ہیں''۔

18 فروری 1943ء کو آئی زیک گرین بوم سربراہ یہودی" Agency "Resque Committee" نے اپنے ایک بیان میں کہا۔

"مجھ سے اگر سوال کیا جائے کہ یہودیوں کی متحدہ اپیل پر آپ پولینڈ کے یہودیوں کو بچا لیں گے۔ میرا جواب ہے ہرگز نہیں کیونکہ فلسطین کی ایک گائے پولینڈ کے تمام یہودیوں سے زیادہ قیمتی ہے"۔

آپ اس بیان سے حیران نہ ہوں۔ دراصل یہودی ازم اور نازی ازم ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ دونوں ہی یہودیوں کو جرمنی سے نکالنا چاہتے تھے لیکن دونوں ہی چاہتے تھے کہ تمام یہودی دولت فلسطین منتقل ہو۔ انہیں دیگر ممالک کا رخ کرنے والے یہودیوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی"۔

* * *

ساتواں باب

6 نومبر 1944ء کو یہودی دہشت گرد گروپ کے سربراہ اور مستقبل کے اسرائیلی وزیراعظم یازیک شامیر کے حکم پر قاہرہ میں موجود برطانوی وزیر لارڈ موائن کو دو یہودی دہشت گردوں نے قتل کر دیا۔ اسی سال اسرائیل کے مستقبل کے وزیراعظم شامیر پر یہ الزام بھی عائد کیا گیا کہ اس نے فلسطین میں برطانوی ہائی کمشنر ہیرالڈ میک مائیکل پر بھی قاتلانہ حملہ کیا۔ مزید اہم بات یہ ہے کہ شامیر نے اسی سال مڈل ایسٹ میں یونائیٹڈ نیشن کے نمائندے کاؤنٹ فوک برناڈوٹ کو بھی دہشت گردی کی بھینٹ چڑھا دیا جس نے جرمنی کے قید خانوں سے 21 ہزار قیدیوں کو رہا کروایا تھا لیکن شامیر کے نزدیک وہ نازی یہودی تھے۔

اسی سال بریٹن ووڈ نیوہیمپشائر میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک جس کا نام ان دنوں آئی بی آر ڈی تھا (ورلڈ بینک کا نام 1975ء میں سامنے آیا) دونوں اداروں کو یونائیٹڈ نیشن کی طرف سے مکمل منظوری حاصل ہوئی۔ بریٹن ووڈ سسٹم اور ابھی تک آئی ایم ایف کے کرتا دھرتا دو اشخاص تھے جن میں سے ایک کا نام ہیری ڈیکسٹر وائٹ اور دوسرا مینارڈ کینس تھا۔ ہیری ڈیکسٹر جس کی موت 1946ء میں واقع ہوئی' کی شناخت ایک 'روسی جاسوس' کی حیثیت سے کی جاتی ہے جس کا کوڈ نام "Jurist" تھا۔ 16 اکتوبر 1950ء کو ایف بی آئی کے ایک میمو میں اس کو اسی حیثیت سے شناخت کیا گیا۔ مینارڈ کینس البتہ برطانوی تھا۔

آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک نے 1913ء میں امریکہ میں نافذ ہونے والے فیڈرل ریزرو ایکٹ کا اجراء برطانیہ میں بھی کرایا۔ انہوں نے یورپ میں بینکوں کا ایک ایسا کارٹل قائم کر دیا جس نے دنیا بھر کے سنٹرل بینکوں کو کریڈٹ پالیسی سے متعلق ہدایات جاری کرنا شروع کر دیں۔ اسی طرح فیڈرل ریزرو ایکٹ نے آئی ایم ایف کو ایس ڈی آر (Speciel drawing rights) کے ذریعے ایک خصوصی کرنسی جاری کرنے کی اجازت بھی دے دی اور

تمام ممبر ممالک کو پابند کیا گیا کہ ایس ڈی آر کے ساتھ اپنی کرنسی کا ریٹ مقرر کر کے اس کا تبادلہ بھی کریں۔ آئی ایم ایف کا بورڈ آف گورنرز ایسے ممبران پر مشتمل ہے جو مختلف سنٹرل بینکوں کے سربراہ ہوتے ہیں یا پھر اپنے ملک کی کرنسی کے انچارج سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آئی ایم ایف، امریکہ اور برطانیہ کے فیڈرل بینکوں کے سربراہوں کو اس کے معاملات پر اثر انداز ہونے کے حقوق دیتا ہے۔

16 جولائی 1945ء کو امریکی ریاست کیلیفورنیا کے شہر لاس الاموس کے دو سو میل جنوب میں کامیاب ایٹمی دھماکہ کیا گیا۔ اس کا سہرا معروف یہودی سائنسدان سپے رابرٹ Oppenheimer کے سر بندھا جو روتھس چائلڈ کا ملازم تھا۔ کامیاب تجربے پر روتھس چائلڈ کا نعرہ تحسین ساری دنیا میں گونجنے لگا:

"I am become death, the destroyer of the world"

روتھس چائلڈ نے ٹھیک کہا تھا۔ چند ماہ بعد ہی امریکہ نے جاپان پر ایٹم بم گرائے۔ ایک لاکھ 40ہزار انسان ہیروشیما اور 80ہزار ناگاساکی میں مارے گئے۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے پر روتھس چائلڈ نے جرمنی کی اسلحہ تیار کرنے والی فیکٹری آئی جی فاربن کا کنٹرول سنبھال لیا جس کو بطور خاص اتحادیوں کی بمباری سے محفوظ رکھا گیا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جنگ عظیم دوم کے خاتمے پر جب جرمنی کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس فیکٹری کے بمشکل 15 فیصد حصے کو نقصان پہنچا تھا۔ جنگ عظیم دوم کے خاتمے پر جو نیورمبرگ جنگی جرائم کی تفتیش کیلئے قائم ہوا اس کی طرف سے جرمنی کو مغربی ممالک کی طرف سے ملنے والی بعض شخصیات اور کمپنیوں کی امداد سے متعلق خبروں پر سنسر لگا دیا گیا۔ ان میں موجودہ امریکی صدر بش کے دادا پریسکوٹ بش کی طرف سے جرمنی کو ملنے والی امداد بھی شامل تھی۔

3 جنوری 1946ء کو ولیم جوائس کو سزائے موت دیدی گئی۔ ایسا ہونا ہی تھا۔ اس نے اپنے آخری بیان میں کہا:

"موت زندگی کا حصہ ہے۔ میرا جرم یہ ہے کہ میں نے ثابت کیا کہ عالمی جنگ کے ذمہ دار یہودی ہیں۔ میں نے اس اندھی طاقت کی نشاندہی کی جو ساری دنیا کو یہودیت کی شکل میں نگل رہی ہے۔ میں نے برطانیہ کو روس کے جارحانہ امپیریلزم کے خطرات سے آگاہ کیا۔ مجھے "سواستیکا" کیلئے مرنے پر فخر ہے اور ان برطانویوں کی موت کا افسوس رہے گا جو یہودی

سازشوں کی تکمیل میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے"۔

12 فروری 1946ء کو برطانوی سیکورٹی سروسز کو فلسطین سے ایک انتہائی اہم پیغام موصول ہوا:

"شمیر کے دہشت گرد یہودی Stern gang کے ممبران کو انگلینڈ جا کر برٹش کیبنٹ کے خاندان کے افراد کو قتل کرنے کی خفیہ تربیت دی جا رہی ہے۔ ان لوگوں کا اہم ٹارگٹ برطانوی وزیر خارجہ ارنسٹ بیون ہوگا"۔

22 جولائی 1946ء کو اسرائیل کے آئندہ منتخب ہونے والے وزیر اعظم اشکنازی یہودی ڈیوڈ بن گوریان نے اپنے دوسرے اہم ساتھی اور مستقبل کے ایک اور اسرائیلی وزیر اعظم اشکنازی یہودی میناچم بیگن کو حکم دیا کہ فلسطین کے کنگ ڈیوڈ ہوٹل پر حملہ کر کے وہاں موجود برطانویوں کو مار دیا جائے یا پھر فلسطین سے بھاگنے پر مجبور کر دیا جائے۔ اس حملے میں 91 افراد مارے گئے جن میں زیادہ تعداد سویلین کی تھی۔ ان میں 41 عرب، 28 برطانوی، 17 یہودی اور 5 دیگر ممالک کے تھے۔ 45 افراد شدید زخمی ہوئے۔ جب اس دور کے معروف صحافی رسل وارن ہوک نے اسرائیل کے آئندہ ہونے والے وزیر اعظم میناچم بیگن سے پوچھا:

"کیا میں آپ کو مڈل ایسٹ میں دہشت گردی کا بانی کہہ سکتا ہوں؟"

بیگن نے قہقہہ لگا کر اور گردن پھلا کر جواب دیا:

"No, in the entire whole world"

60 سال بعد 22 جولائی 2006ء کو اسرائیلی وزیر اعظم بنجمن نیتن یاہو نے یہودی دہشت گردوں کی دہشت گردی کا نشانہ بننے والی اس جگہ پر پھول چڑھائے اور یہودی دہشت گردوں کو "فریڈم فائٹر" قرار دیتے ہوئے اسرائیلی عوام کے ہیرو قرار دیا۔ خیال رہے کہ 1982ء تک دنیا میں ہونے والی کسی بھی دہشت گردی کی واحد کارروائی میں مرنے والی یہ سب سے زیادہ تعداد تھی۔ کنگ ایڈورڈ ہوٹل کے بعد دوسرا بڑا حملہ 1982ء میں بیروت میں امریکی افواج پر ہوا جس نے ان اموات کا ریکارڈ توڑ دیا۔ اسی سال روتھس چائلڈ کے مختلف ہتھکنڈوں سے برطانوی حکومت کو معاشی طور پر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرتے ہوئے بینک آف انگلینڈ بھی ہتھیا لیا۔

1947ء کے آغاز میں خود کو دوسری جنگ عظیم کا فاتح سمجھنے والے یہودیوں کے [illegible]

برطانیہ نے اعلان کیا کہ مزید یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت نہیں دی جا سکتی کیونکہ یہودیوں کی طرف سے مقامی عرب باشندوں اور ان برطانوی فوجیوں کے خلاف دہشت گردی ناقابل کنٹرول ہو گئی تھی جو فلسطین کو اقوام متحدہ کے کنٹرول میں دینے کے انتظامات کرنے کیلئے وہاں موجود تھی۔ اقوام متحدہ نے فلسطین کو دو عرب اور یہودی حصوں میں تقسیم کرنے کا اعلان کر دیا۔ یروشلم کو کھلا شہر قرار دیا تاکہ ہر مذہب کے پیروکار یہاں عبادت کر سکیں۔ 15 مئی 1948ء کو یہ ٹرانسفر کا عمل مکمل ہوا۔ خیال رہے یونائیٹڈ نیشن کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ کسی کی ملکیتی زمین چھین کر دوسرے کے حوالے کرے۔ اس وقت یہودی صرف 6 فیصد زمین کے مالک تھے لیکن اقوام متحدہ نے اپنی ریزولوشن نمبر 185 کے ذریعے یہودیوں کو 57 فیصد زمین کا مالک بنا دیا جو عربوں سے چھین کر انہیں دی گئی اور 94 فیصد زمین کے مالک عربوں کو 43 فیصد تک محدود کر دیا۔

○

برطانیہ پر یہودی دہشت گردوں کے حملے جاری رہے۔ تین یہودی دہشت گردوں کو تو باقاعدہ مقدمہ چلا کر پھانسی کی سزا کا اعلان کر دیا گیا۔ اس پر ان دنوں آئندہ ہونے والے اسرائیلی وزیراعظم میناچم بیگن نے اعلان کیا کہ ان کے پاس برطانوی افواج کے دو سارجنٹ قیدی موجود ہیں جیسے ہی یہودی دہشت گردوں کو پھانسی دی گئی ہم دونوں برطانوی فوجیوں کو بھی پھانسی پر لٹکا دیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ جیسے ہی یہودی دہشت گردوں کو ہلاک کیا گیا، چند منٹ بعد ہی برطانوی فوجیوں نے اپنے دونوں قیدیوں کی لاشیں درخت کی شاخوں سے لٹکی دریافت کر لیں جہاں انہیں پھانسی دی گئی تھی۔

1948ء کے موسم بہار میں روتھس چائلڈ نے امریکہ کے 33 ویں صدر ہیری ایس ٹرومین کو 2,000,000 ڈالر رشوت پیش کی اور ان سے اسرائیل کو تسلیم کروا لیا۔ یہ رشوت ٹرومین کی انتخابی ٹرین چلانے پر صرف کی گئی تھی۔ 14 مئی 1948ء کو تل ابیب سے اسرائیل کے قیام کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔ اس اعلان کے گیارہ منٹ بعد صدر ٹرومین نے اسرائیل کو تسلیم کرنے کا اعلان کر کے پہلی غیر ملکی حکومت ہونے کا اعزاز حاصل کیا جس نے اس دہشت گرد یہودی ریاست کو تسلیم کیا تھا۔ ٹرومین نے اپنے دوستوں کی ایک محفل میں بڑے فخر کے

وہ اسرائیل کے قیام کے ایک گھنٹہ کے اندر اسے تسلیم کرنا چاہتا تھا۔ جب پریس نے یہودیوں کیلئے اس کے بے تحاشہ عشق کی وجہ جاننا چاہی تو ہیری ٹرومین نے ان سے ملاقات سے انکار کر دیا۔

اسرائیل کا جھنڈا بڑا پراسرار ہے۔ اس جھنڈے کا مرکز چھ کونہ نیلے رنگ کا ستارہ ہے جو دراصل روتھس چائلڈ کا "Red Hexagram" ہے۔ جھنڈے کے اوپر اور نیچے نیلے رنگ کا بارڈر ہے جو دراصل دریائے نیل اور دریائے Euphrates کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ یہودیوں کی ہوس ملک گیری کی علامت ہے اور ان کے دماغ کا خناس بھی ظاہر کرتا ہے کہ وہ عراق، شام، اردن، لبنان اور سعودی عرب کے بڑے حصے کو اسرائیل میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔

روتھس چائلڈ کے ہیکسا گرام کا استعمال یہودیوں کے لئے ممکن ہے سوالیہ نشان بنا رہتا لیکن ان کے میڈیا نے اسے پہلے ہی "سٹار آف ڈیوڈ" کے نام سے یہودیوں کے اذہان میں راسخ کر دیا۔ بہرحال وہ کچھ بھی کہیں، ساری دنیا میں تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ یہودیوں کا یہ نشان دراصل ان قدیم انسانی قربان گاہوں کا نشان ہے جہاں یونانی تہذیب کے دوران دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے انسانوں کی قربانی دی جاتی تھی۔ یہی نشان شیطان کے پجاری اپنی عبادت گاہوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اپنی چھ لکیروں، چھ زاوئے اینگلز اور چھ پوائنٹس کی وجہ سے دراصل یہ شیطانیت کا سمبل ہے۔ یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ "ہیکسا گرام" شیطان کی شناخت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو اسرائیل کے لئے قربان ہو گا وہ دراصل خدا (نعوذ باللہ شیطان) پر قربان ہو رہا ہے اور سب سے بڑا ثبوت یہودیوں کا "یوم سبت" ہفتہ ہے جو دراصل شیطان کا دن سمجھا جاتا ہے۔

اسرائیل کے جھنڈے پر موجود "ہیکسا گرام" دراصل (666) ہے جو شیطان کا قدیم نام اور استعارہ ہے۔ اس ہندسے کو Satern بھی کہتے ہیں اور یہودیوں کا ہفتہ وار دن بھی شیطان کا دن ہے، ثابت کرتا ہے کہ دراصل یہ لوگ شیطان کے پجاری ہیں۔ 19 اپریل کو ای Satern گینگ کے 132 دہشت گردوں نے جن کی اسرائیل کا آئندہ وزیراعظم میناچم بیگن قیادت کر رہا تھا، ایک اور اسرائیل کے آنے والے وزیراعظم یاٹزک شمیر کی قیادت میں "دیریاسین" نامی عربوں کے گاؤں پر حملہ کیا اور رات کو سوتے ہوئے 200 عرب عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کو قتل کر دیا۔ عالمی رائے عامہ سے اپنی اس درندگی کو چھپانے کیلئے انہوں نے

بچھی لاشوں کو جلا کر راکھ کرنے کی کوشش کی اور ریڈ کراس کی آمد کی اطلاع پر باقی لاشیں کنوؤں میں پھینک کر غائب کرنے لگتے لیکن اگلے ہی روز ریڈ کراس کی مہم وہاں پہنچ گئی جس نے دنیا کو ان کی اس درندگی سے آگاہ کیا۔

کریمنل انویسٹی گیشن ڈویژن جو فلسطینی حکومت کا آفیشل ڈاکومنٹ ہے کے نمبر GS/17/110/179 بتاریخ 13، 15 اور 16 اپریل 1948ء کے مطابق جو ایک تفتیشی رپورٹ ہے جسے غیر جانبدار کمیشن نے اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل رچرڈ کیٹلنگ کی سرکردگی میں تیار کیا جس کا تعلق برطانیہ سے تھا، لکھا ہے:

"زخمیوں کے بیانات ریکارڈ کرتے ہوئے کئی مرتبہ ہم خود پر قابو نہ رکھ سکے۔ ان میں بیشتر تعداد ان بدقسمت خواتین کی تھی جن کی عصمت دری یہودی دہشت گردوں نے متعدد مرتبہ کی اور اسی دوران ان کے جسم کی ہڈیاں بھی توڑ ڈالیں۔ حملہ آور یہودیوں نے جنسی درندگی کی انتہا کر دی۔ کئی سکول کی بچیوں کو متعدد مرتبہ ریپ کرنے کے بعد قتل کر دیا گیا"۔

(اس ڈاکومنٹ کی تفصیلات اتنی اندوہناک ہیں کہ مترجم کیلئے انہیں صفحہ قرطاس پر لانا ممکن نہیں)

○

اس واقعہ کے بعد سے یہودیوں اور ریڈ کراس کے درمیان مخاصمت نے جنم لیا اور اب ان کا طریق کار یہ ہے کہ وہ فلسطین میں جہاں بھی درندگی کرتے ہیں، وہاں ریڈ کراس کا داخلہ اس وقت تک ممنوع ہے جب تک کہ یہاں سے تمام شواہد ختم نہ کر دیئے جائیں۔

15 مئی کو جب یونائیٹڈ نیشن کی طرف سے فلسطین اور اسرائیل دو الگ ممالک کی آزادی کا اعلان ہو رہا تھا تو یہودی دہشت گردوں نے ایک مرتبہ پھر بے گناہ اور نہتے عرب مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کا قتل عام شروع کر دیا۔ حملہ آور ٹرکوں کے ذریعے عربوں کی بستیوں میں داخل ہوتے اور لاؤڈ سپیکروں پر اعلان کرتے کہ اگر انہوں نے علاقہ خالی نہ کیا تو انہیں ذبح کر دیا جائے گا۔

یہودی دہشت گردوں نے "دیریاسین" میں اتنی درندگی کا مظاہرہ کیا کہ 8 لاکھ عرب مسلمان فلسطین سے نکلنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ بدقسمت ہمسایہ عرب ممالک کو مدد کیلئے پکارتے رہے

جو اسرائیل جتنی طاقت نہیں رکھتے تھے، جسے برطانیہ کی طرف سے جدید اور تباہ کن اسلحہ سپلائی کیا جا رہا تھا۔ فلسطین کے بدبخت مسلمان ہمسایہ عرب ملکوں کی موجودگی میں لٹتے اور قتل ہوتے رہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ دہشت گردی کی ان کارروائیوں اور عرب ممالک کی مجرمانہ خاموشی کی وجہ سے یہودی اب تک فلسطینیوں کی 78 فیصد زمینوں پر قابض ہو چکے ہیں جبکہ یہودیوں کے اثر و رسوخ والی یونائیٹڈ نیشن انہیں پہلے ہی 57 فیصد عرب زمین چھین کر دے چکی تھی۔ اسرائیل کو عربوں کی نسل کشی کا لائسنس اسی یونائیٹڈ نیشن نے جاری کیا ہے۔ ان بدقسمت عربوں کو جن میں مسلمان اور عیسائی دونوں شامل ہیں، کبھی اپنی زبردستی ہتھیائی گئی پراپرٹی کا معاوضہ نہیں دیا، نہ ہی انہیں متبادل رہائش دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اب کیمپوں کے خیموں میں اور کچی بستیوں میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ قریباً آدھی عرب آبادی تو یہودی دہشت گردوں کی مجرمانہ کارروائیوں کے بعد فلسطین سے فرار ہو کر دوسرے ممالک کا رخ کر چکی ہے۔ صرف ان کے برتھ سرٹیفکیٹس یہاں موجود ہیں۔ بعد میں اسرائیل نے قانون پاس کیا کہ صرف وہ عرب واپس اسرائیل آ سکتے ہیں جو یہ ثبوت فراہم کر سکیں کہ ان کا جنم اسرائیل میں ہوا تھا۔ طرفہ تماشا یہ تھا کہ ان کی جنم بھومی جہاں فلسطین کی بنی ہوئی تھیں۔ نتیجہ ظاہر ہے چار لاکھوں عربوں کو اپنے وطن واپسی ہی نصیب نہ ہو سکی۔

اشکنازی یہودی اور ناجائز اسرائیل کے بانیوں میں سے ایک بانی اسرائیل کے پہلے وزیراعظم ڈیوڈ بن گوریان نے 21 مئی کو اپنی ڈائری میں لکھا تھا:

"عربوں کا مسکن لبنان ہو سکتا ہے جہاں انہیں جانا ہی ہو گا۔ ہم فلسطین میں مسلم برتری ہرگز تسلیم نہیں کریں گے اور انہیں مار مار کر یہاں سے نکالیں گے البتہ دریائے لاتانی کے ساتھ ایک عیسائی ریاست کے قیام پر غور کیا جا سکتا ہے۔ ہم اس عیسائی حکومت سے ایک معاہدے پر دستخط کریں گے جس کے بعد ہم بمباری کر کے عمان اور اردن کے ملحقہ علاقے تباہ کر دیں گے۔ شام کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیں گے۔ اگر مصر نے سر اٹھانے کی کوشش کی تو ہم پورٹ سعید، الیگزینڈریا اور قاہرہ کو ملیامیٹ کر دیں گے۔ اس کے بعد ہی ہم جنگ کے خاتمے کا اعلان کریں گے"۔

○

یکم اکتوبر 1948ء کو کمانڈر انٹیون غمراور اس کے سیکنڈ ان کمانڈ ایمل تک باؤنٹ نے "دیانا" سے تمام دلچسپی رکھنے والے ممالک کو ایک پیغام ارسال کیا:

ملٹری پولیس سروسز

سرکلر لیٹر نمبر 31/48

ویانا یکم اکتوبر 1948ء

ڈی پیج

"اتحادی انکوائری کمیشن کی غیر جانبدار انکوائری سے ثابت ہوا ہے کہ جرمنوں نے کسی کو گیس کے ذریعے ہلاک نہیں کیا' نہ ہی درج ذیل کیمپوں میں انہیں گیس سے ہلاک کرنے کے طریق کار سے متعلق کوئی زندہ شہادت میسر آئی ہے (اس میں ان تمام جنگی کیمپوں کے نام لکھے ہیں جہاں یہودیوں کو رکھا گیا تھا اور بقول یہودیوں کے گیس کے ذریعے ان کا اجتماعی قتل عام ہوا)

جو کیس سامنے آئے ہیں ان میں نازیوں کا تشدد نمایاں دکھائی دیا جس کی وجہ سے یہ کنفیوژن پیدا ہوا اور اس طرح کی افواہوں نے جنم لیا۔ ہم نے یہ ساری تفصیلات اپنی اس تفتیش کا حصہ بنائی ہیں جو رپورٹ کی شکل میں پیش کی جا رہی ہے۔ جب جنگی مجرموں پر مقدمہ چلایا جائے تو لازم ہے کہ وہ ان ہی شواہد اور نتائج کی روشنی میں چلایا جائے جس کی ہم نشاندہی کر رہے ہیں۔ ہمارے حاصل کردہ نتائج سے ان یہودی جنگی متاثرین کو بھی آگاہ کیا جائے جو بضد ہیں کہ ان کے عزیز و اقارب کو زہریلی گیس کے ذریعے ہلاک کر کے ان کی لاشیں غائب کی گئیں۔ اگر وہ اس کے بعد بھی اپنے بیانات پر بضد رہیں تو ان کے خلاف جھوٹ بول کر انکوائری کمیشن کو گمراہ کرنے کے الزام میں مقدمات چلائے جائیں گے"۔

3 فروری 1949ء کو جوڈی ٹیگر بوکر نے "نیویارک جرنل امریکن" میں اپنے کالم میں روتھس چائلڈ سے جیکب شیف کے متعلق لکھا:

"آج جیکب کے پوتے جان شیف جو نیویارک سوسائٹی کے اہم اور معزز ممبر سمجھے جاتے ہیں' نے بتایا کہ بوڑھے آدمی (جیکب شیف) نے بولشویک انقلاب کے دوران روس میں 20,000,00 ڈالر کا کامیاب جوا کھیلا تھا"۔

یکم اکتوبر 1949ء کو ماؤ نے بیجنگ کے تیان من سکوائر میں "عوامی ریپبلک آف چائنا"

کے قیام کا اعلان کیا۔ یہ انقلاب بھی روسی انقلاب کی طرح روتھس چائلڈ کے سرمایہ کا مرہون منت ہے۔ روتھس چائلڈ کے جن ایجنٹوں نے ماؤ کو سرمایہ فراہم کیا ان میں ایک سابق امریکی ریٹائرڈ آفیسر سولومن ایڈلر جو دراصل روسی جاسوس تھا' شامل ہے۔ دوسرا اہم نام اسرائیلی ایپ سٹن کا ہے جو زار روس کے ایک یہودی قیدی کا بیٹا تھا اور آئی ایم ایف میں روتھس چائلڈ کا اہم ایجنٹ فرینک کوئے شامل ہے۔

1950ء میں روتھس چائلڈ نے ایک اور چنگیزی ہتھکنڈہ استعمال کرتے ہوئے جنگ عظیم دوم میں حصہ لینے والے تمام ممالک کے قرضہ جات کی رقم تین گنا کر دی۔ 1940ء سے 1950ء کے درمیان امریکہ کے سٹیٹ فیڈرل ڈیبٹس 43 بلین ڈالر تھے جو 257 بلین ڈالر ہو گئے۔ اس طرح ان میں 598 فیصد اضافہ ہو گیا۔ کچھ مدت بعد جاپان کے قرضے کی رقم میں 1348 فیصد اضافہ کر دیا گیا۔ فرانس کے قرضہ جات کی رقم 538 فیصد بڑھ گئی اور کینیڈا پر 417 فیصد اضافی ادائیگی کا بوجھ لاد دیا گیا۔

جیمز پاؤل وار برگ نے 7 فروری کو امریکن سینیٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"ہم ایک ورلڈ گورنمنٹ کے ماتحت ہیں۔ یہ ہمیں پسند ہو یا نہ ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عذاب ہمارے سروں سے کبھی ٹلے گا یا نہیں؟"

اب روتھس چائلڈ نے اپنی گلوبل حکومت کے قیام کیلئے ٹھوس اقدامات شروع کیے جن کا آغاز تین نکاتی پروگرام سے ہوا جس کے تحت وہ ساری دنیا کے اکنامک سسٹم کو ایک مرکز پر جمع کر کے اس پر قابض ہونا چاہتے تھے۔

1- دنیا کی تمام نیشنل اکانومیز پر سنٹرل بینک کی برتری قائم کرنا۔

2- ریجنل اکانومی کو سپر سٹیٹس کے ذریعے قابو کرنا جیسے یورپی یونین کا قیام' ریجنل ٹریڈ یونینز (NAFTA) وغیرہ کا قیام اپنی مرکزیت کے ذریعے ریجنل اکانومی پر کنٹرول حاصل کیا گیا۔

3- ایک ورلڈ سنٹرل بینک' ایک ورلڈ کرنسی کے ذریعے ورلڈ اکانومی کی مرکزیت قائم کرنا۔ نیشنل انڈیپینڈنس کا خاتمہ بذریعہ عالمی تجارتی نظام جیسے کہ General (GATT) Agreement on Tariffs and Trade۔

1950ء میں اسرائیل نے دنیا کے ہر ایسے یہودی کو جس نے یہودی ماں سے جنم لیا

ہو اسرائیل کی شہریت کا حقدار قرار دینے کا اعلان کر دیا لیکن تیرہ سو سال سے یہاں آباد فلسطینی مسلمانوں پر شہریت کے دروازے بند کر دیئے

امریکی جسٹس ڈیپارٹمنٹ کے سابقہ چیف جان ڈیوڈ نے جو انٹرنل سیکورٹی سسٹم کے انچارج تھے' اپنے بیان میں کہا کہ روسی انٹیلی جنس کے جی بی کے بعد امریکہ کو دوسرا سب سے بڑا خطرہ اسرائیل انٹیلی جنس ایجنسی سے ہے۔ دونوں کو بہرحال یہودی کنٹرول کر رہے تھے۔

آٹھواں باب
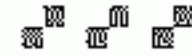
1951ء میں ساری دنیا میں دہشت پھیلانے کی ذمہ دار اسرائیلی انٹیلی جنس ایجنسی ''موساد'' کا قیام عمل میں آیا۔ ''موساد'' امریکی گروپ (اے ڈی ایل) اینٹی ڈیفنس لیگ سے قریبی تعاون کی بنیاد پر قائم ہوئی تھی۔ ''موساد'' کی بنیاد ماٹو ''By way of deception'' (دھوکے سے کام نکالو) ہے جس کے بعد کوئی اور تبصرہ بے معنی ہوگا۔

1952ء میں اسرائیلی وزیر اعظم ڈیوڈ بن گوریان کے حکم پر اچھوت ذاتوں کے یہودی (Sephardic) کو اشکنازی یہودیوں سے الگ کرنے کی مہم کا آغاز ہوا۔ ان سیاہ فام یہودیوں کے رنگ سفید کرنے کیلئے ایک گھناؤنی مہم کا آغاز ہوا۔ بن گوریان نے سیاہ رنگ یہودیوں کے جینیٹک علاج کیلئے ان کے بچوں پر تجربات کا آغاز کیا۔ ان بچوں کو سکولوں سے ''ٹرپ'' کے بہانے لے جایا جاتا اور مخصوص قسم کے ایکسریز کے ذریعے ان کے سروں پر تجربات کئے جاتے۔ ممکن حالات میں سائنسی اصولوں کے مطابق زیادہ سے زیادہ 0.5 فیصد ایکسریز کی گنجائش ہے جبکہ ان معصوموں کے سروں پر 350 براہ راست ایکسریز ڈالے گئے جس کی وجہ سے 6 ہزار بچے چند دنوں میں مر گئے جبکہ لاکھوں بچے اور ان کی اولادیں ابھی تک کینسر، جلدی امراض اور ناقابل علاج جینیٹک امراض کا شکار ہو چکی ہیں۔ دراصل یہ ان سیاہ فام یہودیوں کی نسل کشی کا منصوبہ تھا جنہیں اشکنازی یہودی خود سے کمتر اور گھٹیا خیال کرتے تھے۔ آج بھی اسرائیل میں ان کالے یہودیوں کیلئے ''Niggers'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

1953ء میں Dwight آئزن ہاور امریکہ کا صدر منتخب ہو گیا۔ 1915ء میں ویسٹ پوائنٹ یو ایس ملٹری اکیڈمی تحصیل یافتہ آئزن ہاور نے ''Class Year Book'' میں ''Terrible Swedish Jew'' کا خطاب پا چکا تھا۔ اب یہی یہودی امریکہ کا صدر بن گیا۔ 19 جون 1953ء کو جولیس اور ایتھل روزنبرگ نامی دو جاسوس یہودیوں کو سزائے

موت دی گئی۔ دونوں یہودی سائنسدان امریکی ایٹم بم کے راز روس کو سپلائی کرتے رہے۔"
ایمرو تھس چائلڈ اینڈ سنز نے برٹش نیو فاؤنڈ لینڈ کارپوریشن لمیٹڈ کی 60 ہزار مربع میل زمین پر
پاور اسٹیشن قائم کیا۔ اس وقت یہ دنیا کا سب سے بڑا پراجیکٹ تھا جس کی تکمیل پرائیویٹ کنسٹرکشن
کمپنی کے ہاتھوں انجام پائی۔

1954ء میں موساد کے "The Lavon Affair" (کاغذی نام) نا
جاسوس نے مصر میں موجود یہودیوں کو بطور ایجنٹ بھرتی کر کے مصری تنصیبات اور شخصیات پر حملو
کا آغاز کر کے امریکہ مصر تعلقات تباہ کرنے کی سازش شروع کی۔ رنگے ہاتھوں گرفتار اسرائ
ایجنٹوں کے بیانات پر امریکی حکومت نے سخت نوٹس لیا۔ اشتعال ٹھنڈا کرنے کیلئے اسرائیلی ڈیفنس منسٹر
انتہا پرست یہودی پنہاس لیوی نے استعفیٰ دے دیا جبکہ اس کا ذمہ دار براہ راست اسرائیلی وزیراعظم
ڈیوڈ بن گوریان تھا۔ عرب ممالک یہودیوں کو اپنے گھناؤنے مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی "موس
کی مہم کا یہ آغاز تھا اور انہوں نے ابتداء ہی میں اپنے ماٹو "By way of deception"
سچ ثابت کر دیا تھا۔ ان ہی دنوں تل ابیب کے امریکی سفارتخانے میں "موساد" کی طرف سے
نصب جاسوسی آلات بھی پکڑے گئے۔

ہالینڈ میں بلڈربرگ یہودی گروپ نے آزاد قوم میں گزشتری "بلڈربرگ ہوٹل" بنا
بلڈربرگ دراصل روتھس چائلڈ کی طرف سے موجود دو سو اہم ترین سیاسی، دفاعی اور معاشی معاملا
کے ماہرین یہودیوں کا اور ان کے حامیوں کا ایک خفیہ گروپ ہے جو "جیوش ورلڈ پاور" کو آ
بڑھانے کیلئے منصوبہ بندیاں کرتا اور معاشی پالیسیاں بناتا ہے۔

یہ لوگ ہر سال دنیا کے کسی بھی اہم مقام پر انتہائی خفیہ انداز میں اکٹھے ہوتے ہیں
اہم فیصلے کرنے کے بعد پھر اسی طرح خفیہ انداز میں منتشر ہو جاتے ہیں۔ ان کی اہلیت آج ت
کوئی نہیں جان سکا۔ دنیا کے کئی نامور صحافی اس چکر میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ ا
ادارے کی ممبرشپ انتہائی خفیہ رکھی جاتی ہے۔ دراصل یہی وہ گروپ ہے جو "گلوبل پالیسیاں"
کر کے انہیں اپنی حکومتوں کو دیتا اور ان پر عملدرآمد کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ان خفیہ میٹنگز کا سب
اہم ایجنڈا یہ ہوتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے اور عالمی صورتحال پر اثر انداز ہونے والے اہم
کے سربراہان مملکت میں سے کون ان کا آلہ کار بننے کیلئے تیار ہے۔ وہ کون بدقسمت کا مرتکب ہ
ہے جو ان کا آلہ کار بننے سے انکاری ہے اس کی چھٹی بہر حال کروا دی جاتی ہے۔ "بلڈربرگ"

روتھس چائلڈ ڈیوڈ راک فیلر اور ہنری کسنجر کی نہیں دنیا کے ہر بڑے یہودی کی سرپرستی ہمیشہ حاصل
رہتی ہے۔ ایک نظر ان خفیہ میٹنگز کے مہمانوں یعنی "بلڈربرگ" کے ممبران پر ڈالتے ہیں۔

1991ء میں اس میٹنگ میں بل کلنٹن، 1993ء میں ٹونی بلیئر اور 2005ء میں
انجیلا مرکل شریک ہوئے۔ موجودہ برطانوی وزیراعظم گورڈن براؤن اور جرمن چانسلر ولیم ہیگ
بھی اس کے ممبران ہیں۔

1955ء میں "موساد" نے خفیہ آپریشن کے ذریعے مصر میں امریکی تنصیبات پر
بمباری کروائی تاکہ امریکہ اور مصر کے تعلقات میں دراڑ پیدا کی جا سکے۔ ظاہر ہے اس سے مقامی
آبادی کا تعاون حاصل کر کے امریکہ سے نفرت کا تاثر پیدا کیا گیا۔

28 اکتوبر 1956ء کو "دیر یاسین" قتل عام کے ذمہ دار بدنام دہشت گرد اور اسرائیل
کے آئندہ وزیراعظم میناچم بیگن نے تل ابیب میں یہودیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا:
"اسرائیلیو! اپنے دشمن کے قتل عام میں ذرا ہچکچاہٹ نہ دکھاؤ۔ تمہیں ان لوگوں پر اس
وقت تک رحم نہیں کھانا جب تک کہ ہم ان کے So-Called عرب کلچر کا خاتمہ کر کے اس کے
کھنڈرات پر اپنی عظیم الشان یہودی تہذیب و تمدن کی عمارت نہ تعمیر کر دیں۔"

ان ہی دنوں تل ابیب میں امریکہ کے ملٹری اتاشی کے ٹیلیفون سے وہ خفیہ آلات بھی
برآمد کر لئے گئے جن کے ذریعے "موساد" اس کی گفتگو ٹیپ کیا کرتی تھی۔

1857ء میں برطانیہ اور فرانس کی معاونت سے اسرائیل نے مصری بندرگاہ سویز
کینال پر کنٹرول حاصل کرنے کیلئے معروف اسرائیلی قصائی موشے دایان کی زیر کمانڈ حملہ کیا جس
میں اس وحشی درندے نے بے گناہ اور نہتے بندرگاہ کے 273 سوڈانی مزدوروں اور مصری قیدیوں
کو قتل کر کے اجتماعی تدفین کر دی۔ اس گھناؤنے جرم پر 40 سال تک پردہ پڑا رہا۔ 18 اگست
1995ء کو لندن کے اخبار ڈیلی ٹیلیگراف نے یہ اہم سٹوری بریک کر کے ساری دنیا کو چونکا
دیا۔ اسی سال جیمز ڈی روتھس چائلڈ مر گیا۔ اس کے لواحقین کی طرف سے جاری اعلان کے
مطابق جیمز ڈی روتھس چائلڈ نے اپنی دولت کا بڑا حصہ اسرائیلی حکومت کو گفٹ کیا ہے تاکہ وہ
اسرائیل میں پارلیمنٹ بلڈنگ Kenesset تعمیر کروا سکے۔

1959ء میں Crypto یہودی فیڈرل کاسترو کیوبا میں کمیونسٹ انقلاب کے ذریعے
برسر اقتدار آیا اور خود کو کیوبا کا وزیراعظم نامزد کر دیا۔

1960ء میں ایزرا پونڈ نے اپنی کتاب:

"Impact-Essays on ignorance and the decline of American civilization"

میں یہودیوں سے متعلق لکھا:

''ایک قوم جس نے کبھی گھاس کا سودا نہیں کیا اور ہمیشہ صارفین کو لوٹنے کیلئے سرگرم رہتی ہے''

O

25 جون 1962ء کو امریکی سپریم کورٹ کے ایک فیصلے کے بعد امریکی پبلک سکولز میں صبح کی دعا پر پابندی عائد کر دی گئی۔ یہ فیصلہ نیو یارک کے ایک یہودی اینجل کی طرف سے ویسٹ ورجینیا ریاست کے ایک ڈیموکریٹ سینیٹر رابرٹ کے خلاف مقدمہ کے بعد صادر ہوا۔ اس سال بینک ڈی روتھس چائلڈ کی طرف سے ''Imetal'' نامی ایک ہولڈنگ کمپنی قائم کی گئی جس کا مقصد ان کے کانکنی سے متعلق مفادات کا تحفظ تھا۔

4 جون 1963ء کو صدر جان ایف کینیڈی کے ایگزیکٹو آرڈر نمبر 11110 کے بعد امریکی حکومت کو روتھس چائلڈ کے بینک فیڈرل ریزرو کی غلامی سے نجات مل گئی اور کرنسی نوٹ جاری کرنے کے اختیارات حاصل ہو گئے۔ چھ ماہ بعد ہی روتھس چائلڈ نے اس جرم کی پاداش میں صدر جان ایف کینیڈی کو قتل کروا دیا بالکل اسی طرح جیسے انہوں نے 1865ء میں امریکی صدر ابراہام لنکن کو قتل کروایا تھا جس سے اسی نوعیت کا جرم سرزد ہوا تھا۔ ابراہام لنکن چاہتا تھا کہ امریکی کرنسی امریکی عوام کیلئے امریکہ پرنٹ کرے اور یہ یہودی تسلط سے مکمل آزاد ہو۔ صدر کینیڈی کے قتل کا ایک اور بڑا محرک ان کا یہ جرم بھی تھا کہ انہوں نے اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریان سے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ وہ اسرائیل کو کبھی ''نیوکلیئر پاور'' بننے کی اجازت نہیں دیں گے۔

5 فروری 1999ء کو اسرائیلی اخبار ''Ha'aretz'' نے کوہن کی کتاب ''اسرائیل اینڈ دی بم'' کے موضوع پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

''امریکی صدر جان ایف کینیڈی کی موت کا اہم سبب امریکی حکومت کی طرف سے اسرائیل پر موجود یہ زبردست دباؤ تھا کہ وہ اپنے جوہری توانائی کے حصول کا پروگرام فوراً ترک

دے۔ کتاب بتاتی ہے کہ اب بھی یہ بات مشکوک ہے کہ اسرائیل کے پاس ایٹمی توانائی موجود نہیں''۔

یہاں ایک دلچسپ بات بتانا ضروری ہے کہ جان ایف کینیڈی کی بیوی جیکی کینیڈی یہودی تھی۔ اس کا انکشاف گور وائیڈل نے اپنی سوانح حیات ''Palimpsest- A Memoir'' میں کیا ہے۔ یہ کہانی نیو یارک ٹائمز میں 9 نومبر 1995ء کو بھی شائع ہو چکی ہے۔

آپ میں سے جن لوگوں نے جان ایف کینیڈی کی موت پر بنی فلم ''جے ایف کے'' دیکھی ہے ممکن ہے وہ کہیں کہ وہاں اس قتل کے محرکات کچھ اور ہیں اور ایسے شواہد نہیں ملتے تو ان کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ اس کا فلمساز اولیور سٹون بھی یہودی ہے اور اس نے ''موساد'' کے مشن کو آگے بڑھایا ہے۔

ایڈمن ڈی روتھس چائلڈ نے ایل سی ایف ٹی کی ایک کیپیٹل ہاؤس سوئٹزرلینڈ میں بنایا تھا جو بعد میں باقاعدہ بینک کی شکل اختیار کر گیا۔ 10 جنوری 1963ء کو اے ایل ہیر لانگ جونیئر جو فلوریڈا کے کانگریس مین تھے نے امریکی کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے کمیونسٹ مینی فیسٹو کے 45 اہم نکات بیان کئے۔ ان کا مطالعہ کیجئے تو آپ کو اندازہ ہو جائیگا کہ آپ کس دنیا کے باسی ہیں۔ ڈیموکریسی ری پبلک یا کمیونسٹ حکومت؟ کس کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ ہیں وہ 45 نکات جو بیان کئے گئے۔

1- امریکہ کی قبولیت محض اس لئے کہ ایٹمی جنگ نہ ہو۔
2- امریکہ کو ایک ایٹمی جنگ کے خوف میں مسلسل الجھائے رکھنا۔
3- یہ غلط فہمی پھیلائے رکھنا کہ امریکہ کی جاتی عالمی اخلاقی فتح ہوگی۔
4- دنیا کے تمام ممالک کے درمیان ''فری ٹریڈ'' تعلق قائم رہے یہ جانے بغیر کہ اس طرح ہتھیاروں کی تجارت کو بھی فروغ ملے گا۔
5- روس کیلئے لمبی مدت کے قرضوں کا اجراء اور دیگر کمیونسٹ حکومتوں کیلئے یہی پالیسی۔
6- امریکی امداد کا تسلسل دنیا کی تمام اقوام کیلئے یہ جانے بغیر کہ وہ کمیونسٹ ہیں یا نہیں۔
7- سرخ چین کی پذیرائی اور اسے یونائیٹڈ نیشن کا ممبر بنانا۔
8- 1955ء میں خروشیف کے وعدے کے برعکس جرمنی کو مشرقی اور مغربی دو حصوں میں تقسیم کئے رکھنا۔

9- نیوکلیئر ٹیسٹوں پر بندش کی کانفرنس کو لمبا کرتے رہنا کیونکہ اس کی وجہ سے فی الوقت امریکہ کوئی ٹیسٹ نہیں کر سکتا۔

10- روس سے ملحقہ تمام ممالک کی نمائندگی کیلئے روس کی یونائیٹڈ نیشن میں موجودگی۔

11- اس پروپیگنڈے کو تقویت دیتے رہنا کہ صرف یونائیٹڈ نیشن ہی انسانیت کے بچاؤ کی واحد ضمانت ہے۔ ایک نئے چارٹر کی تیاری کیلئے کوشش جاری رکھنا جس کے مطابق ساری دنیا کے ممالک کو ''One World'' بنا کر صرف یو این افواج کو وہاں متحرک کیا جائے اور کسی ملک کو ذاتی فوج رکھنے کی اجازت نہ ہو۔

12- کمیونسٹ پارٹی کو Outlaw کرنے کی ہر کوشش کو بزور طاقت دبائے رکھنا۔

13- حلف ناموں سے اجتناب برتنا۔

14- امریکی ریاستی دفاتر تک روس کی رسائی مسلسل بڑھاتے رہنا۔

15- امریکہ کی دونوں سیاسی جماعتوں کو اپنے قبضے میں کرنا (کم از کم ایک پر بہر صورت قابض رہنا)

16- انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی آڑ لے کر امریکی عدالتوں سے ایسے فیصلے کروانا جن سے امریکی سول ادارے کمزور ہو جائیں۔

17- امریکی مدارس پر کنٹرول کے ذریعے بچوں کو سوشلزم کی طرف راغب کرنا۔ طلبہ اور اساتذہ یونین پر قابض ہو کر اپنا ایجنڈا آگے بڑھانا۔

18- طلبہ کے تمام اخبارات کا کنٹرول حاصل کرنا۔

19- طلبہ یونینوں کے ذریعے انارکی پھیلا کر اپنے مقاصد کو آگے بڑھانا۔

20- پریس کو زیر اثر کرنا' خصوصاً کتابوں پر تبصرہ اور ایڈیٹوریل ڈیپارٹمنٹس پر کنٹرول حاصل کرنا۔

21- ریڈیو' ٹی وی اور فلم انڈسٹری کی اہم پوسٹوں پر کنٹرول حاصل کرنا۔

22- امریکی تہذیب اور کلچر کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کر کے اسے ناکام اور فرسودہ بنانا۔

23- آرٹ کے نقادوں' میوزیم کے ڈائریکٹرز کو اپنا ہمنوا بنانا' بیہودہ' ناقابل سمجھ اور بے وقوفانہ آرٹ کی حوصلہ افزائی جس میں تجریدی آرٹ نمایاں ہے۔

24- سنسر شپ کے ذریعے حکومت کی طرف سے خلاف ریاست و قانون تحریروں کی بندش سے

قانون کا خاتمہ اور فری پریس کی ترویج۔

25- پورنوگرافی کو کتابوں' رسائل' ریڈیو' ٹی وی' فلم اور دیگر ذرائع سے پھیلانا اور نوجوان نسل کو خصوصاً زنا کا عادی کرنا۔

26- مردانہ اور زنانہ جنسی علتوں کو نارمل' قدرتی اور صحت مند ہونے کا پروپیگنڈہ کرنا۔

27- گرجا گھروں میں مداخلت کے ذریعے مذہب کے بجائے وہاں سوشل سرگرمیوں کو بڑھاوا دینا۔ مذہبیت کے بجائے انٹلیکچوئل سرگرمیوں کی پذیرائی کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ مذہبی گرجا گھروں کی کوئی ضرورت نہیں۔

28- سکولوں میں دعائیہ تقریبات کی حوصلہ شکنی کیونکہ اس نوعیت کی سرگرمیاں ریاست اور چرچ کو الگ الگ اختیاری بناتی ہیں۔

29- امریکی قانون کا تمسخر اڑانا' اسے فرسودہ' ناقابل عمل اور جدید ضروریات سے ہم آہنگ نہ ہونے کا مورد الزام ٹھہرانا۔

30- امریکہ کے بانی صدور کو نااہل' نالائق' ڈکٹیٹر اور لالچی قرار دے کر ان کی تضحیک کرنا' انہیں جدید امریکہ کیلئے ناقابل قبول قرار دینا۔

31- امریکی تہذیب و ثقافت کو جھوٹا' گمراہ قرار دینا اور امریکی تاریخ کو جھوٹ کا پلندہ بتانا اور یہ ثابت کرنا کہ یہ بڑی تصویر کا ایک معمولی حصہ ہے' اس کے برعکس روسی تاریخ اور خصوصاً کمیونسٹ انقلاب اور اس کی برکات پڑھنے کی ترغیب دینا۔

32- کلچرل' ایجوکیشنل' سوشل' ویلفیئر تمام شعبوں پر کمیونسٹ نظریات اور پارٹی کا تسلط قائم کرنا۔

33- ایسے تمام قوانین اور طریقہ ہائے کار کی بیخ کنی جن کے ذریعے کمیونسٹ سرگرمیوں پر پابندی عائد ہوتی ہو۔

34- ہاؤس کمیٹی کو غیر امریکی سرگرمیوں سے الگ کرنا۔

35- ایف بی آئی کے کردار کا بتدریج خاتمہ۔

36- مختلف تنظیموں پر کنٹرول حاصل کرنے کیلئے کوشاں رہنا۔

37- بڑے بڑے کاروباروں اور مارکیٹ پر تسلط حاصل کرنا۔

38- مجرموں کی گرفتاری کے کچھ حقوق پولیس سے لے کر سوشل ایجنسیوں کو منتقل کروانا' تمام معاشرتی جرائم کو نفسیاتی مسائل قرار دے کر ان کے علاج کیلئے ماہرین نفسیات کی طرف

رجوع کیلئے کوشاں رہنا۔

39- ماہرین نفسیات کا معاشرتی تسلط قائم کرنا اور ذہنی امراض کی بنیادی وجہ کمیونسٹ فلسفہ حیات کو نہ ماننا۔

40- امریکی معاشرے میں خاندانی نظام کا مکمل خاتمہ۔

41- بچوں کو صحتمند سرگرمیوں اور اچھی تربیت کیلئے والدین سے الگ رکھنے پر زور دینا۔

42- یہ ثابت کرتے رہنا کہ واکنس اور انشورنس امریکی معاشرے میں برائی کے دو بنیادی اسباب ہیں۔

43- کالونیلزم کا خاتمہ، سول حکومتوں کا قیام۔

44- نہر پانامہ پر بین الاقوامی کنٹرول۔

45- بین الاقوامی عدالتوں کے قیام کی حوصلہ شکنی، ان معاملات کو انفرادی اور ملکی سطح پر نمٹنے کی ترغیب۔

O

1965ء کے آغاز میں اسرائیل نے (این یو ایم ای سی) نیوکلیئر میٹریل اینڈ ایکیوپمنٹ کارپوریشن سے غیر قانونی طریقے سے یورینیم حاصل کر لیا۔ 1965ء ہی میں برطانیہ میں نسلی قوانین کے خاتمے کا قانون روتی یہودی فریکس سوکس اٹارنی جنرل نے پاس کروا دیا۔

* * *

نواں باب

1967ء میں عربوں کے ساتھ اسرائیل کے روز بروز بڑھتے ظالمانہ سلوک اور مجرمانہ کارروائیوں نے عرب دنیا میں اسرائیل کے خلاف نفرت بڑھا دی اور بالآخر وہ وقت آ گیا جب اردن، مصر اور شام نے اپنی افواج کو اسرائیلی سرحدوں کی طرف مارچ کا حکم دے دیا لیکن اسرائیل نے عربوں کو اشتعال دلانے سے پہلے اپنا ہوم ورک مکمل کر لیا تھا۔ حیران کن فوجی کارروائی کے ذریعے اسرائیل نے صحرائے سینا میں مصری افواج کو درمیان سے کاٹ کر آدھے صحرا پر قبضہ کر لیا۔ دریائے اردن کا مغربی کنارہ اردن سے چھین لیا۔ 8 رجون 1967ء کو اسرائیلی فوج نے ایک خفیہ جاسوسی آپریشن کے ذریعے امریکہ کے بحری جہاز یو ایس ایس لبرٹی پر حملہ کیا۔ تارپیڈو فائر سے جہاز کو ڈبویا اور اس کا الزام مصر پر لگا دیا۔ اس حرکت کا مقصد امریکہ اور عربوں کے درمیان غلط فہمی کے ذریعے اختلافات کو جنم دینا اور موساد کے اس بنیادی اصول کے عین مطابق تھا: By way of deception, Thou shalt war۔ 34 امریکن میرین مارے گئے۔ 174 زخمی ہوئے۔ اسرائیل نے جھوٹ بولا کہ یہ غلط فہمی کی وجہ سے ہوا جبکہ امریکی جہاز پر بہت بڑا امریکی پرچم لہرا رہا تھا۔ اسرائیل کا کہنا تھا کہ اس کا نشانہ اس سے کچھ فاصلے پر موجود مصری جہاز ''القیصر'' تھا جو امریکی جہاز سے 180 فٹ چھوٹا ہے۔

اسرائیلی بحریہ نے 57 منٹ تک امریکی جہاز کے خلاف کارروائی کی جس کے دوران امریکی پرچم بھی نشانہ بنا۔ جہاز کے عملے نے دوبارہ امریکی پرچم لہرا کر اسرائیلی حملہ آوروں کو اپنی شناخت بتانے کی کوشش کی لیکن ان کی شنوائی نہ ہوئی۔ اسرائیل نے جان بچانے کے لئے لائف بوٹس میں سوار ہونے والوں کو بھی نہیں چھوڑا۔

امریکہ کی طرف سے اپنے بحریہ کے جوانوں کو حکم جاری ہوا کہ وہ اس حملے سے متعلق پچاس یا ایک دوسرے سے گفتگو نہ کیا کریں کیونکہ یہ ''نیشنل سیکورٹی'' کا مسئلہ ہے۔ اس زمانے میں

برٹش پریس نے اسے "جیوئش ٹیکوری" لکھا تھا۔ حیرت کی بات ہے امریکہ کی انکوائری ٹیم نے اس حادثے کی انکوائری تو کی جس میں واضح ہدایات تھیں کہ حملہ آوروں کا تعین نہیں کرنا۔ اس کے ساتھ ہی کانگریس سے ڈیفنس منسٹری نے درخواست کی کہ وہ اس مسئلے کو زیر بحث نہ لائے۔ اس سے امریکہ میں "اینٹی یہودی لابی" کو تقویت ملے گی۔ یہ سارا گورکھ دھندہ روتھس چائلڈ کا خرید کردہ پریس چلا رہا تھا۔ اس حملے کے اگلے ہی روز یعنی 9 جون کو اسرائیل نے جارحیت کرتے ہوئے شام کو "گولان ہائٹس" پر بھی قبضہ کر لیا۔ اسی سال De Rothschild Feres کا نام Banque Rothschild رکھ دیا گیا۔

1968ء میں موریس روتھس چائلڈ کی بیوی پراسرار موت مر گئی۔ 1970ء میں اشکنازی یہودی رچرڈ پرلی کو جب وہ سینیٹر ہنری کے "سکوپ" جیکسن پر کام کر رہا تھا، اسرائیل کو خفیہ اور اہم معلومات فراہم کرنے کے الزام میں ایف۔ بی۔ آئی نے گرفتار کر لیا لیکن اس کے خلاف کارروائی کی امریکیوں کو جرات نہ ہوئی۔

برطانوی وزیراعظم ایڈورڈ ہیتھ نے اس سال لارڈ وکٹر روتھس چائلڈ کو اپنی پالیسی یونٹ کا سربراہ مقرر کر دیا جس نے برطانیہ کو "یورپین کمیونٹی" میں دھکیل کر یہودیوں کے منصوبے "عالمی حکومت" کی طرف پیش قدمی شروع کی۔

1971ء میں گیری ایلسن اور لیری ابراہام کی مشترکہ تصنیف None Dare Call it Conspircy شائع ہوئی جس میں انہوں نے ثابت کیا کہ سوشلسٹ انقلاب برپا کر کے یہودیوں نے کس طرح روس کی تمام دولت، انڈسٹری، سونا اور ذرائع نقل و حمل کو روتھس چائلڈ اور اس کے فرنٹ مین ایجنٹوں کے کنٹرول میں دے دیا تھا۔ اسی سال امریکہ میں معروف اور بدنام زمانہ یہودی گینگسٹر "لینسکی" پر امریکی مصنف ہنری میک کی کتاب Lansky منظر عام پر آئی جس کے ٹائٹل پر لکھا تھا:

"Jews control crime in the United States"

اس پر حواس باختہ ہو کر ADL حرکت میں آئی اور کتاب کا اگلا ایڈیشن تبدیلیوں کے ساتھ منظر عام پر آیا۔ اس مرتبہ اس کو "جیوئش انگلش" میں لکھا گیا تھا:

"The Mob runs America and Lansky runs the Mob"

1972ء میں ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (WHO) نے چیچک کے خلاف افریقہ میں ویکسی نیشن کی مہم چلائی اور لاکھوں لوگوں کو ایچ آئی وی ایڈز کے جراثیم منتقل کر دیئے۔ یہ روتھس چائلڈ کے پروگرام "کالے پسماندہ لوگوں کی آبادی ختم کرو" کا حصہ تھا جس کے نتائج آج تک دنیا بھگت رہی ہے۔

1973ء میں عراق، شام، مصر، اور اردن نے اسرائیل سے اپنی زبردستی ہتھیائی گئی زمین واپس لینے کے لئے حملہ کیا اور گولان ہائٹس، غزہ، ویسٹ بینک سے اسرائیلی فوجوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ اسرائیل کی عربوں کے ہاتھوں شکست کے ساتھ ہی یہودی کنٹرولڈ امریکی حکومت میں ہلچل مچ گئی اور امریکہ کی طرف سے اسرائیل کو جدید ترین اسلحہ کے جہاز بھر بھر کے روانہ کئے گئے۔ اس کے ساتھ ہی عربوں کے خلاف شرانگیز پروپیگنڈہ مہم کا آغاز ہو گیا۔ اسرائیل کے ہاتھوں اپنے بحری جہاز تباہ کروانے والے امریکہ نے جرمنی اور نارتھ کیرولینا میں موجود اپنے فوجیوں کو بھی اسرائیل کی جنگی مدد کے لئے سٹینڈ بائی کر دیا۔ یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ امریکہ کی آشیرواد کے ساتھ تب سے آج تک اسرائیل نے خصوصاً فلسطینیوں اور عربوں کا کس طرح ناطقہ بند کر رکھا ہے گو کہ امریکہ کے بیشتر عوام اس پر تحفظات رکھتے ہیں اور اس ضمن میں متعدد مرتبہ احتجاج بھی کیا ہے لیکن کسی کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔

15 اپریل 1973ء کو ڈیموکریٹک سینیٹر فرام آرکنساس جے ولیم فل برائٹ نے سی بی ایس ٹی وی پر انٹرویو میں کہا:

"امریکی سینیٹ اسرائیل کی دوسرے درجے کی غلامی کر رہی ہے۔ اسرائیل ہماری سینیٹ کو کنٹرول کرتا ہے۔ یہ خاموش رہنے کا نہیں احتجاج کرنے کا وقت ہے۔ حکومت کے لئے مشکلات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔"

10 اکتوبر 1973ء کو امریکی نائب صدر سپائرو ایگنیو نے استعفیٰ دے دیا۔ استعفیٰ کی وجہ تو میڈیا کی طرف سے وائس پریذیڈنٹ پر لگائے گئے الزامات بتائی گئی لیکن حقیقت یہ تھی کہ نائب صدر سپائرو ایگنیو نے اس جیوئش کمیونسٹ مافیا کے خلاف مہم شروع کی ہوئی تھی جس نے امریکہ کو کنٹرول کر رکھا تھا۔

روتھس چائلڈ کنٹرولڈ آئی بی ایم کے چارج ہے واؤ ور نے یو پی سی (Universed

(Product Code) ایجاد کیا جو بین الاقوامی تجارت میں استعمال ہونے والی ہر آئٹم پر لکھا جانے لگا اور یہ تھا "666" یعنی یہودیوں کا مذہبی نمبر۔ اسی سال این ایم روتھس چائلڈ اینڈ سنز نے برٹش نیو فاؤنڈ لینڈ کارپوریشن کا چرچل فالز پراجیکٹ کینیڈا میں مکمل کرلیا۔ اسی سال این ایم روتھس چائلڈ اینڈ سنز نے روتھس چائلڈ پرائیویٹ مینجمنٹ لمیٹڈ کا آغاز بھی کردیا۔

8/اگست 1974ء کو امریکی صدر نکسن نے واٹر گیٹ سکینڈل کے انکشاف پر استعفیٰ دیدیا جس میں الزام لگایا گیا تھا کہ دو سال قبل صدر کے انتخابات کے موقع پر ان کی حمایت میں مواد حاصل کرنے کے لئے ڈیموکریٹ نیشنل کمیٹی کے دفتر سے راز چرائے گئے تھے۔ جو بات ساری دنیا سے چھپائی گئی اور جو اس سکینڈل کی اصل وجہ تھی وہ یہ تھی کہ صدر نکسن نے اس سے بھی ایک سال پہلے 1971ء میں امریکہ میں موجود آئی آر ایس کے ان یہودی ایجنٹوں کے خلاف سخت کارروائی کا حکم دیا تھا جو امریکہ کے متمول یہودیوں کو ٹیکس چوری میں معاونت کر کے امریکی حکومت کو کئی بلین ڈالر کا نقصان پہنچا رہے تھے اور انہوں نے امریکہ میں اپنے غنڈہ گردی گروپ بنا رکھے تھے جن کی بیخ کنی کے امریکی صدر نے احکامات جاری کیے۔ اس کے ساتھ ہی واٹر گیٹ سکینڈل کا آغاز بھی ہوگیا اور امریکی تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی صدر کو استعفیٰ دینا پڑا۔

10/دسمبر 1974ء کو مصر میں یہودی دانشور امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر کی سربراہی میں دو سو صفحات پر مشتمل ایک کلاسیفائیڈ رپورٹ بعنوان "نیشنل سیکورٹی سٹڈی میمورنڈم 200" پیش کی گئی جو دنیا بھر میں پھیلتی انسانی آبادی سے متعلق تھی۔ اس رپورٹ کی بنیاد یہ تھی کہ دنیا خصوصاً ترقی پذیر ممالک میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی امریکہ کی سلامتی کے لئے مستقبل میں خطرات پیدا کرسکتی ہے۔ اس خطرے کا تدارک کیا جائے اور دنیا میں آبادی کی رفتار کو برتھ کنٹرول، جنگ اور کیمیاوی ادویات کے ذریعے کنٹرول کیا جائے۔ اس بدنام زمانہ پروگرام کو (NSSM-200) کہا جاتا ہے۔

1975ء میں یونائیٹڈ نیشن نے قرارداد نمبر 3379 کے ذریعے یہودیوں کے نسلی تعصب کے خلاف سخت ریمارکس دیئے۔ اس قرارداد کے ذریعے یہودیوں کی اصلیت کو بے نقاب کرکے دراصل ایک ایسے سانپ میں تبدیل کردیا گیا جو ایک ہی قوم کو ڈس رہا ہے کیونکہ نسلی تعصب کے علمبردار یہودی دنیا میں بظاہر اس نعرے کے ساتھ پروپیگنڈہ کررہے تھے "We are all equal" جو دراصل سفید جھوٹ تھا۔ اسی دوران یہودی

اسرائیل اور اپنے متعلق اس زعم میں مبتلا تھے۔ "We God's chosen people"
ان حالات میں یہودیوں کی زیر کنٹرول یونائیٹڈ نیشن کی قراردادیں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی سال شائع ہونے والی کتاب:

"Tragedy & Hope: A History of the world in our time"

میں مصنف کیسول کوآ منگلی لکھتی ہیں:

''دنیا میں کسی نہ کسی روپ میں ایک بین الاقوامی نیٹ ورک ایسا موجود ہے جو ساری دنیا کی معیشت کو پرائیویٹ کنٹرول میں لے کر دنیا کے سیاسی نظام اور دنیا کی ہر سیاسی حکومت کو اپنے تابع رکھنا چاہتا ہے''

1976ء واشنگٹن کے یہودی ہیرالڈ روزن تھال نے ایک اور واشنگٹن کے یہودی سینیٹر جیکب تیوٹش کے حوالے سے اہم بیان دیا:

''زیادہ تر یہودی یہ بات تسلیم نہیں کرتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارا خدا Lucife (شیطان) ہے''

1977ء میں اسرائیلی پارلیمنٹ Knesset نے قانون نمبر 5738-1977 پاس کیا جس کی رو سے اسرائیل میں مشنری سرگرمیوں پر پابندی عائد کردی گئی اور قانون بن گیا کہ اگر کسی عیسائی نے کسی یہودی کو تبلیغی مقاصد کے لئے ''نیا عہد نامہ'' دیا تو اسے پانچ سال قید کی سزا دی جائے گی۔ مارچ 1978ء میں اسرائیل میں ہونے والی ایک تخریبی کارروائی کے نتیجے میں ایک بس کے 30 مسافر مارے گئے۔ اسرائیلی افواج نے اس پر آتش پا ہو کر ساتھ لبنان پر چڑھائی کردی۔ جنوبی لبنان کے چھ میل علاقے پر قبضہ کر کے بے گناہ فلسطینی شہریوں پر کلسٹر بموں کی بارش کردی جس میں 1500 بے گناہ شہری مارے گئے۔

O

اس ناجائز قبضے کا خاتمہ امریکی صدر جمی کارٹر کی اس دھمکی کے بعد ہوا جس میں انہوں نے اسرائیل کو اسلحہ کی سپلائی بند کرنے کی وارننگ دیتے ہوئے کہا تھا کہ یہ اسلحہ اسرائیل کو صرف غیر ملکی حملے کا مقابلہ کرنے کی شرائط پر ملا ہے ہمسایہ ممالک پر دہشت گردی سے قابض ہونے کیلئے نہیں۔ بہر حال وجہ جو بھی رہی ہو اسرائیل نے اپنے مقاصد حاصل کرلئے تھے۔ انہوں نے ایک

سازش کے تحت خود ہی ایک بس پر حملہ کروایا۔ پھر اس حملے کا جواز بنا کر جنوبی لبنان پر جارحیت کا اصل مقصد دریائے Litani کا رخ تبدیل کر کے اس کے پانی کا ناجائز حصول تھا جو قابض یہودی افواج نے پورا کرنے کے بعد ہی اس جگہ کو خالی کیا۔

16 اکتوبر 1977ء کو آرچ بشپ "ووج تائلا" Wojtyla پہلا غیر اطالین پوپ منتخب ہو گیا۔ یہ واقعہ 455 سال بعد پیش آیا تھا۔ گزشتہ 132 سال میں یہ سب سے کم عمر پوپ تھا جس کی عمر 58 سال تھی۔ جس نے پوپ جان پال II کا نام اختیار کیا لیکن کم لوگوں کو علم ہے کہ پوپ جان پال II کی ماں یہودی تھی اور اسرائیل کی شہریت رکھتی تھی۔

ان ہی دنوں اشکنازی یہودی سٹیفن بیرن جو فارن ریلیشنز سینیٹ کمیٹی کا اہم ممبر تھا" کا واشنگٹن ڈی سی میں موجود ہوٹل اسرائیلی انٹیلی جنس کی سرگرمیوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ایک مقامی کارندے کی معمولی سی غلطی سے یہ سازش پکڑی گئی۔ 1977ء ہی میں ایک ہزار سے زائد ہم جنس پرستوں پر امریکہ میں ہیپاٹائٹس بی کا تجربہ کیا گیا۔ ان پر جو تجرباتی ادویات استعمال کی گئیں وہ نیشنل انسٹیٹیوٹ آف ہیلتھ اور سنٹر فار کنٹرول بیماریاں (سی ڈی سی) کی طرف سے فراہم کی گئیں۔ دراصل ان پر تجربات کی تو صرف 8 فیصد ادویات تھیں، باقی تجربات "ایڈز" پر کئے گئے تھے اور ان سب کا محرک نیویارک کے سٹی بلڈ بینک کا ڈاکٹر وولف شمٹگر ایک پولینڈ نژاد یہودی تھا۔

1981ء میں یہ رپورٹ سامنے آئی تھی کہ اس تجربے سے 8 فیصد لوگوں کو ایڈز کا عارضہ لاحق ہو گیا جبکہ 1984ء میں یہ بھیانک انکشاف ہوا کہ جن ہم جنس پرستوں پر یہ تجربات کئے گئے ان میں سے 64 فیصد ایڈز کے مریض بن گئے۔ اسی سال شائع ہونے والی کتاب "The Jewish Paradox" میں یہودی کانگریس کا 1948ء تا 1977ء تک رکن رہنے والا صدر ناہم گولڈمین کہتا ہے:

"میں کوئی زیادتی نہیں کر رہا لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہودی کی زندگی اس فہرست کے گرد گھومتی ہے خوب کماؤ اور احتجاج کرتے رہو"

جنوری 1979ء کے پہلے ہفتے میگزین میں معروف بالی ووڈ اداکار مارلن برانڈو نے بالی ووڈ انڈسٹری کی یہودیوں کے اثر و نفوذ اور جنسی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے حوالے سے حیران کن انکشافات کئے۔

1979ء ہی میں امریکہ کی طرف سے مصر اسرائیل جنگ سے "متاثرہ بے چارے

اسرائیل" کیلئے 3 بلین ڈالر کی امداد منظور کی گئی جو امریکن ٹیکس گزاروں پر ظلم کے مترادف تھی۔ ان ہی دنوں اسرائیلی انٹرنل سیکورٹی ایجنسی "شن باتھ" نے ایک یہودی ایجنٹ کے ذریعہ شہر میں موجود امریکی تو نصیف جنرل سے جنسی تعلقات استوار کروا کے آسانی سے امریکی [illegible] تک رسائی حاصل کر لی۔

1980ء میں عالمی سطح پر پرائیویٹائزیشن کو عروج حاصل ہوا۔ یہ روتھس چائلڈ کا منصوبہ تھا جس کے ذریعے وہ دنیا بھر میں حکومتوں کے اہم ذرائع آمدن پر قابض ہونا چاہتے تھے۔ 1980ء ہی میں 24 جولائی کو امریکی صدر جمی کارٹر کو یہودی سیکرٹری آف سٹیٹ سائرس آر وانس کی طرف سے اہم رپورٹ "گلوبل 2000 رپورٹ" پیش کی گئی جس میں دنیا کی تیزی سے بڑھتی آبادی کو امریکہ کیلئے خطرہ قرار دیتے ہوئے 2050ء تک کم از کم سو ملین آبادی کے خاتمے کی تجویز پیش کی گئی جس کو نہ صرف منظور کیا گیا بلکہ اس پر زیادہ تیزی سے عمل شروع ہوا اور دنیا کے کونے کونے میں برتھ کنٹرول پروگرام پر عمل شروع ہوا۔

جولائی 1981ء میں اسرائیل نے بیروت پر پھر بمباری کی اور 450 بے گناہ سویلین مارے گئے۔ اسی دور میں یو این او کے سیکرٹری جنرل کرٹ والڈہیم نے رپورٹ پیش کی کہ اسرائیلی افواج نے پہلے بے گناہ فلسطینیوں پر بمباری کی پھر اسرائیلی توپخانے نے گولہ باری شروع کر دی۔ اسی دوران فرانسیسی حکومت نے بینک روتھس چائلڈ کو نیشنلائز کر لیا۔ روتھس چائلڈ نے اس کے مقابلے میں فرنچ بینک روتھس چائلڈ اینڈ سائی بینک (آر سی بی) قائم کیا جو جلد ہی فرانس کا لیڈنگ سرمایہ کاری ہاؤس بن گیا۔

1982ء میں 16 تا 18 ستمبر کے دوران اسرائیل کے وزیر دفاع یک چشم موشے دایان نے صابرہ اور شتیلہ کے مہاجر کیمپوں میں انسانی درندگی اور بربریت کا بدترین مظاہرہ کرتے ہوئے تقریباً دو ہزار عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مرنے والی تقریباً ہر عورت کے ساتھ موت سے پہلے اجتماعی ریپ کیا گیا۔ ان میں وہ برطانوی نرسیں بھی شامل ہیں جو ریڈ کراس کی طرف سے ان مہاجر کیمپوں میں خدمات سرانجام دے رہی تھیں۔ حرام خور یہودی اس انسانیت کش آپریشن کو "Operation peace for Galilee" کہتے ہیں۔ عالمی احتجاج کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہوئے یک چشم شیرون نے بیروت پر ہوائی حملہ کروایا جس میں 18 ہزار بے گناہ فلسطینی مارے گئے۔

اسرائیل کے دہشت گرد وزیراعظم بینجمن نیتن یاہو نے اس صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا "ہم دنیا میں کسی کو اپنے کسی عمل کیلئے جوابدہ نہیں سمجھتے"

اسرائیلی عوام نے بھی اس بربریت کے خلاف احتجاج کیا جس پر حکومت کی طرف سے یہ جواز پیش کیا گیا کہ یہ "کراس بارڈر ٹیررازم" کو ختم کرنے کیلئے کیا گیا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس قتل وغارت گری کے واقعہ سے ایک سال قبل تک اسرائیل کا کوئی سرحدی شہری کسی حملے کا شکار نہیں ہوا تھا۔ بہرحال اس حملے سے صیہونی درندوں نے اپنے مقاصد حاصل کرلئے جب پی ایل او کا لیڈر یاسر عرفات بیروت سے تیونس کی طرف پرواز کرنے پر مجبور ہوگیا۔

1983ء میں روتھسس چائلڈ کے زیر کنٹرول آئی ایم ایف نے ایکواڈور حکومت کیلئے 50 ملین ڈالر کا قرضہ اس شرط پر منظور کیا کہ تمام بینک اس کے ہاتھ فروخت کردیئے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی حکومت کو اشیائے خورونوش کی قیمتوں میں اضافے، روپے کی قیمت میں کمی کی شرائط اس کے علاوہ تھیں۔ جب ان اقدامات سے بھی یہودی سودخوروں کو تسلی نہ ہوئی تو ایکواڈور حکومت کو حکم ملا کہ ایک لاکھ 20 ہزار ملازمین کو فارغ کردیا جائے جو ایک جنبش قلم فارغ ہوگئے اس کے ساتھ ہی آئی ایم ایف سے جو احکامات صادر ہوئے وہ کچھ اس طرح تھے۔

نومبر 2000ء تک گیس کی قیمت میں 80 فیصد اضافہ ہونا چاہئے۔ حکومتی واٹر سسٹم کو آئی ایم ایف کے مقرر کردہ ہائی کمیشنل کے ہاتھ فروخت کردیا جائے۔ برٹش پیٹرولیم (بی پی) یہودی کمپنی کو پائپ لائن بچھانے کا ٹھیکہ دیدیا جائے۔ مزید ورکروں کی چھانٹی کے علاوہ سرکاری تنخواہوں میں 50 فیصد کمی کردی جائے۔ اکتوبر 1983ء میں گل ایبیب کے مئیر نے بیان دیا:

"جب تک تمام فلسطینی بطور یہودی غلام زندگی بسر کرنا انتخاب نہیں کرتے ہم انہیں قتل کرتے رہیں گے"

23 اکتوبر 1983ء کو بیروت میں امریکی افواج کی بیرکوں پر خودکش حملہ ہوا جس میں 241 امریکن فوجی مارے گئے۔ "موساد" کا بھگوڑا وکٹر آسٹروسکی اپنی مشہور عالم کتاب "By way of Deception" میں برملا اعتراف کرتا ہے کہ "موساد" کو اس حملے کی پیشگی اطلاع تھی لیکن ہم نے امریکہ کو بتانا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ لکھتا ہے:

"موساد کا امریکیوں کے متعلق عمومی رویہ یہ ہے کہ امریکن جائیں جہنم میں"

1984ء میں "موساد" کو اپنی منافقانہ پالیسی کی وجہ سے خاصی مشکلات کا سامنا رہا۔ وہ لوگ ایک ہی وقت میں سری لنکن اور تامل ٹائیگرز کو "موساد" کے ٹریننگ سکول Kfar Sirkin میں تربیت دے رہے تھے۔ روتھسس چائلڈ نے ایک ہی وقت میں سری لنکا اور تامل باغیوں پر سرمایہ کاری کی ہوئی تھی اور دونوں کو ایک دوسرے کے قتل عام کی ٹریننگ دے رہے تھے۔ دونوں متحارب گروپوں کو "موساد" تین تین ہفتے کا تربیتی کورس کروا رہی تھی۔ دونوں کے گروپس اسرائیل آ اور جا رہے تھے لیکن آخری لمحات تک دونوں کو اس بات کی بھنک بھی نہیں پڑی کہ ایک ہی کیمپ میں انہیں ایک دوسرے کے خلاف تربیت دی جارہی تھی۔ 1985ء میں جیک برنسٹن پبلشرز نے معروف زمانہ کتاب "The life of an American Jew in racist marxist Israel" شائع کی جس کے باب بعنوان "A Challenge" میں لکھا ہے:

"میرے یہودی بھائیو! مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ جو کوئی ہمارے گھناؤنے منصوبے اور عزائم بے نقاب کرنے کی جرأت کرتا ہے، تم اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ اگر ایسا کرنے والا غیر یہودی ہے تو تم اس پر "یہودی دشمن" کا الزام لگا کر اس کے گرد اپنی سموک سکرین بناتے ہو جس میں وہ بالآخر دم گھٹنے سے مر جائے لیکن ایسا کرنے والا اگر یہودی ہے تو تمہارا طریقہ کار مختلف ہوتا ہے۔ آغاز میں تم نظرانداز کرنے کی پالیسی اپناتے ہو اور کوشش کرتے ہو کہ بات زیادہ دور تک نہ جائے۔ اگر مطلوبہ اطلاع پھیلنے لگے تو تم اپنے باغی کو اس کی اطلاعات سمیت غائب کردیتے ہو۔ اگر یہ حربہ کامیاب نہ رہے تو متعلقہ شخص کی کردار کشی کی بھیانک مہم چلائی جاتی ہے جس میں حرافہ عورتوں کا استعمال معمول کی بات ہے جو اس مقصد کیلئے بطور خاص ٹرینڈ کی جاتی ہیں۔ اگر وہ ایسے کسی سکینڈل میں بھی نہ پھنسے تو تم اسے مروا دیتے ہو لیکن تم نے کبھی یہ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی کہ متعلقہ اطلاعات غلط تھیں"

جیک برنسٹن جس نے یہ کتاب لکھی تھی، کچھ عرصہ بعد ہی "موساد" کے ہاتھوں پراسرار موت مارا گیا۔

نیویارک ٹائمز نے دعویٰ کیا کہ ایف بی آئی ایسے درجن سے زیادہ واقعات کا ثبوت رکھتی ہے جب اس کے اعلیٰ افسران نے انتہائی خفیہ نوعیت کی اطلاعات ''موساد'' کو پہنچائیں۔ ایسی اطلاعات پہنچانے والوں میں سابقہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر ایف بی آئی اے سونڈ وال کا نام بھی شامل ہے لیکن امریکہ کے جسٹس ڈیپارٹمنٹ نے کبھی اس کا نوٹس نہیں لیا۔

نومبر 1985ء میں جوناتھن پولارڈ کو امریکہ میں اسرائیلی ڈیفنس منسٹری سائنٹیفک لیژان بیورو کو خفیہ اطلاعات دیتے گرفتار کرلیا گیا۔ Lakam نامی اس اسرائیلی خفیہ ایجنسی کا سربراہ رافیل ایٹین وہ شخص ہے جس نے 1960ء میں ارجنٹائن میں ایڈولف ایچ مین کو قتل کیا تھا۔ پولارڈ نے امریکی نیول فورسز سے متعلق انتہائی حساس اطلاعات اسرائیلی ایجنسی کو پہنچائی تھیں جس پر اسے عمر قید کی سزا ہوئی۔ اسی دوران Milco نامی الیکٹرونکس کمپنی کا مالک رچرڈ سمتھ امریکی ایف بی آئی کی نظروں میں آگیا جس نے اسرائیل کو نیوکلیئر ٹائمنگ سوئچ سمگل کیے تھے۔

ان دنوں ''موساد'' نے ''بلیک آپریشن'' کے نام سے اسکندریہ سے پورٹ سعید کی طرف جانے والا ''Achille Lavro'' نامی کروز شپ اغوا کرلیا۔ اسرائیلی فوج کے دہشت گرد کمانڈوز نے شپ پر موجود امریکی یہودی لی آن کلنگفر کو قتل کرکے سمندر میں پھینکا' اپنا مشن پورا کرکے غائب ہوگئے۔ اسکے ساتھ ہی ساری دنیا میں جہاز کے عرب دہشت گردوں کے ہاتھوں اغوا اور یہودیوں کے قتل کی خبریں پھیلا دیں۔

اس نوعیت کی حرامکاری کو کتاب ''Profits of War'' میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مصنف ایری بن میناشی اسرائیلی وزیر اعظم شمیر کا سابقہ ایڈوائزر ہے جس میں اس نے بڑے فخر سے وہ خفیہ طریقِ واردات بے نقاب کیا ہے جس کے ذریعے وہ فلسطینی مجاہدین گروپس کو مخصوص انداز میں سرمایہ فراہم کرکے ان سے اسرائیلی تنصیبات خصوصاً پبلک پراپرٹیز پر حملے کرواتے تھے تاکہ امریکہ میں فلسطینیوں کے خلاف نفرت اور غلط فہمی پیدا کی جاسکے۔ اس دور میں ''فلسطینی مجاہد گروپس'' کے ہاتھوں جتنے بھی بحری جہاز اغوا ہوئے وہ سب ''موساد'' کا کارنامہ تھا۔ بحری جہازوں کے اغوا پر یہودی فلمسازوں نے باقاعدہ فلمیں بنائیں۔ تاکہ اس مسئلے کو زیادہ سے زیادہ اچھال کر عربوں کے خلاف عالمی نفرت میں اضافہ کیا جاسکے۔

اسی سال روتھسس چائلڈ نے اپنے ایک ایجنٹ مارٹن سنفٹ کے ذریعے برطانوی حکومت کو پرائیویٹائزیشن کے راستے پر ڈالا جس نے ہر برطانوی شخصیت کو اپنے دھندے میں

حصہ دار بنا کر برطانوی گیس کمپنی برٹش گیس' برٹش سٹیل' برٹش ٹیلی کوم روتھسس چائلڈ کے فرنٹ مینوں کے ہاتھوں فروخت کروادیا۔

1986ء میں اسرائیل کے شہر ڈائی مونا میں موجود نیوکلیئر پلانٹ کے ایک سینئر یہودی ٹیکنیشن نے یہ انکشاف کرکے امریکیوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیئے کہ 1976ء سے 1985ء تک اس پلانٹ میں اسرائیلی حکومت دراصل ایٹمی اسلحہ تیار کرتی رہی ہے جو بڑی مقدار اور تعداد میں اسرائیل کے پاس موجود ہے۔ اس یہودی ٹیکنیشن جس کا نام مارڈیچی وانونو تھا کا ضمیر اس لیے جاگا جب اس نے یہودیت ترک کرکے عیسائیت قبول کرلی کیونکہ وہ یہودیت کے مظاہر دیکھ کر تنگ آچکا تھا۔ اس کا طویل انٹرویو دستاویزی ثبوتوں اور تصاویر سمیت لندن کے سنڈے ٹائمز نے شائع کیا۔ یہ ثبوت ظاہر کرتے تھے کہ اسرائیل کے پاس دو سو سے زیادہ نیوکلیئر وار ہیڈ موجود ہیں۔

30 ستمبر 1986ء کو یہودی جاسوسہ چیرل بنڈو جس نے مارڈیچی وانونو کو اپنے جنسی جال میں اچھی طرح پھانس لیا تھا' اس سے عشق محبت کا ڈرامہ رچا کر روم لے گئی جہاں ایک فلیٹ میں وانونو کو نشہ آور ادویات پلا کر یرغمال بنایا گیا اور ''موساد'' کے ایجنٹ اسے صحرائی جھیل تک لے گئے جہاں ایک فریگیٹ جہاز اسے اسرائیل لے جانے کیلئے تیار کھڑا تھا۔ اس طرح ''موساد'' نے اپنے ملزم کو اسرائیل پہنچادیا۔ خفیہ ٹرائل کے بعد اسے جاسوسی اور غداری کے الزام میں 18 سال قید کی سزا دی گئی۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ''وانونو'' نے کسی حکومت کو اسرائیلی سیکریٹ فروخت کرکے اس سے رقم حاصل نہیں کی تھی نہ ہی وہ اسرائیل کے خلاف جاسوسی سرگرمیوں میں ملوث تھا بلکہ محض اپنے ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہوکر اس نے یہ انکشاف کیے تھے۔ اس ٹرائل کے دوران وکلائے صفائی کی طرف سے متعدد مرتبہ یہ سوال پوچھا گیا کہ اسرائیل کے پاس نیوکلیئر ہتھیار ہیں یا نہیں؟ اسرائیلی حکومت نے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔

آئیوان بوئسکی' ڈینس لیوائن' مارٹن سیگل اور مائیکل ملیکن نامی یہودی سرمایہ کاروں کو ایک بڑے مالیاتی سکینڈل میں امریکہ میں گرفتار کرلیا گیا لیکن انہیں معمولی سزائیں اور جرمانے کیے گئے۔ اس عظیم الشان سکینڈل پر ہالی ووڈ نے آسکر ایوارڈ یافتہ فلم ''وال سٹریٹ'' بنائی تھی جس میں اولیور سٹون نے پراسرار کردار ''Gekko'' کی یہودی شناخت آخری وقت تک چھپائے رکھی۔ 1986ء میں بنجمن نیتن یاہو نے جو بعد میں اسرائیل کا وزیراعظم بنا' اپنی کتاب

"Terrorism: How the west can win" میں لکھا:

"فلسطینی ناقابلِ علاج کینسر ہیں جن کا ختم ہونا ضروری ہے"

برطانیہ میں پبلک آرڈر ایکٹ 1986ء پاس ہوا جس کے ذریعے برطانوی باشندوں کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ وہ امیگریشن کے مسائل خصوصاً یہودیوں کی برطانیہ میں بیشتر معاملات میں برتری کو زیرِ بحث نہیں لا سکتے۔ اس ایکٹ کے ذریعے برطانوی پولیس کو یہ اختیارات حاصل ہو گئے کہ وہ کسی بھی ایسی جگہ چھاپہ مار سکتے ہیں جہاں نسلی تعصبات زیرِ بحث ہوں۔ اس ایکٹ کے نفاذ میں اہم کردار دو برطانوی ہوم سیکرٹریز کا تھا' دونوں یہودی تھے جن کے نام لیون برٹینسکی اور میلکولم ریفکنڈ ہیں۔

1987ء میں ایڈمنڈ ڈی روتھس چائلڈ نے ورلڈ کنزرویشن بینک کے ذریعے تیسری دنیا کے زمینی محصولات سے حاصل سرمائے کو بینک میں منتقل کرنے کے اختیارات حاصل کر لئے۔ اسی طرح تیسری دنیا جو کل زمین کے 30 فیصد حصے پر قائم ہے' روتھس چائلڈ کے ہتھے چڑھ گئی۔ 24 اپریل 1987ء کو وال سٹریٹ جرنل نے لکھا:

"ایران کونٹرا سکینڈل میں اسرائیلی کردار کی تفصیلات کبھی منظرِ عام پر نہیں لائی جائیں گی"

1988ء میں ورلڈ سنٹرل بینک کے تین بازوؤں دی ورلڈ بینک' دی بینک آف انٹرنیشنل سیٹلمنٹس (BIS) اور آئی ایم ایف جو اب عمومی طور پر ورلڈ سنٹرل بینک کے حوالے سے پہچانے جانے لگے تھے' کو ہدایات جاری ہوئیں کہ وہ اپنی Liabilities سے اپنا کیپیٹل 1992ء تک 8 فیصد بڑھا لیں۔ سرمایہ بڑھانے کیلئے بینکوں نے اپنے سٹاک فروخت کئے جس سے تیسرے ممالک کی سٹاک ایکسچینجوں میں تھرتھلی مچ گئی۔ صرف جاپان کی مثال لیجئے جہاں' سال میں سٹاک ایکسچینج کو 50 فیصد نقصان اٹھانا پڑا جبکہ ریئل اسٹیٹ کی قیمتیں 60 فیصد ہو گئیں۔

اس سکیم کے پیچھے مقصد یہ تھا کہ آئی ایم ایف اپنے "سپیشل ڈرائنگ رائٹس" SDR کو بین الاقوامی کرنسی کی صورت میں فروخت کر دے جسے مجبور ممالک اپنی معاشی صورتحال سنبھالنے کیلئے بے دریغ خریدنے پر مجبور ہوں اور جو ممالک ایس ڈی آر خرید لیں انہیں اپنے ریزروز BIS کے مطلوبہ معیار تک بڑھانے کا پابند کر دیا جائے جس کے بعد آئی ا

یم ایف فیصلہ کرے کہ کس ملک نے یہ مزید خریدنے ہیں اور کس کو ان کی فروخت روک دی جائے۔

اے ڈی ایل (Anti Defamation League) نے قانون کے مطابق میں اقلیتوں کے خلاف نفرت کے حوالے سے قانون سازی کی مہم چلائی جس کا مقصد اقلیتوں کا تحفظ تھا۔ بڑی جدوجہد اور ہیرا پھیری کے ذریعے اس قانون کی منظوری حاصل کر لی گئی جس کا اصل مقصد دراصل روتھس چائلڈز کی مجرمانہ معاشی اور سیاسی سرگرمیوں پر تنقید کا دروازہ بند کرنا تھا جس میں یہودی بڑی کامیابی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ اس ایکٹ کے نفاذ سے یہودیوں کو مکمل مذہبی اور معاشرتی تحفظ مل گیا۔

دسواں باب

معروف تاریخ نویس جیمز باکیو نے اپنی کتاب "other Losses" میں لکھا ہے کہ امریکی یہودی صدر آئزن ہاور نے اپنے یہودی آقاؤں کے احکامات اور "تالمود" کی تعلیمات کے زیر اثر لاکھوں جرمن قیدیوں کو جنگی کیمپوں میں قتل کروایا۔ انہیں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کتاب کے آغاز میں ایک سابق جرمن لیفٹیننٹ جو بعد میں کرنل ارنسٹ ایف فیشر پی ایچ ڈی ڈاکٹر بنا۔ اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

اپریل 1945ء کے آغاز سے امریکی اور فرانسیسی افواج نے اپنے جنگی کیمپوں میں دس لاکھ جرمنوں کو یہودی آئزن ہاور کی نفرت کی بھینٹ چڑھا دیا۔ آئزن ہاور جرمنوں سے شدید نفرت کرتا تھا اور "تالمود" کی تعلیمات کے مطابق ان کے قتل عام کو ضروری خیال کرتا تھا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دنیا میں قرآن پاک اور بائبل کے نسخے آپ کو ہر جگہ قریباً دنیا کی ہر زبان میں دستیاب ہوں گے لیکن یہودیوں کی مذہبی کتاب "تالمود" کہیں نہیں ملے گی۔ اسے یہودی صرف اپنے تک محدود رکھتے ہیں۔ "تالمود" کی تعلیمات کے مطابق اس میں درج علم غیر یہودی کو نہیں پہنچایا جا سکتا۔ ایسا کرنے والے کی سزا بھی "تالمود" میں درج ہے۔

"ایسا کرنے والا موت کا مستحق ہے"

(Sanhedrin 58a Hagigah تالمود)

17 اگست 1988ء کو صدر جنرل ضیاء الحق ایک طیارے کے حادثے میں مارا گیا۔ ان دنوں بھارت میں امریکی سفیر جان ڈین نے اپنی حکومت کو رپورٹ بھیجی کہ اس کے پاس اس امر کے شواہد موجود ہیں کہ جنرل ضیاء الحق کے طیارے کے حادثے میں "موساد" ملوث ہے۔ اسرائیل پاکستان کی نیوکلیئر پالیسی سے خوفزدہ اور اسلامی بم پراجیکٹ کو ختم کرنے پر تلا ہوا تھا۔ اس اہم رپورٹ پر جان ڈین کو دماغی خلفشار کا مریض قرار دے کر سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ سے اس کی

ملازمت ختم کر دی گئی اور اب وہ نامعلوم امریکی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ بہرحال امریکی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے شدید دباؤ کے باوجود اس نے 2005ء میں 80 سال کی عمر میں منظر عام پر آ کر اپنی اس رپورٹ کو دوبارہ تصدیق کی ہے۔

1988ء میں قسپ ڈی روتھس چائلڈ مر گیا۔

1989ء میں "گلاس ناسٹ" پالیسی کے تحت مشرقی یورپ کے بہت سے ممالک کے عوام نے کمیونسٹ حکومتوں سے نجات کا مطالبہ کر دیا۔ 1989ء میں بہت سے مشرقی یورپی ممالک میں انقلاب آئے اور وہاں کے عوام نے کمیونسٹ حکومتوں سے نجات حاصل کر کے وہاں ری پبلکن حکومتیں قائم کر دیں۔ اس صورتحال نے آہنی پردہ (Iron Curtain) چاک کر دیا اور کمیونسٹوں کا قبضہ مشرقی یورپ پر کمزور پڑنے لگا۔

پریسٹرائیکا گلاس ناسٹ پالیسیوں نے صرف مشرقی یورپ ہی نہیں روس کا شیرازہ بھی منتشر کر دیا۔ روس میں بورس یلسن نے جس کی بیوی جوزف سٹالن کی بیٹی روزا کیگا نوچ تھی ری پبلکن حکومت کے ساتھ مل کر کمیونسٹ پارٹی کے اثر و رسوخ کے خاتمے کی مہم شروع کی اور پارٹی کے دفاتر اور جائیداد ضبط ہونے لگی۔ یہ روس میں کمیونزم کے خاتمے کی نشانی تھی جس کے نتیجے میں سات لاکھ یہودیوں نے اسرائیل کی طرف مراجعت کی۔

24 نومبر 1989ء کے اسرائیلی جرنل "ہاتم" کے مطابق اس وقت ڈپٹی فارن منسٹر اور بعد میں اسرائیلی وزیر اعظم اشکنازی یہودی بنجمن نیتن یاہو نے Bar Ilan یونیورسٹی میں طلباء کے اجتماع میں کرتے ہوئے کہا۔

"اسرائیل چین میں ہونے والے ہنگاموں اور ریلیوں کو بہر صورت ایکسپلائٹ کرے گا تاکہ دنیا کی توجہ عربوں پر اسرائیلی مظالم سے ہٹ جائے اور سب کو چین میں جمہوریت پسندوں کی فکر لاحق ہو اور ہم آسانی سے "عرب دہشت گردوں" کا قلع قمع کر سکیں"۔

20 دسمبر 1989ء کو امریکہ نے پانامہ کے صدر مینول نوریگا پر ڈرگ سمگلنگ کا الزام عائد کر کے اپنی فوجیں پانامہ میں داخل کر دیں۔ ابتدائی اطلاعات کے مطابق مائیک ہیریری نامی ایک شخص وہاں گرفتار ہوا جس کے متعلق پریس میں خبریں آئیں۔ نوریگا کی حکومت اسرائیلی انٹیلی جنس "موساد" کا ایک سابقہ آفیسر چلا رہا تھا جو بظاہر ڈیفو وائز رنوریگا سے جڑا تھا لیکن اصل میں تمام فیصلے اسی کے ہوتے تھے۔

یہ ''موساد'' کا آفیسر دراصل مائیک ہریری ہی تھا جب امریکی فوجی جنرل نوریگا کو گرفتار کر کے امریکہ لائے تو مائیک ہریری بھی امریکہ میں موجود تھا جو پھر پراسرار طور پر وہاں سے غائب ہو گیا یا کر دیا گیا۔ یہ سارا کھیل اسرائیل کو اس گھناؤنے دھندے سے نکالنے کے لئے رچایا گیا تھا۔ مائیک ہریری کے خلاف امریکی حکومت نے نہ تو کوئی الزام لگایا نہ ہی مقدمہ چلایا۔

1990ء میں ''موساد'' کے بھگوڑے وکٹر آسٹرووسکی کی کتاب By Way of Deception نے ساری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس کتاب میں وکٹر آسٹرووسکی لکھتا ہے:

1- ''موساد'' عرب ایجنٹوں کو اپنے گھناؤنے مقاصد کے لئے استعمال کرتی ہے۔

2- اسرائیلی ایجنٹوں کو عربوں کے روپ میں متحرک رکھا جاتا ہے۔

3- ''موساد'' منصوبہ بنا رہی ہے کہ عراق میں خانہ جنگی کی صورتحال پیدا کرے اور امریکہ کے لئے ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ عراق پر حملہ اس کے لئے ناگزیر ہو جائے۔

اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ موساد "Sayanim" کے بنیادی اصول کو کبھی نظر انداز نہیں کرتی۔ یہ لفظ دراصل عبرو زبان سے لیا گیا ہے جس کا مطلب ہے "To Help" اور اس کے مطابق دنیا میں رہنے والا ہر یہودی خواہ وہ کسی بھی ملک کا شہری ہو بطور یہودی اسرائیل کے لئے جان دینے کا پابند ہے۔ اپنی کتاب کے صفحہ 86 پر وکٹر آسٹرووسکی رقم طراز ہے۔

"Sayanim" موساد کے آپریشن کا ایک ناگزیر حصہ خیال کیا جاتا ہے۔ مدد کرنے والے کا سو فیصد یہودی ہونا ضروری ہے۔ یہ لوگ جو ''موساد'' کے لئے کام کرتے ہیں اسرائیل کے شہری نہیں ہوتے نہ ہی ان کا جنم اسرائیل میں ہوا۔ صرف یہ کہ وہ یہودی ہیں اور ان تک ''موساد'' رسائی بھی ان کے اسرائیل میں موجود رشتہ داروں کے ذریعے کرتی ہے۔ مثلاً کسی اسرائیلی یہودی کا کوئی رشتہ دار یہودی لندن میں رہتا ہے اور ''موساد'' اس سے کوئی کام لینا چاہتی ہے تو اسرائیلی یہودی سے ایک خط اپنے اس لندن کے یہودی رشتہ دار کے نام حاصل کیا جاتا ہے جس میں اسے تحسین کی گئی ہوتی ہے وہ حامل رقعہ ہذا کی جو یہودی ہے بہرصورت مدد کرے۔

موساد کے ایسے ہزاروں مددگار (Sayanim) دنیا کے کونے کونے میں موجود ہیں۔ صرف لندن میں ایسے یہودیوں کی تعداد 2 ہزار ہے جو اس نقص میں ''متحرک'' ہیں جبکہ 5 ہزار کسی بھی لمحے متحرک ہونے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ 1994ء میں اپنی کتاب The Other Side Of Deception میں آسٹرووسکی لکھتا ہے۔ صرف لندن میں ''موساد''

کے ایجنٹوں کو محفوظ پناہ گاہیں میسر آتی ہیں۔

فرض کریں کوئی مددگار (Sayan) رینٹ اے کار بزنس چلا رہا ہے تو وہ ''موساد'' کے ایجنٹ کو بغیر ضروری دستاویزات کے مطلوبہ کار فراہم کرے گا۔ اس طرح ایک رہائشی مددگار (Sayan) کسی بھی ایجنٹ کو خطرے کی صورت میں اپنے گھر میں پناہ دے گا۔ کوئی بھی بینک ملازم مددگار (Sayan) رقم کی ناجائز منتقلی میں تعاون کرے گا کوئی ڈاکٹر مددگار (Sayan) آدھی رات کے وقت بھی مطلوبہ ایجنٹ کو لگنے والی گولی کے جسم سے نکالنے کا اہتمام کرے گا اور پولیس کو اس کی کانوں کان خبر نہیں ہوگی۔ حاصل بحث یہ ہے کہ دنیا میں پھیلے غیر اسرائیلی یہودیوں کی ایک غالب تعداد ''موساد'' کے ایجنٹوں کی معاون و مددگار فوج کی حیثیت سے موجود ہے۔

اس سلسلے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ کسی مرحلے پر اگر کوئی ''مددگار'' مطلوبہ کام کرنے سے انکار بھی کر دے تب بھی وہ ''موساد'' کے اس ایجنٹ کے متعلق کبھی زبان نہیں کھولے گا جس نے اس سے مدد کی اپیل کی ہوگی۔ ''موساد'' کے ایجنٹ بڑے اعتماد سے اسرائیلی سرحدوں کے باہر بھی اپنی مدد پر کمربستہ ایک فوج ظفر موج موجود پاتے ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ 292 پر مصنف لکھتا ہے۔

دنیا بھر کے ممالک سے اسرائیل کے سمر کیمپ میں آنے والے بیشتر نوجوانوں کو جاسوسی کی خفیہ تربیت دینے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور جب وہ اپنے ملکوں کو واپس لوٹتے ہیں تو ''موساد'' اور ''تنظیم اسرائیل'' کی خدمت کے لئے کمربستہ تربیت یافتہ ایجنٹ بن چکے ہوتے ہیں اور کسی بھی حکم کے منتظر رہتے ہیں۔

اس مقصد کے لئے اسرائیلی حکومت کی طرف سے دنیا بھر میں موجود 18 سے 28 سال کی عمر کے یہودی نوجوانوں کی یہ پیشکش کی جاتی ہے کہ وہ اسرائیل میں نوجوانوں کے سمر کیمپ میں اسرائیلی حکومت کے خرچ پر شامل ہوں۔ اسرائیل حکومت کی سرکاری ویب سائٹ پر اس لئے جو فقرہ موجود ہے وہ ملاحظہ کریں۔

"Strengthen the sense of solidarity among world jewry"

یہودی اثر و رسوخ کا یہ عالم ہے کہ آج فرانس، جرمنی، سوئٹزر لینڈ، آسٹریا، بیلجیئم، رومانیہ، چیک ری پبلک، لتھوانیا، پولینڈ اور سلوواکیہ میں ہولوکاسٹ سے انکار جرم کے زمرے میں آتا ہے جس کی باقاعدہ سزا مقرر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی مغربی مفکر نے ''ہولوکاسٹ''

کی اصلیت بیان کرنے کی کوشش کی اسے عدالتوں کے دھکے کھانے پڑے اور وہ قانون کی گرفت میں آ گیا۔

''ہولوکاسٹ'' دراصل یہودیوں کا وہ مضبوط مظلومیت مارکہ ہتھیار ہے جس کے ذریعے وہ دنیا کی ہر سچائی کا آسانی سے گلا کاٹ سکتے ہیں اور اپنے خلاف ہونے والی کسی بھی تنقید کا سختی سے منہ بند کر سکتے ہیں اس ہتھیار کا یہودی دوسری جنگ عظیم کے بعد سے آج تک بڑی بے رحمی سے مسلسل استعمال کر رہے ہیں۔

2 راگست 1991ء میں کویت میں عراقی فوجوں کے داخلے کے بعد جب امریکہ اور برطانیہ نے عراق کے خلاف عالمی اتحاد کھڑا کر کے وہاں اپنی فوجیں داخل کیں تو دونوں مرتبہ 1991ء میں عراق کے بعض منتخب ٹارگٹ کو کارپٹ بمباری کے ذریعے تباہ کیا گیا اور اب دوسری مرتبہ جب امریکہ نے عراق پر چڑھائی کی تو 24 رفروری سے 28 رفروری کے درمیان قابض افواج نے انسانی تاریخ کی بدترین قتل عام کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈیڑھ لاکھ عراقی فوجیوں کو فیول ایئر بموں کے ذریعے ہلاک کر دیا۔ یہ عراقی کویت سے بصرہ کی طرف جانے والی ہائی وے پر سفر کر رہے تھے۔ امریکی صدر ہربرٹ واکر بش نے حکم دیا کہ ان بے یار و مددگار عراقی فوجیوں کو مار دیا جائے جنہیں بعد میں صحرا میں اجتماعی قبروں میں دفن کر دیا گیا جس کے بعد بش نے سیز فائر کا حکم جاری کیا۔ اس روز قتل عام کا پس منظر کیا ہے جس میں امریکی صدر بش نے ڈیڑھ لاکھ زندہ انسانوں کو اپنی وحشت و بربریت کی بھینٹ چڑھا دیا۔ جی ہاں یہ دراصل "Day of Purim" تھا۔ یہ وہ دن ہے جو یہودی قدیم بابل فتح کی خوشی میں مناتے ہیں۔ یہ ''قدیم بابل'' عراق کی سرحدوں میں موجود ہے اور یہودی اسے اپنے دشمنوں کے خلاف انتقام کی آگ ٹھنڈی کرنے کے ایک خون آشام دن کی یادگار کے طور پر مناتے ہیں۔

گیارہواں باب

آپریشن ڈیزرٹ سٹارم کے دوران قریباً 6 لاکھ 97 ہزار امریکی فوجی جن میں خواتین و مرد دونوں شامل ہیں' عراق بھیجے گئے جن میں سے قریباً 40 ہزار ''گلف وار سینڈروم'' کی بیماری سے ہلاک ہو گئے جبکہ 4 لاکھ سے زیادہ امریکی فوجی آج تک زیر علاج ہیں جنہیں یہ عارضہ لاحق ہوا تھا۔ یہ بات بطور خاص علم میں آئی کہ ایسرائنکس کمپنی آف ریٹیلی ڈبلیو وی سے امریکن آرمی کیلئے 8 لاکھ لباس بائیولوجیکل حملے سے بچاؤ کیلئے بطور خاص حاصل کئے گئے جن میں سے زیادہ ناکارہ تھے۔ ان میں ایسے سوراخ موجود تھے جس سے بائیولوجیکل اور کیمیکل میٹریل با آسانی داخل ہو کر لباس پہننے والے کی موت کا سبب بن سکتا تھا۔

ایسرائنکس کمپنی جس نے 1980ء تا 1990ء کے دوران امریکن آرمی سے 44 بلین ڈالر کے دفاعی معاہدے کئے تھے' اس کمپنی کو 1995ء میں بینک کرپٹ قرار دیدیا گیا۔ امریکن فوجیوں کی اس کمپنی کے ہاتھوں نسل کشی کروانے والوں نے صرف معاشی فوائد حاصل کئے اور کچھ ان کے ہاتھ نہیں لگا۔ انسانی جانوں کی اس سے زیادہ حیثیت بش کے نزدیک اور ہو بھی کیا سکتی ہے۔

امریکی جوڈیشل سسٹم نے ایسرائنکس کمپنی سے کیا انصاف کیا؟ ملاحظہ فرمائیں۔ چالیس ہزار امریکیوں کی قاتل اور 4 لاکھ سے زائد امریکیوں کو ناقابل علاج بیماری ''گلف سینڈروم'' میں مبتلا کرنے والی اس کمپنی کے یہودی پریذیڈنٹ ایلی براتن کو صرف چار ماہ کی نظر بندی کے احکامات موصول ہوئے۔ تین سال کی حفاظتی حراست جس میں ملزم کو صرف اپنی آمد و رفت کی اطلاع دینے کا پابند کیا جاتا ہے علاوہ ازیں 4 ہزار ڈالر جرمانہ۔ اس کا بھائی یہودا براتن جو مفرور تھا اور بالآخر نیویارک ائرپورٹ سے گرفتار ہوا' اسے چار ماہ اور ایک دن قید' دو سال کی حفاظتی حراست چالیس ہزار ڈالر جرمانہ ہوا۔ زاوی روزنتھال کمپنی کے پروڈکشن منیجر کو چھ ماہ نظر بندی' تین ماہ کی

حفاظتی حراست اور 20 ہزار ڈالر جرمانہ۔ امریکی حکومت کے نزدیک اپنے سپاہیوں کی جان کی قیمت صرف اتنی ہی ہو سکتی ہے۔

عراق پر امریکی جارحیت کا اصل پس منظر وکٹر آسٹرووسکی نے اپنی کتاب ''The other side of deception'' کے صفحہ نمبر 315 پر بیان کی ہے:۔

''موساد کو یہ خوف ہمیشہ لاحق رہا کہ مغربی اسلحہ سے لیس اور سعودی سرمائے کی مدد سے قائم عراق کی جدید ترین اسلحہ سے لیس فوج کی کمان صدام حسین کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ منتقل ہو جائے جو اسرائیل کیلئے نیا عذاب کھڑا کر چکا تھا۔ نومبر 1988ء میں ''موساد'' نے اسرائیلی فارن آفس کو خبردار کیا کہ وہ عراق کے ساتھ امن پر جاری خفیہ مذاکرات فوراً بند کر دے۔ ان دنوں اسرائیل کے اردن اور عراق سے خفیہ مذاکرات امریکہ اور فرانس کی آشیرباد سے ہو رہے تھے۔ ''موساد'' نے امریکیوں کو قائل کر لیا کہ عراق سے مذاکرات فضول ہیں کیونکہ اس سلسلے میں ان کا ایجنڈا مختلف تھا۔

جنوری 1989ء میں ''موساد'' کے اسرائیلی نفسیاتی وار فیئر ونگ (LAP) نے عالمی سطح پر یہ باور کروانے کی مہم شروع کر دی کہ صدام حسین آہنی شخصیت کا مالک اور عالمی امن کیلئے ایک چیلنج بن چکا ہے۔ ''موساد'' نے اس ضمن میں ہیومن رائٹس کی انجمنوں سے امریکی کانگریس تک اپنے ہر ایجنٹ کو متحرک کر دیا۔ ادھر صدام حسین تھا جو اپنے ہی لوگوں (کردوں) کا قتل عام کر دیا تھا۔ اس کے دشمنوں کو اور کیا چاہیے تھا؟ کیمیائی گیس کے ذریعے مرنے والے کرد عورتوں اور بچوں کی تصویریں بالکل اصلی تھیں اور یہ ''موساد'' کیلئے بہت بڑا تحفہ ثابت ہوئیں۔

''موساد'' نے کردوں سے رابطہ کیا۔ انہیں اسلحہ، روپیہ اور تربیت دی اور عراق کے خلاف متحرک کر دیا۔ اب کرد عراقی فوج سے باقاعدہ جنگ لڑ رہے تھے جس میں انہیں ہر درد دل رکھنے والے یورپی کی حمایت حاصل تھی۔ میڈیا کو اندر کی اطلاعات اور تصاویر فراہم کی جاتی تھیں جن میں بتایا جاتا تھا کہ کس طرح کردوں اور ایرانیوں کو ''عراق کے ظالم حکمران صدام حسین'' کی فوجیں موت کے گھاٹ اتار رہی ہیں۔ ان کی بے رحمی کے ایسے ایسے واقعات سامنے لائے گئے جن کو دیکھ اور سن کر ہر ذی شعور صدام حسین سے نفرت کرنے لگا۔ دنیا کو یہ علم نہیں تھا کہ ایرانی شہروں پر گرنے والے بیشتر میزائل اسرائیلی امریکن سیٹلائٹس کی مدد سے پھینکے جا رہے ہیں لیکن وہ

سب عراق کے کھاتے میں جا رہا تھا۔ ''موساد'' چاہتی تھی کہ عراقی فوج کو امریکیوں کے ہاتھوں عراقی صحراؤں میں مروا ڈالے تاکہ انہیں صدام کے ساتھ ممکنہ جنگ کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے اور عراقی فوج کسی دن اسرائیل سرحدوں پر نہ دندناتی پھریں۔ اسرائیل نے اپنے فوجی صدام کے ہاتھوں مروانے کیلئے بجائے امریکی فوج مروانا زیادہ مناسب جانا''

○

20 مارچ 1991ء کو امریکی کانگریس کے 102 ویں اجلاس کے ذریعے شیطانی کینہ نے پبلک لاء 14-102 پاس کروایا جس کے ذریعے 26 مارچ 1991ء کو امریکہ میں بطور ''ایجوکیشن ڈے'' منایا گیا۔ اس ضمن میں یہودیوں نے اپنا سات نکاتی ایجنڈا منظور کروالیا جس کا ذکر ''تالمود'' میں موجود ہے۔ اس ایجنڈے کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ یہودیوں کے خدا یعنی ''شیطان'' کے علاوہ اور کسی ''خدا'' کی پرستش نہیں کی جا سکتی۔ اس آئین سازی پر امریکن سول لبرٹیشن یونین (ACLU) کی طرف سے زبردست تنقید کی گئی اور یہ کہا گیا کہ اس آئین سازی کے ذریعے یہودی مذہب کو دیگر مذاہب پر غالب کرنے کی بھونڈی کوشش کی گئی ہے۔

1991ء میں جرمنی کے اہم مقام باڈن باڈن میں ''بلڈر برگ'' کے 6 تا 9 جون تک جاری رہنے والے خفیہ اجلاس کے اختتام پر راک فیلر (روتھ چائلڈز میں سے ایک) نے بیان جاری کیا:۔

''ہم واشنگٹن پوسٹ، نیویارک ٹائمز، ٹائم میگزین اور دیگر پبلی کیشنز کے بے حد ممنون ہیں جنہوں نے اس اہم اجلاس میں شرکت کی اور 40 سال تک ہمارے ان پروگراموں کو طشت از بام نہیں کیا جو بلڈر برگ کی ان میٹنگز میں طے پاتے رہے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو شاید ہمارا عالمی ایجنڈا نامکمل رہ جاتا لیکن اب دنیا زیادہ شاندار ہو گئی ہے اور اس نے ہمارے عظیم ٹارگٹ ''One world govt'' ایک دنیا کی طرف مارچ شروع کر دیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں ایک ''سپر نیشنل اقتدار اعلیٰ'' جو انٹلیکچوئل اور elite کلاس کو حاصل ہو گا۔ نیشنل گورنمنٹس کو حاصل اقتدار اعلیٰ سے بہتر نتائج کا حامل ہو گا۔

مارچ 1992ء میں سابقہ فیڈرل ریزرو بورڈ چیئرمین پال اے والکر یورپین بینکنگ فرم جے روتھ چائلڈز وال فن سٹون اینڈ کمپنی کا چیئرمین منتخب ہو گیا۔ 1978ء میں اسرائیل کو خفیہ

دستاویزات منتقل کرنے کے جرم میں گرفتار ہونے والے جوناتھن پولارڈ کو ان دنوں نیشنل سیکورٹی افیئرز میں موجود پایا گیا۔ اسی دوران اسرائیلی خفیہ ایجنسی LAKAM کی طرف سے یہودیوں کو ایک خفیہ ہدایت جاری ہوئی کہ وہ کوئی ایسی شے جس پر Jumbo لکھا ہوا امریکنوں سے شیئر نہ کریں۔

وال سٹریٹ جرنل کی ایک خبر کے مطابق ان دنوں اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹوں نے امریکن کمانڈرز ریکن آپٹیکل ان کارپوریشنز کے ٹاپ سیکرٹ ائربورن جاسوسی کیمرہ سسٹم چرانے کی کوشش کی جسے امریکن سی آئی اے نے ناکام بنایا۔

روس میں پرائیویٹائزیشن کا آغاز ہوا تو سرکاری اداروں کی لوٹ سیل لگ گئی اور (Seven, Oligarchs) منظر عام پر آئے جو بورس یلسن کو اپنی دولت اور میڈیا کی طاقت سے روس کا مرد آہن بنانے کی مہم چلا رہے تھے۔ ان میں سے چھ یہودی سرمایہ کار تھے جن کے نام بورس برزوسکی' ولادی میر گوزنسکی' میخائل خودورکووسکی' میخائل فرائڈمین' الیگزینڈر سمولنسکی اور پاٹی اوفرالےودن۔ ولادی میر پوٹانن نامی صرف ایک مقامی روسی سرمایہ کار تھا جو حکومت اور عوام کے درمیان رابطہ کار بنا دیا گیا۔ مغرب کی طرف سے روس کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کیلئے جتنی بھی مدد ملی وہ ساری کی ساری روس میں یہودی بینکاروں کے پاس جا رہی تھی۔ اس کا انکشاف واشنگٹن پوسٹ نے کیا جس کے مطابق روسی صدر بورس یلسن اس بات پر تپ پا تھے کہ مغرب سے آنے والی تمام امداد بینکوں میں جمع ہو رہی تھی۔ بورس یلسن کے مطابق یہ امداد جو مغرب کی طرف سے ملی تھی ''سیدھی یہودی بینکاروں کو پہنچی جو اسے روسی حکومت کے قرض کی مد میں جمع کر لیتے''۔

O

تیسری دنیا کے ممالک کو ترقیاتی کاموں کیلئے ورلڈ بینک سے تقریباً 198 بلین ڈالر کی امداد ملی جو ورلڈ بینک سے مطلوبہ ممالک کے سنٹرل بینکوں کو منتقل ہوتی تھی۔ اس میں مقامی حکومتوں کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ اس عمل سے مطلوبہ ممالک میں وقتی طور پر کچھ ترقیاتی کام تو ہوتے تھے لیکن امداد میں ملنے والی زیادہ تر رقم سود در سود کی بھینٹ چڑھ جاتی اور یہ ممالک مسلسل مقروض ہوتے چلے جاتے۔

1992ء میں افریقہ کے بیرونی قرضہ جات 290 بلین ڈالر ہو گئے جو کہ 1980ء سے ڈھائی سو گنا زیادہ تھے۔ امداد تو انفراسٹرکچر کی تعمیر کیلئے ملتی لیکن اس سے مسلسل غربت میں اضافہ ہوا۔

16 ستمبر 1992ء کو روتھس چائلڈز کے ایجنٹ اشکنازی یہودی جارج سوروس نے اچانک برطانوی حکومت کو پاؤنڈز کی قیمت کم کرنے پر مجبور کر دیا۔ جب اس نے مارکیٹ سے پاؤنڈ کی کرنسی اٹھائی اور اسے جرمن مارک کے عوض فروخت کر دیا کیونکہ برطانوی حکومت نے قرضہ واپس کرنا تھا۔ برطانوی حکومت کو مجبوراً کم شرح کے حساب سے پاؤنڈز میں قرضہ واپس کرنا پڑا جس کے نتیجے میں صرف ایک دن میں بینکوں کی شرح سود میں 5 فیصد اضافہ کر دیا گیا۔ یہ کارنامہ جس برطانوی چانسلر آف دی ایکس چیکر نارمن لیمنٹ کے ہاتھوں انجام پایا جو کہ این ایم روتھس چائلڈ کا سابقہ مرچنٹ بینکر تھا۔

1993ء کے آغاز میں برطانوی حکومت کو معاشی جھٹکا لگانے والے چانسلر نارمن لیمنٹ نے اپنے مشن کی تکمیل پر سابقہ مالکان این ایم روتھ چائلڈز کی دوبارہ نوکری اختیار کرتے ہوئے برطانوی حکومت کو استعفیٰ دے دیا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ 1997ء میں جب لیبر پارٹی ٹونی بلیئر کی قیادت میں شیطانی کنیسہ کی مدد سے برسر اقتدار آئی تو نارمن لیمنٹ کو اس کی ''سابقہ خدمات'' پر زبردست خراج تحسین پیش کرنے کے بعد ''لارڈ لیمنٹ آف وارویک'' کے خطاب سے نوازا گیا۔

1993ء میں سابقہ کانگریس مین پال فنڈلے کی مشہور زمانہ کتاب ''Deliberate Deception: Facing the facts about the US-Isreali relationship'' منظر عام پر آئی۔ اپنی اس اہم تصنیف میں فاضل مصنف نے 1955ء سے 1992ء تک اسرائیل کے خلاف یو این او کی 65 قراردادیں شائع کیں اور امریکی حکومت کی 30 ویٹو کی تفصیلات لکھیں جو اس نے اسرائیل کے حکم پر کیے تھے۔ اگر یہ 30 ویٹو نہ کیے جاتے تو 1955ء سے 1992ء تک اسرائیل کے خلاف اقوام متحدہ میں 95 قراردادیں پاس ہو چکی ہوتیں جب کہ امریکی ویٹو کے باوجود اسرائیل کے خلاف دہشت گردانہ کارروائیوں کے ضمن میں 65 قراردادیں پاس ہوئیں لیکن یہ قراردادیں بھی امریکی سرکار کی محبت پر کوئی اثرات مرتب نہ کر سکیں نہ ہی اسرائیل کبھی ان قراردادوں کو خاطر میں لایا۔

نیویارک ٹائمز 19 جون 1967ء لکھتا ہے:

''امریکی جہاز لبرٹی پر اسرائیل کے دہشت گردانہ حملے کے بعد اسرائیلی وزیر خارجہ ابا ایبان نے'' یو این او کے جنرل سیکرٹری کو ایک خط میں لکھا:

''اگر یو این او ہمارے خلاف سرحدی خلاف ورزیوں کے ضمن میں 121 ووٹوں سے قرارداد پاس کرے اور صرف ایک ووٹ اسرائیل کی حمایت میں آجائے تو ہم اس قرارداد کو جوتے کی نوک پر بھی نہیں لکھتے''۔

اس دوران یہ انکشاف بھی سامنے آیا کہ اسرائیل کے دباؤ پر اے ڈی ایل اب تک 10 ہزار مسلمانوں اور دائیں بازو کے ایسے عیسائیوں کو امریکہ بدر کر چکی ہے جو اسرائیل کی ناپسندیدہ لسٹ میں شامل تھے۔

25 جولائی 1993ء کو اسرائیلی آرمی نے جنوبی لبنان میں حزب اللہ کے خلاف آپریشن Accountability شروع کیا جس میں اسرائیلی دہشت گردوں نے فضائی اور زمینی حملوں کے ذریعے 130 بے گناہ لبنانیوں کو شہید کر دیا اور 30 ہزار کو علاقہ بدر ہونے پر مجبور کر دیا۔

بارھواں باب

1993ء میں یہودی ڈائریکٹر سٹیون سپیل برگ نے یہودیت پروپیگنڈہ پر مبنی جسے ان کی زبان میں ''Tour de force'' کہا جاتا ہے اور فلم کا نام ''Schindler,s List'' بنائی اور ہالی وڈ پر کنٹرول رکھنے والے جیوش مافیا سے بہترین فلم ڈائریکٹر کا ایوارڈ بھی حاصل کر لیا۔ اس فلم کے ذریعے شیطانی کنبہ نے خاصے مطلوبہ نتائج بھی حاصل کر لئے۔ اس فلم کے ایک سین میں بولے جانے والے صریحاً جھوٹ کی نشاندہی ضروری ہے۔ یہ وہ سین ہے جہاں فلم کا ایک کردار بیان کرتا ہے کہ اس نے کس طرح ایک نازی کیمپ سے یہودیوں کو فرار ہونے میں مدد دی۔ یہ کردار کہتا ہے:

''ہماری مقدس کتاب ''تالمود'' کہتی ہے اگر تم نے ایک زندگی بچائی تو پوری انسانیت کو بچالیا''

یہ سراسر بکواس ہے! آیئے آپ کو ''تالمود'' کی اصلی لائنیں سنائیں۔ وہاں کسی ''انسان'' کا نہیں، یہودی کا ذکر ہے اور لکھا ہے:

''اگر تم نے ایک یہودی کی جان بچائی''

یہ بات بھی نظر انداز نہ کیجئے کہ ''تالمود'' کی تعلیمات کے مطابق یہودیوں کے علاوہ باقی کسی شخص کی زندگی کوئی اہمیت نہیں رکھتی اور دیگر مذاہب کے پیروکار ان کے نزدیک حشرات الارض سے زیادہ اہمیت ہرگز نہیں رکھتے۔ 25 فروری 1994ء کو جب اسرائیل میں ''Day of Purim'' منایا جا رہا تھا تو ایک درندہ صفت یہودی ڈاکٹر بارک کپل گولڈسٹین جو اسرائیلی ڈیفنس فورس (IDF) میں پوزیشن تھا ایک خطرناک خودکار بندوق لے کر قبلہ اول میں سرنگ کے راستے داخل ہوا اور وہاں نماز پڑھتے ہوئے 29 بے گناہ مسلمانوں کو شہید اور 125 کو زخمی کر دیا۔ اس وحشی درندے کی رسائی سرنگ کے ذریعے مسجد تک بھی نہ ہوتی اگر اسے موقع پر موجود اسرائیلی

گارڈز نظر انداز نہ کرتے' زندہ بچنے والے مسلمانوں نے اس وحشی درندے کو مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس سانحے کی انکوائری کرنے والے کمیشن کے سامنے موقع پر موجود دو اسرائیلی گارڈز نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ مرنے والے درندے کی لاش کے نزدیک جو بندوق رکھی گئی وہ دراصل تبدیل شدہ تھی جبکہ اصلی بندوق غائب ہے اور یہ کہ اس وحشیانہ اقدام میں وہ اکیلا قصوروار نہیں تھا بلکہ اسے "مقامی حمایت" حاصل تھی۔ جلد ہی اس مردود کا مدفن یہودیوں کی عقیدت گاہ بن گئی۔ مقامی مذہبی کونسل آف "کریات اربا" نے وہاں یادگار تعمیر کی جو اب یہودیوں کیلئے مرجع خلائق ہے۔

اس راندہ درگاہ یہودی قاتل کی موت پر ممتاز یہودی رابی یاقوف پیرن نے کہا تھا:

"دس لاکھ عرب ایک یہودی کے ناخن کے برابر ہیں"

انتہا پسند یہودیوں کے نزدیک اس قاتل کو دیوتا کی حیثیت حاصل ہے اور اس کی موت کا دن اب اسرائیل میں باقاعدہ ایک تہوار کی صورت منایا جاتا ہے۔

پولینڈ نے اسرائیل میں پناہ گزین معروف یہودی مجرم سولومن مورال کی گرفتاری کا اسرائیلی حکومت سے مطالبہ کیا جو پولینڈ میں کئی جرائم میں مطلوب تھا۔ سولومن پولینڈ کے ایک جنگی کیمپ کا دوسری جنگ عظیم کے بعد کمانڈنٹ تھا۔ اس درندے نے پولینڈ کے ان تمام باشندوں کو جن کے آباؤ اجداد کا جرمنی سے تعلق تھا' چن چن کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کی جائیداد یہودی کمیونسٹ انتظامیہ نے ضبط کر لی تھی۔ سولومن کے خلاف پولینڈ کی حکومت نے جو چارج شیٹ جاری کی اس میں درج ذیل الزامات عائد کئے گئے۔

1- سولومن نے نوزائیدہ بچوں کو ماؤں کی گود سے چھینا اور ان کے سر دیواروں سے ٹکرا کر انہیں مار ڈالا۔

2- لکڑی کے ستونوں سے قیدیوں کو باندھ کر انہیں چھڑیاں مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔

3- سولومن نے قیدیوں کو مارچ کرنے کا اعتراف کیا جب اس نے قیدیوں کے نازک اعضاء پر شدید تشدد کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

4- زیرو ڈگری سنگی گریڈ میں عورتوں اور بچوں کو ننگا کر کے دائروں میں بھاگنے پر مجبور کیا۔

5- قیدیوں کو انسانی غلاظت کھانے پر مجبور کیا۔

6- سولومن نے قیدیوں کو بھوک کے ہاتھوں مرنے پر مجبور کر دیا۔

اسرائیلی حکومت کو جب اپنے اس "نابغہ روزگار" کا علم ہوا تو اسے پولینڈ سے نکال کر اسرائیل لے آئے۔ اس پر سے تمام الزامات ختم کر دیے اور ان الزامات کو "محب وطن یہودیوں کی کارستانی" قرار دے کر سولومن کو اعلیٰ اعزاز سے نوازا۔

پولینڈ کی حکومت کا اصرار جاری رہا لیکن اسرائیل نے اس "معزز یہودی درندے" کو پولینڈ کے حوالے کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ کسی یہودی کو کسی غیر یہودی کے حوالے نہیں کر سکتے کیونکہ اسرائیلی حکومت کا یہ اصرار ہے کہ یہودی دنیا کی بہترین مخلوق ہیں اور عام انسانوں سے کئی درجہ بہتر انسان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں کوئی بھی یہودی جب اپنے ملک میں کسی بڑے جرم کا مرتکب ہوا اور اسے گرفتاری کا خوف لاحق ہو جائے تو وہ یہودی بدرو مخصن اسرائیل پہنچ جاتا ہے جہاں وہ ہر طرح محفوظ ہے۔ اس طرح اسرائیلی یہودی دنیا کے کسی بھی کونے میں جرم کرنے کے بعد اگر اسرائیل پہنچ جائے تو اسے متعلقہ انتظامیہ کے حوالے نہیں کیا جاتا۔

جان ساک اپنی معروف کتاب "An eye for an eye" میں لکھتا ہے:

"سٹائن چونکہ یہودی تھا اس لیے اس نے اکثر قیدی کیمپوں کے کمانڈنٹ یہودی بنائے تھے۔ ایسے یہودی جو اپنے قیدیوں کیلئے جلاد صفت اور بے رحم ہوں"

وکٹر آسٹروسکی اپنی کتاب "The other side of deception" کے صفحہ 241 پر رقمطراز ہے:

"یوں سرد جنگ کے دنوں میں امریکہ میں تعینات تھا۔ میں نے اس سے پوچھا "موساد" نے سوویٹو (Soweto) کے کالوں کی کیا انسانی خدمات سرانجام دی تھیں؟ اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا"

"تمہیں یاد ہے وکٹر! ہم بیماری پھیلانے اور اس کا خاتمہ کرنے والی دونوں قسم کی ادویات کا تجربہ کر رہے تھے جو اسرائیل میں ممکن نہیں تھا۔ اس تجربے کیلئے ہمیں انسان صرف افریقہ سے میسر آ سکتے تھے۔ اس طرح ہم بدنامی اور کئی ملین ڈالر کے خرچ سے بھی بچ گئے۔ میں نے پوچھا "تم اس انتہائی غیر انسانی اور غیر اخلاقی اقدام کے متعلق کیا سوچتے ہو؟"

"یہ میرا کام نہیں"...... اس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

○

نیلسن منڈیلا ساؤتھ افریقہ کا صدر بنا تو اسرائیل نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اسکی خوشی کسی کالے صدر کیلئے نہیں بلکہ اس لیے تھی کہ ساؤتھ افریقہ میں موجود سونے اور ہیرے کی کانوں کا ٹھیکہ روتھس چائلڈ کے پاس تھا اور نیلسن منڈیلا نے ”How to be A good communist“ نامی پمفلٹ لکھ کر اپنا مافی الضمیر ان پر عیاں کر دیا تھا۔ ساؤتھ افریقہ روتھس چائلڈ کی معروف اوپن ہیمر فیملی کا قبضہ تھا۔ یہودی پریس جس نے نیلسن منڈیلا کی آمد ”افریقہ فار افریقن“ نعرے کا زور زور سے ڈھول بجایا تھا' اس سوال کا جواب نہ دے سکا کہ افریقہ میں ہیرے کی 95 فیصد کانوں پر اس یہودی فیملی کا قبضہ ہے۔ سونے کی کانیں ان کے کنٹرول میں ہیں۔ بے چارہ نیلسن منڈیلا سوائے ”واہ واہ“ وصول کرنے کے اور کس چیز پر قدرت رکھتا تھا۔

کمیونزم کا بانی معروف یہودی موسس ارونچی لیوی المعروف کارل مارکس تھا جس کے ذریعہ روتھس چائلڈ نے اسے افریقہ میں امپورٹ کیا اور افریقی نیشنل کانگریس کو چلانے والے ساؤتھ افریقہ کے دو معروف کمیونسٹ یہودی الباٹی شاش اور پاشل مشعل سالوو المعروف جانے سولوو ہی اس پارٹی کے روح رواں تھے جس کا صدر نیلسن منڈیلا تھا۔ یہی وجہ ہے جب نیلسن منڈیلا نے صدارت سنبھالی تو ساؤتھ افریقہ کی اہم ترین وزارت ہاؤسنگ سولوو کو سونپ دی۔

کمیونزم کا نظریہ اس طرح ڈیزائن کیا گیا تھا کہ ساری دولت چار پانچ ہاتھوں میں جمع ہو جائے۔ ساؤتھ افریقہ میں اس میں رعایت برتتے ہوئے غریب کالے کو بھی حصہ دار بنا لیا گیا جبکہ زیادہ آبادی مضافات میں جانوروں سے بدتر زندگی بسر کر رہی تھی اس لئے یہاں کوئی حیرانگی کی بات نہیں اگر روتھس چائلڈ نے اپنے بزنس میں کچھ کالے فرنٹ مین حصہ دار بھی بنا لئے تھے۔

ایڈز ساؤتھ افریقہ میں آناً فاناً پھیلی اور 25 فیصد آبادی اس کی مریض بن گئی۔ نیلسن منڈیلا کے بعد برسر اقتدار آنے والے صدر تھابو مبیکا نے جو نیلسن منڈیلا کے انقلابی ساتھی گووان مبیکا کا بیٹا تھا' تیزی سے پھیلتی ایڈز سے متعلق کہا تھا:

”ایڈز ایچ آئی وی سے نہیں غربت سے پھیل رہی ہے“

یہ بات حیرت انگیز ہے کہ ایک آزاد ملک تیزی سے غربت اور جرائم کا گڑھ بنتا جا رہا تھا۔ ایڈز کے یہ مریض حکومت کیلئے سر درد بنتے جا رہے تھے اور انہیں طبی سہولیات پہنچانا ان کیلئے ممکن نہیں تھا جس پر مضافات کے ان اجڈ اور گنوار کالوں نے اپنے مقامی جادوگروں کی خدمات

حاصل کیں جنہوں نے انہیں بتایا کہ ایڈز سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ کسی باکرہ عورت سے تعلقات استوار کرو۔ بدقسمتی سے جنوبی افریقہ ایسا ملک بن گیا جہاں ہر 26 سیکنڈ بعد ایک ریپ ہونے لگا اور اب وہاں چھ ماہ کے بچوں میں بھی ایڈز کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس نوعیت کی جنسی تعلیم یعنی انتہائی کم عمر بچیوں کے ساتھ زیادتی کا مرتکب ہونا صرف ”تالمود“ کی تعلیمات کے مطابق ہے۔ (تفصیلات نہیں دی جا سکتیں: مترجم)

21 اکتوبر 1995ء کو بھگوڑے ”موساد“ ایجنٹ آسٹروسکی جس کی دو کتابوں نے دنیا میں ہنگامہ بپا کیے رکھا۔ کینیڈا ٹی وی کے معروف پروگرام ”کینیڈا اے ایم“ میں بطور مہمان سامنے آیا جس کے ساتھ بحث کیلئے اسرائیلی جرنلسٹ یوسف لیپڈ بھی موجود تھا اور یہ پروگرام بذریعہ سیٹلائٹ آن ائر ہو رہا تھا۔ یوسف لیپڈ ”موساد“ کا خفیہ ایجنٹ تھا جس کو آسٹروسکی کے قتل کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ اس انٹرویو میں یوسف لیپڈ نے برملا اس بات کا اعتراف کیا اور کہا کہ بعض ڈپلومیٹک خرابیوں کے پیش نظر وہ کینیڈا میں ایسا نہیں کرنا چاہتے اور آخر میں کہا:

”مجھے امید ہے کینیڈا میں کوئی شریف یہودی ایسا ضرور ہو گا جو یہ کارنامہ انجام دے گا“

آسٹروسکی نے کینیڈا ٹیلیویژن ”کینیڈا اے ایم“ کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کا فیصلہ کیا جس کے پروگرام میں یوسف لیپڈ نے اس کے قتل کیلئے کینیڈین یہودیوں کو اکسایا تھا اور ٹی وی چینل نے اس ”دعوت“ کو ساری دنیا میں آن ائر ہونے دیا۔ حیرت کی بات ہے آسٹروسکی کو سارے کینیڈا میں کوئی ایسا وکیل نہ مل سکا جو اس کی وکالت کیلئے تیار ہوتا۔ آسٹروسکی نے بالآخر اپنے پبلشر سے اپنے معاوضے کی آخری قسط 46 ہزار ڈالر وصول کرنے کیلئے رجوع کیا تو اس پروگرام میں شرکت کے جرم میں اس کا معاوضہ روک لیا گیا۔ جب آسٹروسکی نے احتجاج کیا تو اسے جواب ملا: ”Sue us“ (کر لو جو کرنا ہے)

شیطانی کینہ متحرک ہو گیا۔ انہوں نے آسٹروسکی پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اس کی بیٹی جو ٹی وی پر پروڈیوسر تھی اور اپنے ہیڈ آفس ٹورنٹو میں کام کر رہی تھی' کو اچانک وینکوور تبادلے کے احکامات ملے جن پر عمل کرنا موت کے منہ میں جانے کے مترادف تھا۔ اس نے انکار کر دیا۔ آسٹروسکی کے پبلشر نے اس کی نئی کتاب شائع کرنے سے اچانک انکار کر دیا اور کچھ دنوں بعد اس کے گھر کو نذر آتش کر دیا گیا۔

اٹامک انرجی کے ماہر سائنس دان ڈاکٹر کنی انل کا دعویٰ ہے کہ دنیا بھر میں 80 فیصد یورینیم ری پروسس چوکلڈر کے قبضے میں ہے اور اس میدان میں انہیں مکمل برتری حاصل ہے۔ امریکی ڈیفنس انٹیلی جنس سروسز نے امریکن آرمی کیلئے کام کرنے والی تعمیراتی کمپنیوں کو میمو جاری کیا جس میں لکھا تھا:

''اسرائیلی انٹیلی جنس زور و شور سے امریکی انڈسٹریل اور ملٹری ٹیکنالوجی کی معلومات حاصل کر رہی ہے۔ ہوشیار رہیے''

1996ء کی ایک جنرل اکاؤنٹنگ آفس رپورٹ کے مطابق: ''ڈیفنس انڈسٹریل سیکورٹی میں موجود غیر ممالک سے آنیوالی ڈیفنس کنٹریکٹرز کی کمزوری کی وجہ سے معلومات کا افشاء ہو رہا ہے۔ یہ معلومات اسرائیلی انٹیلی جنس ایجنسی چوری کروا رہی ہے۔ واشنگٹن ٹائمز 22 فروری 1996ء لکھتا ہے:

''امریکی حکومت کی تاریخ میں اس نوعیت کی جارحانہ جاسوسی کی مثال اس سے پہلے کسی امریکی دوست ملک کی طرف سے نہیں ملتی''

''یروشلم پوسٹ'' 30 اگست 1996ء کی رپورٹ کے مطابق:

''خفیہ ملٹری معلومات اور حساس ملٹری ٹیکنالوجی کا حصول اسرائیلی انٹیلی جنس ایجنسی کی اولین ترجیح ہے''

اخبار لکھتا ہے:

''ایک خفیہ جاسوسی آپریشن کے ذریعے اسرائیلی انٹیلی جنس ایجنسی نے امریکہ کے انتہائی حساس ادارے میں اپنے ایک ''مقامی جاسوس'' کے ذریعے انتہائی اہم نوعیت کی معلومات کامیابی سے حاصل کر لی ہیں''۔

دی واشنگٹن رپورٹ بابت مڈل ایسٹ ممالک کے معاملات (شمارہ۔ ایل۔ ٹونگ اپریل 1996ء) میں درج ہے:

''1985ء میں امریکی یہودی شہری جوناتھن پولارڈ ماہر امریکی نیول انٹیلی جنس کی گرفتاری اس بناء پر عمل میں آئی تھی کہ اس نے 800,000 صفحات پر مشتمل انتہائی حساس معلومات اسرائیلی انٹیلی جنس ایجنسی Lakam کو فراہم کی تھیں''

GAO رپورٹ میں درج ہے:

''امریکی ایف بی آئی نے سینکڑوں اسرائیلی نژاد باشندوں کو گرفتار کیا جو امریکی فوج کی آرٹلری (توپخانے) کی حساس توپوں کی ٹیکنالوجی چوری کر کے اسرائیل پہنچا رہے تھے''

امریکی محکمہ دفاع کی ایک اہم رپورٹ جو نیول انٹیلی جنس سے متعلق ہے۔ اس رپورٹ کا عنوان ''Worldwide Challenges to Navel Strike War fair'' میں لکھا ہے:

''امریکن ٹیکنالوجی چین کو اسرائیل کے ذریعے منتقل ہوئی جس کا ذریعہ اسرائیل کو فراہم کردہ امریکی طیارے سے لیوی فائٹر ہے جو اسرائیل نے چین کو منتقل کئے۔ اس طرح فضا سے فضا میں مار کرنیوالے سام میزائل ٹیکنالوجی چین تک پہنچی''۔

ہفت روزہ ''جینز ڈیفنس'' 28 فروری 1996ء لکھتا ہے:۔

''ابھی تک انٹیلی جنس کمیونٹی کھل کر اس حقیقت کا اعتراف نہیں کرتی کہ چین کو امریکی ٹیکنالوجی بذریعہ اسرائیل سمگل کی گئی ہے''

13 اپریل 1996ء کو اسرائیلی حکومت نے لبنان میں حزب اللہ کے خلاف اپنے آپریشن ''Grapes of Wrath'' کا آغاز ایک مسافر ویگن پر میزائل مار کر دو عورتوں اور چار بچوں کے قتل سے کیا جس پر اسرائیلی حکومت کے ترجمان نے معافی مانگی اور اسے ''Terrible Treagdy'' کہا۔

بمشکل ایک ہفتہ گزرا تھا جب 18 اپریل کو اسرائیل پھر اس گھناؤنی حرکت کا مرتکب ہوا۔ انہوں نے یونائیٹڈ نیشن کے ''قانا'' نامی گاؤں میں موجود سیف کیمپ کو نشانہ بنایا جہاں لبنانی باشندوں نے اس امید پر پناہ لی تھی کہ یہ علاقہ حزب اللہ اور اسرائیل کی لڑائی سے محفوظ ہے۔

اسرائیل نے حسب روایت بہانہ بازی شروع کی اور اسے بھی ''غلطی'' بتایا گیا لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ اسرائیلیوں نے کبھی اس نوعیت کی درندگی کا مظاہرہ کرنے میں ہچکچاہٹ سے کام نہیں لیا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے (Unifil) یونائیٹڈ نیشن ایمرجنسی فورس ان لبنان کے میجر جنرل سٹیلا ورتا نے کہا تھا:۔

"سیدھی بات ہے تم سویلین پر حملہ نہیں کر سکتے، تم یو این کی پوزیشن پر حملہ نہیں کر سکتے"

○

41 سالہ امثل روتھ چ ننڈا اپنے پیرس میں موجود ہوٹل میں مردہ پایا گیا۔ اسے ہوٹل کے تولیے سے سینے رسے سے پھندا لگا کر مارا گیا تھا۔ بعض "ناگزیر وجوہات" کی بناء پر فرانسیسی صدر ژاک شیراک نے فرانسیسی پولیس کو اس کیس کی تفتیش ختم کرنے کے احکامات جاری کیے۔ اسرائیلی حکومت کی تمام میڈیا کو ہدایت جاری ہوئی کہ اس قتل کو "ہارٹ اٹیک" قرار دیا جائے۔

12 مئی 1996ء کو اقوام متحدہ میں امریکن مندوب اشکنازی یہودی میڈیلین البرائٹ نے معروف امریکی ٹی وی پروگرام "60 منٹ" میں میزبان کے ایک سوال کے جواب میں کہا۔

"ہم نے سنا ہے تقریباً 5 لاکھ بچے (عراق میں) مر چکے ہیں۔ میرا مطلب ہے ہیروشیما میں مرنے والے بچوں کی تعداد ان سے دگنی تھی اور تم جانتی ہو ایسی قیمت تو انہیں چکانی ہی پڑے گی"

افسوس صد افسوس البرائٹ کے اس بیان سے امریکی ضمیر بالکل نہیں جاگا۔ پانچ لاکھ عراقی بچوں کے "ہولوکاسٹ" نے بھی امریکی حکومت کو کچھ سوچنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ صدر بل کلنٹن نے میڈیلین البرائٹ کو امریکہ کی وزیر خارجہ بنا دیا۔

عراق پر 2003ء میں ہونے والی امریکی جارحیت کی بنیاد امریکی حکومت کی طرف سے 1996ء کی پہلی جارحیت میں جس دستاویز کو بنیاد بنا کر رکھی گئی تھی اس کا ذکر امریکی حکومت کے ایک سرکاری طور پر شائع پیپر بعنوان "A Clean Break: A New Strategy for Securing the Realm" میں کیا گیا ہے۔ وہ ملاحظہ فرمالیں جس سے آپکو اندازہ ہو جائیگا کہ دنیا پر اس شیطانی کنیسہ کی گرفت کتنی مضبوط ہے۔ پیپر میں درج ہے:۔

"اسرائیل اپنی تزویراتی فضا کو مڈل ایسٹ میں بہتر بنا رہا ہے۔ اس ضمن میں ترکی اور اردن اس سے بھرپور تعاون کر رہے ہیں تا کہ شام کو کمزور، پابند اور پسپائی پر مجبور کیا جا سکے۔

کوششیں تب ہی کامیاب ہو سکتی ہیں جب صدام حسین کی عراق میں قوت کو کچل دیا جائے کیونکہ اسرائیل کے انتہائی اہم منصوبہ برائے تزویرات کو بہر صورت پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے"

اس رپورٹ کے پس پردہ شخصیات رچرڈ پیرل، جیمز کولبرٹ، چارلس فیربنکس جونیئر، ڈگلس فیتھ، رابرٹ لوینبرگ، ڈیوڈ ورمسر اور میراو ورمسر ہیں جن کی مذہبی شناخت اور سیاسی نظریات کسی سے پوشیدہ نہیں۔

"لیری کنگ لائیو" سی این این کے معروف پروگرام میں مارلن برانڈو اداکار نے اپریل 1996ء میں کہا۔

"ہالی وڈ کو یہودی چلا رہے ہیں۔ وہی اس کے حقیقی مالک ہیں۔ انہیں اس بات کا بخوبی علم بھی ہے کہ ان کی پالیسیوں سے کتنے لوگوں کیلئے مشکلات جنم لے رہی ہیں"

اس بیان کے فوراً بعد "شیطانی کنیسہ" نے مارلن برانڈو کو سزا دینے کیلئے "Walk of Fame" سے علیحدہ کرنے کا فیصلہ کرلیا لیکن ہالی وڈ چیمبر آف کامرس کیلئے یہ نقصان چونکہ ناقابل برداشت تھا اس لئے انہوں نے انکار کر دیا۔

20 فروری 1997ء کے "نیویارک ٹائمز" نے انکشاف کیا کہ اشکنازی یہودی ڈیوڈ اے ٹینن بام جو امریکی آرمی میں مکینیکل انجینئر تھا، اسرائیل کو امریکہ میزائل سسٹم سے متعلق انتہائی خفیہ اطلاعات دیتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا اور "واشنگٹن پوسٹ" نے انکشاف کیا کہ اسرائیلی انٹیلی جنس کے دو اعلیٰ افسروں کی ایک گفتگو ریکارڈ کی گئی ہے جس میں وہ امریکی وزیر خارجہ وارن کرسٹوفر کے فلسطینی لیڈر یاسر عرفات کو لکھے خط کی تفصیلات بیان کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک اسرائیلی کی شناخت "Dov" کے کوڈ نام سے ہوئی جو امریکہ میں "موساد" کے اہم ایجنٹ "میگا" کا ذکر کر رہے تھے۔ اسرائیل میں موجود امریکی سفیر نے اسرائیلی حکومت کو شکایتی مراسلہ پیش کیا جس میں کہا گیا کہ اسرائیلی انٹیلی جنس ایجنسیاں تل ابیب میں امریکی سفارتخانے کیلئے "وبال جان" بنی ہوئی ہیں لیکن اسرائیل کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔

کلنٹن حکومت کو جلد ہی اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑا جب اسرائیلی انٹیلی جنس نے اشکنازی یہودی اور ایک ربائی کی صاحبزادی مونیکا لیونسکی اور صدر بل کلنٹن کے درمیان فون پر بیہودہ الفاظ اور جنسی گفتگو کا ٹیپ جاری کر دیا۔ وہی "Kenstarr" نے خبر جاری کی کہ صدر بل کلنٹن نے مونیکا لیونسکی کو خبردار کیا تھا کہ ان کی بات چیت ریکارڈ کی جا رہی ہے اور

فون پر گفتگو بند کر دی۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ان دنوں ایف بی آئی نے خبر دی کہ اسرائیلی ایجنٹ Mega Called Off ہو گیا ہے۔ صدر بل کلنٹن کے قریبی یہودی دوست ایڈگر برونفمین نے سوئس بینک سے ڈیڑھ ملین ڈالر "ہولوکاسٹ" متاثرین فنڈ سے وصول کر لیا کیونکہ وہ ورلڈ جیوئش کانگریس کا چیئرمین تھا۔ سوئٹزرلینڈ حکومت نے یہ رقم صرف بلیک میل ہو کر ادا کی وگرنہ انہیں ایسے ثبوت فراہم نہیں کئے جا سکے۔ صرف وجہ یہ تھی کہ ایڈگر صدر بل کلنٹن کا قریبی دوست اور یہودی کانگریس کا صدر ہے بصورت دیگر انہیں کئی قسم کے مالیاتی نقصانات کا اندیشہ تھا۔

مزے کی بات یہ ہے کہ ان دنوں زیورخ میں سات رکنی ٹریبونل اس بات کی تحقیقات کر رہا تھا کہ سوئس بینکوں میں 5500 غیر ملکی اور 10 ہزار سوئس اکاؤنٹ ہولڈرز کے اکاؤنٹس دوسری جنگ عظیم کے بعد سے آپریٹ نہیں ہو رہے تھے۔ ابتدائی تحقیقات سے علم ہوا کہ صرف 200 ایسے اکاؤنٹ ہیں جن کی مجموعی رقم 10 ملین ڈالر بنتی ہے جو اس رقم کا عشر عشیر بھی نہیں جو ایڈگر نے دھونس دھاندلی سے وصول کر لی تھی۔ کیا ایڈگر نے چاہا 99 فیصد رقم سوئس بینک کو واپس لوٹا دی؟ جی نہیں...... ایک پائی بھی نہیں لوٹائی البتہ جن لوگوں نے "ہولوکاسٹ متاثرین" ہونے کا دعویٰ کیا انہیں بھی ایڈگر نے ایک پھوٹی کوڑی نہیں دی حالانکہ یہ سب یہودی تھے۔ اس کے ہم مذہب لیکن تشدد یہودی نہیں تھے اس لئے ایڈگر کے نزدیک وہ "دغاباز" تھے۔

2 مئی 1997ء کو لیبر پارٹی برطانیہ کا وزیر اعظم ٹونی بلیئر برسر اقتدار آ گیا جس شخص نے اس کے الیکشن پر سات ملین پاؤنڈ خرچ کئے تھے اور اس کے الیکشن آفس کا انچارج تھا۔ وہ ٹونی بلیئر کا ٹینس کورٹ کا ساتھی معروف یہودی سرمایہ کار مائیکل لیوی تھا۔ لیوی نے لیبر پارٹی سے یہ ضمانت لے کر ان کے الیکشن پر دولت خرچ کی تھی کہ برسر اقتدار آنے کے بعد لیبر پارٹی اسرائیل کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اٹھائے گی اور نہ ہی کسی ایسے عالمی اقدام کی حمایت کرے گی جو اسرائیل کیلئے نقصان دہ ہو۔

یہاں ایک اور دلچسپ بات بھی بتاتا چلوں کہ ٹونی بلیئر کا تعارف سب سے پہلے مائیکل لیوی کے ساتھ 1994ء میں برطانیہ کے اسرائیلی سفیر گیڈون مائر نے کروایا تھا۔ لیوی اس سے پہلے اسرائیلی وزیر اعظم ایہود بارک کیلئے فنڈ ریزنگ کر چکا تھا اور اس کے دو بیٹے اسرائیل میں قیام پذیر تھے۔ اسی سال دوسرا سب سے بڑا ڈونر جو لیبر پارٹی کو ملا وہ بھی معروف برطانوی یہودی ڈیوڈ

سینسبری تھا جس نے لیبر پارٹی کو ایک ملین پاؤنڈ کا فنڈ دیا۔ یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ دونوں یہودی لیوی اور ڈیوڈ کو ٹونی بلیئر نے منتخب ہوتے ہی برطانیہ کے طبقہ اشرافیہ میں شامل کر کے "لارڈز" کے خطابات سے نوازا۔

6 مئی 1997ء کو ٹونی بلیئر کے وزیر اعظم منتخب ہونے کے بمشکل چار روز بعد اس کے چانسلر آف ایکس چیکر گورڈن براؤن نے اعلان کیا کہ وہ بینک آف انگلینڈ کو سیاسی کنٹرول سے مکمل طور پر آزاد کر رہا ہے۔

29 اکتوبر 1997ء کو ایڈمنڈ ڈی روتھس چائلڈ جنیوا میں مر گیا۔ عین اسی روز امریکی یہودی اینٹون زینڈور لاوی "شیطانی چرچ" کا بانی بھی مر گیا جس نے اپنی کتاب "Satan Speaks" میں یہودیوں کو ساری دنیا پر حکمرانی کیلئے "The Protocols of the elders of zion" کا منی فیسٹو دیا تھا جسے دنیا کا ہر یہودی حرز جان سمجھتا ہے۔ اپنی اس شیطانی تصنیف میں لیوی رقمطراز ہے:۔

"جب میں پہلی مرتبہ عبرانی زبان میں "پروٹوکول آف دی ایلڈرز" والی نسخہ" پڑھا تو سوچا اس میں برائی کیا ہے؟ کیا یہی وہ طریقہ نہیں جس کو ہم اپنا "ماسٹر پلان" بنا کر عمل پیرا ہوں اور ساری دنیا کو اپنا غلام بنالیں"

اسانی کوفی عنان اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل بنا جس نے 1984ء میں روتھس چائلڈ خاندان کی ایک خاتون نینی لاگرگرین سے شادی کی تھی۔

لاس اینجلس میں ایک بڑے مقامی فیڈرل ڈرگ سٹور کی تفتیش کے دوران جس کو مشتبہ پایا گیا جانتے ہیں وہ کون تھے؟ اسرائیل کی ایک جرائم پیشہ تنظیم جو نیویارک میامی لاس اینجلس لاس ویگاس کینیڈا اسرائیل اور مصر میں سرگرم عمل تھی۔ یہ اسرائیلی مجرم تنظیم ان ممالک میں اور ریستوں میں کوکین اور دوسری نشہ آور ادویات کا غیر قانونی دھندہ کر رہی تھی۔ علاوہ ازیں وائٹ کالر کرائم منی لانڈرنگ اور کریڈٹ کارڈ فراڈ کا دھندہ بھی ایک عرصہ سے چلا رہی تھی۔ ایف بی آئی والے بھونچکا رہ گئے جب انہیں علم ہوا کہ اسرائیلی مافیا کے ان ممبران کے پاس تفتیشی افسران کے خفیہ سیل نمبر حتیٰ کہ گھروں کے فون نمبر بھی موجود تھے جن کی وہ باقاعدہ ریکارڈنگ کیا کرتے تھے۔ اس مجرمانہ نیٹ ورک سے پکڑے گرفتار ممبران نے بتایا کہ ان کے پاس سینکڑوں ٹیلیفون نمبرز موجود ہیں جن کے ذریعے وہ پولیس کو کامیابی سے دھوکہ دے رہے تھے۔

اب آیئے ایک اور حیران کن اور دھچکا لگانے والی بات کی طرف۔ اس یہودی مافیا کا ہیڈکوارٹر اسرائیل کی ایک بین الاقوامی شہرت یافتہ فرم ''Amdocs'' تھی جہاں بلنگ، کریڈٹ کارڈز اور منی لانڈرنگ کے سارے فراڈ چل رہے تھے۔

18 جنوری 1998ء کو مائیکل سپیکٹر نے نیویارک ٹائمز میں ایک سٹوری بعنوان ''Traffickers, New Cargo: Naive Spavic Women'' کے عنوان سے شائع کی۔

اس جرم کہانی میں رپورٹر نے ثابت کیا کہ کس طرح ایک اسرائیلی اور روسی نژاد یہودیوں کا مافیا سفید فام عورتوں کی گھناؤنی جسمانی تجارت میں ملوث ہے۔ یہ لوگ سنٹرل ایشیا اور تیسری دنیا کے غریب ممالک سے کم عمر لڑکیوں کو اغوا کرنے کے بعد مختلف غیر قانونی طریقوں سے امریکہ پہنچاتے جہاں انہیں جنسی غلام بنا کر رکھا جاتا۔ اس گروہ کا ہیڈکوارٹر اسرائیل میں تھا۔ اپنی کہانی کے آخر میں سپیکٹر لکھتا ہے:۔

''ترا پیکا تل ابیب کی اہم تجارتی شاہراہ ہے جس کے اردگرد موجود تمام قابل ذکر مقامات پر کام کرنے والی عورتیں وہ جنسی غلام ہیں جنہیں روس سے اغوا کر کے یہاں لایا گیا۔ انہیں اس بات کا تو علم ہے کہ ان کی قسمت صرف جسم فروشی ہے لیکن یہ نہیں جانتیں کہ ان کا ''باس'' کون ہے؟

تیرھواں باب

26 جنوری 1998ء کو صدر بل کلنٹن کو ایک خط موصول ہوا۔ یہ خط ایک گروپ نے جو خود کو پراجیکٹ فار اے نیو امریکن سنچری (PNAC) کہتا تھا، لکھا گیا اور جس پر درج ذیل افراد نے دستخط کئے۔ ایلیٹ ابراہام، رچرڈ ایل آرمٹیج، ولیم جے بینیٹ، جیفری برگنر، جان بولٹن، پاؤلا ڈوبرنسکی، فرانسس فوکویاما، رابرٹ کاگان، زلمے خلیل زاد، ولیم کرسٹل، رچرڈ پرل، پیٹر ڈبلیو روڈمین، ڈونلڈ رمسفیلڈ، ولیم شینڈر جونیئر، ون ویبر، پاؤل وولفووٹس، آر جیمز وولسے اور رابرٹ بی زوئلک۔ ان میں غالب تعداد یہودیوں کی ہے۔

''ہم آپ کو بروقت مطلع کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہو چلا ہے کہ عراق کے تئیں امریکی پالیسی انتہائی ناکام ہے جس کی وجہ سے ہمیں جلد ہی مڈل ایسٹ میں ایسے بدترین حالات کا سامنا ہوگا جس سے ہم سرد جنگ کے خاتمے کے بعد کبھی دوچار نہیں رہے۔ اپنے آمدہ سٹیٹ آف یونین خطاب میں آپ کو اس مسئلے پر واضح اور مکمل پختگی کی حامل پالیسی کا اعلان کرنا چاہئے۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ اس موقع پر ایک نئی حکمت عملی واضح کریں جس سے امریکہ اور اس کے دوستوں کے مڈل ایسٹ میں مفادات کو مکمل تحفظ فراہم ہو۔ اس پالیسی اور حکمت عملی میں کلیدی اہمیت اس بات کو دی جائے کہ صدام حسین کی حکومت کا مکمل خاتمہ ہونا چاہئے۔ اس مشکل فیصلے میں ہم پورے خلوص اور ہمت سے آپ کے ساتھ کھڑے ہیں۔ وہ لوگ جو ہمارے دوستوں کے مقابلے میں صدام کی کھلم کھلا یا در پردہ حمایت کر رہے ہیں۔ انہیں واضح پیغام دیا جانا چاہئے کہ وہ اس سے الگ ہو جائیں بصورت دیگر امریکی خطرے کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار رہیں۔ ہمارے نزدیک بہترین پالیسی یہ ہے کہ عراق کو خطرناک اور تباہ کن ہتھیاروں کے استعمال کے قابل ہرگز نہ چھوڑا جائے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر ڈپلومیسی سے کام نہیں چلتا تو جلد ہی عراق پر حملہ کر دیا جائے اور اس حکمت عملی کا بالواسطہ نتیجہ صدام حسین اور اس کی حکومت کی تباہی ہوگا اور یہ اہم

پالیسی کا بنیادی مقصد ہونا چاہیے''۔

ستمبر 1998ء میں بل کلنٹن جب آئرلینڈ کے دورے پر گئے تو ان کے دل و دماغ پر یہی خط غالب تھا یہاں انہوں نے ایک بیان میں کہا:

''آپ جانتے ہیں وقت کے ساتھ آپ ایک ملک کے صدر تو بن جاتے ہیں لیکن فیصلے کوئی اور کر رہا ہوتا ہے اور یہ لوگ پس پردہ موجود رہتے ہیں۔ آپ اس صورتحال سے بالآخر اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ اس صدارت، وزارت عظمیٰ یا اسے کچھ بھی کہہ لیں سے جان چھڑانا ہی زیادہ احسن ہے''۔

اس کے باوجود صدر بل کلنٹن کو اس خط نے مجبور کر دیا اور PNAC گروپ نے بالآخر 31 اکتوبر 1998ء کو صدر بل کلنٹن سے ''امریکی لاء ایچ آر 4655'' پر دستخط کروا لیے جسے ''عراق لبریشن ایکٹ'' کہا جاتا ہے۔ اس کے مطابق عراق میں صدام کی حکومت ختم کر کے نئی حکومت قائم کرنے کے احکامات جاری کیے گئے۔ بہر صورت صرف PNAC گروپ ہی اس کا محرک نہیں تھا۔ اس کے پس پردہ ''موساد'' کام کر رہی تھی۔ فروری 1990ء میں ''موساد'' نے نیو یارک کے ABC ٹی وی کو ایک جعلی فلم فراہم کی جس کے مطابق صدام حسین نے بغداد میں ایک یورینیم بنانے کا پلانٹ نصب کر رکھا تھا جہاں وہ اپنے So Called ویپن آف ماس ڈسٹرکشن تیار کر رہا تھا۔ یہ منصوبہ اتنا خطرناک اور کامیاب تھا کہ ''موساد'' نے 1991ء میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو عراق پر حملے کیلئے مجبور کر دیا۔ 19 فروری 1998ء کو ''موساد'' کے 5 ایجنٹوں پر مشتمل ایک ٹیم کو سوئٹزرلینڈ کی حکومت نے گرفتار کر لیا۔ ان پر سوئٹزرلینڈ کے ایک اہم ''پرائیویٹ ہاؤس'' کو بگ (Bug) کرنے کا الزام تھا جس کی تفصیلات کبھی دنیا کے سامنے نہیں آسکیں۔

آئی ایم ایف نے 1998ء میں پٹرول اور فوڈ پر دی انڈونیشیا کو دی جانیوالی رعایت کا اچانک خاتمہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی آئی ایم ایف نے انڈونیشیا میں سرمایہ کاری کرنے والوں کے کئی ملین ڈالر بھی چوس لیے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ انڈونیشیا کی معیشت مضبوط ہو رہی تھی۔

ورلڈ بینک کا ایک پلان بعنوان ''ماسٹر پلان فار برازیل'' ان دنوں منظر عام پر آ گیا۔ اس خفیہ مسودے میں برازیل کی معیشت کا بیڑہ غرق کرنے کیلئے 5 اہم سفارشات مرتب کی گئی تھیں جن کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں:

1- تنخواہیں کم کر دی جائیں (تاکہ سرکاری ملازمین میں بے چینی رہے)

2- ریٹائرڈ ملازمین کی پنشن سے کٹوتی کی جائے۔

3- اوقات کار میں اضافہ کر دیا جائے۔

4- ملازمین سے نوکریوں کا تحفظ ختم کر دیا جائے۔

5- سرکاری بھرتی پر پابندی لگا دی جائے۔

فرینکفرٹ جو روتھس چائلڈ کا نقطہ آغاز تھا' میں یورپین سنٹرل بینک کا قیام بھی اسی سال عمل میں آ گیا۔

1999ء میں ''RIO'' ریوز کی پرائیویٹ الیکٹرک کمپنی جس کا نام ''ریونا ہسٹ'' تھا کو ہسایوں میں بلیک آؤٹ کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ کمپنی نے پیسفک کے موسم کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جبکہ RIO کمپنی اٹلانٹک پر واقع ہے۔ یہ بلیک آؤٹ کا صرف بہانہ تھا' اصل میں پرائیویٹائز ہونے کے بعد RIO کمپنی اپنے 40 فیصد ملازمین سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی تھی۔ ریونا ہسٹ کو کسی مشکل کا سامنا نہیں تھا۔ ملازمین کی چھانٹی کے نتیجے میں ریونا ہسٹ کے شیئرز کی قیمتیں 33 فیصد بڑھ گئیں۔

نیشنل سیکورٹی ایجنسی (NASA) کے میری لینڈ میں واقع ہیڈکوارٹر نے حکومت کو ایک اہم خفیہ رپورٹ (TS/SCI) ''ٹاپ سیکرٹ حساس کمپارٹمنٹلائزڈ اطلاعات کی رپورٹ'' حکومت کو دی جس میں انکشاف کیا گیا کہ امریکہ میں موجود مختلف محکموں میں ہونیوالی حساس گفتگو کا بیشتر ریکارڈ چوری ہو کر اسرائیل پہنچ رہا ہے۔ ایک اسرائیلی کمپنی ''AMDOCS'' جو امریکن ٹیلیفون کمپنیوں کی بلنگ کرتی ہے' اس کی ذمہ دار ہے۔

2000ء میں جارج ڈبلیو بش امریکہ کا صدر بن گیا۔ بش فیملی اپنی نسبت رائل ہاؤس آف Judah سے جوڑتی ہے۔ دراصل صدر جارج بش کرپٹو یہودی (Crypto Jew) ہے۔ بہر حال بش نے خود کو کرسچن صرف امریکیوں کے ووٹ حاصل کرنے کیلئے ظاہر کیا تھا۔ بش پر افغانستان اور عراق میں انسانیت کش حملے کرنے اور پالیسیاں بنانے کے الزامات ہیں اور عیسائیوں کے نزدیک یہ انتہائی خطرناک جرائم کے زمرے میں آتے ہیں۔

ویٹیکن سٹی کے صدر ہیوگو شاویز نے 2000ء میں عراق کا دورہ کیا اور بیان دیا۔

''اندازہ کیجئے ایک فریسی (Pharisee) (قدیم یہودی فرقے کا پیروکار) مراد صدر

بش) پر کیا گزرے گی جب وہ مجھے صدر صدام حسین کے ساتھ دیکھے گا"۔

فریسی یہودیوں کا وہ فرقہ ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا تھا اور خود کو Jesus Christ کہلاتا ہے۔

اپریل 2000ء میں "موساد" کے اہم ایجنٹ جیکب جس کا کوڈ نام "Cookie" تھا کو امریکہ نے گرفتار کیا جو امریکی تاریخ کا سب سے بڑا انتہائی تیز نشہ آور ادویات سمگل کرنے کا دھندہ چلا رہا تھا' اس آپریشن میں ایف بی آئی نے کروڑوں ڈالر کی انتہائی خطرناک نشہ آور ادویات پکڑیں جنہیں ہالینڈ میں ایک یہودی ڈرگ کمپنی تیار کر کے امریکہ کے مختلف شہروں میں سپلائی کر رہی تھی اور اس گروہ کا سرغنہ "موساد" کا ایجنٹ "کوکی" تھا۔ اس کہانی کا دلچسپ پہلو ہے کہ نشہ آور ادویات کی سمگلنگ کا یہ دھندہ "آرتھوڈوکس یہودیوں" کے ذریعے چلایا جا رہا تھا جو اپنے کالے کوٹ، کالے ہیٹ اور کانوں پر گھنگریالے بالوں کی لٹیں لٹکائے امریکہ کے کونے کونے میں یہ مکروہ دھندہ چلا رہے تھے۔ امریکی کسٹم سروس کے کمشنر ریمنڈ ڈبلیو کیلی نے بیان دیا:

"نشہ آور ادویات امریکہ میں یورپ، ڈومینیکن ری پبلک اور کینیڈا سے آ رہی تھیں اور اس دھندے کو اسرائیل کا ایک مجرم گروپ چلا رہا تھا۔ ان کا سرغنہ اسرائیلی یہودی ہے"۔

روس میں گرفتاری سے بچنے کیلئے روسی یہودی اولیگرچ بورس برزوسکی لندن فرار ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا بزنس بھی برطانیہ منتقل کر لیا۔ ایک اور روسی یہودی رومان ابرامووچ جو اسی الزام میں فرار ہو کر برطانیہ آیا تھا' معروف فٹ بال کلب "چیلسی" کا مالک بن کر بیٹھ گیا۔

یکم اکتوبر کے "ڈیلی روم آبزرور" نے ایک جرم کہانی رپورٹ کی جس میں بتایا گیا کہ کس طرح جنسی جنونیوں کا ایک بردہ فروش گروہ اٹلی کے یتیم خانوں سے 2 تا 5 سال کے غیر یہودی بچوں کو اغوا کر کے ان کا ریپ اور پھر قتل کر دیتا تھا۔ جنسی درندوں کے اس گروہ نے ان بچوں کے ساتھ زیادتی کی فلمیں بنائیں اور 1700 گاہکوں کو 20,000 ڈالر کے عوض فروخت کی گئیں جنہوں نے یہ وحشیانہ مناظر دیکھے اور اپنی جنسیت کو تسکین دی۔ اچانک یہودی بیدار ہو گئے۔ جانتے ہیں کیوں؟ حادثہ یہ گزرا کہ اس گروہ کے سرکردہ یہودی غنڈے گرفتار ہو گئے اور انہیں پریس کے سامنے بھی اٹلی کی پولیس نے پیش کر دیا۔ اٹلی ٹی وی نے ان دہشت گرد جنسی درندوں کے ہاتھوں معصوم کلیوں کے ساتھ ہونے والے وحشیانہ سلوک کی تصاویر بھی ان کا منہ کالا کرنے کیلئے

دکھا دی تھیں جس پر یہودیوں کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے کیونکہ وہ ساری دنیا کے سامنے ننگے ہو گئے تھے۔ بجائے اسکے کہ یہودی اس گھناؤنی حرکت پر دنیا سے معافی مانگتے انہوں نے ہنگامہ آرائی شروع کر دی۔ سارا اٹلی "Blood Libel" کے نعروں سے گونجنے لگا۔ بالآخر یہودیوں نے اس پروڈیوسر کو اس کے گھر میں زندہ جلا دیا جس کی اجازت سے ان کے گھناؤنے کارناموں کی ٹی وی پر تشہیر کی گئی تھی۔ حیرت اور شرم کی بات تو یہ ہے کہ امریکہ کے کسی نیٹ ورک نے ان یہودی درندوں کے کارناموں کو منظر عام پر لانے کی جرأت نہیں کی۔ بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ یہودیوں کی نام نہاد "تالمود" اس نوعیت کے جنسی جرائم کی حوصلہ افزائی کرتی اور اس کا جواز مہیا کرتی ہے۔

2000ء میں آئی ایم ایف نے ارجنٹائن پر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنے بجٹ کا خسارہ 5.3 بلین ڈالر سے 4.1 بلین ڈالر کر دے۔ 1 بلین ڈالر کو اگلے سال 2001ء کیلئے محفوظ رکھے۔ ارجنٹائن میں بیروزگاری کی شرح 20 فیصد سے زیادہ تھی۔ آئی ایم ایف نے خسارے کی شرح کم کروانے کیلئے ارجنٹائن کو مشورہ دیا کہ وہ ایمپلائمنٹ پروگرام پر 200 ملین ڈالر ماہانہ سے کم کر کے 160 ملین ڈالر کر دے۔ اس کے ساتھ ہی حکومت کو مجبور کیا گیا کہ ملازمین کی تنخواہوں میں 12 تا 15 فیصد کٹوتی شروع کر دے اور پنشن سے 13 فیصد کٹوتی شروع کرے۔

آئی ایم ایف کی ان "انقلابی معاشی پالیسیوں" نے یہ حال کر دیا کہ دسمبر 2001ء میں ارجنٹائن کا سفید پوش طبقہ کوڑا کرکٹ سے کھانا کھانے پر مجبور ہو گیا۔ لوگ گلیوں بازاروں میں کھانے کی بھیک مانگنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی بیونس آئرس میں ہنگامے شروع ہو گئے۔ جنوری 2001ء میں ارجنٹائن کی حکومت پیسے کی قدر کم کرنے پر مجبور ہو گئی۔ لوگوں کے اکاؤنٹس میں جمع رقم پڑی پڑی کم ہونے لگی لیکن ملک میں بہرحال کچھ امن ہو گیا۔ اس مرحلے پر ورلڈ بینک کے یہودی صدر جیمز وولفنسن نے کہا:

"قریباً ہر اہم چیز پرائیویٹائز ہو چکی ہے"

سارا ارجنٹائن یہودی بینکوں کے خلاف سراپا احتجاج ہو گیا۔ اس احتجاج کا خاتمہ کس طرح ممکن ہوا؟ اس کی صرف ایک مثال ہی لیجئے۔ ایک 37 سالہ پانچ بچوں کے باپ، بس ڈرائیور کو جسے اس کی کمپنی نے 9 ماہ کی تنخواہ دیکر نوکری سے فارغ کر دیا تھا' مظاہروں کے درمیان ملٹری پولیس نے سر میں گولی مار کر ہلاک کر دیا تا کہ اس کے دوسرے ساتھی عبرت حاصل کریں۔

تنزانیہ میں تیرہ لاکھ افراد ایڈز سے مر گئے۔ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف نے تنزانیہ کی

حکومت کو حکم دیا کہ ہسپتالوں میں مریضوں کے مفت معائنے کی سہولت واپس لے کر ڈاکٹروں کی مشورہ فیس وصول کی جائے۔ اس کے ساتھ ہی اگلا نادر شاہی حکم صادر ہوا کہ فری ختم کر کے سرکاری سکولوں میں طالب علموں سے فیس وصول کی جائے جس کے نتیجے میں میں بچوں کی حاضری 80 تا 66 فیصد کم ہو گئی۔

آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی طرف سے تنزانیہ کی اکانومی کی ٹھیکیداری سنبھالنے کے بعد جس کا آغاز 1985ء میں ہوا ان یہودی سود خوروں کی وجہ سے تنزانیہ کی فی کس آمدنی ڈالر سالانہ سے 210 ڈالر سالانہ ہو گئی۔ خواندگی کی شرح شرمناک حد تک گر گئی۔ غربت سے نیچے زندگی بسر کرنے والوں کی تعداد کل آبادی کا 51 فیصد ہو گئی۔ جب آئی ایم ایف اور بینک نے تنزانیہ کا چارج سنبھالا تو یہ ایک کمیونسٹ ملک تھا۔ 2000ء میں ورلڈ بینک نے ایک تفصیلی رپورٹ جاری کی جس میں لکھا ہے:۔

''سوشلزم کا المیہ یہ ہے کہ لوگ اپنی معاشی اور معاشرتی ضرورریات کیلئے حکومت کی طرف منہ اٹھا کر دیکھنے لگتے ہیں''

ورلڈ بینک کے بولیویا میں قدم رنجہ فرماتے ہی پانی کی قیمتیں آسمان کو چھونے لگیں۔ ورلڈ بینک نے اس کا جواز پیش کرتے ہوئے کہا کہ پانی کی لائنوں اور انتظام سپلائی کی بحالی کیلئے قیمتوں میں اضافہ ناگزیر ہو گیا تھا۔ یہ سراسر بکواس تھا' لیکن اس بکواس کا جواز ورلڈ بینک نے موجود تھا۔ برطانیہ میں جب دی سکس وائر کمپنی نے یہودی معیشت کا پہلا شاہکار بنتے ہوئے نظام کو پرائیوٹائز کیا تو یہاں پانی کی قیمتوں میں یکلخت اضافہ ہو گیا تھا۔ یہی جواز پیش کر دیا گیا۔ پانی کا معیار گر گیا' قیمت بڑھ گئی درآنحالیکہ برطانیہ میں تمام واٹر سپلائی حکومت کے معیار کو نہیں چھو سکیں۔ انہوں نے پانی کے دام تو بڑھا دیئے' مگر ابھی تک وہ پانی بھی روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں۔

O

20 جنوری 2001ء کو عہدہ صدارت چھوڑنے سے بمشکل ایک گھنٹہ پہلے کلنٹن نے بیلجیئم کے ایک یہودی مارک ریچ کو شاندار معافی سے نوازا۔ یہ متنازعہ معافی کلنٹن کی زندگی کا سب سے زیادہ متنازعہ فیصلہ تھا۔ مارک ریچ پر نیویارک کے میئر روڈی

اور یونائیٹڈ سٹیٹس اٹارنی کی طرف سے کئی بلین ڈالر کی ہیرا پھیری اور ایران کو اسلحہ سپلائی کا الزام لگایا گیا تھا۔ وہ جان بچانے کیلئے سوئٹزرلینڈ بھاگ گیا اور کئی سال سے ایف بی آئی کی ''موسٹ وانٹڈ'' لسٹ میں شامل تھا۔

مزے کی بات یہ ہے کہ (ADL) اینٹی ڈیفامیشن لیگ کے نیشنل ڈائریکٹر ابراہام فوکس مین نے برملا اعتراف کیا کہ مارک ریچ نے انہیں 2 لاکھ 50 ہزار ڈالر چندہ گزشتہ 16 سالوں میں دیا ہے جبکہ ہلری کلنٹن کی صدارتی مہم میں ایک لاکھ ڈالر عطیہ اس کی طرف سے موصول ہوا۔ فاکس مین نے اعتراف کیا کہ اس نے ریچ کی بیوی ڈینس کو ڈیموکریٹک پارٹی پر اثر انداز ہونے کیلئے اپنے مقصد کی خاطر خوب استعمال کیا۔ ڈینس کا شمار بل کلنٹن کے قریبی حلقوں میں ہوتا تھا۔

10 ستمبر 2001ء کو ''واشنگٹن پوسٹ'' نے رولن سکار بورگ کی ایک سٹوری بعنوان ''US Troops world emforce peace under army study'' شائع کی۔ اس سٹوری کی بنیاد امریکن آرمی سکول آف ایڈوانسڈ ملٹری سٹڈیز (SAMS) کی ایک 68 صفحات پر مشتمل رپورٹ کو بنایا گیا تھا جس میں مختلف ملٹری انجینیئرز اور ان کے طریق واردات کو موضوع بنایا گیا تھا۔ ''موساد'' کے متعلق (SAMS) کی رپورٹ کہتی ہے:۔

''وحشی' بے رحم اور انتہائی مکار۔ امریکن فوج کو ٹارگٹ کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں اور ان کیلئے یہ بالکل ایسے ہی ہوگا جیسے وہ فلسطینیوں اور عربوں سے کرتے ہیں''۔

11 ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے کا گھناؤنا منصوبہ روتھس چائلڈ کی زیر کمان امریکی اور برطانوی شیطانوں کی معاونت سے تیار کیا گیا جس کا الزام بے چارے مسلمان دہشت گردوں کے سر منڈھ دیا گیا۔ یہ اس گھناؤنے کھیل کا پہلا ایکٹ تھا جس کا مقصد عربوں اور مغربی دنیا کو آپس میں ٹکرانا تھا۔ اس کھیل کے محرک یہودی شاطر تھے۔ موساد کا ماٹو By way of deception کبھی فراموش نہ کیجئے۔

اگلے مرحلے میں نائن الیون کے ذریعے ان ملکوں کا ٹینٹوا دبایا جائیگا جو روتھس چائلڈ کے سنٹرل بینکوں کے اپنے ہاں قیام کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ آپ نے دیکھا نائن الیون کے بمشکل ایک ماہ بعد ہی امریکن فوجوں نے افغانستان پر دھاوا بول دیا۔ دنیا کے سات میں سے ایک ملک جس نے روتھس چائلڈ کو اپنے ملک میں بینک بنانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ ان ساتوں ممالک میں اتفاق سے غالب تعداد مسلمانوں کی ہے جو اپنے ہاں سفید فام کرسچن کی زیادہ تعداد

پسند نہیں کرتے کیونکہ راسخ العقیدہ مسلمان اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق غیر مسلموں سے ادھار لینا یا دینا پسند نہیں کرتے۔ یہ بات یہودیوں کو ہمیشہ سے کھٹک رہی تھی۔

یہودی دنیا میں سب سے زیادہ مسلمانوں سے ناراض رہتے ہیں اور ان کی تباہی کے درپے ہیں کیونکہ مسلمان یہودیوں سے متعلق اپنے ایمان اور عقائد میں بڑے پختہ ہیں جبکہ عیسائیوں کا عقیدہ اور ایمان بہت کمزور ہو چکا ہے۔

یہودی چاہتے ہیں کہ ایسے راسخ العقیدہ مسلمان زیادہ سے زیادہ تعداد میں مغرب میں آباد ہو جائیں جہاں وہ اپنے عقائد چھپا کر محض پیسے کمانے والی مشین بنے رہیں اور یہودیوں کی کمائی کا ذریعہ بن کر ان کے زیر اثر چلنے والی حکومتوں کے آلہ کار بھی بنے رہیں جس طرح کہ سفید چمڑی والے عیسائی ان کی مرضی کی زندگی جینے پر مجبور ہیں۔

بہر صورت مسلمانوں کی زیادہ تعداد اس چنگل سے نکل چکی ہے اور یہ لوگ ان مغربی اقوام کے درمیان بھی اپنے ملی اور مذہبی تشخص کو برقرار رکھ کر اپنی الگ شناخت کے ساتھ اپنے عقائد کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ لوگ عیسائیوں کی طرح یہودیوں کے چنگل میں نہیں پھنستے۔ اس صورتحال سے یہودی تلملاہٹ کا شکار ہیں۔ وہ مسلمانوں کو تباہ کرنے پر تل گئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی آسامیاں بھی عیسائیوں کو سونپ دی جائیں۔ نیتن یاہو کا بیان "یروشلم پوسٹ" میں شائع ہوا۔ "11 ستمبر کو امریکہ میں کیا ہوا۔ اس سے قطع نظر ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ اس عمل سے یہودیوں کیلئے ہمدردی میں اضافہ ہوگا"۔

چودھواں باب

بوسٹن ائیر پورٹ سے اڑنے والی فلائٹ یو اے ایل 175 اور امریکن ائیر لائن فلائٹ 11 جن میں سے بعد میں ایک ٹوئن ٹاور سے ٹکرا گئی دوسری کو طے شدہ پلان کے مطابق پنسلوانیا میں میزائل مار کر تباہ کر دیا گیا۔ آپ جانتے ہیں ان دونوں جہازوں کا سیکورٹی پلان کس نے بنایا تھا؟ اگر نہیں تو اطلاعاً عرض ہے کہ اس کمپنی کا نام Huntleigh ہے اور یہ کمپنی جس اسرائیلی کمپنی کی ذیلی شاخ کی حیثیت سے کام کر رہی ہے اس کا نام ہے "انٹرنیشنل کنسلٹنٹ آف ٹارگیٹڈ سیکورٹی انٹرنیشنل این وی" (ICST) اور اس کا ہیڈ کوارٹر ہالینڈ میں ہے۔

ٹرانسپورٹ اینڈ ایوی ایشن سیکورٹی کی اس ایجنسی کو اسرائیلی فوج کے سابق اعلیٰ افسران اور موساد کے ریٹائرڈ اور آن ڈیوٹی افسران چلاتے ہیں۔ (ICTS) کا پرنسپل انچارج مینا خم ایٹ زی مون نامی اسرائیلی یہودی ہے جسے 1996ء میں اسرائیلی حکومت نے ایہود اولمرٹ کی انتخابی مہم کے دوران بطور خزانچی بددیانتی کا مرتکب ہونے پر سزا دی تھی جبکہ اس کا ساتھی ایہود اولمرٹ 2006ء میں اسرائیل کا وزیر اعظم بن گیا۔ (ICTS) کا دوسرا پرنسپل آفیسر ایزرا ہیرل نامی اسرائیلی یہودی تھا جو ٹاون الیون کے دو سال بعد 53 سال کی عمر میں کوسٹ آف فلسطین میں اپنی کشتی پر مردہ پایا گیا۔ اس کی موت کا سبب ہارٹ اٹیک بنا۔ ان دونوں یہودی اسرائیلیوں کو 1999ء سے بوسٹن اور نیو آرک ائیر پورٹ سیکورٹی کی ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں جو وہ اپنی کمپنی (ICTS) کے ذریعے ادا کر رہے تھے۔

ٹاون الیون سے بمشکل ایک ہفتہ پہلے یعنی 5 ستمبر کو نام نہاد مسلمان ہائی جیکر محمد عطاء اور اس کے دیگر ساتھیوں نے اسرائیل کے معروف لا بیسٹ اسلحہ ڈیلر اور یہودی جیک ابراموف کے سمندری جوئے خانے کا اچانک دورہ کیا اور وہاں کافی دیر تک رنگ رلیوں میں مصروف رہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ایف بی آئی نے آج تک یہ جاننے کی زحمت ہی نہیں کی کہ میٹنگ وہاں کیا

کرنے گئے تھے؟ جبکہ ان کی پیدائش سے مرنے تک کی تمام تفصیلات امریکن ایجنسیوں نے حاصل کرلی ہیں اور وہ یہ بھی جان گئے ہیں کہ حادثے والے دن اور اس سے پہلے یہ لوگ کھاتے رہے؟ کہاں کھاتے رہے؟ کس مرد اور عورت سے ملاقاتیں کیں؟ ان سب مجہول افراد کو زیر تفتیش لایا گیا لیکن جیک ابراموف اور ہائی جیکروں کی ملاقات اور وہاں ہونے والے پروگرام اور مذاکرات سے متعلق تحقیق کرنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی لیکن ایک اور بات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ امریکہ کی طرف سے مشتبہ ٹھہرائے گئے گیارہ افراد میں سے سات ابھی تک زندہ اور آزادی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انہیں امریکی ایجنسیوں نے یکسر فراموش کر دیا ان میں سے کچھ نے عرب ممالک میں قائم امریکی سفارتخانوں سے رابطے کر کے پوچھا کہ ان کے نام ہائی جیکرز اور دہشت گردوں کی فہرست میں کیوں شامل کیے گئے؟ کیا کوئی امریکہ کے یہود کنٹرول والے میڈیا سے یہ سوال کرنے کی جرأت کریگا؟ شاید کوئی نہیں۔

امریکن پولیس نے عربوں کے لبادے میں پانچ یہودی بہروپیوں کو اس وقت گرفتار کیا جب ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کی ویڈیو دکھائی جا رہی تھیں اور یہ پانچوں خوشی سے نعرے لگاتے ایک نائٹ کلب میں ڈانس کر رہے تھے؟ کسی کو معلوم ہے وہ کون تھے؟

''موساد'' کے ایجنٹوں کو ایک وین دھماکہ خیز مواد سے بھری دی جس میں کافی نقدی میں کیش بھی موجود تھا۔ ایف بی آئی نے امریکہ سے گرفتار کیا۔ ان لوگوں نے بھی عرب دہشت گردوں کا روپ دھار رکھا تھا۔ جیسے ہی ان کی گرفتاری کی خبر ''موساد'' کو ملی یروشلم کے میئر اور آئندہ منتخب ہونے والے اسرائیلی وزیراعظم ایہود اولمرٹ نے نیویارک کے یہودی میئر روڈی جولیانی سے فوری رابطہ قائم کر کے اس معاملے میں مداخلت اور اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنے کی درخواست کی۔ ان کا استدلال تھا کہ اس وین سے گرفتار ہونے والے عرب بھیس میں موجود یہودیوں نے یہ سب کچھ صرف ''فن'' FUN کیلئے کیا ہے۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی والے دن کسی بھی یہودی کا اس بلڈنگ میں موجود نہ ہونا اور پانچ اسرائیلی یہودیوں کا تباہی کی خوشی پر نشے میں دھت ہو کر عربی لباس پہنے اپنی فتح کا جشن منانا اگر اب بھی کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کی عقل پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔

ان پانچوں معصوم اور ایہود اولمرٹ کے نزدیک بے گناہ اسرائیلیوں میں سے دو ''موساد'' کے باقاعدہ ایجنٹ کی حیثیت سے پہچانے گئے جبکہ باقی تین کے متعلق امریکی

ایجنسیوں کو یقین ہے کہ ان کا تعلق بھی ''موساد'' سے تھا۔ عینی شاہدین کے مطابق یہ ایجنٹ نائن الیون واقعہ سے چند منٹ پہلے تک لبرٹی پارک میں موجود تھے جس کے بعد اچانک غائب ہو گئے۔ باور کیا جاتا ہے کہ انہیں پیشہ ورانہ طور پر یہاں بھیجا گیا تھا کہ کام طے شدہ منصوبے کے مطابق ہو رہا ہے یا نہیں؟

پانچوں اسرائیلی دہشت گردوں کی تفتیش ایف بی آئی نے کی لیکن پھر انہیں پراسرار طور پر اچانک اسرائیل واپس بھیج دیا گیا۔ نیو جرسی پولیس کے جن آفیسرز نے ان دہشت گردوں کو گرفتار کیا تھا انہیں سختی سے تنبیہ کر دی گئی کہ اس گرفتاری کا کسی سے بھول کر بھی تذکرہ نہ کریں۔ اگر انہیں اپنی خیریت درکار ہے البتہ وہ اس مسئلے پر یروشلم کے میئر سے ضرور بات کر سکتے ہیں۔

یہ پانچوں اسرائیلی کچھ عرصہ بعد اسرائیلی ٹی وی پر دکھائی دیئے۔ انہوں نے بتایا وہ امریکہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کے مناظر دیکھنے گئے تھے۔ ایک ایسا حادثہ جو آج تک امریکہ کی تاریخ میں پیش نہیں آیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے انہیں کس نے روانگی سے پہلے بتایا تھا کہ امریکہ میں یہ سانحہ پیش ہونے والا ہے؟

امریکی حکومت کی دریا دلی سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس نے اسرائیلی ایجنٹوں کی گرفتاری، تفتیش، غرض ہر مرحلے کو ''کلاسیفائیڈ'' کر دیا ہے یعنی کوئی نہ انہیں دیکھ سکتا ہے نہ ہی یہ ریکارڈ پر لائی جائیں گی۔ اس کہانی کے بیشتر حصوں کا علم عوام کو فاکس نیوز کے رپورٹر کارل کیمرون کے چار قسطوں پر مشتمل ایک رپورٹ کے ذریعے ہوا۔ اس سٹوری کے منظر عام پر آتے ہی یہودی پریشر گروپس خصوصاً AIPAC حرکت میں آئی اور انہوں نے فاکس نیوز کو مجبور کر دیا کہ اس اہم سٹوری کو اپنی ویب سائٹ سے غائب کر دیں اور ایسا ہی ہوا۔

نائن الیون حادثے سے دو گھنٹے پہلے اسرائیل کی ایک کمپنی ''Odigo'' کو انٹرنیٹ میسج ملا کہ اپنے دفاتر بند کر کے غائب ہو جاؤ' یہاں کچھ انہونی ہونے جا رہی ہے۔ اس کمپنی کا دفتر ٹریڈ سنٹر سے بمشکل دو بلاک کی دوری پر موجود تھا۔ اس فرم کے نیویارک کے منیجر نے انٹرنیٹ کا یہ پیغام آئی پی ایڈریس سمیت ایف بی آئی کو فراہم کیا لیکن ایف بی آئی کے کان پر جوں بھی نہ رینگی' اس کا کوئی نوٹس ہی نہیں لیا گیا۔ آج تک ایف بی آئی اسرائیل کی ان پانچ موونگ کمپنیوں کے خلاف تحقیقات کر رہی ہے جن کا تعلق اسرائیلی انٹیلی جنس سے ہو سکتا ہے۔

ایف بی آئی نے اسرائیل کی ان پانچ کمپنیوں کے قریباً دو سو ایجنٹوں کو اس الزام میں

گرفتار کیا کہ ان لوگوں نے اپنی ویگنوں کے ذریعے یہودیوں کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے منتقل کیا تھا۔

آپ جانتے ہیں؟ ان یہودی دہشت گردوں کے خلاف کیا ایکشن لیا گیا؟ یو ایس جسٹس ڈیپارٹمنٹ کے آفیشل مائیکل چیرٹ آف کے حکم پر انہیں ''ویزہ وائلیشن'' کے الزام میں امریکہ بدر کر کے اسرائیل بھیج دیا گیا لیکن صرف ان شہریوں کو جن کے پاس اسرائیل کی شہریت تھی جو اسرائیل اور امریکہ دونوں کی شہریت رکھتے تھے ان کو اس سزا سے بھی مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ''سزا'' کا حکم جاری کرنے والا بھی اسرائیلی نژاد امریکی یہودی ہے جس کا باپ اسرائیلی اور ماں امریکن یہودی ہے۔

ایک طرف تو یہ نوازشات ہو رہی تھیں اور دوسری طرف ایف بی آئی نے 900 بے گناہ مسلمانوں کو جن کا اس حادثے سے کچھ لینا دینا نہیں تھا جن کا دور دور تک اس سے کوئی تعلق نہیں بنتا تھا' گرفتار کر کے ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا اور ان میں سے پانچ سو کو جو امریکہ کی شہریت بھی رکھتے تھے یا پھر جن کا امریکہ میں قیام قانونی اور جائز تھا' زنجیروں سے باندھ کر جہازوں میں لادا اور امریکہ بدر کر دیا۔ امریکی انصاف زندہ باد۔

12 ستمبر 2001ء کو یروشلم پوسٹ نے ایک سنسنی خیز سٹوری شائع کی جس میں بتایا گیا کہ اسرائیل بھی امریکہ کی طرح ان سب چار سے ''مسلمان دہشت گردوں'' کی دہشت گردی کا نشانہ بن سکتا ہے اور یہ کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے میں چار ہزار یہودی لاپتہ ہیں جن کا کوئی سراغ نہیں مل رہا۔

19 ستمبر کو کویت ٹی وی نے ایک رپورٹ دکھائی جس میں بتایا گیا کہ یہ 4 ہزار ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے وہ یہودی ملازمین ہیں جنہوں نے حملے والے دن چھٹی کی تھی جن کے متعلق یروشلم پوسٹ نے غائب ہونے کی اطلاع دی ہے۔

آخر کار 22 ستمبر کو نیویارک ٹائمز نے لکھا:۔

''اس حادثے میں صرف تین یہودی مارے گئے جن میں سے دو ایک جہاز میں سوار تھے۔ تیسرا ایک تاجر جو ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے تجارتی دورے پر تھا جس کی شناخت کے بعد اسے دفن کر دیا گیا''۔

26 اگست اور 11 ستمبر 2001ء کے دوران ایف بی آئی کو سٹاک ایکسچینج میں کاروبار کرنے والے ایک یہودی سرمایہ کار گروپ کا علم ہوا جس کے اس عرصہ میں 38 مختلف کمپنیوں

کے اپنے شیئرز فروخت کیے تھے جو حملے کے بعد شدید خسارے میں چلے گئے۔ یہ یہودی بروکر تھے جن کا نیویارک سٹاک ایکسچینج میں بزنس تھا۔ انہوں نے اپنے حصص کینیڈا' فرینکفرٹ اور جرمنی میں فروخت کیے اور کئی ملین ڈالر منافع بھی کمایا۔

ایف بی آئی نے بھی ان کی تفتیش کرنے کی زحمت نہیں کی کیونکہ یہ سلسلہ نیویارک سے سیدھا تل ابیب جا ملتا تھا۔

2001ء کے آغاز میں ہی لیوس ایزنبرگ کا نام سنا گیا جس نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو پرائیویٹائز کیا تھا جس کے بعد اس نے معروف یہودی جنسی تشدد کلب اپنے دوسرے ساتھی لیری سلورسٹین کے ساتھ مل کر کھولا تھا۔ دونوں یہودیوں کا یونائیٹڈ جیوش اپیل (UJA) میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ لیوس ایزنبرگ جس نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو پرائیویٹائز کر کے اپنے بزنس پارٹنر لیوس ایزنبرگ کو سونپ دیا تھا۔ سلورسٹین نے نائن الیون سے کچھ ہی روز پہلے یہاں انشورنس کا ریٹ اچانک ڈبل کر دیا تھا۔ دلچسپی کی یہ بات بھی ہے کہ سلورسٹین اسرائیل کے سابقہ وزیراعظم بنجمن نیتن یاہو کا قریبی دوست بھی ہے۔ دونوں ہر ویک اینڈ پر ایک دوسرے سے طویل ٹیلیفونک گفتگو بھی کرتے رہتے تھے۔

O

نائن الیون کے بعد امریکہ میں انتھراکس بذریعہ ڈاک اعلیٰ شخصیات خصوصاً اہم سیاستدانوں اور میڈیا ایگزیکٹو کو بھیجنے کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کے نتیجے میں پانچ افراد کی موت واقع ہو گئی۔ امریکی روایات کے عین مطابق نائن الیون کی طرح اس تخریبی کارروائی کو بھی القاعدہ کے کھاتے میں ڈال دیا گیا لیکن جلد ہی امریکی ایجنسیوں نے جان لیا کہ یہ انتھراکس جن مخصوص لفافوں میں بھیجی جا رہی ہے وہ امریکہ کی ایک مخصوص لیبارٹری میں استعمال ہوتے ہیں اور یہ کہ یہ عام قسم کی نہیں بلکہ بڑی خطرناک انتھراکس ہے جو ہتھیار بنانے میں استعمال ہوتی ہے اور یہ بھی اس امریکی لیبارٹری میں تیار کی جاتی ہے۔

ایف بی آئی نے اپنی خفیہ تحقیق جاری رکھی اور جلد ہی وہ اصلی ملزم تک پہنچ گئے۔ انتھراکس کے ذریعے امریکی اعلیٰ حکام کو ہلاک کرنے اور خوف و دہشت کی فضا پیدا کرنے والے اس اشکنازی یہودی کا نام ڈاکٹر فلپ زاک تھا جس کی متعدد مرتبہ اس بات پر سرزنش ہو چکی تھی کہ

وہ موقع بے موقع بغیر کسی وجہ کے عربوں کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا رہتا اور جیسے ہی کوئی مسلمان عرب اسے دکھائی دیتا' ڈاکٹر فلپ زاک نفرت سے اسے گالیاں دینے لگتا۔ ڈاکٹر فلپ زاک کو خفیہ کیمرے کے ذریعے بنائی گئی فلم نے رنگے ہاتھوں اس وقت گرفتار کروایا جب وہ لیبارٹری کے اس مخصوص کمرے سے انتھراکس چوری کر رہا تھا جو امریکی محکمہ دفاع کے فورٹ ڈیٹرائٹ میں واقع ہے اور ڈاکٹر فلپ یہاں بطور ایکسپرٹ کام کر رہا تھا۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ وہ امریکن میڈیا اور ایجنسیاں جو چند روز پہلے تک اس مسئلے پر باقاعدہ کیخلاف چیخ وپکار کر رہی تھیں اور اس دہشت گردی کا سلسلہ پاکستان' افغانستان اور اسامہ بن لادن سے جوڑ رہی تھیں اچانک خاموش ہو گئیں۔ ڈاکٹر فلپ کی گرفتاری کے بعد امریکنوں کو یہ یاد بھی نہیں رہا کہ انتھراکس کے ذریعے ان کے ہاں کیسی خوف و دہشت کی فضا بنی ہوئی تھی۔ آئے روز امریکی ایجنسیوں سے کرتا دھرتا ایسی وارداتوں کا سلسلہ پاکستان اور افغانستان سے جوڑا کرتے تھے۔ ان کا خاموش ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن اس مسئلے پر امریکی میڈیا نے اپنے منہ میں گھونگنیاں کیوں ڈال لیں؟ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔

چند روز بعد ہی جیوئش ڈیفنس لیگ کے 1985ء میں رہنے والے چیئرمین اشکنازی یہودی اروراہن کو ایف بی آئی نے رنگے ہاتھوں اس وقت گرفتار کر لیا جب وہ ایک مسجد اور ایک عرب امریکن کانگریس مین کو بم سے اڑانے کے منصوبے پر عمل پیرا ہو چکا تھا۔ جب اس کے ٹھکانے کو ایف بی آئی نے گھیرے میں لیا تو اس یہودی نے خودکشی کر لی۔ اغلب امکان یہی ہے کہ اسے ایف بی آئی کی آمد پر وہاں چھپے ''موساد'' کے ایجنٹ نے مار ڈالا اور پھر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے سے ایک ہفتہ قبل اسرائیل کی زم شپنگ کمپنی نے اپنا ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں موجود آفس ختم کر کے دوسری جگہ آفس بنا لیا۔ دفتر کی اس طرح اچانک اور ہنگامی تبدیلی کا کسی کو اندازہ ہی نہیں تھا۔ اس طرح اچانک لیز کا معاہدہ توڑنے پر کمپنی کو 50 ہزار ڈالر کا نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ میڈیا میں اس حوالے سے متعدد مرتبہ سوال اٹھایا گیا لیکن آج تک اسرائیل کی اس کمپنی کی طرف سے یہ نہیں بتایا گیا کہ اس اچانک تبدیلی کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

قصہ مختصر نائن الیون کی آڑ لے کر امریکی فوجیں تمام عالمی اصولوں کو پامال کرتیں ہمسایہ ملک پاکستان کی معاونت سے افغانستان میں جا گھسیں اور انہوں نے طالبان کی اینٹ

سے اینٹ بجا دی۔ پہلے پہل تو یہ بات سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اچانک امریکیوں کو کیا سوجھی کہ انہوں نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔ جلد ہی یہ انکشاف ہوا کہ حملے کی اصل وجہ نائن الیون نہیں بلکہ کچھ اور تھی۔

واقعہ یہ ہے کہ طالبان کے لیڈر ملا محمد عمر نے افغانستان میں افیون کی پیداوار کا مکمل صفایا کر دیا تھا۔ جولائی 2000ء میں ملا عمر نے باقاعدہ فرمان جاری کیا کہ جہاں بھی افیم کاشت کی جائے یا برآمد ہو اس شخص پر اسلامی قوانین کے مطابق مقدمہ چلایا جائے اور یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ ایسے قانون کے لاگو ہونے پر مجرم کو کم از کم سزائے موت دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جولائی 2000ء میں افغانوں نے راتوں رات اپنے افیون کے پودے جلا کر راکھ کر دیئے۔

اپنی یادداشت پر زور دے کر یاد کیجئے کہ 1839ء میں کیا ہوا تھا؟ چین کے مانچو حکمرانوں نے حکم دیا کہ افیون ختم کر دی جائے تاکہ چینیوں میں پھیلی افیون نوشی کی علت کا خاتمہ کیا جائے۔ اس پر روتھس چائلڈ خاندان نے برطانوی افواج کو حکم دیا کہ وہ چین پر حملہ کر کے ان سے افیم کے کاروبار کو تباہی سے بچائیں جس پر برطانوی فوج نے چین پر حملہ کیا اور مانچو خاندان کو ایسا سبق سکھایا جو چین کی تاریخ کا المناک باب ہے جس کے بعد چین میں روتھس چائلڈ کا افیون کا کاروبار زور و شور سے شروع ہو گیا۔

یہی تاریخ روتھس چائلڈ نے پھر دہرائی اور اپنی تنخواہ دار امریکی فوج کے ذریعے اپنا افیون کا کاروبار بچانے کیلئے افغانستان پر حملہ کروا دیا۔ افغانستان دنیا کی کل ہیروئین کا 75 فیصد پیدا کرتا ہے۔ 2000ء میں ملا عمر کی طرف سے اس پر پابندی کے بعد روتھس چائلڈ کا 2001ء کا منافع خطرے میں پڑ گیا تھا۔ انہوں نے 2002ء میں بھی خسارہ برداشت کرنے کے بجائے اکتوبر 2001ء میں افغانستان پر حملہ کروا دیا۔ میڈیا کی اطلاعات کے بعد امریکی قبضے کے بعد مارچ 2002ء میں ناقابل یقین حد تک افیون افغانستان سے حاصل کی گئی۔

3 اکتوبر کو اسرائیلی وزیراعظم ایریل شیرون نے اشکنازی یہودی شمعون پیریز سے ریڈیو کول اسرائیل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا:

''ہم نے ہر مرتبہ تمہارے کہنے پر بہت کچھ کیا۔ تم مجھے بھی کہتے رہے کہ امریکہ یہ کرے گا امریکہ وہ کرے گا۔ میں تمہیں صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں۔ اسرائیل پر امریکی پریشر

سے متعلق قطعاً پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم یہودی امریکہ کو کنٹرول کیے ہوئے ہیں اور امریکی اچھی طرح یہ جانتے ہیں"۔

○

امریکہ کے فرینڈز آف Lubavitch ڈنر میں اکتوبر کے مہینے ہی میں صدر جارج بش کے پریس سیکرٹری ایری فلیشر نے گروپ ینگ لیڈر شپ ایوارڈ منیجر جاسے لا جبر مین کو دیا۔ دونوں نے اپنی کوششوں سے لوباوچ رابی واشنگٹن میں رکھنے کا کارہائے نمایاں سرانجام دیا تھا۔ ایری فلیشر کو یہودیوں کے اعلیٰ مذہبی اعزاز آرڈیل لوباوچ رابی سے پہلے ہی نوازا جا چکا تھا۔

امریکی حکومت نے ایڈم گولڈمین کو وائٹ ہاؤس میں یہودیوں کا لیوان آفیسر مقرر کر دیا جو دیگر مذاہب خصوصاً عیسائیوں اور مسلمانوں سے متعلق اپنے انتہا پسند نظریات میں کمال درجے شہرت رکھتا تھا۔ اس سے زیادہ متعصب یہودی صدر بش کو اور کون سا میسر آتا۔

ان ہی دنوں روسی یہودی آلگرچ ولادیمیر گوزنسکی کا کیس بہت مشہور ہوا جس پر روس میں غبن کے سنگین الزامات تھے اور وہ بھاگ کر اسرائیل آ گیا جہاں اس کو بہترین پناہ میسر تھی۔ موصوف بیک وقت روس اور اسرائیل کی شہریت کے حامل تھے۔ اسرائیل کی "Amdocs" نامی ادویات ساز کمپنی کے غبن اور ادویات میں ہیرا پھیری اس دور کی امریکی تاریخ کا سیاہ ترین کارنامہ تھا۔

جب ایف بی آئی نے نائن الیون کے بعد اس کمپنی کے خلاف تحقیقات شروع کیں تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ یہ کمپنی تو اسرائیلی جاسوسوں اور تخریب کاروں کا سب سے بڑا اور محفوظ اڈہ تھا۔ نائن الیون کے بعد یہاں سے ایف بی آئی نے اسرائیل سے امریکہ میں بچھائے گئی جاسوسی نیٹ ورک پکڑے جن کے متعلق بعد میں میڈیا نے پراسرار خاموشی اختیار کر لی۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ لوگ کیا صرف امریکی سرکاری اور دفاعی راز ہی چراتے تھے یا امریکہ میں ہونیوالی تخریب کاریوں میں بھی ملوث رہے ہیں؟

○

پروفیسر جوزف سٹگلز چیف اکانومسٹ آف دی ورلڈ بینک بعد چیئرمین آف صدر کلنٹن کونسل آف اکنامک ایڈوائزرز نے ورلڈ بینک کی "Four step strategy" کا اعلان کیا جس کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں۔

1- پرائیویٹائزیشن:- یہ حربہ وہاں استعمال کیا جائے گا جہاں کی مقامی لیڈرشپ 10 فیصد کمیشن بطور رشوت سوئس بینک میں جمع کروا دے گی۔ اس طرح انہیں اس کرپشن میں باقاعدہ حصہ دار بنایا جائے گا (خیال رہے یہ ورلڈ بینک کی سٹریٹجی کا پہلا مرحلہ ہے جس میں بغیر کسی تنگی رکھے اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سود سے میں سے دس فیصد کرپشن ورلڈ بینک کا حصہ ہوگی اور باقی کرپشن میں سے مقامی لیڈرشپ کو اس کا حصہ دیا جائیگا۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی عقل کا اندھا پاکستان میں ہونیوالی پرائیویٹائزیشن کو جائز قرار دیتا ہے تو اس کی عقل پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔ سٹیل ملز اور دیگر اہم اداروں کی نجکاری کوئی راز نہیں رہا۔ یہ حلوائی کی دوکان اور نانا جی کی فاتحہ والا معاملہ ہے اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اس عمل کو ورلڈ بینک کی مکمل تائید و حمایت حاصل ہے)۔

2- کیپٹل مارکیٹ لبرالائزیشن:- اس طرح ٹیکس منی کو باآسانی سرحدوں کے آر پار منتقل کیا جا سکے گا۔ اس میں مقامی حکومتوں کے مالیاتی سکینڈل آسانی سے چھپ سکتے ہیں۔ ورلڈ بینک کی اصطلاح میں یہ Hot Money کہلاتی ہے۔ یہ وہ طریق واردات ہے جس میں رئیل اسٹیٹ کا جوا کھیلا جاتا ہے۔ زمینوں کی خریداری نقطہ عروج کو چھوتی ہے۔ اچانک زمین کی قیمتیں آسمان کو چھونے لگتی ہیں اور تھوڑی زمین خرید کر زیادہ مہنگے داموں فروخت کرنے والے جب اپنی جھولیاں بھر لیتے ہیں تو اچانک اپنی سرمایہ کاری ختم کر کے دوبارہ رئیل سٹیٹ کا بیڑہ غرق کر دیتے ہیں۔ اس طرح مقامی سرمایہ کار تباہ و برباد ہو جاتا ہے جبکہ غیر ملکی سرمایہ کار اپنی رقم کئی گنا بڑھا کر وصول کر لیتا ہے۔ اس طریق واردات میں جب "نصابی نوعیت کے اقدامات" کے ذریعے کسی ملک کی کھوکھلی معیشت اعداد و شمار کے گورکھ دھندے میں بڑی مضبوط دکھائی دینے لگتی ہے (پاکستان کی مثال حاضر ہے) تو اس ملک کو فوراً آئی ایم ایف کی مدد درکار ہوتی ہے جو اس کی کھوکھلی معیشت کا بھرم رکھنے کیلئے 30 تا 80 فیصد سود کا ریٹ بڑھا کر سرمایہ فراہم کرتا ہے اور اس شرح سود سے مقامی ملک کا بینکاری نظام بظاہر بڑا کامیاب دکھائی دیتا ہے لیکن اس کی انڈسٹری اور مقامی صنعت کا بیڑہ غرق ہو جاتا ہے (پاکستان میں پراپرٹی اور مارکیٹ کی موجودہ صورتحال پر اس

سے بھرپور تبصرہ اور کیا ہوگا)۔

3۔مارکیٹ کے مطابق قیمتوں کا تعین:۔ اس حربے سے متعلقہ ملک میں کھانے پینے، ایندھن، پانی اور گیس کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ کیا جاتا ہے جسے آئی ایم ایف اپنا "حق" سمجھتا ہے اس حربے سے پیسہ بڑھتا چلا جاتا ہے (مثال ہمارے سابق وزیراعظم اور جنرل پرویز مشرف کے دعوے ہے کہ پہلے جس کی تنخواہ تین ہزار تھی آج پندرہ ہزار ہے اتنے موبائل آ گئے اتنے سیلنے آ گئے وغیرہ وغیرہ) لیکن حکومت "بینک کرپٹ" ہوتی چلی جاتی ہے جس پر حکومت مقامی اثاثے فروخت کر کے اپنا الو سیدھا کرتی ہے جسے اونے پونے داموں فروخت کرنا اس مرحلے پر اس ملک کی حکومت کیلئے ناگزیر ہو جاتا ہے (کیا اس کے بعد بھی کسی وضاحت کی ضرورت ہے۔ اب تو پاکستانی کو سمجھ آ جانی چاہئے کہ ہماری روشن خیال حکومت نے سٹیل ملز کیوں اونے پونے بیچنے کی کوشش کی تھی اور پی ٹی سی ایل کے بعد اب گیس اور بجلی کو بھی فروخت کرنے پر کیوں تلی ہوئی ہے)۔

4-فری ٹریڈ:۔ یہ شیطانی چکر ورلڈ بینک ایشیا، لاطینی امریکہ اور افریقہ میں چلایا جا رہا ہے۔ فری ٹریڈ کا نتیجہ دیگر متعلقہ ممالک کو پابند کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے کسانوں کو سبسڈی نہ دیں، اس طرح تیسری دنیا کی زرعی اجناس کی قیمتیں آسمان کو چھونے لگتی ہیں، کسان بددل ہو جاتے ہیں کاشتکاری سے جی چراتے ہیں اور غذائی بحران پیدا ہوتا ہے جس کے بعد بڑے ممالک خصوصاً یورپ، امریکہ، آسٹریلیا اور کینیڈا جن کے پاس غذائی اجناس وافر مقدار میں موجود ہوتی ہیں اپنا کاروبار چمکاتے ہیں۔ "فری ٹریڈ" کے اس گورکھ دھندے میں پسماندہ ممالک پر ٹیرف کی اسکیم کے تحت پابندی عائد کر دی جاتی ہیں جن میں یہ پھنس کر رہ جاتے ہیں اور کوئی فرار کی راہ میسر نہیں آتی۔

اس گھناؤنے معاشی کھیل میں دنیا کے کتنے ممالک پسماندگی کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں لیکن اس کا فاتح صرف ایک ہے اور وہ ہے یہودیوں کے بینک اور بینکار۔ حقیقت یہ ہے کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کسی بھی ترقی پذیر ملک کو قرضے ہی اس شرط پر دیتے ہیں کہ وہ اپنا پانی، بجلی، ٹیلیفون اور گیس کی نجکاری کرے۔

اس گھناؤنے معاشی نظام کے بانی پروفیسر جوزف سٹگلز کو 2001ء میں نوبل انعام سے نوازا گیا۔

2002ء کی ویبسٹر Webster's تیسری بین الاقوامی ڈکشنری میں یہودیوں کی خود ساختہ اصطلاح anti-senitism کے نئے معنی متعارف کروائے گئے ہیں۔ یہ معنی 1956ء کے بعد بھی مرتبہ تبدیل ہوئے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

1- یہودیوں کے خلاف مذہب، نسل، زبان اور ثقافتی گروپ ہونے کی بنیاد پر ظلم و تعدی کا مرتکب ہوا یا ان کے خلاف سماجی، سیاسی اور معاشی بنیاد پر کسی زیادتی کا مرتکب پایا جائے۔

2- یہودیت کی مخالفت

3- اسرائیل کے دشمنوں سے اظہار ہمدردی

اس لفظ کے نمبر 2 اور نمبر 3 معانی کا اضافہ 2002ء میں کیا گیا۔ یعنی ان لمحات میں جب اسرائیل کے حکم پر امریکی فوجیوں نے عراق کے اقتدار اعلیٰ کو روندا۔

اس سال اسرائیلی وزیراعظم اور جنگی مجرم ایریل شیرون نے مسلمانوں کی نسل کشی کیلئے اپنے وحشی فوجیوں کو حکم دیا کہ وہ "جنین" میں فلسطینیوں کے کیمپ پر حملہ کریں۔ نائن الیون سے مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کی سازش سے جس نفرت کی فضا نے جنم لیا اس کا فائدہ ان وحشیوں نے اٹھایا اور دنیا کی بظاہر مہذب اقوام نے اس پر مجرمانہ خاموشی اختیار کر لی۔

اس نسل کشی کے خلاف جب کچھ آوازیں مغرب کی سول سوسائٹی اور امریکہ سے اٹھیں تو صدر بش نے ایریل شیرون سے درخواست کی کہ وہ اسرائیلی افواج سے کہے کہ وہ فلسطینی شہری علاقوں سے نکل جائیں لیکن ایریل شیرون نے اس پر امریکہ کو باقاعدہ ڈانٹ پلا دی جس پر صدر بش نے رجوع کیا اور 18 اپریل کو فرمایا:

"شیرون ایک بہادر اور ہمدرد انسان ہے"

اس تبصرہ سے زیادہ بھرپور طمانچہ صدر بش انسانیت کے منہ پر نہیں مار سکتے تھے۔

ڈی ای اے نے حکومت کو رپورٹ پیش کی کہ اسرائیلی جاسوس طلبہ کے روپ میں "معصومانہ" سے امریکی حساس محکموں میں داخل کر دیئے ہیں۔ دیکھئے آکس لینڈ نیول انویسٹی گیشن جنوبی واشنگٹن سٹیٹ میں پولیس نے ایک ٹرک کو روک کر تلاشی لی۔ اس سے دو مشتبہ اسرائیلی پکڑے گئے جن میں سے ایک غیر قانونی طور پر امریکہ میں پناہ گزین تھا۔ دونوں مشتبہ اسرائیلی طوفانی رفتار سے کرائے پر حاصل کیا ٹرک چلا رہے تھے اور ان کا کہنا تھا کہ وہ اس میں موجود فرنیچر لے کر جا رہے تھے۔

اگلے روز ایف بی آئی کی خصوصی ٹیم نے اس ٹرک میں TNT اور RDX کی موجودگی کے شواہد تلاش کرنے لیکن حیرت انگیز طور پر ایف بی آئی نے اگلے ہی روز اعلان کیا کہ لیبارٹری ٹیسٹ کی رپورٹس کے مطابق یہ شواہد نامکمل ہیں اور سگریٹ نوشی سے بھی اس طرح کے نشانات ہو گئے تھے جس سے اس اشتباہ نے جنم لیا۔ اس لیبارٹری کے ماہر نے ایف بی آئی کے اس بیان پر مختصر تبصرہ کرتے ہوئے اسے ''بکواس'' قرار دیا۔

* * *

پندرھواں باب

ایف بی آئی کو ایک عورت نے ملزمان کے موقع واردات پر موجود ہونے کی گواہی دی اور ان معصوموں کو بری کر کے امریکہ محکمہ امیگریشن سروسز کو سونپ دیا گیا تاکہ ان کی باعزت اسرائیل واپسی کو ممکن بنایا جائے۔ ان کی واپسی کے ساتھ ہی وہ عورت جس کی گواہی پر انہیں بے گناہ قرار دیا گیا تھا منظر سے غائب ہو گئی۔

29 اکتوبر کو یہودی پراجیکٹ فار اے نیو امریکن سنچری (PNAC) کے ممبران رابرٹ کاگان اور ولیم کرسٹول نے ہفت روزہ سٹینڈرڈ میں ایک مضمون بعنوان ''The Gathering Storm'' لکھا جس میں کہا:

''سنٹرل ایشیا سے مڈل ایسٹ تک دنیا پر جنگ کے بادل گھر رہے ہیں۔ افغانستان اس کا نقطہ آغاز ہے لیکن افغانستان میں یہ جنگ ختم نہیں ہو گی بلکہ امریکہ کو یہ لڑائی خلیج میں بھی لڑنی پڑے گی۔ امریکہ کو اس کا آغاز جلدی کرنا ہو گا کیونکہ اس کیلئے ایک ایسی فوج درکار ہے جو ہر وقت ہر جگہ میسر ہو۔ تہذیبوں کا تصادم ناگزیر ہو گیا ہے اس سے بچنے کی کوشش فضول ہے''۔

واشنگٹن کے ایک کنسلٹنٹ ماہر اقتصادیات کا کہنا ہے کہ ''1973ء سے 2002ء تک اسرائیل امریکہ کا 1.6 ٹریلین ڈالر خرچ فضول جنگوں پر اپنے مقاصد کی بجا آوری کیلئے کروا چکا ہے۔ اگر اسے امریکی عوام پر تقسیم کیا جائے تو 5700 ڈالر فی امریکی نے اسرائیلی مفادات کی بھینٹ چڑھائے ہیں''۔

اس سال ایک روتھس چائلڈ روک فیلر کی شائع ہونے والی سوانح حیات ''Memories'' میں اس نے کھل کر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ روتھس چائلڈ نے ''ورلڈ گورنمنٹ'' قائم کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے اور اس کیلئے ہماری سازشیں اور سرمایہ بروقت بروئے کار

رہتے ہیں۔

2 اپریل کو امریکہ کے ہر دوسرے اخبار کی شہ سرخیوں نے خبر دی کہ وینزویلا کا ہیوگو شاویز اپنی عوامی غیر مقبولیت کی وجہ سے استعفیٰ دے چکا ہے جبکہ حقیقت یہ تھی کہ ہیوگو شاویز کو سی آئی اے نے اغوا کروا کر ایک ملٹری کیمپ میں قید رکھا ہوا تھا لیکن سی آئی اے کو تب زبردست ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا جب اس ملٹری کیمپ کے چھوٹے افسران نے اپنے بڑے افسران (سی آئی اے کے تنخواہ داروں) کے احکامات کے برعکس اپنے صدر کو رہا کر دیا اور بحفاظت صدارتی محل تک بھی اگلے روز پہنچا دیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ صدر ہیوگو شاویز نے عالمی سطح پر ایک ایڈ پیش کی جس میں دکھایا گیا کہ جب امریکی تنخواہ داروں کا ایک فوجی ٹولہ اسے اغوا کر رہا تھا تو اس کی کمان وینزویلا کا امریکن ڈیفنس اتاشی کر رہا تھا۔

ہیوگو شاویز کا جرم یہ تھا کہ اس نے اپنے بھوکے عوام کو غذا اور گھر کی سہولت مفت فراہم کرنے کی مہم کا آغاز کیا تھا۔ اس نے بے زمین کاشتکاروں کو وہ سرکاری اراضی الاٹ کرنا شروع کر دی جو خالی پڑی تھی جس پر یہودی میڈیا پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ گیا۔ اس کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ اس نے وینزویلا سے رو تھ سیاچائلڈ کی پٹرول کمپنی ''Exxon Mobil'' کو حکم دیا کہ اس کے ملک سے نکلنے والے پٹرول پر اسے 16 تا 30 فیصد زائد رائلٹی ادا کی جائے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے وینزویلا کی سٹیٹ آئل کمپنی ''PDUSA'' کو مکمل سرکاری تحویل میں لے لیا جس سے بین الاقوامی لوٹ مار پٹرول کمپنیوں میں صف ماتم بچھ گئی۔

ہیوگو شاویز نے OPEC کا صدر ہونے کا حق استعمال کرتے ہوئے ورلڈ بینک کے جبر کفالتی پروگرام پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے ملک میں مزدوروں کی تنخواہ میں کمی کے ساتھ ساتھ بیکاروں کو مزید سہولتیں دینے جیسے اقدامات سے بھی انکار کر دیا۔ صدر شاویز نے شیطانی کنبہ پر اس لمحے بوکھلاہٹ طاری کر دی جب اس نے تنخواہوں میں اچانک 20 فیصد اضافے کا اعلان کر دیا جس سے نچلے طبقے کی قوت خرید میں اضافہ ہوا اور ملکی معیشت کو استحکام حاصل ہوا۔

ان اقدامات کا حاصل کیا تھا؟؟ انہیں کس قسم کی سازشوں اور اپوزیشن کا سامنا کرنا پڑا؟
اس سے صدر ہیوگو شاویز کا وزیر گوگل میڈو یز بخوبی آگاہ تھا۔ اس نے بیان میں کہا:۔
''امریکہ ہمیں اقتدار میں نہیں رہنے دے گا کیونکہ ہم نے یہودیوں کے گلوبلائزیشن

آرزو کی دھجیاں بکھیری ہیں لیکن اگر ہم کامیاب رہے تو امریکہ ہی نہیں دنیا بھر کے کمزور ممالک کیلئے ایک مثال ضرور بن جائیں گے''

دسمبر 2000ء میں معروف فلمساز جیمز لونگیلے نے مقبوضہ غازہ میں اسرائیلی دہشت گردوں کے مظالم پر ڈاکومنٹری تیار کی جس نے ساری دنیا کے شریف انسانوں کو لرزا کر رکھ دیا۔ اس ڈاکومنٹری میں دکھایا گیا تھا کہ اسرائیلی فوجی فلسطینی بچوں کے سروں میں گولیاں مار رہے ہیں۔ ان بچوں کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ اسرائیل سے اپنی نفرت کے اظہار کیلئے ان کی بکتر بند گاڑیوں پر پتھر پھینک رہے تھے۔ اس فلم میں اسرائیلی فوج کے ہیلی کاپٹروں کو اعصاب شکن گیس چھینکتے اور اس سے بے بس فلسطینیوں کو مرتے بھی دکھایا گیا تھا۔

16 مارچ 2003ء کو اسرائیل کی دہشت گرد فوج نے ریسٹشل کورے نامی اس 23 سالہ امریکی ہیومن رائٹس کے نوجوان کو مار ڈالا جو اسرائیلی فوج کے ہاتھوں ایک فلسطینی کیمسٹ اس کی بیوی اور تین معصوم بچوں کی جان بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسرائیلی فوجی اس کیمسٹ کے گھر کو اس کے مکینوں سمیت روندنے پر تلے ہوئے تھے۔ جب ریسٹشل ان معصوموں کی زندگی بچانے کیلئے اسرائیلی فوج کے بلڈوزر اور فلسطینیوں کے درمیان کھڑا ہو گیا اور اسرائیلی دہشت گردوں نے اس پر بلڈوزر چڑھا کر مار ڈالا۔

دنیا بھر میں امن کے ماے بننے والے امریکہ نے اپنے شہری کی ہلاکت پر اسرائیل سے احتجاج کرنے کا خطرہ بھی مول نہ لیا۔ اسرائیل نے اسے حادثہ بتایا جبکہ موقع پر موجود عالمی پریس نے تصاویر اور فلموں کے ذریعے اس قتل کا ثبوت فراہم کر دیا۔ امریکہ کی یہودی کیمونٹی کو بھی سانپ سونگھ گیا جب اس ظالمانہ اقدام پر بطور احتجاج امریکی انسانی حقوق کی تنظیموں نے لندن میں ایک ڈرامہ ''My name is Rachel Corrie'' پیش کیا اور یہودیوں پر دنیا بھر میں لعن طعن شروع ہوئی تو انہوں نے برطانوی حکومت پر دباؤ ڈال کر اس کی نمائش پر پابندی لگا دی۔

19 مارچ 2003ء کو کٹر یہودی امریکی صدر بش نے ''عراق میں مداخلت تصفیہ طلب مسئلے'' کا دن منایا۔ 19 مارچ دراصل اس سال کا ''Day of Purim'' تھا جسے یہودی قدیم بابل کی فتح اور غیر یہودیوں کے بہیمانہ قتل عام کی یاد میں مناتے ہیں۔ دس سال پہلے اسرائیل کے حکم پر امریکن فوج نے اس روز عراق میں ڈیڑھ لاکھ بے گناہ عراقی فوجیوں کو عراقی

صحراؤں میں ایٹمی مواد والے میزائلوں کے ذریعے مار کر غائب کر دیا تھا۔ اس طرح جارج ہربرٹ بش نامی CRYPTO یہودی نے اپنے اجداد کی بد روحوں کی تسکین کا سامان فراہم کر دیا۔

عراق اب دنیا کے ان چھ ممالک میں سے ایک تھا جہاں روتھس چائلڈ کا کوئی سنٹرل بینک موجود نہیں۔ یہ الگ بات کہ اس جنگ کے ذریعے اسرائیل نے عراق کا پانی چوری کر لیا: اس کا پرانا وطیرہ ہے۔ اس طرح اس نے شام کی گولان ہائٹس سے بھی پانی چرایا تھا جو اسرائیل آج سے 36 سال پہلے اس کی ضرورت کا ایک تہائی حصہ پورا کرتا تھا۔ اسرائیل میں پینے کے پانی کی قلت روز بروز بڑھ رہی ہے اور اب ایسا دکھائی دیتا ہے کہ ان کیلئے تیل سے زیادہ اہمیت پانی کی ہو چکی ہے۔

اس میں کوئی حیرانگی کی بات نہیں کہ صدر بش نے پال بریمر نامی یہودی کو عراق کا وائسرائے بنا کر جون میں عراق بھیج دیا۔ پال بریمر 1989ء سے معروف یہودی دانشور اور امریکہ کے سابق وزیر خارجہ ہنری کسنجر کی عالمی شہرت یافتہ فرم کسنجر کنسلٹنٹ کا ڈائریکٹر تھا۔

ملائیشیا کے وزیر اعظم مہاتیر محمد نے ایک بیان میں کہا:۔
''دنیا پر عملاً یہودیوں کا راج ہے۔ وہ دوسروں کو تیار کرتے ہیں کہ ان کیلئے لڑیں اور مر جائیں''

امریکی ریاست کولوراڈو میں پولیس نے ایک تیز رفتار ٹرک کو روکا۔ ٹرک میں اسرائیلی سوار تھے جن کے پاسپورٹ زائد المیعاد ہو چکے تھے جبکہ ٹرک میں فرنیچر اور لکڑی کے بکس رکھے تھے۔ آج تک ایف بی آئی نے پریس کو نہیں بتایا کہ ان میں کیا بند تھا۔ اسرائیل نے امریکہ اور دیگر ممالک میں تربیت یافتہ قاتلوں کے دستے بھیجے لیکن امریکہ نے ثبوت ملنے کے باوجود اس پر اعتراض نہیں کیا۔

روسی یہودی اولیگارچ میخائل Khordorkovsy کو روسی حکومت نے فراڈ، ٹیکس چوری اور دھوکہ دہی کے الزامات میں پس دیوار زنداں کر دیا۔

2004ء میں ایف بی آئی امریکن اسرائیل پبلک افیئرز کمیٹی (AIPAC) سے متعلق تفتیش میں لگ گئی جس کے ممبروں کی تعداد 65 ہزار تھی اور ان کا ایک ہی مقصد تھا کہ امریکی

پالیسیوں کو کس طرح اسرائیل کے تابع رکھنا ہے۔ ایف بی آئی نے حکومت کو مطلع کیا کہ (AIPAC) دراصل اسرائیل کا جاسوسی نیٹ ورک ہے۔ ان دنوں ایف بی آئی نے پینٹاگون کے ایک اینالسٹ یہودی لیری فرینکلن کو گرفتار کیا۔ ... یہودی لیری فرینکلن کو پینٹاگون کے ایک اینالسٹ یہودی ڈگلس فیتھ سے انتہائی اہم دستاویزات حاصل کر کے موساد کو دیتے ہوئے رنگے ہاتھوں گرفتار کیا تھا۔ 2006ء میں اسے بارہ سال قید کی سزا دی گئی۔

ڈگلس فیتھ کو بعد میں جاسوسی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے شبے میں ''ناسا'' نے ملازمت سے نکال دیا کیونکہ ایف بی آئی نے اسے بھی اسرائیلی انٹیلی جنس کو خفیہ معلومات فراہم کرتے گرفتار کیا تھا۔

AIPAC نے امریکہ کے معروف یہودی وکیل ناتھ ہیون کو اپنا وکیل مقرر کیا جس نے 1978ء میں سٹیفن برائن نامی اسرائیلی جاسوس کا کیس امریکی عدالتوں میں لڑا تھا۔

اسرائیلی جاسوس لیری فرینکلن پینٹاگون کے جس آفس میں کام کرتا تھا اس کا نام آفس آف سپیشل پلانز ہے جس کا سربراہ رچرڈ پرل نامی یہودی تھا جس نے امریکی حکومت کو مسلسل گمراہ کئے رکھا کہ عراق جراثیمی تباہ کن ہتھیار (WMD's) تیار کر رہا ہے اور امریکہ کو جلد از جلد عراق پر حملہ کر کے یہ ہتھیار تباہ کر دینے چاہئیں۔ امریکہ نے بعد میں اسی مشورے پر عمل کیا اور عراق کی اینٹ سے اینٹ بجا کر لاکھوں بے گناہوں کو موت کے منہ میں پہنچانے اور سارے زمانے کی لعنت مول لینے کے بعد بھی عراق سے ایسا کچھ برآمد نہیں کر سکا۔ جب امریکی ایوان بالا میں اس پر شور مچا کہ عراق میں تو WMD's نہیں ہیں تو رچرڈ پرل نے اپنی بلا سی آئی اے کے ڈائریکٹر جارج ٹینٹ کے سر منڈھ دی اور یہ جواز پیش کیا کہ نامکمل اور غلط اطلاعات جو سی آئی اے نے انہیں دی تھیں ان کی بنیاد پر اس نے یہ رائے قائم کی تھی۔ یہاں یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ جارج ٹینٹ جس کا اصلی نام کوہان ہے مستند یہودی ہے لیکن اس طرف کسی کا دھیان کیوں نہ گیا کہ پینٹاگون کا سپیشل پلانز ونگ دراصل اسرائیل کے وزیر اعظم ایریل شیرون کے زیر سایہ ایک اور گروپ کے تعاون سے اپنی تحقیقات آگے بڑھا رہا تھا اور یہ گمراہ کن اطلاعات دراصل اسرائیل سے امریکہ کو فیڈ کی جا رہی تھیں۔ بعد کی انکوائری نے ثابت کیا کہ کم از کم دو اسرائیلی جاسوس یہاں موجود تھے جو اسرائیل سے آنے والی غلط اطلاعات کو بڑے سائنٹیفک انداز میں آگے منتقل کرتے۔ وقت اور حالات نے ثابت کیا کہ اسرائیل نے امریکیوں کو دھوکہ دیکر عراق کے خلاف

جنگ کا ایندھن بنایا۔ افسوس امریکی اس گھناؤنی چال کا شکار ہو گئے۔

28 اگست تک ایف بی آئی کو تمام ثبوت مل گئے کہ AIPAC میں موجود جاسوسوں اور تخریب کاروں نے امریکی سلامتی کیلئے خطرات پیدا کر دیئے ہیں۔ انہوں نے گرفتاریاں شروع کیں لیکن اس کہانی کا ڈراپ سین اس وقت ہوا جب امریکی اٹارنی جنرل جان ایشکرافٹ نے ایف بی آئی کو حکم جاری کیا کہ وہ تمام گرفتار یہودیوں کو باعزت رہا کر دے اور آئندہ AIPAC کے کسی رکن کو گرفتار نہ کیا جائے۔

○

ماضی میں اسی طرح معروف یہودی جاسوس سٹیفن برائن کا کیس ختم کیا گیا تھا اور اس طرح پراسرار یہودی ایجنٹ ''Mega'' تک ایف بی آئی کی رسائی ختم کر دی گئی تھی۔

اسی سال مارچ میں یہودی لابی اسرائیل اور امریکہ کے مشترکہ شہری اور پینٹاگون کے چیف فنانشل آفیسر ڈوزز خیام کو مالیاتی بے اعتدالیوں کے سنگین الزامات کے تحت نوکری سے برخاست کر دیا گیا۔ اس پر الزام تھا کہ اس نے پینٹاگون سے 2.6 ٹریلین ڈالر کے اسلحہ کا حساب نہیں رکھا۔ علاوہ ازیں اس بات کا علم نہیں ہو رہا تھا کہ 56 طیارے، 32 ٹینک اور 36 جاویلن میزائل آرمی کی کن کن یونٹوں کو دیئے گئے ہیں۔

حیرت انگیز طور پر یہ انکوائری اس وقت روک دی گئی جب امریکی حکومت کا یہ بیان سامنے آیا کہ متعلقہ ریکارڈز 11 ستمبر 2001ء کو پینٹاگون پر ہونیوالے حملے میں ضائع ہو گیا۔

20 مئی کو سینیٹر ارنسٹ ہولنگز جو اپنی ٹرم پوری کر رہا تھا' نے سینیٹ میں نعرہ مستانہ بلند کرنے کا عزم کیا اور اس نے سینیٹ کو بتایا کہ عراق پر حملے کے جو بھی جواز صدر بش نے پیش کئے وہ سب بکواس تھے اور صدر بش نے عراق پر حملہ صرف اپنے دیرینہ دوست اسرائیل کو بچانے کیلئے کیا تھا۔ اب یہ بات سب جان چکے ہیں AIPAC کے متعلق بیان دیتے ہوئے کہا:۔

''آپ اسرائیل کے متعلق کبھی کوئی آزادانہ پالیسی نہیں بنا سکتے سوائے اس پالیسی کے جو AIPAC بنا کر دے۔ میں نے تو اکثر ان کی بنائی پالیسیوں پر صرف دستخط ہی کئے ہیں۔ ہاں

کبھی کبھی ہم AIPAC کی ان پالیسیوں پر صدر امریکہ کو دستخط کرنے کی زحمت بھی دیتے ہیں۔ میں برملا کہتا ہوں کہ ڈیموکریٹ ہو یا ریپبلکن کوئی صدر بھی AIPAC کے احکامات اور پالیسیوں سے صرف نظر نہیں کر سکتا''۔

امریکہ کی ریاست ٹینسی میں نیوکلیئر پلانٹ کے نزدیک پولیس نے تین میل تک تعاقب کرنے کے بعد ایک ٹرک کو پکڑا جس کے ڈرائیور نے کوئی پراسرار سے لیکوڈ والی بوتل باہر پھینکی تھی۔ اس ڈرائیور کو بعد میں اسرائیل کے حوالے کر دیا گیا کیونکہ اس کے تمام کاغذات جعلی تھے۔ اس بوتل میں کیا تھا؟ ایف بی آئی نے بتانے سے انکار کر دیا اور ایک روز یہ فائل بھی بند کر دی گئی۔

❖ ❖ ❖

سولہواں باب

اے ڈی ایل کے نیشنل ڈائریکٹر ابراہام ایچ فاکس مین نے ایک معروف کتاب بعنوان
"Never again? The threat of the new Anti-Semitism"
جس میں اس نے عیسائیوں کی بائبل کے "نئے عہد نامے" کا مذاق اڑاتے ہوئے اسے یہود دشمن بتایا اور برملا کہا ہے کہ "نیا عہد نامہ" دراصل نفرت پر مبنی آیات کا مجموعہ ہے جس پر فوراً پابندی کر دینی چاہیے۔

21 اپریل کو اسرائیل کے نیوکلیئر سائنسدان مورڈیچی وینونو کو 18 سال کی طویل قید سے رہائی ملی۔ اسے زندگی کے گیارہ سال دو ضرب تین میٹر سیل میں بسر کرنے پڑے۔ مورڈیچی کے اہلخانہ کو بھی اس سے ملنے کی اجازت نہیں تھی حالانکہ وہ نہ صرف معروف سائنسدان بلکہ معزز پادری بھی تھا۔ رہائی کے بعد بھی اسے اسرائیل سے باہر جانے کی اجازت نہیں اور نہ ہی وہ میڈیا سے کسی مسئلے پر بات کر سکتا ہے۔ اسے باقی زندگی ایک نظر بند کی حیثیت سے گزارنی ہے۔

جنوبی نائیجریا میں حکومت نے الزام لگایا کہ یونیسیف کے ایک پروگرام کے تحت امریکی حکومت بچوں کو پولیو سے بچاؤ کے جو ٹیکے لگا رہی ہے دراصل وہ نائیجریا کی مسلم آبادی ملیامیٹ کرنے کے لئے ان میں ایڈز پھیلانے کیلئے لگائے جا رہے ہیں اور اس کے لیبارٹری رزلٹ بھی دنیا کے سامنے پیش کئے گئے جس سے ثابت کیا گیا کہ اقوام متحدہ کے پروگرام کی آڑ میں ایڈز پھیلائی جا رہی ہے۔ امریکی حکومت نے شنفوں سے مٹی جھاڑنے کے لئے اپنے سائنسدان ڈاکٹر اور مذہبی رہنما افریقہ بھیجے جنہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ نائیجریا نے بالکل صحیح الزام لگایا ہے۔ تحقیقات کے بعد ثابت ہوا کہ اس امریکی پروگرام کا سربراہ ایک یہودی امریکی ڈاکٹر تھا جس نے امریکی حکومت کو بے خبر رکھ کر دراصل "موساد" کے ایجنٹ کا کردار

کیا۔ آج تک اس ڈاکٹر کو گرفتار نہیں کیا نہ ہی کبھی کسی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ امریکی حکومت نے اس مسئلے پر پراسرار خاموشی اختیار کر لی۔

میل گبسن نے اپنی فلم "The Passion of the christ" ریلیز کی اور فلم میں حقائق کو بالکل صحیح انداز میں پیش کرنے کیلئے کرائسٹ کی زبان سے جو ڈائیلاگ ادا کروائے وہ آرمینین اور لاطینی زبان میں تھے جن پر انگریزی کا سب ٹائٹل چلایا گیا لیکن ایک سب ٹائٹل ایسا تھا جو فلم میں فقرہ تو بولا گیا لیکن انگریزی میں پردہ سکرین پر نہیں دکھایا گیا۔ جہاں سے یہ سب ٹائٹل غائب کیا گیا یہ فلم کا وہ مقام ہے جس جگہ Pilate یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کرنے سے منع کر رہا ہے اور یہودی اس کے جواب میں کہتے ہیں:

"اس کا خون ہم پر اور ہمارے بچوں پر بھیج دو"

20 جولائی کو اسرائیلی پارلیمنٹ Knesset نے قانون پاس کر دیا کہ دنیا میں جہاں کوئی شخص یہودیوں کے ہولوکاسٹ سے متعلق سوال کرے اسے اسرائیل کا مجرم سمجھا جائے اور اسرائیل لانے کیلئے متعلقہ حکومت سے کہا جائے یا پھر اسرائیلی حکومت اسے فوراً اسرائیل لا کر سزا دینے کا اہتمام کرے۔ اس حوالے سے کسی بھی قسم کا ابہام پیدا کرنے والوں اور تنقید کرنے والوں کو بھی اسرائیل نے اپنی حکومت کا مجرم گردانا۔ اس کے بعد دنیا کے کسی آزاد منش کو اسرائیل میں داخل ہونے کی جرات ہوگی؟

30 ستمبر کو صدارتی امیدوار جان کیری کے ساتھ دوران مباحثہ امریکی صدر بش نے عراق میں مارے جانیوالے امریکی فوجیوں کے حوالے سے کئے ایک سوال کے جواب میں کہا:

"ایک آزاد عراق اسرائیل کی سلامتی کی ضمانت ہوگا"

16 اکتوبر کو صدر بش نے اسرائیل کے پاس کردہ اینٹی Semitism ایکٹ کو ساری دنیا پر آئینی لحاظ سے لاگو کر دیا جس کی رو سے دنیا میں کسی کو بھی یہودیوں خصوصاً اسرائیلی حکومت کے کسی اقدام کو چیلنج کرنے کی اجازت نہیں۔ امریکی سٹیٹس ڈیپارٹمنٹ میں ایک خصوصی محکمہ صرف اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ وہ دنیا بھر میں اس بات کا جائزہ لے کہ اس ایکٹ کی کہیں خلاف ورزی تو نہیں ہو رہی اور کانگریس کو اس کی سالانہ رپورٹ پیش کی جائے۔ ذرا اس ایکٹ کی تفصیلات ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ یہودیوں کو ناجائز تحفظ دینے کیلئے صدر بش کس حد تک چلے گئے ہیں۔

اس ایکٹ کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں۔

1- ایسا تاثر پھیلانا کہ یہودی دنیا کے میڈیا اور بزنس کو کنٹرول کر رہے ہیں۔

2- اسرائیل مخالف جذبات کا اظہار۔

3- اسرائیل کے موجودہ یا ماضی کے کسی لیڈر پر تنقید کرنا۔ اس کی مثال ایک کارٹون سے دی گئی جو جرمنی میں کسی نے ماضی کے یہودی لیڈر کا بنایا تھا۔

4- یہودیت اور یہودی مذہب سے متعلق کسی بھی قسم کی تنقید برداشت نہیں کی جائے گی خصوصاً تالمود اور Kabbalah سے متعلق کچھ نہیں کہا جائیگا۔

5- اسے ڈی ایل امریکن حکومت پر جو اثر و رسوخ رکھتی ہے اس کو زیر بحث نہیں لایا جائیگا۔ اسی طرح امریکی حکومت کی یہودیوں پر نوازشات کو زیر بحث نہیں لایا جائے گا۔

6- یہودیوں کے One World Govt' نیو ورلڈ آرڈر' اور گلوبلائزیشن کے پروگراموں کو ہدف تنقید نہ بنایا جائے۔

7- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کرنے کے حوالے سے یہودیوں کے کردار پر تنقید نہ کی جائے۔

8- ہولوکاسٹ کے شکار چھ ملین یہودیوں سے متعلق کوئی بھی منفی تاثر نہ پھیلایا جائے۔

9- ایسی کوئی دلیل نہ دی جائے جس سے ''یہودی سازش'' بے نقاب ہو۔

10- ایسا ثبوت دینا جس سے ظاہر ہو کہ بالشویکی اور کمیونسٹ انقلاب یہودیوں کا شاخسانہ ہے۔

11- یہودی شخصیات سے متعلق ہتک آمیز ریمارکس نہ دینا۔

12- ایسی شہادت پیش کرنا جس سے ثابت ہو کہ بدتمیز یہودیوں کو فلسطین پر قابض رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

13- نائن الیون کے سانحے میں ''موساد'' کی شمولیت کا کوئی ثبوت دینا۔

ان دفعات کے مطالعے سے بخوبی اندازہ ہو جائیگا کہ امریکہ خصوصاً صدر بش کس حد تک یہودیت پرست ہیں اور اسرائیل کیلئے وہ کہاں تک جا سکتے ہیں۔ 20 جنوری 2005ء کو صدر بش نے اپنے دوسرے عہد صدارت کے صدارتی خطاب میں کہا:

"When our founders declared a new order of the Ages......"

یہ سراسر جھوٹ تھا کیونکہ ''نیو آرڈر آف دی ایج'' امریکہ کے بزرگوں نے نہیں یہودیوں نے بنایا تھا۔ 1933ء میں یہودی صدر روز ویلٹ نے یہ کہا تھا جب اس نے ایک لاطینی ترجمہ ڈالر پر لکھوایا:

"Novus ordo Seclorum"

15 فروری 2005ء کو مائیکل شیرٹوف نے یونائیٹڈ سٹیٹس ڈیپارٹمنٹ آف ہوم لینڈ سیکورٹی کے چیف کا عہدہ سنبھالا۔ موصوف امریکہ اور اسرائیل کی دوہری شہریت رکھتے تھے۔ اس کا باپ یہودی راہب اور ماں ''موساد'' کی اولین ایجنٹ تھی۔

27 فروری 2005ء کو نیشن آف اسلام کے لیڈر لوئیس فرح خان نے یہودیوں کی غلاموں سے متعلق تجارت کے حوالے سے کہا:

''یہودی اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ ان کے ہاتھ ہمارے خون سے رنگے ہیں۔ انہوں نے غلاموں کو جہازوں میں لادا۔ ہمیں اغوا کر کے لائے اور جانوروں کی طرح امریکہ میں فروخت کیا۔ انہوں نے ہمیں نوچا' کھسوٹا اور لوٹا''

O

7 جولائی 2005ء کو لندن کے زیر زمین ریلوے اسٹیشن پر دھماکے ہوئے۔ ایک ڈبل ڈیکر بس میں دھماکہ ہوا جس میں 52 افراد مارے گئے۔ اس کا الزام حسب روایت نام نہاد القاعدہ کے بمباروں کے سر تھوپ دیا گیا۔ گو کہ نائن الیون اور سیون سیون میں کوئی مشابہت نہیں تھی۔ یہاں کچھ دلچسپ اس نوعیت کے ملتے جلتے حادثات پیش کئے جا رہے ہیں۔

1- عین ان لمحات میں جب لندن کے زیر زمین ریلوے اسٹیشن پر الگ الگ بم دھماکے ہو رہے تھے اس نوعیت کی ایک ''ڈرل کرائسس مینجمنٹ'' نامی ایک کنسلٹنٹ کمپنی کی طرف سے کی جا رہی تھی۔ اس کی تصدیق ریڈیو 5 اور برطانیہ کے انتہائی مقبول آئی ٹی وی نے کمپنی کے ڈائریکٹر پیٹر پاور سے الگ الگ انٹرویوز میں کی۔ ان کے بیان کے مطابق:

''اس روز ٹھیک ساڑھے نو بجے ہم لوگ ایک لندن بیس کمپنی جس کے ملازمین کی تعداد

ایک ہزار سے زیادہ ہبے کیلئے ڈرل ان ہی مقامات پر کر رہے تھے۔ جب یہ حادثہ پیش آیا تو میں نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ کی"۔

قارئین کو یاد ہو کہ ڈائن الیون کو جب ٹریڈ سنٹر اور پنٹاگان پر حملے ہوئے تو عین ان لمحات میں امریکہ میں بھی ایک سیکورٹی کمپنی اس نوعیت کی ڈرل کر رہی تھی جس سے سیکورٹی انجنیئر کو خاصا کنفیوژن بھی ہوا کیونکہ عین ان ہی اوقات میں حملہ ہوا جب یہ ڈرل کی جا رہی تھی۔ سیکورٹی انجنیئر کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ حملہ امریکہ پر ہوا ہے یا جاری مشق کا حصہ ہے۔

حیرت ہے لوگوں کو سیون سیون اور اس واقعہ میں مشابہت دکھائی نہیں دے رہی۔ آخر اس امر کی تفتیش کیوں نہیں کی گئی کہ عین ان ہی لمحات میں ان ہی ریلوے سٹیشن پر یہ مشق کی جا رہی تھی جہاں حقیقی حملے ہوئے۔ خیال رہے کہ لندن کے زیر زمین نیٹ ورک میں 274 سٹیشن شامل تھا۔ حیرت ہے ان میں سے صرف ان میں تین کا مشق کیلئے انتخاب کیوں کیا گیا جہاں حملہ ہونے والا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مشق کی آڑ میں ہی ان تین اسٹیشنوں پر حملہ کیا گیا۔

بدقسمتی یہ ہے کہ ہم لوگ اپنا دماغ استعمال نہیں کرتے بلکہ اس انداز میں سوچتے ہیں جیسے یہودی میڈیا چاہتا ہے کہ وہ سوچیں۔ آخر ہمارے باخبر صحافی یہ کیوں نہیں سوچتے کہ دراصل اس سموک گن کے دھوئیں کے اندر ہی اصلی کارروائی کی گئی۔ اگر ایسا نہیں ہے تو وہ شخص جس کا نام پیٹر پاور ہے اس مسئلے پر اب بات کرنے سے گریزاں کیوں ہے؟ آخر وہ پریس کا سامنا کیوں نہیں کرنا چاہتا۔ اس حادثے کے بعد اس سے کتنے لوگوں نے رابطہ کیا لیکن اس نے ملاقات ہی سے انکار کر دیا۔ جواب صاف ظاہر ہے۔

کوئی جرنلسٹ وہی لکھے گا جو اس کے مالکان چاہتے ہیں کہ وہ لکھے۔ یہودی غلبے والے میڈیا کے ملازم صحافیوں کو اسی میدان میں طبع آزمائی کی اجازت دی جاتی ہے جس میں یہودیوں کے مفادات کو خطرہ نہ ہو۔

1- اس نوعیت کی ڈرل کا مقصد یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ حملہ آوروں کو ممکنہ ٹارگٹ اور اس پر حملے کے طریق کار سے آگاہی کی سہولت حاصل رہے اور وہ اس مشق کی آڑ میں اپنا کام بھی کر لیں۔ گرفتاری پر وہ یہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ وہ تو اس ڈرل کا حصہ تھے اور اپنی موقع واردات سے غیر حاضری کا ثبوت بھی آسانی سے فراہم کر سکتے ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ چار مسلم نوجوان جن پر الزام لگایا گیا بے گناہ تھے اور انہیں نائن الیون کی طرح

یہاں بھی قربانی کے بکرے بنایا گیا۔

2- انتھاریز کا کہنا ہے کہ ہر حملہ آور سے متعلق ان کے ذاتی ڈاکومنٹس ان کے ساتھ ہی موقع واردات سے برآمد ہوئے تھے یعنی حملے کا پلان اور طریقہ واردات جس پر انہوں نے عمل کیا وہ اپنے ساتھ لئے گھوم رہے تھے اور اسے موقع واردات پر بھی انہوں نے خود ہی پولیس کیلئے چھوڑ دیا تاکہ وہ آئے اور انہیں چوہوں کی طرح دبوچ لے۔ یہ صورتحال بھی نائن الیون سے بہت مشابہت رکھتی ہے جہاں انتھاریز کا کہنا تھا کہ انہیں حملہ آوروں کے جسم تو دستیاب نہیں نہ ہی ان کا ڈی این اے ممکن ہے لیکن ایک ہائی جیکر سے متعلق پاسپورٹ انہیں موقع واردات سے مل گیا ہے۔ حیرت ہے کہ جہاں انسانی جسم کے چیتھڑے نہیں مل سکے وہاں یہ پاسپورٹ بالکل صحیح حالت میں موجود تھا۔

3- اسرائیلی وزیر خزانہ نیتن یاہو (بعد میں وزیراعظم بنا) بھی "حسن اتفاق" سے لندن بم دھماکے والے دن لندن میں ایک ایسے ہوٹل میں موجود تھا جو دھماکے والی جگہ کے بالکل نزدیک واقع ہے۔ حملے سے پہلے کمرہ خالی کر کے کہیں اور منتقل ہو گیا کیونکہ اسے اسرائیلی انٹیلی جنس نے اس حملے سے پہلے ہی باخبر کر دیا تھا کہ یہاں ایسا حملہ ممکن ہے۔ یہ بھی بالکل ایسی ہی بات ہے جب ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے والے روز وہاں سے چار ہزار یہودی غیر حاضر تھے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ یہودیوں کو باقاعدہ کے ہر حملے کی پیشگی خبر مل جاتی ہے اور حملہ ہونے والوں کو پتہ ہی نہیں چلتا۔

افغانستان کے علاوہ اب صرف دنیا میں چار ملک ایسے رہ گئے ہیں جہاں روتھس چائلڈ بینک موجود نہیں ان میں ایران نارتھ کوریا سوڈان کیوبا اور لیبیا شامل ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اسرائیل کو شاید پہلے سے ہی معلوم تھا کہ امریکہ ان ممالک کو "روگ نیشن" (Rogue Nations) قرار دے گا۔

معروف امریکی فزکس پروفیسر سٹیفن ای جونز آف برگم ینگ یونیورسٹی کا لکھا ایک پیپر امریکی میڈیا میں بہت پذیرائی حاصل کر چکا ہے جس میں اس نے فزکس کے اصولوں سے ثابت کیا تھا کہ جس انداز میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر زمین بوس ہوا ہے وہ کسی بھی طرح صرف جہاز ٹکرانے سے ممکن نہیں۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے اندر پہلے سے دھماکہ خیز مواد رکھ کر اسے دھماکے سے اڑایا جائے۔ حیرت کی بات ہے کہ اس اہم سائنسی تحقیق کو یہودی میڈیا نے جو دنیا کا

خاتون میڈیا ہے در خور اعتناء ہی نہیں جانا۔

30 ستمبر 2005ء کو ڈنمارک کے ایک اخبار نے نبی کریم ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کیے۔ اس بات سے قطع نظر کہ یہ کتنی غیر اخلاقی حرکت ہے، حیرت کی بات یہ ہے کہ دنیا کے پچاس ممالک نے انہیں مکرر شائع کیا جس کے نتیجے میں دنیا بھر میں مسلمان مشتعل ہو گئے۔

یہی وہ مقصد تھا جس کیلئے یہ گھناؤنی حرکت کی گئی تھی۔ اس گھٹیا حرکت کا مقصد تھا کہ مغرب مسلمانوں کے متعلق غلط رائے پختہ کرے۔ انہیں دہشت گرد سمجھے۔ مسلمانوں کے دلوں میں مغرب کے خلاف نفرت پیدا ہو۔ وہ مغربی ممالک کی اشیاء کا بائیکاٹ کریں، ان کی تنصیبات پر حملے کریں۔ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں اور یہودی ایک طرف آرام سے بیٹھ کر تماشا دیکھیں۔ اس ساری شرارت کی جڑ Jyllans-Posten کا ایڈیٹر فلیمنگ روز تھا، ایک شرارتی یہودی جرنلسٹ!

30 اکتوبر کو کابالا سنٹر اسرائیل کا سربراہ ساؤل پور کیوج ایک کینسر کی مریضہ سے پیسے بٹورتا گرفتار ہوا۔ وہ اس سے پہلے چند دنوں میں کینسر کے مریض سے 36 ہزار ڈالر بٹور چکا تھا، اسے لالچ دیکر کہ اگر وہ اسے چندہ دیں گے تو کینسر سے نجات مل جائے گی۔ ایک اور مریضہ نے 25 ہزار ڈالر "مقدس پانی" کے حصول کیلئے ادا کئے جب وہ کنگال ہو گئی تو اس ظلم و ستم کے خلاف سراپا فریاد ہوئی لیکن جب تک پولیس اس کے الزامات کی تصدیق کرتی، بے چاری یہودن مر گئی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ متعلقہ یہودی سربراہ "کابالا" تل ابیب کے معززین اساتذہ میں شمار ہوتا ہے لیکن اس نے میڈونا کو گانے کیلئے 2004ء میں اسرائیل بلایا تھا۔

15 دسمبر 2005ء کو ایک بدخصلت امریکی رابرٹ سٹین جونیئر جسے عراق میں کولیشن پراونشل اتھارٹیز کا ڈائریکٹر مقرر کیا گیا تھا، سنگین فراڈ اور کک بیکس کے الزام میں گرفتار ہو گیا جبکہ لیفٹیننٹ کرنل مائیکل ویلر اور کرنل ڈیبرا ہیرسین کو فلپ بروم سے 2 لاکھ ڈالر رشوت لے کر اسے ٹھیکہ دینے کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ نیویارک ٹائمز کے ایک آرٹیکل میں رابرٹ سٹین کے متعلق لکھا کہ اسے جس پراجیکٹ کا انچارج بنایا گیا وہ 82 ملین ڈالر کا منصوبہ تھا اور حیرت کی بات یہ ہے کہ رابرٹ سٹین 1990ء میں فراڈ کے الزام میں گرفتار ہو چکا تھا۔ اس کی واحد خوبی اس کا یہودی ہونا ہے۔

نومبر 2005ء میں کنزرویٹو اور ڈیموکریٹس کے ایک مشترکہ گروپ نے جو خود کو

"Blue dog Colaltion" کہلاتا ہے انکشاف کیا کہ یہودی صدر جارج ڈبلیو بش نے حکومتی محاصل کیلئے سنٹرل بینک سے جتنی رقم ادھار لی ہے اتنی آج سے پہلے ہونیوالے 42 یہودی صدور میں سے کسی نے بھی نہیں لی۔

وزارت خارجہ کے مطابق 1776ء سے 2000ء تک امریکی صدور نے کل 1.01 ٹریلین ڈالر قرض لیا جبکہ گزشتہ چار سال میں صرف جارج ڈبلیو بش نے 1.05 ٹریلین ڈالر قرض حاصل کیا ہے۔

5 دسمبر 2005ء کو یونیورسٹی آف لیسٹر کے معروف پروفیسر اور تاریخ دان رچرڈ ڈلن نے دوسری جنگ عظیم اور ہولوکاسٹ سے متعلق اپنی حتمی تحقیق پیش کرتے ہوئے کہا:

"میں نے وزیراعظم چرچل کی دوسری جنگ عظیم سے متعلق ہر ممکن تحریر کو پڑھا ہے۔ اس کے تمام بیانات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ مجھے اس کی کسی تحریر یا بیان سے یہ ثبوت نہیں ملا کہ نازیوں نے کوئی گیس چیمبر قائم کیا جہاں 6 لاکھ یہودیوں کو زندہ جلایا گیا"۔

اس تحقیق نے دنیا کو چونکا کر رکھ دیا۔ اسے کیسے بیان کیا جا سکتا تھا؟ "Eisen Hower's Crusade in Eurpe" کے عنوان سے 559 صفحات پر مشتمل تھا اور چرچل کے "سیکنڈ ورلڈ وار" پر چھ والیم جن کے کل صفحات 4448 ہیں، ڈی گیول کی تین والیم پر مشتمل کتاب "Memories de guerre" کے 2054 صفحات ہیں۔ ان تمام کتابوں کے 7061 صفحات بنتے ہیں۔ یہ کتابیں 1948ء سے 1959ء کے درمیان شائع ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسا صفحہ نہیں ملے گا جس میں نازیوں کے گیس چیمبر، 6 لاکھ یہودیوں کو جلانے اور ہولوکاسٹ جیسے واقعات کا کوئی نام و نشان بھی پایا جاتا ہو۔

6 دسمبر 2005ء کو ڈیوڈ کیمرون برطانوی کنزرویٹو پارٹی کا لیڈر منتخب ہوا۔ کیمرون روتھس چائلڈز کا پرانا نمک خوار تھا جو 1993ء میں نارمن لیمونٹ کا خصوصی معاون رہا جب اس نے برٹش اکانومی کا مکمل بیڑہ غرق کر دیا تھا۔ کیمرون کا برٹش رائل فیملی سے بھی خصوصی تعلق رہا ہے۔ "کنزرویٹو فرینڈز آف اسرائیل" نامی برطانوی کنزرویٹو پارٹی کی ویب سائٹ پر بڑے فخر سے دعویٰ کیا گیا ہے کہ برطانوی پارلیمنٹ کی دو تہائی اکثریت اس کی ممبر ہے۔ اس کے ساتھ ہی ڈیوڈ کیمرون نے دعویٰ کیا:

"اسرائیل دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں فرنٹ لائن ملک کا کردار ادا کر رہا

ہے"

(اس نوعیت کا دعویٰ جنرل (ر) پرویز مشرف بھی متعدد مرتبہ کر چکے ہیں کہ پاکستان دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ میں فرنٹ لائن ملک کا کردار ادا کر رہا ہے۔ مترجم)

○

2006ء میں فلسطینی انتخابات میں حماس کو کامیابی حاصل ہوئی۔ یہی اسرائیل کا منشاء تھا۔ حماس کی فلسطینیوں اور عالم اسلام میں مقبولیت کا بھرم توڑنے کیلئے اسرائیل اسے انتخابی سیاست میں گھسیٹنا ضروری سمجھتا تھا۔ اسرائیل کی خواہش تھی کہ "حماس" کا کھردرا چہرہ فلسطینیوں کے سامنے آئے۔ ان میں نااتفاقی جنم لے اور وہ ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگیں۔ اس مقصد کیلئے اس کے زرخرید ایجنٹ پہلے سے ہی حماس اور دیگر فلسطینی تنظیموں میں کام کر رہے تھے۔ "حماس" کی حکومت بنتے ہی اسرائیل نے طے شدہ منصوبے کے مطابق فلسطینیوں کی امداد میں کمی کر دی۔ اس کے ساتھ ہی امریکہ کینیڈا اور یورپ نے بھی حماس کی انتہا پسندی کے پیش نظر امداد میں کمی کر دی۔ نتیجہ ظاہر ہے فلسطینیوں کا تو سارا دارومدار ہی اس خیرات پر ہے جو اسے عالمی اداروں سے ملتی ہے کیونکہ یہودیوں نے ان پر تمام ذرائع روزگار ایک طرح سے بند کر رکھے ہیں۔ جیسے ہی امداد بند ہوئی لاینحل مسائل نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔

اسرائیل کی دیرینہ خواہش تھی کہ اب تک اس کی انتہائی وحشیانہ پابندیوں اور فلسطینیوں کی نسل کشی کے باوجود جو فلسطینی یہاں سے نہیں بھاگے ان کو معاشی تنگدستی کے ہاتھوں فلسطین سے بھاگنے پر مجبور کر دیا جائے اور یہ سارا گھڑاگ اسی لئے پھیلایا گیا تھا۔

حماس کی حکومت اسرائیل کی طویل منصوبہ بندی کے عین مطابق تھی جیسا کہ "موساد" کا سابق ایجنٹ آسٹروسکی اپنی 1994ء میں شائع ہونے والی دوسری کتاب "The other side of Deception" کے صفحہ 252 پر لکھتا ہے:

"موساد چاہتی ہے کہ وہ انتہا پسند مسلمان گروپس کو نمایاں کرے اور دنیا میں ان کے خلاف نفرت کی فضا پیدا کی جائے کیونکہ کوئی بھی مذہبی انتہا پسند گروپ جو فلسطین میں موجود ہے مغرب سے اس مسئلے پر بات کرنا پسند نہیں کریگا جس کے بعد اسرائیل کیلئے ان سے نمٹنا اور اپنے ناجائز حربے آزمانا آسان ہوگا۔ اگر "موساد" کی کوششوں سے "حماس" برسراقتدار آ جائے تو

آدھی لڑائی بغیر لڑے جیت جائیں گے کیونکہ "حماس" اور "پی ایل او" کے نظریات میں واضح تضاد ہے۔ اس کے بعد ان کا آپس میں ٹکراؤ "موساد" کیلئے کوئی مسئلہ نہیں رہتا"۔

ایڈمنڈ ڈی روتھس چائلڈ بینک یورپ کا وہ پہلا روتھس چائلڈ فیملی بینک ہے جس نے پالا خر چین تک بھی رسائی حاصل کر لی اور چائنا بینکنگ ریگولیٹری کمیشن نے اسے چین کی فنانشل مارکیٹ تک رسائی دے دی۔ 5 سے 7 مارچ تک امریکن اسرائیل پبلک افیئر کمیٹی (AIPAC) نے اپنا سالانہ کنونشن واشنگٹن ڈی سی میں کیا۔ اس میں سب سے زیادہ امریکن سینیٹرز اور کانگریس مینوں نے شرکت کی۔ اس مرحلے پر ADL نے بہت واویلا کیا کہ دنیا بھر میں امریکہ کی طرح یہودیوں کے خلاف پروپیگنڈہ کو جرم قرار دیا جائے۔ اس شور وغوغا کی وجہ یہ تھی کہ دنیا میں کیبل نیٹ ورک کی وجہ سے یہودیوں کے گھٹیا جرائم کھل کر سامنے آنے لگے تھے خصوصاً چھوٹی عمر کی بچیوں اور بچوں کو اغوا کر کے ان سے عصمت فروشی کا مکروہ دھندا چلانے کا یہودی نیٹ ورک ساری دنیا میں بے نقاب ہونے لگا تھا جس پر یہودیوں کی اس تنظیم نے اسے یہودیت کے خلاف پروپیگنڈہ کا نام دے کر ساری دنیا میں جرم قرار دینے کی مہم چلائی۔ گویا یہودیوں کے گھناؤنے جرائم پر بات کرنا ہی جرم ہو گیا۔

یہودیوں نے چکر بازی سے یہ چاہا کہ اس قانون کو اقلیتوں کے مفادات کے تحفظ کی آڑ لے کر نافذ کروایا جائے۔ قانون سازی کیلئے پاگل ہونے والی یہودی تنظیم خود یہ بات بھول گئی کہ اسرائیل کے اپنے قوانین میں دوسری اقلیتوں سے متعلق کس قدر نفرت کا اظہار کیا گیا ہے اور یہودیوں کو کس طرح ایک متبرک اور ان چھوٹی قوم بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ اس کی مثال حاضر ہے۔ اسرائیل کا آئین کہتا ہے:

1- اسرائیل صرف یہودیوں کو اسرائیلی شہریت دیگا۔ انہیں اسرائیل میں آباد ہونے کے مواقع اور وسائل بھی فراہم کئے جائیں گے۔

2- اسرائیلی آئین کے مطابق ایک یہودی اور غیر یہودی کی شادی ناممکن ہے۔

3- اسرائیلی آئین کسی غیر یہودی کو اسرائیل میں پراپرٹی خریدنے کی اجازت نہیں دیتا۔

4- اسرائیل کا آئین کسی غیر یہودی کو اسرائیل میں میڈیا کی کسی بھی قسم کی شاخ خریدنے کی اجازت نہیں دیتا۔ صرف ان اخباری اور الیکٹرانک میڈیا کو اسرائیل تک رسائی دی جاتی ہے جن کے مالکان یہودی ہوں یا پھر جن میں زیادہ سرمایہ کاری یہودیوں کی ہے۔

برطانوی تاریخ دان ڈیوڈ ارونگ کو آسٹریا کی جیل میں تین سال اس الزام کے تحت قید کاٹنی پڑی کہ اس نے تاریخی طور پر ''ہولوکاسٹ'' کو ایک فراڈ اور من گھڑت کہانی ثابت کر دیا تھا۔ اس کا استدلال تھا کہ جنگ عظیم دوم میں ایسا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا۔ اس بات کا خیال رہے کہ دنیا کے کسی بھی تاریخی واقعہ پر آپ متضاد رائے رکھ سکتے ہیں لیکن یہودیوں سے متعلق ''ہولوکاسٹ'' پر آپ نے جیسے ہی کوئی الگ رائے دی آپ کو جیل کاٹنی پڑے گی۔

یہودیوں نے امریکہ کو خوفزدہ کرنے کیلئے امریکہ میں موجود میکسیکن باشندوں کو ''لیگل'' کرنے کی مہم چلائی اور ان کے ذریعے امریکہ پر دباؤ ڈالا کہ انہیں پناہ دی جائے۔ اس طرح وہ لاکھوں کی تعداد میں غیر قانونی طور پر امریکہ میں آنے والے میکسیکن باشندوں کو قانونی شہریت دلانے میں پیش پیش رہے۔

اس سازش کے پس پردہ مقاصد یہ تھے کہ میکسیکن کے حق میں شور و غوغا کر کے ان کی ہمدردی حاصل کی جائے اور وقت آنے پر انہیں اپنے مقاصد کیلئے استعمال کیا جائے۔ ان لوگوں میں مجرمانہ رجحانات کیونکہ بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔ یہودی امریکہ میں ان سے ''مافیا'' بنا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے تھے۔ میکسیکن کی شکل میں انہیں سستی لیبر میسر آئی۔

یہ بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ یہودی دنیا کے ہر ملک میں بڑی تعداد میں غیر ملکیوں کو بسانا چاہتے ہیں لیکن وہ اسرائیل کی شہریت کسی غیر یہودی کو دینے کیلئے تیار نہیں۔

12 جولائی 2006ء کو دو اسرائیلی فوجیوں کو لبنانی فوج نے اپنے علاقے سے گرفتار کر لیا جو وہاں تخریبی کارروائی کر رہے تھے۔ یہودی میڈیا نے ساری دنیا میں طوفان کھڑا کر دیا کہ دونوں فوجیوں کو اسرائیل کی سرحد سے اغوا کر کے لبنان لے جایا گیا۔ وہ دنیا کو یہ بتانا بھول گئے کہ اسرائیل نے 9 ہزار فلسطینیوں کو غیر قانونی طور پر بغیر کوئی مقدمہ درج کئے اپنے پاس قید رکھا ہے۔ اپنے فوجیوں کو برآمد کرنے کیلئے اسرائیل نے لبنان پر بمباری شروع کر دی۔ ایک ایسے ملک پر جس کی 45 فیصد آبادی عیسائی ہے۔

9 ہزار فلسطینیوں کو غیر قانونی طور پر اپنے ملک میں قید رکھنے والے یہودیوں۔ آئین کی دفعہ 111 کے مطابق اسرائیل کی حکومت کسی بھی غیر یہودی کو بغیر مقدمہ چلائے اور بتائے کسی عدالت کے سامنے پیش کئے بغیر غیر معینہ عرصے تک قید رکھ سکتی ہے۔ وہ اسرائیل دنیا پر زور دے رہا ہے کہ یہودیوں کے خلاف نفرت کو جرم بنانے کا قانون نافذ کیا جائے۔

اسرائیل میں نافذ اس غیر انسانی، غیر اخلاقی، غیر فطری اور غیر آئینی قانون کی تقلید دنیا میں صرف ایک شخص نے کی جس کا نام جارج ڈبلیو بش ہے۔ اس یہودی عیسائی امریکی صدر نے اپنے ملک میں ایسا ہی قانون بنوا دیا ہے۔ اسی نوعیت کی قانون سازی کی کوشش برطانوی پارلیمنٹ نے بھی کی تھی لیکن اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

جب یورپ کی مشنریوں نے لبنان میں اسرائیلی گولہ باری اور بمباری سے عیسائیوں کے قتل عام پر واویلا کیا تو اسرائیل نے ان عیسائیوں کو بھی القاعدہ کے ایجنٹ قرار دے دیا۔ وہ اپنے حریف حزب اللہ کا تو کچھ نہ بگاڑ سکے مگر اپنے دو فوجیوں کو برآمد کرنے کے چکر میں یہودیوں نے ایک ہزار سے زائد بے گناہ لبنانی شہری مار دیئے۔ 15 ہزار سے زیادہ زخمی کر دیئے اور ایک تہائی لبنان کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا لیکن حزب اللہ نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس جنگ کا خاتمہ اسرائیل کی لبنان سے پسپائی کی صورت میں برآمد ہوا۔ یہودیوں نے اس شکست کو بھی دل سے قبول نہیں کیا اور ان کی غالب تعداد وزیر اعظم ایہود اولمرٹ کا گھیراؤ کرتی دکھائی دیتی ہے جس نے اسرائیل کی فارن افیئرز ڈیفنس کمیٹی کے سامنے اس حوالے سے بیان دیتے ہوئے کہا:

''یہ کہنا کہ ہم جنگ ہار گئے' بکواس ہے۔ ہم نے آدھے سے زیادہ لبنان کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔ کیا آپ اسے شکست کہیں گے؟''

٭ ٭ ٭

"دوسرا حصہ"

اختتامیہ

یاد رکھئے شیطانی کنیسہ اپنی صدیوں پرانی خواہش یعنی ساری دنیا پر قابض ہونے عیسائیوں پر جلد بڑا حملہ کرنے والا ہے جبکہ مسلم دنیا پہلے ہی ان کے حملے کی زد میں ہے۔ کنیسہ کی خواہش اور شیطانی منصوبہ یہ ہے کہ دنیا بھر میں عیسائیوں اور مسلمانوں کو ایک دو سے ٹکرا دے تاکہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹتے رہیں اور یہودیوں کا الّو سیدھا رہے۔

سوال یہ نہیں کہ یہ انسان نما شیطانی درندے کیا چاہتے ہیں؟ سوال یہ ہے کہ آپ اپنا یہ گھٹیا منصوبہ پورا کرنے میں کس طرح رکاوٹ بن سکتے ہیں۔

ہاں......! انسانی منصوبے اپنی جگہ اور مکافاتِ عمل اپنی جگہ...... ہمارا ایمان ہے۔ تعالیٰ نے یقیناً ان شیطانوں کا کوئی نہ کوئی بندوبست تو کیا ہی ہوگا...... لیکن یہ سوال بھی اپنی جگہ ہے کہ اس شیطانی یلغار کو روکنے میں اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے کردار کا نوٹس بھی لیتے ہیں۔ ہم اس شیطانی یلغار کو روکنے کیلئے رحمانی فوج کے سپاہی بنیں گے؟ یا پھر ہم آنکھیں بند کرکے شیطانی کنیسہ کی تباہ کاریوں کا نظارہ کرتے رہیں گے اور بزدلوں کی طرح ان کے شیطانی عزائم کی بھینٹ چڑھ جائیں گے۔

صیہونیت کا پس منظر

یہودیوں سے متعلق انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں درج ہے کہ صیہونیت کی نام نہاد تعلیمات نے یہودیوں کو بتایا کہ دوسری اقوام عالم پر یہود کی فوقیت ان کا پیدائشی حق تھا جس کے بارے میں کسی منطق کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ یہودیہ کے باشندوں کا ایمان تھا کہ باقی قومیں اور انسان "امی" ہیں۔ یعنی ان کے مد مقابل "جہلاء" ہیں اور یہوا کی دشمن۔ اسی لئے کسی دوسرے ملک میں جانا ان کے نزدیک جرم تھا۔ یہی حال زبانوں کا تھا حتیٰ کہ مالش کے لئے بھی کسی غیر ملکی تیل کا استعمال ان کے نزدیک کفر سے کم تر نہ تھا۔ یہوا نے درختوں میں سے انگور کی بیل کا انتخاب کیا تھا پھولوں میں سے موتیا، پرندوں میں سے فاختہ، چوپایوں میں سے بھیڑ کا بچہ، تمام عظیم شہروں میں سے صیہون یروشلم اور تمام دنیا کی قوموں میں سے یہود کو۔ اپنے علم کا خزینہ خاص عطا کر کے انہیں راہبوں اور مقدس لوگوں کی قوم بنا دیا۔ یہوا نے خاص انہی کے لئے تو دنیا کی تخلیق فرمائی تھی۔ اگر اسوریا، بابل یا دوسری قومیں یہود کے مقابل سرخرو ہوئیں تو وجہ محض یہی تھی کہ "یہوا" یہود سے ناراض تھا اور اسوریا اور بابل کی شکست کا باعث۔ یہوا کا یہود کو معاف کر دینا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی قوم دوسروں کا غلبہ قبول نہیں کر سکتی۔ اگر ایسے عقائد ایمان کی حد کو پہنچ جائیں تو پھر دنیا کا تمام عذاب انہیں ان سے روگردان نہیں کر سکتا۔ وہ کسی کو یہوا کے سوا اپنا بادشاہ تسلیم نہ کرتے اور کسی قانون کو تورہ کے علاوہ اپنے لئے واجب الاطلاق نہ جانتے۔ جزیہ یا مالیہ دیتے ہوئے کوئی اصول یا قانون حاکم کے آڑے نہ آ سکتا۔ کسی صورت میں کسی غیر یہودی کو اتنی قابل قبول نہ تھی کہ ناپاک اور نجس لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ کوئی باعزت شخص یا قوم بھی ان کے دسترخوان پر نہ بیٹھ سکتی کہ ان کو حقارت اس کے ہر لقمے کو زہر بنا دیتی۔ غیر ملکی اگر حاکم بھی ہو تو ان کے نزدیک ناپاک ہی رہتا تھا۔

یہودیہ کے اندرونی معاملات طے کرنے کے لئے کنیسہ عظمٰی COUNCIL OF THE ELDERS کے ستر ارکان جن کی تعداد بعد میں ۷۰ تک پہنچ گئی پوری طرح مختار تھے۔

اس کونسل کا صدر اسقف اعظم کہلاتا تھا۔ جس کا احترام قوم کے تمام افراد پر فرض تھا۔ حکومت کا انتخاب یا ارباب کنیسہ کے ذمے تھا جو اپنی قانون دانی کی استعداد پر ہی منتخب ہوتے اور اس طرح نظامت اور عدلیہ کے ذرائع سے یکجا ہو گئے۔

صدوقی امیر تھے اور اس لئے آرام طلب تھے اور دین پر پوری طرح توجہ نہ دے سکتے تھے چنانچہ ان کے عقائد میں ہر غالب حکمران کے عقائد متصرف ہو جاتے۔ عموماً وہ تورہ کے اسفار خمسہ پر ہی ایمان رکھتے اور یہودی اپنی موشگافیوں اور قانونی جرح کو خاطر میں نہ لاتے اور نہ ہی کسی ایسے فیصلے کی حمایت کرتے جس کی تائید و تصدیق اسفار خمسہ سے نہ ہو سکتی۔ یہاں تک کہ حیات بعد الموت' جزا و سزا' جنت و دوزخ جیسے اہم عقائد کو بھی اس لئے نہ مانتے کہ ان کا اسفار خمسہ میں ذکر نہ تھا۔ ان کے اپنے ایمان کی رو سے اعمال صالحہ کا کوئی تعلق جنت سے نہ تھا کہ انہیں جنت کا وعدہ بھی ایک طرح کی رشوت محسوس ہوتی تھی۔

فریسی صدوقیوں کے مقابلے میں غریب اور مفلوک الحال تھے۔ (خیال رہے امریکی صدر جارج بش کا تعلق اسی یہودی فرقے سے ہے) اس لئے راہبوں اور مذہبی راہنماؤں کا ان پر خاص زور چلتا تھا چنانچہ یہ لوگ بڑے سچے وفاشعار راسخ العقیدہ اور محب وطن ہوتے اور کنیسہ عظمیٰ کی رکنیت اور احباریت کے مقامات حاصل کرنے والوں میں اکثریت بھی انہی کی ہوتی۔ تورہ کے قوانین کے مباحث ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ وہ گلیوں اور بازاروں میں نکلتے تو چہرہ ڈھانپ لیتے تاکہ کسی نامحرم پر نگاہ نہ پڑ سکے۔ پانی کو چھان کر پیتے' بانگ دہل خیرات کرتے اور بلند آواز سے دعائیں مانگتے۔ اپنے چغوں پر تورہ کی آیات کاڑھتے قانون کا حرف بحرف احترام کرتے اور سبت کے دن گریہ و زاری میں گزارتے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چھ سو یا ساڑھے چھ سو قبل مسیح تک کے زمانے میں وہ کون سے اسباب اور عوامل تھے جنہوں نے بنی اسرائیل کو صحف سماوی یعنی آسمانی کتابوں کا تصور دیا۔ عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ایک قوم چار ہزار سال پہلے خود غرضی کے لئے دو ہزار سال تک قانون سازی کرے پھر اس کی تکذیب کرے اس حد تک کہ ان کے پیغمبر حضرت موسیٰ خود اپنی قوم سے دلبرداشتہ ہو جائیں اور پھر اچانک وہ قوم ان قوانین پر یک بیک جان چھڑکنا شروع کر دے۔

یہودی علماء کی رائے میں خمیس موسیٰ یا اسفار خمسہ یعنی پانچ الہامی کتابوں کے تین ماخذ ہیں:

(۱) عہد نامہ

عہد نامہ کی بنیاد ان دو تختیوں پر ہے جو بقول یہود حضرت موسیٰ کو طور پر یہوا نے دی تھیں چونکہ ایک تختی پر خداوند کا نام "یہوا" اور دوسری پر "الوہیم" درج ہے اس لئے ایک نوشتے کو JEHOVA یا (J) اور دوسرے کو ELOHIM یا (E) کا نام دیا گیا۔ ان دونوں سے کتاب پیدائش کے مضامین مرتب ہوئے۔

(۲) کتاب استثناء DENTERONOMIC CODE

روایت ہے کہ یہ کتاب کاہن اعظم علقیاہ نے یوشع بادشاہ کے زمانے میں ہیکل سلیمانی کے ایک گوشے میں دفن شدہ حالت میں پائی۔ یوشع کا زمانہ ۶۲۱ برس قبل مسیح کا ہے۔ اسے "D" کا نام دیا گیا۔

(۳) ضابطہ کاہناں ECCLESIASTES

اسیری بابل کے بعد عزرا اور نحمیاہ نے مرتب کیں۔ موجودہ کتب "اعداد و احبار" بھی اسی سے ماخوذ ہیں۔

از روئے قرآن حکیم اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نجات دلا کر ان سے وعدہ لیا تھا کہ اللہ کے فرمانبردار بندے بنیں گے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دوسری اقوام عالم پر فضیلت عطا کرنے کا وعدہ کیا تھا خود یہودی کتاب "خروج" (۲۴-۷) میں اس کا حوالہ موجود ہے:

"اور اس نے (موسیٰ نے) عہد نامہ کی کتاب لے کر مجمع پر پڑھی۔ اور حاضرین کہنے لگے خدا نے جو کچھ فرمایا ہے ہم اس پر عمل کریں گے اور فرمانبردار رہیں گے"

"یوشع نبی عہد نامہ کی ہر روز دو بار تلاوت کیا کرتے تھے لیکن خمیس موسیٰ پڑھنے کے لئے پورے سات دن کی تلاوت درکار تھی" (ملوک ۱۲-۱۰-۱۴-۲)

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خمیس موسیٰ اور "عہد نامہ" دو مختلف کتابیں تھیں نیز خمیس موسیٰ وہ عہد نامہ نہیں ہو سکتا جو آج یہودی قوم کے ایمان کی بنیاد ہے۔ ساڑھے سو برس میں خدا کے غضب اور اپنی بداعمالیوں کے باعث انہیں جرأت ہی نہ ہوئی کہ عہد نامہ کے دو حصے خمیس میں شامل کریں جن کا تعلق ان کے اپنے وعدے سے تھا۔ البتہ انہوں نے دس احکامات کو رہنے دیا جو

یا نہیں عہد نہ سمجھے کہ حکم اور معاہدہ میں بہر طور فرق موجود ہے۔

حکم خداوندی کسی معاہدے کا پابند نہیں اور سرتابی کرنے والا مستوجب سزا ہے خواہ وہ اس پر عمل پیرا ہو یا نہ ہو لیکن عہد نامے سے مراد وہ واضح معاہدہ تھا جو یہود نے اللہ تعالیٰ سے کیا اور جس کی بنیاد پر انہیں اقوام عالم میں ممتاز کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اب ہم ان تختیوں اور ان دس احکامات کا تاریخی طور پر جائزہ لیتے ہیں جنہیں بطور پر بقول یہود عنایت کیا گیا تھا۔ تاریخ یہود میں تختیوں کا تذکرہ سب سے پہلے ۲۱ سو برس قبل مسیح میں ملتا ہے۔ جب بابل کے عظیم بادشاہ حمورابی نے اپنے احکامات عوام تک پہنچانے کے لئے اہم مقامات پر پتھر کی تختیاں کندہ کروا کر نصب کروائیں۔ یہ تختیاں (جن میں سے کچھ لوور (فرانس) کے عجائب گھر میں محفوظ ہیں۔ روایت کے مطابق آسمانی دیوتا شمس نے بادشاہ کو عطا کی تھیں اور ان پر بادشاہ کی وہ تصویر بھی ہے جس میں اسے شمس دیوتا سے تختیاں وصول کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ شمس نے حمورابی کو حکم دیا کہ "ملک میں انصاف قائم کر، ظلم اور برائی کا قلع قمع کر۔ طاقتور کو کمزور پر زیادتی کرنے سے روک، زمین پر نور پھیلا اور لوگوں کے لئے بہبود کو عام کر"۔

آج سے چار ہزار ایک سو برس قبل کے ایک بادشاہ سے یہ روایت منسوب کرنا یقیناً بعید از یقین ہے باوجودیکہ ان تختیوں پر کندہ قوانین تاریخ تہذیب میں ایک لازوال مقام رکھتے ہیں۔ ۲۸۵ قوانین ذاتی ملکیت، حقیقی جائیداد، تجارت اور کاروبار، خاندان، نقصانات اور مزدوری کے ابواب میں منقسم کئے گئے ہیں اور کسی طور بھی جدید ترین قوموں کے عدلیہ اور انتظامیہ کے قوانین سے کمتر نہیں۔ ان قوانین کے آخر میں درج ہے۔

"ان منصفانہ قوانین سے جو دانشور بادشاہ حمورابی نے نافذ کئے ملک کو پائیدار سہارا ملا اور خالص حکومت میسر آئی۔ میں ہوں نگران حکمران، میں نے اپنے سینے میں سرزمین "سیرو اکاد" کے لوگوں کو اٹھایا۔ اپنی دانشمندی سے میں نے ان میں اعتدال پیدا کیا تاکہ طاقتور کمزور پر ظلم نہ کرے اور یتیموں اور بیواؤں سے انصاف ہو۔ ہر وہ شخص جس پر ظلم ہوا ہو یا جس کو کوئی شکایت ہو، میرے (بت کے) پاس آ سکتا ہے کہ میں عدل و انصاف والا بادشاہ ہوں۔ اسے چاہئے کہ میرے اس یادگار کتبے کو پڑھے۔ اسے چاہئے کہ میرے وزنی الفاظ پر غور و فکر کرے۔ شاید اس پر اپنی شکایت کی حقیقت خود ہی واضح ہو جائے۔ شاید اس کے دل کو سکون نصیب ہو جائے۔ حمورابی در اصل وہ بادشاہ ہے جو اپنے عوام کے لئے حقیقی باپ کی طرح ہے۔ اس نے اپنے لوگوں کے لئے

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خوشحالی قائم کر دی ہے اور ملک کو خالص حکومت بخش دی ہے۔ ان دنوں میں جو آنے والے ہیں زمانہ مستقبل میں جو بادشاہ بھی ملک پر حکمران ہو عدل و انصاف کے ان الفاظ کا مطالعہ کرے جو میں نے اس یادگار میں درج کئے ہیں"۔

حمورابی کی ان تختیوں سے ہم بابل کے سورج پرستوں کی تہذیب و تمدن اور ان کے بادشاہ کے عدل و انصاف کے تصور کا اندازہ لگا سکتے ہیں جو حضرت موسیٰ سے سات سو برس بعد کا ہے لیکن وہ قوانین جو خدا نے اپنی انگلی سے ان تختیوں پر لکھے حمورابی کی تختیوں کے مقابلے میں نہیں ٹھہرتے۔ چنانچہ یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ یہود کے دل میں اپنے لئے قوانین وضع کرنے کا خیال انہی تختیوں کو دیکھ کر پیدا ہوا ہو گا۔

اس دور میں کئی دوسرے ملکوں میں بھی اس طرح کی تختیاں نصب کرنے کی روایات ملتی ہیں۔ جن پر ملکی قوانین کو کندہ کیا گیا اور پھر انہیں سند قبولیت بخشنے کے لئے کسی نہ کسی دیوتا سے منسوب کر دیا گیا۔ چنانچہ مصر میں اس قسم کے قوانین مصری دیوتا تھوتھ نے نافذ کئے۔ کریٹ میں شاہ میناس کو بھی ایک دیوتا نے ڈکٹا پہاڑ پر ایسے ہی احکامات سے نوازا تھا۔ یونانیوں کو ان کے دیوتا ڈایونائی سس نے جسے "معطی قانون" کہا جاتا تھا، پتھر کی دو تختیوں پر ایسے ہی قانون لکھ کر دیئے تھے۔ ایران میں زرتشت کو کوہ الوائد پر اہرمن نے ظاہر ہو کر رعد و برق کی تجلیوں میں "کتاب قانون" عطا کی تھی۔ قوانین کو غیر مرئی طاقتوں سے منسوب کرتے ہوئے ان قانون سازوں کا خیال یہ تھا کہ عوام انسانی فکر کو قبول کرنے کی بجائے آسمانی احکامات زیادہ خندہ پیشانی اور تحیر و تعجب کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے منطقی استدلال تلاش نہیں کرتے۔ گمان غالب ہے کہ یہودی فکر نے بھی اس خیال کی پیروی کی اور اپنی قوم کے لئے قوانین مرتب کر کے انہیں حضرت موسیٰ سے منسوب کر دیا۔ حالانکہ حضرت موسیٰ طور سے اپنی قوم کے لئے احکامات الٰہی وحی کی صورت میں حاصل کر کے لائے تھے جو ان کی قوم کی دین و دنیا کی دستگیری کے لئے کافی تھے لیکن اپنی فطرت سے مجبور ہو کر یہود نے اپنے مزاج کے مطابق قوانین وضع کئے اور خدا سے کئے ہوئے وعدے سے انحراف کر کے خسر الدنیا والآخرۃ کے مستوجب ہوئے۔

قبل اس کے کہ ہم یہودی قوانین کے بارے میں مزید تبصرہ کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان دس قوانین کا جائزہ لیں جن پر دین یہود کا دارومدار ہے۔

دس قوانین TEN COMMANDMENTS

(۱) "خدائے واحد و تنہا کو مانا جائے گا۔ وہ بادشاہ ہے جو نظر نہیں آتا لیکن وہی قانون نافذ کرتا ہے۔ سزائیں دیتا ہے۔ اس نے بنی اسرائیل کو اپنے لئے منتخب کیا۔ خدا کے اپنے بندے اسرائیل"

اس حکم کے تحت گزشتہ اڑھائی ہزار برس سے ہر یہودی ایک ہی کلمہ دہراتا ہے:

"سن اے بنی اسرائیل۔ خداوند تیرا خدا تیرا آقا ایک ہے"

(۲) خداوند خدا کا کوئی بت نہیں تراشا جائے گا۔

(۳) خدا کا نام بلاوجہ نہیں لیا جائے گا۔ چنانچہ یہودی اسے LORD (آقا) کہہ کر پکارتے ہیں اور اس کا نام اس کے تقدس کی وجہ سے زبان پر نہیں لاتے۔

(۴) ہفتہ کا دن سبت ہوگا۔ پرہیزگاری اور عبادات کا دن۔ اس دن کوئی اور کام نہیں ہوگا۔

(۵) ہر خاندان کا بزرگ اس کا سربراہ ہوگا۔ اس کا احترام گھر کے مردوں، عورتوں، غلاموں، بچوں غرضیکہ سبھی کو کرنا ہوگا۔ بیوی کے لئے حکم تھا کہ "تیری خواہش تیرے خاوند کے لئے ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا"

(۶) بنی اسرائیل خدا کی مقبول اور مکمل ترین قوم ہوگی۔

(۷) بنی اسرائیل کے مرد عورتوں سے شادیاں کریں گے اور عورت کو شادی کے دن اپنی دوشیزگی کا ثبوت دینا ہوگا ورنہ اسے سنگسار کر دیا جائے گا۔

(۸) ذاتی جائیداد مقدس ہوگی۔ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ ہر سات برس کے بعد غلاموں کو آزاد اور بنی اسرائیل کے آپس کے قرضے معاف ہو جائیں گے۔ ہر پچاسویں سال کو مقدس جانو اور سارے ملک میں آزادی کا اعلان کرو۔ ہر شخص کو خودمختار بننے کے لئے چھوڑ دو۔ تم ہر شخص کو اس کے خاندان میں لوٹا دو۔

(۹) تم جھوٹی قسم نہ کھاؤ گے۔ خدا کو حاضر و ناظر جان کر قسم کھاؤ۔ وہ دیکھتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے۔ جھوٹی گواہی کی سزا دی ہوگی جس کی وجہ سے گواہ نے مخالف کو نقصان پہنچانے کے لئے قسم کھائی۔ سزا کے اصول یہ ہوں گے: "جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پاؤں کے بدلے پاؤں، جلانے کے بدلے جلانا،

کوڑے کے بدلے کوڑا"

(۱۰) تم اپنے پڑوسی کے گھر کی خواہش نہ کرو گے۔ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کو پانے کی خواہش نہ کرو گے اور نہ پڑوسی کی کسی اور چیز کو حاصل کرنے کی خواہش کرو گے۔ تم اپنے پڑوسی سے اتنی ہی محبت کرو گے جتنی اپنے آپ سے۔

○

تورات یعنی خمسہ موسیٰ میں "احبار" کو جو اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ غیر یہود شاید نہ لگا سکیں۔ یہود کے ایمان کے مطابق احبار ساتویں صدی قبل مسیح میں ہیکل سلیمانی میں مدفون ملی تھی۔ اس کتاب میں امت موسیٰ کے لئے قوانین مرتب کئے گئے ہیں اور اس مقصد کے لئے ایسی میٹھی اور پرشکوہ زبان استعمال کی گئی ہے جو وحی والہام ہی کو زیب دیتی ہے اور پیغمبروں ہی سے منسوب کی جا سکتی ہے، لیکن نفس مضمون کے اعتبار سے تضادات کا شکار اور انداز تحریر کے لحاظ سے مختلف مصنفین کا شاہکار معلوم ہوتی ہے۔ اس کتاب میں یہود کا تصور ایک ظالم و جابر حکمران کا ہے جو اپنی افواج کے لئے فتوحات چاہتا ہے۔ اس کتاب میں حضرت موسیٰ یہ کہتے ہوئے پائے گئے ہیں کہ "خدا جنگجو آدمی ہے" اور داؤد سے منسوب ہے "خدا میرے ہاتھوں کو جنگ کرنے کا درس دیتا ہے" یہوا وعدہ کرتا ہے کہ وہ تمام قومیں برباد کر دی جائیں گی جن سے یہود برسرپیکار ہوں گے وہ کہتا ہے "حوی، کنعانی اور حتی قوموں کو ایک ایک کر کے فنا کر دو" وہ کہتا ہے "جو زمینیں بنی اسرائیل فتح کریں گے میری ہیں"۔

ہم دیکھتے ہیں کہ یہود کا خدا مغرور، حملہ آور، سفاک، قاتل، خوشامد پسند، وحشی اور منتقم ہے۔ اس جرم پر کہ بنی اسرائیل کے لوگ موابی لڑکیوں سے بدچلنی کے مرتکب ہوئے ہیں، وہ حضرت موسیٰ کو حکم دیتا ہے تم لوگوں کے سر اتار لو اور انہیں سورج کے سامنے اپنے آقا کے حضور پیش کرو۔ وہ صرف ان کے ساتھ ہمدردی کر سکتا ہے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں ورنہ وہ بچوں سے ان کے باپ، دادا بلکہ ان کے آباؤ اجداد کے گناہوں کے بدلے میں بھی سزا دے گا۔

حضرت موسیٰ کی عدم موجودگی میں جب بنی اسرائیل نے سونے کے بچھڑے کی پرستش شروع کی تو وہ طیش میں آ گیا اور اس نے تمام بنی اسرائیل کو فنا کرنے کی سوچی یہاں تک کہ موسیٰ کو اس سے التجا کرنی پڑی کہ وہ اپنے غصے پر قابو پائے، لیکن جب بنی اسرائیل خود موسیٰ ہی کے

خلاف ہو جاتے ہیں تو اس کا غیظ و غضب انہیں نیست و نابود کرنے کا تہیہ کر لیتا ہے۔ اب کی پھر موسیٰ کو اس کی فطرت رحم کو جنبش دینے کے لئے رگڑ رگڑ وانا پڑا کہ لوگ ایسی بات سنیں گے تو کیا کہیں گے اس کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے تو وہ شرمندہ ہوا لیکن اپنی منتخب قوم کو ڈرانے کے لئے بھی اس نے جو حربے استعمال کئے وہ بھی رونگٹے کھڑے کر دیتے ہیں۔

"لعنت ہوگی تم پر شہر میں اور لعنت ہوگی تم پر کھیتوں میں' لعنت ہوگی تمہارے جسم کے ثمرات پر اور زمین کے ثمرات پر' لعنت ہوگی تم پر جب تم اندر آؤ گے' لعنت ہوگی تم پر جب تم باہر جاؤ گے۔ آقا تمہیں گھلا گھلا کر مارے گا اور بخار سے مارے گا اور متورم کر کے مارے گا آقا تمہیں مصر کی کوڑھ سے مارے گا اور جواہرات (پھوڑوں) سے مارے گا اور دھدر سے اور خارش سے اور اندھے پن سے اور دل کی حیرت سے اور ہر وہ بیماری اور طاعون جو اس کتاب قانون میں نہیں لکھی آقا تم پر لائے گا اور تمہیں تباہ کر دے گا"

وہ تسلیم کرتا ہے کہ "میں بڑا حسد کرنے والا خدا ہوں اور اپنے ماننے والوں سے تقاضا کرتا ہوں کہ میرے دشمنوں کو زیر کرو اور ان کے بتوں کو توڑ دو"

بے جا نہ ہوگا اگر ہم ان اقتباسات سے یہ نتیجہ اخذ کریں کہ یہ خدا موسیٰ و ہارون کو خدا نہ تھا۔ یہ تو کفار کا خدا بھی نہ تھا۔ جس کو متمیز کرنے کے لئے انہوں نے اسے دنیا سے انوکھا اور ظلم و قہر اور غصہ و جبر کا دیوتا بنا کر پیش کیا۔

اس جابر و قاہر خدا کے تصور نے جو اسوریا اور بابل کے ظلم کے بعد یہود کو ملا۔ انہیں اتحاد سازی اور توحید پرستی کا درس دیا' لیکن نہ جانے ان کا خمیر کس مٹی سے اٹھا تھا کہ خدا کے اس خوفناک ہو سکنے کے باوجود ان کے لئے اپنے بتوں اور سماجی برائیوں کو ترک کرنا ممکن نہ ہوا یہاں تک کہ وہ یروشلم کے ہیکل سلیمانی تک میں اپنی صنم پرستی سے باز نہ رہ سکے اور انہوں نے سانپ کی بھی پوجا کی جو معجزات کے علاوہ وہ تھا اور شفا کا مظہر ہونے کے اعتبار سے ہندو کے 'ناگم' کے مماثل تھا اور دانشوری' تیز رفتاری اور ابدیت کا دیوتا سمجھا گیا تھا۔ ابدیت اس لئے کہ وہ اپنی دم کو منہ تک لوٹانے کی قدرت رکھتا تھا کہ وہ اس طرح آغاز اور انجام ایک کر سکتا تھا۔

'احبار' کی دریافت سے اس دور کے یہود کی اس ذہنیت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ موسیٰ و ہارون کو پیغمبر ماننے کی بجائے انہیں ان کے معجزات کی بنیاد پر ساحر سمجھتے تھے اور خود کو جادو ٹونے اور ٹوٹکے کی نسبت سے ان کے پیروکار سمجھتے تھے اور اپنے دیوی دیوتاؤں کا مزاج معلوم کرنے کے

لئے وہ افسوں سے کام لیتے۔ یہوا نے ان حرکات پر دھتکار دینے کی غرض سے اسوریا اور بابل کے حملوں میں انہیں غارت کروا دیا تاکہ اپنی غلطیوں کا احساس کر کے وہ پھر رب موسیٰ کی طرف پلٹیں۔

اس بربادی سے جہاں یروشلم اور ہیکل ملیامیٹ کر دیئے گئے وہاں ان کے تبرکات جل گئے اور یہود غلامی اور جلاوطنی کی صعوبتیں اور اپنے لاکھوں عزیزوں کے قتل عام کے صدمات سہنے کو رہ گئے۔ بیرونی تہذیبوں کے اثرات نے انہیں اپنی لغزشوں اور یہوا کے فرمودات کی بے حرمتیوں کا احساس دلایا اور پھر جب خورش اور تحسیر دے نے انہیں آزادی بخشی تو وہ زیادہ باشعور اور 'مومن' ہو کر پلٹے۔ اپنی جلاوطنی کے دوران بھی وہ احبار کی تلاوت کرتے رہے اور آزادی کے بعد بھی انہوں نے کتبے بنا کر احبار کا ورد حرز جاں بنایا۔ ان کے نزدیک یہ مطالعہ اس قدر حقیقی ہے کہ اس مطالعے سے انہیں اپنے اب و جد کو دیکھنے ان سے ملاقات کرنے اور ان کے سامنے میں بیٹھنے کا موقع ملتا ہے۔ انہیں محسوس ہوتا ہے کہ ہزاروں سال کے فاصلے سمٹ گئے۔ وہ قدیم یروشلم میں پھر لوٹ آئے۔ ارض مقدس کی ہوائیں ان کے زخموں پر مرہم لگانے لگیں۔ گویا یہ کتاب نہیں ان کی اپنی تاریخ ہے ان کی روایات کی تاریخ ہے۔ ان کے اندوہناک ماضی کی پرشکوہ اور تابناک یادگار ان کی میراث جس پر ان کو ناز ہے انہیں بار بار یاد دلاتی ہے۔

"تم نبیوں کی اولاد ہو' ابراہیم و اسحاق و یعقوب کی اولاد اور موسیٰ کی اولاد۔ خدائے عظیم و بزرگ و برتر' جابر و قاہر کی برگزیدہ قوم"

اسی تفاخر نے انہیں اپنے دین کو اپنی ذات تک محدود رکھنے پر مجبور کیا اور تبلیغ کو گوارا نہ کیا۔ خود کو ولی' عالم اور دانشور جانا اور دوسری اقوام عالم کو 'امی' اور جاہل سمجھا۔ یروشلم کو دنیا کا صدر مقام قرار دیا۔ دنیا کی تمام قوموں پر یروشلم میں یہوا کی بندگی لازم کی جو قومیں نہیں آئیں گی ان پر قحط اور خشک سالی کا عذاب پہنچے گا' وباؤں اور بیماریوں کا شکار ہوں گی۔ یہودی تمام بنی نوع انسان کے عالم اور راہب کا مقام حاصل کرے گا اور ہر 'امی' سے نیاز وصول کرے گا۔ امی ان کے 'ریوڑ' اور وہ امیوں کا 'دودھ' قبول کریں گے۔ یہی بدنصیب امی ان کے بیگاری اور رعایا ہوں گے ان کے کھیتوں کی کاشت کریں گے۔ ان کے انگور کے باغات کی نگرانی کریں گے اور وہ جنہوں نے یروشلم پر دھاوا بولا تھا' ان کے ننگے پیروں پر سجدہ ریز ہوں گے' ان کے پاؤں کی زمین چومیں گے۔ اس مٹی کو مقدس جانیں گے' سروں پر ڈالیں گے' آنکھوں سے لگائیں گے۔ روتے

زمین کے تمام بادشاہ یروشلم کا طواف کریں گے اور یہود کے خداوند خدا' اسرائیل کی افواج کے "قادر" کی بندہ نوازی کا مظاہرہ کریں گے ہر یہودی کا دامن دس آدمی تھامیں گے اور کہیں گے" ہم جہاں بھی آپ جائیں گے آپ کے ساتھ جائیں گے' اس لئے کہ خداوند آپ کے ساتھ ہے"

یہی یہود کا مقصد حیات اور اپنے امتیازی ہونے کے تصور کا حاصل ہے کہ وہ خداوند خدا' یہوا' کے ٹھیکیدار بن جائیں اور ساری دنیا سے خراج وصول کریں یہ ہے احبار کی روح۔

"تم ہو ایک قوم جو اپنے آقا' اپنے خدا کے لئے وقف ہوئی۔ اور دنیا کی تمام قوموں میں سے آقا تمہارے خدا نے تمہیں اپنی عزیز ترین قوم بنایا"

یہودیہ نبیوں کی سرزمین ہے اور یہود نبیوں کی اولاد اور یہوا کی عزیز ترین قوم' لیکن وہ شخصیت جس نے ان کی شیرازہ بندی کر کے انہیں بے لازوال اور انمٹ مقام عطا کیا۔ پانچویں صدی قبل مسیح میں ظاہر ہوئی' جس کی تعلیمات کے باوصف یہ قوم مصیبتوں کے پہاڑ اور تباہیوں کے عذاب اٹھا کر بھی ثابت قدم رہی۔ یہ شخصیت عزرا کی ہے جو نبی بھی تھا اور کاتب بھی جو بقول یہودی نبی سے بڑا ہوتا ہے اور پھر ایک اعتبار سے موسیٰ و ہارونؑ بلکہ ان کے اب وجد ابراہیمؑ و اسحٰقؑ سے بھی بڑا ہوتا ہے کہ وہ "خدا کا بیٹا" ہے وہ اس زمانے میں پیدا ہوا جب یہودیہ پر اہل ایران کا تسلط تھا' دانیال نبی کی پیش گوئیوں کا صلہ تھا یا بابل کی فتح کا انعام کہ خورش یا کیخسرو شاہ ایران نے یہود کو آزاد کر دیا اور انہیں عزرا کی سرداری میں یہودیہ واپس جانے کی اجازت دے دی۔ اور ہم نحمیاہ نبی جو شاہ ایران کے دربار میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے اور عزرا کی اس سرداری سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کا ایران سے ہو کر آنا یہود کی تعلیمات موسوی کے احیاء ہی کے لئے نہیں بلکہ زرتشت کے اہرمن و یزدان اور جزا و سزا کے اعتقادات کو دین موسیٰ میں داخل کرنے کے لئے بھی تھا۔

بہر کیف عزرا کے سامنے تین مقاصد تھے جن کو پورا کرنے کے لئے اس نے کنیسۂ عظمیٰ قائم کی:

(۱) عہد عتیق پر اپنی قوم کو کاربند کرنا اس کے لئے اس نے تورات کو عوام کی زبان میں منتقل کیا۔

(۲) قوم کو ان کے گناہوں سے پاک کرنا جن کی وجہ سے وہ دوسری قوموں کے عتاب میں آ گئے تھے اس امر کے لئے دین و عبادات کے قواعد و ضوابط مرتب کئے گئے نیز قوم کی تطہیر کے لئے جن یہود نے غیر یہودی عورتوں سے شادیاں کی تھیں انہیں طلاق دلوائی' قوم عزرا کے

اس حکم کے آگے جھک گئی اور یوں ان تاثرات سے قطعی پاک ہو گئی جو یہ عورتیں غیر ممالک اور غیر تہذیب و مذہب سے لائی تھیں۔

(۳) دین موسیٰ یہود کی روز مرہ زندگی میں داخل کرنا۔

اب تک عقائد کا معاملہ محض ان کے راہبوں کے ذمے تھا جو کنیساؤں اور ہیکلوں میں وعظ کر کے لوگوں کو نیک اعمال کی تلقین کرتے۔ عزرا نے اب جلاوطنی کے تجربات کو مذہبی انقلاب کی بنیاد بنا کر لوگوں کی زندگیاں بدل دیں اور ان کے ہاتھوں میں کتاب دے کر قانون کا مطالعہ اور احترام فرض کر دیا۔ اس کے علاوہ اس نے کاتبوں کا سلسلہ شروع کر کے روایات کو عام کرنے کا کام اس طرح سرانجام دیا کہ اس کے پندرہ سو سال بعد تک یہود اس پر کاربند رہے۔

بابل اور ناتریس (شام) کے مدرسے کتب مقدسہ کو نقل کرتے رہے اور ان روایات و حواشی کو جمع کر کے لکھتے ہیں جو یہود میں "مسوراتیوں" کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان روایات میں متعدد اختلافات پائے جاتے ہیں جو تورات اور صحف انبیاء کی ثقاہت اور الہامی ہونے پر ایک دلیل کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔

بدقسمتی سے ایک خالص خلوص کی بنیاد پر قائم ہونے والا معاشرہ تراشیدہ حیلوں اور لفظی قلابازیوں کا کھیل بن کر رہ گیا۔

یہود کو دو ہزار سال کی آوارگی میں اگر کسی طاقت نے اپنے دائرہ اختیار میں رکھا تو وہ یہی قوانین تھے۔ ان کے اب وجد اگرچہ متفقہ طور پر ایک تھے لیکن پھر ان ہی سے بارہ اسباط چلے اور بعد میں ان کے سلسلے بھی مٹ گئے لیکن پھر بھی یہ دینی احکام انہیں ایک لڑی میں پروئے رہے اور خانہ ویرانی اور آوارگی کے دو ہزار سال میں ان کی روحانی وحدت کے ذمہ دار رہے اور بہر طور ان کی انفرادیت قائم رہی اور وہ بیسویں صدی میں بالآخر اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

عیسائیت اور یہودیت کا ٹکراؤ

تیرہویں صدی کے اواخر تک عیسائی یورپ کا فلسطین سے مسلمان فاتحین کے خلاف غم وغصہ ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ اسلام سے ٹکرا کر یورپ کی ناقابلِ تسخیر عظمت اور روحانیت کا پردہ چاک ہو گیا۔ اسلامی تہذیب، تمدن، شرافت، نجابت اور اخلاق نے عیسائی صلیب برداروں کی بربریت، خود پسندی کو بھی کند کر کے رکھ دیا تھا۔ انہیں اس کردار کے مقابلے میں اپنی ذات ہیچ نظر آئی لیکن وہ نفرت جو دو ٹکرانے والی قوتوں کے درمیان لابدی ہوتی ہے۔ دیواریں کر کھڑی ہو گئی اور یہ لوگ اسلام کی سچائی اور حق پرستی کی داد دے سکے۔ وہ ایشیا کے ساحلوں سے نئی زندگی کا نیا شعور لے کر پلٹے تو انہیں اپنے عیسائی فکر میں بھی کیڑے دکھائی دیئے۔ پوپ اور اس کے چرچ نے اپنا قلعہ مسمار ہوتے دیکھا تو انہوں نے اس رحجان کا رخ عیسائیوں کی اصلاح کی طرف پھیر دیا۔ پادریوں اور راہبوں کی تحقیقاتی عدالتیں قائم ہوئیں اور عیسائی عوام کے فاسد خیالات کا جائزہ لے کر ناقص کو زندہ جلانے اور عذاب دے دے کر مارنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ عیسائیت کے مستحکم ایوان میں یہ ایک دھماکہ تھا۔ صدیوں سے عیسائیت کے پیروکار اپنی آنکھوں پر عقائد کی پٹی باندھ کر پوپ کے گرد طواف کر رہے تھے۔ پوپ کی تعلیمات ان کا عقیدہ اور پوپ کی خوشنودی ان کا مذہب تھا۔ یورپ کے عوام پاپائیت، شہنشاہیت اور فیوڈل ازم کی تثلیث کا شکار ہو چکے تھے اور تین چٹانوں کے نیچے بری طرح کچلے ہوئے تھے کہ ان میں اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرنے کی سکت بھی باقی نہ رہی تھی۔ صلیبی جنگوں نے انہیں اسلام کی کشادہ اور دل پذیر فضاؤں سے آشنا کیا تو وہ ہوش میں آ گئے۔

اس اثناء میں ہسپانیہ میں مسلم حکومتیں روبہ زوال تھی لیکن قسطنطنیہ پر ۱۴۵۳ء میں عثمانی خلافت کے پرچم نے وہ انوار یورپ پر وارد کئے جو اندلس سے ہسپانیہ کے کوہستانی سلسلے کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکے۔ ادھر کولمبس نئی دنیا دریافت کر چکا تھا۔ افریقہ کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے

پرتگالی جہاز ہندوستان کی بندرگاہوں پر آ پہنچے۔ دنیا سمٹنے لگی۔ یورپ کے چھوٹے چھوٹے ملک بڑی بڑی حکومتوں کے خواب دیکھنے لگے۔ عیسائی مبلغ افریقہ کے آدم خوروں کو درس دینے لگے کہ اگر تمہارے ایک گال پر طمانچہ پڑے تو دوسرا آگے کر دو۔ یہ تھے بغیر ترمیمی کا یہ قول صرف غیر مہذب اقوام کے لئے ہی قابلِ عمل کیوں ہے اسے ہر جگہ تسلیم کیا گیا۔ یورپ کی مسیحیت اپنے گریبان میں منہ ڈالے بغیر ہر طرف رواں دواں تھی۔

اس صورتِ حال میں جب مارٹن لوتھر نے پاپائیت کے خلاف اپنا پرچم بلند کیا تو صدیوں کے زخم خوردہ عیسائی چہار جانب سے امنڈ آئے اور اس کے ہمنوا بن گئے۔ کالون اور ناکس نے اس فکر کو اور ہوا دی۔ نتیجہ آزاد خیالی اور دلیل و برہان کے وہ ڈنکے بجے جو عباسیوں کے دور میں معتزلہ کا خاصہ تھے۔ یونانی اور مسلمان مفکروں کے افکار سے عیسائیت لرزہ براندام ہو گئی اور یہ نظر آنے لگا کہ پاپائیت نے اس سیلاب کا سدِ باب نہ کیا تو اس کا اپنا وجود حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے گا۔

نئی تہذیب کے اس بہاؤ نے یورپ کی سرحد میں ایک جانب ایشیا اور دوسری جانب امریکہ کو شامل کر لیا۔ دولت کی ریل پیل شروع ہوئی تو کاشتکار نے اپنی دراتی اور مزدور نے اپنا ہتھوڑا اپنی فصلوں اور مشینوں سے باہر زمیندار اور سرمایہ دار کے خلاف علمِ بغاوت کی طرح بلند کیا۔ علم کی شعاعیں پھیلنے لگیں۔ شعبہ حیات کے دریچے کھلے اور ان سے نور کی کرنیں ہر گھر میں داخل ہونے لگیں اور اس تمام تبدیلی نے عیسائیوں کو مرکزی مقام پر لا بٹھایا لیکن جہاں عیسائی بھیڑوں کی زندگی میں مسکراہٹیں داخل ہوئی وہاں یہود کے لئے حیات مزید تنگ ہو گئی۔

1492ء میں انہیں سپین سے مار پیٹ کر نکال دیا گیا۔ لٹے پٹے وہ پرتگال پہنچے، یہاں پرتگالیوں نے انہیں آڑے ہاتھوں لیا۔ انہیں زبردستی عیسائی بننے پر مجبور کیا گیا لیکن جب پرتگالیوں نے دیکھا کہ یہ اپنے عقائد سے پھرنے کے لئے تیار نہیں تو انہیں یہاں سے بھی نکال دیا گیا۔ اٹلی اور جرمنی میں انہیں ایسی زندگی گزارنے پر مجبور کیا گیا۔ جہاں وہ عیسائیوں سے مختلف نظر آنے کے لئے خاص لباس پہنتے تھے۔ آئے دن ان پر یہ الزام لگتا کہ وہ عیسائی بچوں کو قتل کر کے انہیں اپنی مذہبی رسومات کی بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ صلیبی جنگوں کے جنون میں یہود کو مسیحا کا قاتل قرار دے کر موت کے گھاٹ اتارا جاتا تھا۔ اب ان پر ہر طرح کے بہتان باندھے جانے لگے۔ انہیں شیطان کا چیلہ قرار دیا گیا۔ عیسائیت حسدہ پیشانی سے قبول نہ کرنے کا یہ مطلب لیا گیا کہ وہ

عیسیٰ اور عیسائیت دونوں سے نفرت کرتے ہیں اور عیسائیت کو مٹانے کے لئے خطرناک منصوبے بناتے ہیں۔ اکثر عیسائیوں کا خیال تھا کہ یہودی حضرت عیسیٰ کے خون کا مذاق اڑانے کے لئے معصوم عیسائی بچوں کے خون سے موسیقی بناتے ہیں اور ان کی ہڈیوں سے ٹونے ٹوٹکے کرتے ہیں۔ سپین میں تحقیقاتی عدالتوں میں ان یہود پر بھی مقدمات چلائے جاتے جنہوں نے عیسائیت کو قبول کر رکھا تھا۔ انہیں زندہ آگ میں ڈال کر دیکھا جاتا کہ ان کا دل عیسائی ہو چکا ہے یا نہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق عیسائی کو آگ جلانے سے قاصر رہتی ہے۔ اگرچہ اس مفروضہ کو بنیاد بنا دینے سے خود پوپ سمیت شاید ایک شخص بھی دل سے عیسائی ثابت نہ ہو سکے۔ لیکن اس طرح عقیدے کے نام پر وہ مواد تیار کیا گیا جس کی رو سے یہودیوں کو قتل کرنا عیسائیت کی عین خدمت قرار پایا۔

1321ء میں یہود پر ایک اور مصیبت نازل ہوئی جب پاتیجو کے مقام پر ایک کوڑھی نے خفیہ بنڈل دریا میں پھینکا جو پکڑ لیا گیا۔ کھولنے پر اس میں سے ایک اجنبی زبان میں لکھا ہوا خط دستیاب ہوا۔ اس پر جو مہر لگی تھی اس کے نقش میں صلیب کا مذاق اڑایا گیا تھا۔ دو اشخاص جو یہودیت سے تائب ہو چکے تھے۔ اس خط کو پڑھنے کے لئے بلائے گئے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ عبرانی زبان کی تحریر ہے اور اس میں عیسائی قوم کو ختم کرنے کی غرناطہ کے بادشاہ کی سازش درج ہے جس نے یہود کو مامور کیا ہے کہ عیسائی دنیا کے تمام کنوئیں زہر آلود کر دیں۔ یہود نے اس کام کے لئے کوڑھیوں میں زہر تقسیم کیا تاکہ وہ اس سازش کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ اس الزام کی بنیاد پر یہود کو گھیر گھیر کر اور چن چن کر مارا گیا۔ ان کی عورتوں نے عیسائیت قبول کرنے کے خوف سے خود کشی کر لی۔

1338ء میں جب سارے یورپ میں پلیگ پھیل گئی اور لوگ بری طرح مرنے لگے یہاں تک کہ یورپ کی ایک چوتھائی آبادی اس کالی موت کے ہاتھوں ہلاک ہوئی تو اس کی ذمہ داری بھی یہودی پر منڈھ دی گئی۔ یہود چونکہ عیسائیوں کے مقابلے میں نسبتاً صاف ستھرے رہتے تھے۔ اس لئے ان کی شرح اموات بھی خاصی کم رہی۔ لیکن عیسائیوں کا خیال تھا کہ یہود نے ان کے کنوئیں زہر آلود کر دیئے تھے اس لئے وہ مارے گئے اور یہ بچ نکلے۔ اس الزام کی بنیاد پر وہ یہود جو کالی موت سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ گورے تکیتیوں کے ہاتھوں میں مارے گئے۔ ہزاروں کو زندہ جلا دیا گیا اور کئی مقامات پر تو یہود کی پوری پوری آبادیاں صاف کر دی گئیں۔

تاتاریوں اور عثمانیوں کی یلغار نے جب یورپ کا صفایا کرنا شروع کیا تو اس کے لئے بھی یہود کو مجرم گردانا گیا۔ عیسائی عوام یہ سمجھے کہ انہوں نے اپنا انتقام لینے کے لئے یہ سازش کی ہے اور ان غیر ملکی حملہ آوروں کو دعوت دے کر بلایا ہے۔

اوہام بھی یہود کے استحصال کا وسیلہ بن گئے۔ اگر کسی کو راہ چلتے کوئی یہودی ملتا اور اتفاقاً اس کے بعد اسے کوئی نقصان پہنچتا یا بیماری یا کسی عزیز کی موت کی خبر سے دوچار ہونا پڑتا تو اسے یہود کے کالے علم سے تعبیر کیا جاتا۔ نتیجۃً بے شمار یہود زندہ جلا دیئے جاتے اور ان کے گھر بار لوٹ لئے جاتے۔ خشک سالی اور قحط پر بھی یہود کی شامت آتی۔

○

عیسائیوں کے طبقات میں آزاد خیالی پھیلنے لگی تو پادریوں کو خیال گزرا کہ یہ کفر یہودی کی عطا ہے۔ لوتھر کے پیروؤں اور عیسائیت سے تنفر کرنے والوں کا نزلہ بھی یہود پر گرا۔ یہ وجوہ اپنی جگہ اہم سہی لیکن ان سب کے درپردہ یہود کی دولت تھی جسے حاصل کرنے کے لئے عیسائی امراء اور غریب طبقے سبھی ہم خیال ہوتے۔ اسی طرح یہودی کو مارنا یا کبازی کی دشمنی، قرضے سے نجات اور لوٹ مار کا وسیلہ بن گیا۔ یہودی گروہ جان بچانے کے لئے مارے مارے پھرنے لگے۔ ان کے بھائی بند انہیں پناہ دیتے اور دوبارہ آباد کرنے کی کوشش کرتے۔ نتیجے میں خود بھی عیسائی دنیا کی بربریت کا نشانہ بن جاتے۔

عیسائیت کی تطہیر نے جسے تحقیقات Inquisition کا نام دیا گیا۔ یہودیوں اور آزاد خیال عیسائیوں کا جو حشر کیا وہ بجائے خود ایک اہم موضوع ہے جس کے محاسبے اور مطالعے کی یہاں گنجائش نہیں لیکن اس کے نتیجے کے طور پر یہودی ذہنیت کو جس طرح کچل کچل کر نفرت، غم و غصہ، خفیہ سازشوں اور بے رحمی کی طرف موڑ دیا گیا۔ اس کا احاطہ بڑا ضروری ہے۔ ہم پچھلے باب میں دیکھ آئے ہیں کہ صلیبی جنگوں نے عیسائیوں میں جس جذبے کو ہوا دی اس کا ردعمل یہود کو برداشت کرنا پڑا لیکن صدیوں کے استحصال نے انہیں ہر اذیت کو قبول کرنے کی جو صلاحیت بخش دی تھی اس کے ساتھ یہ مادہ بھی عطا کر دیا تھا کہ اپنے عقائد کا تحفظ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں کہ ان کی سلامتی ہی انہیں منزل مقصود پر پہنچانے کی ضامن تھی۔

اسلامی سپین میں یہود کی خوش حالی اور فارغ البالی کا زمانہ ان کے فکر و دانش کا سنہری

دور بھی تھا۔ سات سو برس کے اس عرصہ میں انہوں نے اپنی درس گاہوں میں ان علوم و فنون کی تحصیل میں کمال حاصل کیا جنہوں نے ایک طرف سادہ لوح اور بے شعور عیسائیوں کو ان سے خائف کیا اور دوسری طرف ان کے وجود کو ضروری سمجھ کر برداشت کرنے کا حوصلہ بخشا۔ یہاں انہوں نے روحانیت کے مطالعہ پر خصوصی توجہ سے اپنا جداگانہ نظام فکر مرتب کیا جسے انہوں نے ''ظہر'' میں جمع کیا اور ''قبالہ'' کا نام دیا۔ تلاش ذات کے اس سفر میں انہیں نور و ظلمت کی دوئی کا تصور زرتشتی، آتش پرستوں سے ملا تو افلاطونیوں سے تخلیق کا فلسفہ حاصل ہوا۔ فیثا غورثی فیلسوفوں سے عدد کے اسرار کی نوعیت معلوم ہوئی۔ شام اور مصر سے تائیگی رہبانیت کا پتہ چلا۔ عیسائیت کی جعلی اناجیل کے ماخذوں سے ماورائیت کا شعور ملا۔ مسلمان صوفیوں سے جزو اور کل کا ادراک اور ہندو یوگیوں سے وجدان گیان کی منزل ملی۔ وہ عبرانی ابجد کے بائیس حروف کو غیب کی زبان مان کر خلا میں گھماتے اور مختلف حروف اور شکلوں کو ما فوق الفطرت معانی پہنا کر راز حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرتے اور اس کی وساطت سے ''حیات'' کو سمجھتے۔ اس طرز فکر نے انہیں ''تلمود'' کے قوانین کے علاوہ ایک پُر اسرار مذہب کی دستگیری بھی عطا کر دی۔ چنانچہ عیسائی دنیا کے مظالم سہتے ہوئے وہ قوانین ہی نہیں ایک غیبی طاقت کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتے، جس کے حضور ''مرگ'' خود سے نکلنے اور ''حیات'' کل سے واصل ہونے کا نام ہے۔

''تلمود'' یوں تو 500ء میں مکمل ہو چکی تھی لیکن پوپ جسٹینین نے 553ء میں اسے خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ 700ء تک اس حکم کے باوجود یہودی تلمود پڑھتے اور اس پر عمل کرتے رہے اور مسیحی چرچ خاموشی سے تماشائی بنا اسے دیکھتا رہا۔ 1239ء میں ایک فرانسیسی یہودی نکلس ڈانین نے عیسائی مذہب قبول کیا اور تلمود کے وہ باب پوپ گریگوری نہم کے حضور پیش کئے جن میں حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم پر کیچڑ اچھالا گیا تھا۔ اس نے جرا کے وہ جملے بھی پوپ کو سنائے جو عیسائیت کے تنقیدی حملوں کے جواب میں لکھے گئے تھے اور جن میں عیسائیت کو ''حق صداقت سے محروم'' قرار دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے یہ بھی ثابت کیا کہ ''تلمود'' کی رو سے کسی بھی غیر یہودی کو دھوکہ دینا جائز ہے اور عیسائی کو قتل کرنا نیکی کا کام ہے۔ کسی غیر یہودی سے عہد معاہدہ کر کے ضرورت کے مطابق توڑ دینے کی اجازت ہے۔ کوئی غیر یہودی اگر یہود کے قوانین کا مطالعہ کرنے کی کوشش کرے تو اسے قتل کر دینا چاہیے۔

پوپ نے اس پر حکم دیا کہ ''تلمود'' کی تمام جلدیں اکٹھی کر کے دربار میں پیش کی

جائیں اور یہودی علماء اپنے نمائندے اس عدالت میں بھیج کر اپنی کتابوں پر جرح کریں۔ تین دن کی عدالتی تحقیقات کے بعد الزامات ثابت ہو گئے اور 1240ء میں تلمود کی تمام جلدیں جلانے کا حکم دیا گیا۔ ایک آرچ بشپ نے ان کتابوں کو محفوظ کرنے کی درخواست کی جو منظور ہو گئی لیکن وہ چند دن بعد وفات پا گیا جو سارے فرانس میں ''غضب الٰہی'' سے تعبیر کیا گیا۔ چنانچہ لوئی کے حکم سے تمام تلمود کے تمام نسخے اکٹھے کئے گئے اور ان سے لدی ہوئی ۲۴ گاڑیاں پیرس میں جمع کر کے نذر آتش کر دی گئی۔ تلمود کا ایک حشر سپین میں 1263ء میں عمل میں لایا گیا۔

سولہویں صدی میں جرمنی چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹا ہوا تھا۔ یہودی جو پرتگال فرانس اور انگلستان سے نکالے جا چکے تھے۔ جرمنی میں پناہ گزیں ہوئے لیکن یہاں بھی انہیں چین سے جینا نصیب نہ ہوا۔ عیسائی عوام میں ان کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکتی رہتی۔ کولون سے انہیں 1426ء میں نکالا جا چکا تھا۔ یہاں سے وہ فرینکفرٹ میں جمع ہو گئے۔ آگزبرگ، نیورمبرگ اور ٹلم سے بھی یہود کو نکال دیا گیا لیکن جہاں جہاں انہیں تنگ و تاریک کوٹھریوں میں رہنے کی اجازت ملی۔ وہ شہروں میں مضحکہ خیز لباس اور لمبی ٹوپیوں کی وجہ سے پہچانے جاتے اور بچوں کے پتھروں کے نشانے بنتے۔ جرمنی میں داڑھی شرافت اور عالی نسبی کی علامت تھی۔ اس لئے یہودیوں کو داڑھی رکھنے کی اجازت نہ تھی۔ وہ گرجوں کے قریب نہ پھٹک سکتے۔ ان کے لئے عیسائی بچوں سے بات کرنا ممنوع تھا کہ کہیں وہ انہیں اپنے تعصبات کا زہر نہ پلا دیں۔ سب سے بڑا عذاب ان کے لئے یہ تھا کہ وہ شہر کے وسط میں ایک چھوٹے سے رقبے میں رہنے پر مجبور تھے۔ جہاں ان کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے کوئی گنجائش نہ تھی۔ چنانچہ ان کو کبوتروں کے سے ڈربوں میں رہنا پڑتا۔ جہاں سورج کی کرنیں اور ہوا بھی بمشکل تمام پہنچ پاتی۔ یہ ڈربے ایک دوسرے پر بلند ہوتے جاتے یہاں تک کہ تنگ و تاریک گلیوں سے آسمان تک نظر نہ آتا۔ ان ڈربوں کا دم گھٹتا اور ان کے بچے کھیلنے کو ترستے۔ ان کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکانے کے لئے بالعموم ہر گرجے کے باہر ایک معصوم بچے کی تصویر آویزاں ہوتی جو اس بات کی علامت تھی کہ یہودی بچے قتل کر دیتے ہیں اور اس جرم کی پاداش میں ان کی آبادیاں ختم کر دی جاتی ہیں۔ سارے جرمنی میں کہیں بھی یہودیوں کو عیسائیوں کے ساتھ مل کر کام کرنے، کھیتوں میں کاشتکاری کرنے یا کوئی اور صنعت و حرفت اختیار کرنے کی اجازت نہ تھی۔ وہ صرف ساہوکاری کر سکتے تھے اور اس کے لئے بھی انہیں اپنے علاقے سے نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ شہر کے ہر طبقے کے عیسائی ان سے قرض حاصل

کرتے۔ ہاں اگر واپسی کے امکانات معدوم ہوتے تو جتھے کی شکل میں ان کی بستیوں پر حملہ بول دیا جاتا۔ بعض یہودی قتل کر دیئے جاتے اور پھر وہی مصنوعی امن و امان قائم ہو جاتا۔

تجربے نے عیسائیوں پر یہ حقیقت کھول دی تھی کہ یہودی اپنا مذہب تبدیل نہیں کرتا۔ اس سلسلے میں جرمنوں کا خیال تھا کہ جرمن یہود چوزے کی بیٹ ہیں جو نکلتے ہوئے گرم ہوتی ہے لیکن زمین پر پڑتے ہی ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ اس لئے کوئی انہیں عیسائی بننے کی تلقین نہ کرتا۔ ویسے بھی جرمن یہود اس قدر قابل رحم حالت میں تھے کہ ان سے عبرت تو حاصل کی جا سکتی تھی لیکن وہ عیسائیت میں داخل ہو کر بھی کوئی گراں قدر کردار ادا کرنے کے قابل نہ رہے تھے۔ اس صورت حال سے مجبور ہو کر 1517ء میں مارٹن لوتھر نے پوپ اور عیسائیت کے خلاف بغاوت کا جھنڈا اٹھایا۔ کچھ عرصے تک تو یہود اس کی تبلیغ کا تماشہ دیکھتے رہے لیکن جب 1523ء میں اس نے ایک پمفلٹ یہود کی حالت زار کے بارے میں شائع کیا۔ جس میں یہود کی حالت زار کا رونا روتے ہوئے اس نے رقم کیا۔

"ہمارے پادری، بشپ، راہب اور عیسائی عوام نے یہود کے خلاف احمقانہ اور غیر انسانی رویہ اختیار کر رکھا ہے جسے دیکھ کر کوئی شخص یہودی مذہب تو اختیار کر سکتا ہے لیکن عیسائیت قبول نہیں کر سکتا لیکن اگر میں یہودی ہوتا اور دیکھتا کہ کیسے کیسے احمق اور ذلیل لوگ عیسائی دنیا پر حکومت کرتے ہیں تو میں عیسائی بننے کے بجائے سور بننا گوارا کر لیتا۔ ان لوگوں نے یہود کے ساتھ کتوں سے بھی بدتر سلوک کیا ہے۔ حالانکہ یہود ہمارے مسیح کے عزیز و اقارب بھی ہیں اور خون کے رشتے سے ہمارے بھائی بھی ہوتے ہیں۔ اگر ہم قومیت اور حسب و نسب کی خوبیوں پر فخر کرتے ہیں تو پھر ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ مسیح ہماری نسبت ان سے قریب تر ہے۔ خدا نے کسی قوم کو اس قوم کے ماسوا مسیح کے پیغام کا اہل نہیں ٹھہرایا۔ اس لئے میں اپنے بھائیوں سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ ان لوگوں سے رواداری برتیں۔ جب تک ہم ان پر ظلم روا رکھتے رہیں گے ان پر جھوٹ اور بہتان باندھتے رہیں گے۔ جب تک ہم انہیں تجارت اور کام کاج سے محروم رکھیں گے اور باہمی میل جول پر پابندی عائد کریں گے جب تک ہم انہیں سودی کاروبار اختیار کرنے پر مجبور کریں گے۔ ہم ان کے دلوں کو نہیں جیت سکتے۔ ہم انہیں بہتر شہری نہیں بنا سکتے۔ اگر ہم ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم مسیحی محبت سے کام لیں اور پوپ کے قوانین سے منہ موڑ لیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں اور ہمارے ساتھ ساتھ آگے بڑھیں۔"

مارٹن لوتھر کے یہ الفاظ ڈیڑھ سال کے استحصال کے بعد عیسائی دنیا میں ایک نئی آواز بن کر ابھرے لیکن یہود کچی گولیاں نہ کھیلے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان الفاظ کے پیچھے یہود کی محبت کا جذبہ کارفرما نہ تھا بلکہ ان کے نزدیک لوتھر انہیں اپنے مقصد کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اگر وہ پوپ اور پادریوں کے خلاف کامیاب ہو گیا اور اپنا جداگانہ مکتب فکر قائم کر سکا تو اس کا پہلا مطالبہ یہ ہوگا کہ یہود اس کے فرقے میں شامل ہو جائیں ورنہ......

جرمن یہودیوں میں اگرچہ کچھ دیر تک لوتھر کے ان اقوال کے بارے میں بحث ہوتی رہی لیکن کسی کو شبہ نہ تھا کہ بالآخر لوتھر کے پیرو بھی ان کے ساتھ وہی کچھ کریں گے جو پوپ کے پیروکار کرتے آئے ہیں۔ عیسائی پادری انہیں اپنے مظالم کا شکار تو کرتے ہی تھے۔ ان سے حلف لینے کا بھی انہوں نے عجب انداز نکالا تھا۔ یہود ننگے پاؤں سور کی کھال پر کھڑے ہو کر یہ حلف اٹھاتے۔

"اگر میں جھوٹ بولوں تو خنزیر کی یہ خون آلود کھال میرے جسم سے لپٹ جائے۔ اگر میں جھوٹ بولوں اس کا گوشت میری ماں کا گلا گھونٹ دے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو اس سور کا سر میری بیٹی کا سر بن جائے اور اگر میں سچ نہ بولوں تو اس سور کا خون تین پشت تک میرے بچوں کی پیشانیوں پر جھلکتا رہے"

یہی نہیں اسے یہ اقرار بھی کرنا پڑتا تھا کہ:

"میں وہ نجس یہودی ہوں کہ جس کے آباؤ اجداد نے سچے مسیحا کو صلیب پر چڑھایا تھا، میں آوارہ ہوں، میرا کوئی گھر نہیں، کوئی وطن نہیں، سوائے اس کے جو چرچ کی مہربانی سے نصیب ہوا، میں ذلیل ہوں اور تمام بنی نوع انسان کی ذلت کا باعث ہی نہیں، اس کی تباہی کا سامان بھی ہوں، میں کنوئیں کے پانی میں زہر ملاتا ہوں، طاعون پھیلاتا ہوں اور عیسائی بچوں کا خون بہانے کے لئے قتل روا رکھتا ہوں، میری عورتیں کسبیاں ہیں اور میرا انجام دائمی جہنم ہے کہ میں چرچ اور تمام تر عیسائیوں کا دشمن ہوں"

!!! [illegible] ۔ یہ وہ عیسائی ہیں جو ہمیشہ سے مسلمانوں کو تنگ نظر اور کا الزام دیتے آئے ہیں اور آج بھی تمام عالم میں اپنی آزاد خیالی کا خراج وصول کرتے ہیں۔ مارٹن لوتھر 1523ء سے 1543ء (یعنی بیس برس) تک یہودیوں کے حق میں بیانات دیتا رہا لیکن جب یہود نے کسی طور پر ان کا ساتھ نہ دیا اور عیسائیوں نے بھی اس کی یہود نوازی سے بیزاری کا اظہار کیا تو اس کی

اصلیت کھل کر سامنے آ گئی اور اس نے یہود کو کنوؤں میں زہر ڈالنے والے، عیسائی بچوں کے قاتل، پلیگ پھیلانے والے اور کالے جادو سے کام نکالنے والے کا خطاب دیا۔ اس نے لکھا کہ یہودی بیکار عیسائی عوام کا خون چوستے ہیں اور یہودی ڈاکٹر عیسائی مریض ہلاک کر دیتے ہیں۔ کنیساؤں کا تباہ کرنا عیسائیوں کا مذہبی فریضہ ہے کہ ابتدائی دور میں عیسائیوں کو انہی کنیساؤں میں ذلیل کیا گیا تھا تو وہ جہاں کہیں ملے اسے جلا دیا جائے۔ یہودیوں کے گھروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے اور انہیں خانہ بدوشوں کی طرح کھلے آسمان کے نیچے رہنے پر مجبور کر دیا جائے اور اگر یہود نے ایک خدا کی بجائے تین خداؤں کے وجود کو تسلیم نہ کیا تو میں ان کی زبان اکھاڑ کر باہر پھینکوں گا...... میں ہر خدا ترس عیسائی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ انہیں ہانک کر اپنے وطن سے باہر نکال دے اور اپنی ارضِ مقدس کو ان کے وجود سے پاک کر دے۔

یہ الفاظ اسی لوتھر کے تھے جس نے چند برس قبل یہودی حمایت میں پہلی دفعہ زبان کھولی تھی لیکن جو مقبولیت ان الفاظ کو نصیب ہوئی اور جس انداز سے سابقہ الفاظ فراموش ہوئے۔ عیسائی ذہن کا ایک ایسا شاہکار ہے جو ان کی ذہنیت کی پستی کو پوری طرح اجاگر کر دیتا ہے۔ لوتھر کے یہ الفاظ صدیوں تک سارے یورپ میں گونجتے رہے اور یہودیوں کے سر پر تین خداؤں کا قہر بن کر ٹوٹتے رہے۔

عیسائی دنیا میں جب انہیں کہیں جائے امان نہ ملی تو انہیں پتہ چلا کہ عظیم ترک کی مملکت میں غریب سے غریب یہودی بھی امن و سکون کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ قسطنطنیہ میں کسی شے کی کمی نہیں اور اس کا شمار دنیا کے عظیم ترین شہروں میں ہوتا ہے۔ یہودیوں کو اپنی مرضی کے مطابق لباس پہننے اور رہنے سہنے کی آزادی ہے اور ان کے بچوں کو گلیوں میں کھیلنے اور چلنے پھرنے کی کھلی اجازت ہے۔ یہود نے عالی شان کنیسا تعمیر کئے ہیں اور ایک یہودی خود سلطان کے مشیروں میں شامل ہے۔ یہ خبر جرمنی کے یہود میں آگ کی طرح پھیلی اور انہوں نے ایک ایک کر کے کوچ کرنا شروع کر دیا لیکن راستے میں عیسائی انہیں لوٹ لیتے، ان کی عورتوں کی بے حرمتی کرتے اور ان کے مردوں کو قتل کر دیتے۔

مارٹن لوتھر نے جرمنی میں پوپ کے اقتدار کا خاتمہ کیا۔ انگلستان میں بھی اس کا عمل دخل ختم ہو گیا۔ اگرچہ اس کی وجوہ دوسری تھیں جن کی بنا پر لوتھر نے پوپ کو ہدفِ ملامت ٹھہرایا تھا۔ یورپ کے دوسرے علاقوں میں بھی اس کی حیثیت ختم ہو گئی۔ یہاں تک کہ وہ شاہ فرانس کی بساط کا

مہرہ بن کے رہ گیا۔ لوتھر اور کالون نے جن عقائد کی ترویج کی ان کے مبلغ عیسیٰ کی پاکبازی اور صداقت کا نمونہ بننے کی بجائے ان عوام سے بھی گئے گزرے ہو گئے جن کی اصلاح کے لیے وہ گاؤں گاؤں اور قصبہ قصبہ پھرا کرتے تھے۔ وانتے نے اٹلی میں اور وائکلف نے انگلستان میں عیسائیت کے مظالم کا رونا رویا لیکن کوئی نہ تھا جو بے بس و بے حال عیسائیوں کی آنکھوں سے آنسو خشک کرتا اور اگر کوئی ہوتا بھی تو ان کے دلوں کی حالت کا اندازہ کون لگاتا۔

صلیبی جنگوں نے یورپ کو عیسائیت کے نام پر ایک کیا تھا۔ پادریوں اور راہبوں نے اسے پھر سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ مغرب کے دو بڑے عیسائی ملک صد سالہ جنگ کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گئے۔ ان کی خود غرضی اور مفاد پرستی نے انہیں لاچار و نامراد کیا اور وہ پھر یہودی سود خوروں کے محتاج ہو گئے۔

1356ء میں فرانس کے بادشاہ جان دوم کو پوائیٹرز کے مقام پر انگریزوں نے گرفتار کر لیا۔ اس کی رہائی کے لئے انگریزوں نے اتنی رقم مانگی کہ انہیں 1361ء میں یہودیوں سے قرض لینا پڑا اور انہیں بیس سال کا اجازت نامہ دینا پڑا جس کی رو سے انہیں معقول الحال عوام سے دگنی شرح کا سود لینے کا حق دیا گیا۔ لوگوں نے اس پر زبردست ہنگامہ برپا کیا۔ جان کا 1364ء میں لندن ہی میں انتقال ہوا لیکن تیس برس تک فرانسیسی حکمران نے یہود کو عوام سے سود وصول کرنے اور حکومت کی جیب گرم کرنے کی کھلی چھٹی دیئے رکھی۔ اس کے بعد انہیں ملک بدر کر دیا پھر دوبارہ بلا لیا گیا۔ پہلے سود وصول کرنے کے حق سے محروم کیا پھر یہ حق بھی دے دیا۔ عدالتیں کبھی یہود سے مروت برتتیں، کبھی مقروضوں سے۔ بہرحال یہود اس صورت حال کو بھی قبول کر گئے کہ اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ عیسائی فرانس کو یہ گوارا نہ ہوا اور آخر کار 1394ء میں انہیں مار پیٹ کر نکال دیا گیا اور وہ 1789ء کے انقلاب فرانس تک دوبارہ ادھر کا رخ نہ کر سکے۔

تیرھویں صدی کے بعد یورپ میں یہود کے لئے پولینڈ واحد پناہ گاہ رہ گئی تھی کہ وہاں آباد ہونے کی گنجائش زیادہ تھی۔ دولت مند یہود جو پولش عوام کے مقابلے میں بہت زیادہ مہذب اور علم و فنون کے ماہر تھے۔ بہت جلد اپنے لئے معزز مقام پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہود کو اپنے قوانین کے تحت اپنے مذہب کی پیروی کا اختیار حاصل تھا چنانچہ تیرھویں سے سترھویں صدی تک پولش یہودی خوش حالی اور فارغ البالی سے زندگی بسر کرتے رہے۔ بالآخر یہاں بھی ان کی سرشت کھلی اور ان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے۔ یہود نے یہاں کئی تجارتی شہر اس طرح آباد کئے

کہ ان میں کسی غیر یہودی کے لئے گنجائش ہی نہ تھی۔ علاوہ ازیں انہوں نے پولش امراء کو قرضوں کے پھندوں میں جکڑ لیا اور جب 1648ء میں پولش زمینداروں کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکی تو یہودی بھی اس کی لپیٹ میں آ گئے کہ وہ بھی ان کے آقاؤں ہی کے مانند تھے۔ نتیجۃً تین برس کے عرصے میں ان کے ساتھ وہ سلوک ہوا کہ لوگ سپین اور جرمنی کے واقعات بھول گئے۔ ان کی بدقسمتی یہ بھی تھی کہ انہوں نے اپنے الگ شہر آباد کر لئے تھے۔ چنانچہ انہیں غیظ و غضب کا نشانہ بنانا بہت آسان تھا۔ اس تباہی کے بعد بھی یہود پولینڈ میں مقیم رہے لیکن انہیں دوبارہ وہ فروغ اور خوش حالی دیکھنا نصیب نہ ہوئی جس کا زمانہ خواب ہو گیا۔

کیتھولک عیسائیت نے یہود کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تو خیر تعصب اور نفرت کی بنیاد پر تھا لیکن ان کا رویہ خود عیسائیوں کے ساتھ بھی کچھ زیادہ بہتر نہ تھا۔ بائبل کا مطالعہ اب تک صرف پادریوں تک محدود تھا۔ صلیبی جنگوں کی بدولت جب عوام نے مسلمان علماء اور جانبازوں کو دیکھا تو انہیں اپنے مسیحی ٹھیکیداروں کے چہرے نظر آئے، جن سے بدخلقی کے باعث بے شمار چھوٹے چھوٹے فرقے جنم لے رہے تھے۔ بارہویں صدی کے وسط تک مغربی یورپ کے شہر چھوٹے نبیوں اور ان کے ماننے والوں سے بھر چکے تھے۔ ایک میلان کے شہر میں سترہ نئے مذاہب نے جنم لیا۔ ان میں سے ہر مذہب امیروں اور مسیحیت کے محافظوں کے خلاف زہر اگلتا اور یوں عوام کو اپنے ساتھ لگا لیتا۔ راہبوں اور پادریوں کی عیاشی، دولت، سیاسی افراتفری اور جنسی بے راہ روی کی داستانوں نے چہار سو آگ لگا دی۔ ایک مورخ اس دور پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے، شہر بہ شہر یہ نعرے لگ رہے تھے کہ پادریوں کی دولت لوٹ لو اور اگر وہ مقابلے پر آئیں تو انہیں دھکے دے کر شہر سے نکال دو۔

پوپ اور اس کی تقدیس کے اجارہ داروں کی مخالفت اٹلی اور فرانس میں اس قدر پھیلی کہ لوگوں نے اپنے مذہبی ادارے خود قائم کئے اور کیتھولک اعتقادات کے مقابلے میں نئے عقیدے، دشمن کے جن کی زد سے ہر قسم کا مادہ ناپاک تھا۔ بتوں کا وجود شرک قرار پایا۔ تثلیث اور مریمؑ کی دوشیزگی کفر ٹھہری۔ عیسیٰؑ کو انسان کے بجائے فرشتہ سمجھا جانے لگا۔ ان کے مذہبی رہنماؤں نے قسم کھائی کہ وہ اپنے والدین، بیوی، بچوں حتیٰ کہ مال و دولت سے بھی کنارہ کش ہو کر خود کو صرف خدا اور کتاب کے لئے وقف کر دیں گے۔ عورت کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ کسی جاندار کو نہیں ماریں گے۔ ہر قسم کے گوشت، انڈے، دودھ وغیرہ سے بنی ہوئی غذا سے پرہیز کریں گے اور

صرف مچھلی اور سبزیوں پر گزارا کریں گے۔ ان کے پیروکاروں کو البتہ شادی کرنے اور گوشت کھانے کی اجازت تھی۔ یہ لوگ بیماروں کی تیمارداری، غریبوں کی خبر گیری، امن کی طرفداری، باہمی محبت اور نیکی کی تلقین کرتے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ انسان کو ظلم اور تشدد سے بچنے اور خدا پر بھروسہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی وسیلے سے خدا شیطان پر فتح حاصل کر سکتا ہے۔

یہ لوگ جس پاکبازی کا نمونہ بن گئے اس نے عوام میں بڑی مقبولیت حاصل کی۔ چنانچہ انہوں نے پوپ اور چرچ پر تنقید شروع کی وہ چرچ سے حضرت عیسیٰؑ کا کوئی تعلق تسلیم نہ کرتے۔ پطرس کے روم میں آنے اور پاپائیت کے قیام کو نہ مانتے۔ یہاں تک کہ وہ حواریوں تک کے وجود سے منکر تھے۔ وہ کہتے تھے کہ عیسیٰؑ خود جائیداد اور دولت سے محروم تھا لیکن اس کے مبلغ عیاش، دولت مند، پیٹو اور بدمعاش ہیں۔ وہ اعلانیہ چرچ کو چوروں کا اڈہ اور کیتھولک پادریوں کو غدار، جھوٹے اور جعل ساز کہتے۔ ان باتوں نے اتنا اعتراض پکڑا کہ 1204ء میں خود فرانس کے بادشاہ کے دربار میں پوپ کے نمائندے پر یہ اعتراض کیے گئے اور چرچ کے باغیوں نے علی الاعلان اس کے عقائد کو بے بنیاد ٹھہرایا۔ اب کیا تھا جنوبی فرانس کے گرجوں میں پادریوں پر ظلم شروع ہو گئے۔ بعض قتل بھی کیے گئے بعض گرجوں میں حضرت عیسیٰؑ کے بت تیروں کا نشانہ بنے۔ گرجوں میں گھوڑے باندھے گئے۔ مقدس بتوں کو توڑ کر بچوں کے کھلونے اور مصالحہ پیسنے کے سل بٹے بنائے گئے اور جب پوپ نے ان غداروں اور باغیوں کو ہدف ملامت بنایا اور انہیں عیسائیت سے خارج کر دیا تو لوگوں نے قہقہے لگائے اور اس کا مذاق اڑایا۔

اس ساری صورت حال کی ابتدا پوپ اور پادریوں کے کردار سے ہوئی تھی لیکن امراء اور سیاسی اقتدار میں شامل لوگوں نے اسے اپنے لئے مفید مطلب پایا اس لئے کہ وہ بھی پوپ اور اس کی اجارہ داریوں سے گلو خلاصی کرانا چاہتے تھے۔ صورتحال سے نمٹنے کے لئے پوپ نے حکومتوں اور بادشاہوں سے مدد طلب کی بعض نے انکار کیا تو پوپ نے انہیں عیسائیت سے خارج کرتے ہوئے اعلان کیا کہ "سچے عیسائی ان سے طاقت چھین لیں اور جس زمین پر قبضہ کر سکیں کر لیں اور حکومت حاصل کر لیں" اور تمام علاقوں کے عیسائیوں کو منظم ہو کر جنگ کرنے کی دعوت دی۔ جرمنی اور اٹلی میں فوجیں جمع ہوئیں تو باغی حکمرانوں کے اوسان خطا ہو گئے اور انہوں نے معافی مانگ کر پوپ کے فرمان کے مطابق اپنے علاقوں کے باغیوں کی سرکوبی کا فیصلہ کیا۔ قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ فرانس کے ایک شہر بریز میں بیس ہزار مرد، عورتیں اور بچے قتل ہوئے۔ فرانس کی

افواج سائمن ڈی مانٹفورٹ کی کمان میں شہروں پر چڑھ دوڑیں اور انہیں عیسائیت یا موت قبول کرنے کی پیشکش کی۔ ہزاروں نے عیسائیت قبول کی سینکڑوں نے موت کو ترجیح دی اور اس طرح فرانس کے تمام شہروں کی گلیاں، ہلاکت اور تباہی کا نمونہ بن گئیں لیکن ان سے پوپ کا اقتدار بحال ہو گیا۔

یورپ کی دوسری حکومتیں بھی چرچ کی حمایت کے بغیر طاقت برقرار رکھنے میں مشکل محسوس کرتی تھیں چنانچہ جرمنی میں 1194ء میں چرچ کے باغیوں کو سخت سزا دیئے اور ان کی جائیدادیں چھین لینے کا حکم دیا گیا۔ فرانس میں 1226ء میں اس کی توثیق کی گئی۔ فلورنس اور میلان میں 1227ء اس کا نفاذ ہو گیا۔ ہر جگہ آزاد خیالوں کو چرچ کے حوالے کرنے کا اعلان ہوا۔ ان کی جائیدادیں ضبط ہو گئیں۔ ان کی اولاد وراثت سے محروم ہوئی اور سرکاری ملازمتوں کے دروازے ان پر بند کئے گئے۔ باغیوں کے گھر تباہ کر دیئے گئے۔ ان کی دوبارہ تعمیر ناجائز قرار دی گئی۔ اس طرح ظلم و تشدد کا وہ دور دورہ ہوا جس کی مثال انسانی تاریخ میں ناپید ہے۔ عیسائی علم کے علمبرداروں نے عیسیٰ کے نام پر عیسائیت کے تحفظ اور خدا کی خوشنودی کے لئے اپنے بھائیوں، ہم وطنوں اور چرچ سے پاکبازی کا مطالبہ کرنے والوں کی ہلاکت اور بربادی کا بیڑا اٹھایا اور بربریت کی تمام مثالیں ماند کر دیں۔ سپین میں سترہ برس کے عرصے میں ایک لاکھ تیس ہزار نفوس ہلاک کئے گئے۔ 1541ء تک یہودیت کا اقرار کرنے والے صرف ملک بدر کئے جاتے تھے لیکن اب عیسائی بھی جن کے آباؤ اجداد کبھی یہودی تھے زندہ جلا دیئے جانے لگے۔ آٹھ ہزار خاندان یوں ختم کئے گئے جن میں چھ ہزار ایسے عیسائی تھے جن کے خاندانوں کو عیسائیت قبول کئے تین تین سو برس ہو چکے تھے۔ سات سال کے عرصے میں ۹۳ پادری ۱۷ کنواریاں جنہوں نے خود کو چرچ کے لئے وقف کر دیا تھا، ۳۰ راہب، دو بشپ اور سات مبلغ بھی اسی ظلم کا شکار ہوئے۔

بغاوت کا اعتراف کرانے کا طریقہ بڑا اذیت ناک تھا۔ ملزم تجربہ کار ظالموں کے حوالے کر دیئے جاتے، جن کی مدد کے لئے ایک پادری اور ایک ڈاکٹر بھی موجود رہتے۔ یہ دونوں ملزم کو سزا کے دوران مرنے سے بچاتے۔ جرم کا اعتراف کرانے کے لئے ملزم کی صحت کا جائزہ لینے کے بعد اس کے ہاتھ پاؤں پیچھے پر باندھ دیئے جاتے۔ جملہ لباس اتار لیا جاتا۔ ملزم کے ٹخنوں سے دس سیر کا وزن باندھ دیا جاتا پھر رسیوں کے ذریعے چالیس فٹ کی بلندی پر گھنٹہ بھر کے لئے لٹکا دیا جاتا اگر ملزم اس "حسن سلوک" سے اقرار کر لیتا تو اسے زندہ جلانے کے لئے لے جاتے

ورنہ اسے ایک دم ڈھیلا کر کے چھوڑ دیا جاتا جس سے اس کے ٹخنے ٹوٹ جاتے اور بازو نکل جاتے اور اگر وہ اب بھی اقرار نہ کرتا تو اس کے جسم کا ایک ایک عضو اس "صندلی" سے توڑا جاتا کہ جان نہ نکلنے پائے۔ اس طرح بازو، ٹانگیں، کمر، ہڈی، پنجے، گھٹنے سبھی الگ الگ ہو جاتے۔ اس ناقابل برداشت اذیت سے ملزم بے ہوش ہو جاتا تو اسی حالت میں پڑا رہتا۔ ہوش میں آنے کے بعد اس سے دوبارہ اقرار لیا جاتا اگر وہ اب بھی نہ مانتا تو اس کی ناک کو بند کر کے حلق میں چھ جگ پانی انڈیلا جاتا۔ پھر پانی سے پھولے ہوئے پیٹ کو چھ ہاتھ جھٹکے دیتے یہاں تک کہ آنتیں منہ کو آنے لگتیں اور آنکھیں ابل پڑتیں۔ پھر اس کے گلے میں چیتھڑا ٹھونس کر گھونسے مارے جاتے یہاں تک کہ سینے سے خون برآمد ہو جاتا۔ اگر بدنصیب ملزم اس کے باوجود اقرار نہ کرتا تو اس کی ایڑیوں پر تیل، کالی مرچ اور لونگ کا مرہم لگا کر جلاتے۔ بڑے بڑے چھالے پڑ جاتے تھے لیکن عیسیٰ کے ماننے والے اسے مارنے کا حق نہیں رکھتے تھے اس لئے وہ زندہ رکھا جاتا تھا کہ سب کے سامنے نذر آتش کیا جا سکے۔

یہ اذیت عیسائیوں کے لئے تھی کہ وہ پوپ پر دوبارہ ایمان لے آتے اور معمولی سزاؤں کے بعد چھوڑ دیئے جاتے، یا انکار کر کے زندہ جلا دیئے جاتے۔ یہ سزا یہود کے لئے تھی جو اگر عیسائی ہونے کا دعویٰ بھی کرتے تو یہودیوں کی اولاد ہونے کے ناطے پھر دھر لئے جاتے اور تمام ہولناکیوں کے بعد موت سے ہمکنار کئے جاتے۔

عیسائیت کی تطہیر کے لئے یہ مظالم بڑے کارآمد ثابت ہوئے۔ نئے مذاہب اور چھوٹے چھوٹے فرقے غائب ہو گئے۔ پوپ کے عقائد سارے یورپ پر چھا گئے لیکن پوپ خود حکمرانوں کا آلۂ کار بن کر رہ گیا اور اس کا وقار ثانوی حیثیت اختیار کر گیا۔ جسے مارٹن لوتھر نے پراٹسٹنٹ عقیدے کی ترویج کے بعد خاک میں ملا دیا۔ تمام ممالک کے بادشاہ اپنے اقتدار کے لئے پوپ اور چرچ کے تسلط سے آزاد ہو گئے۔ بظاہر یہودیت کو اس دور میں شدید مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور ان کا وجود ترکی اور پولینڈ کے سوا یورپ کے براعظم سے برائے نام رہ گیا۔ ان کی زندگی موت سے بدتر کر دی گئی لیکن پاپائیت کی تذلیل ان کی کامیابی کا اہم زینہ تھی جسے ان سے براہ راست منسوب کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ لیکن حقیقت میں پاپائیت کی شکست صرف انہی کی فتح ثابت ہوئی۔ یورپ میں پوپ کا زوال عیسائیت کے زوال کا پیش خیمہ تھا۔ اس کے بعد آزاد خیالی، انقلابات، مادی ترقی، دوسرے علاقوں کی فتوحات اور علوم و فنون کا ارتقاء شروع ہوا جو کہنے کو ہے

حد مسحور کن انگیز اور حیرت خیز ہے لیکن جس کی قیمت وہ صدق و صفا، وہ جذبۂ ایمان اور وہ نورِ دل ہے جس کا چراغ گل ہونے کے بعد خدا سے انکار، مسیح سے انکار، مذہب سے انکار اور اقدارِ اعلیٰ سے انکار ہوتا گیا جو انسان کو حیوان سے ممتاز کر کے اشرف المخلوقات بناتی ہیں اور جنہیں کھو کر مادیت نے اشتراکیت اور مسیحیت نے جمہوریت کے ایسے بت تراشے جن کو حرکت دینے والی ڈوری کا سرا یہودی فکر و دانش اور سرمائے کے ہاتھوں میں چلا گیا اور جن کی بدولت یہود عالمی حکومت اور ذاتی عظمت کے صدیوں پرانے خواب شرمندۂ تعبیر کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ تاریخ نے یہود کے اس کارنامے کا پردہ اٹھا کر ان کی زبردست سازش کو بالآخر بے نقاب کیا ہے اور "SYNAGOGE OF SATAN" اس کا ثبوت ہے کہ صیہونیوں کی ریاکاری اور ساری دنیا کو اپنے تابع بنا کر غلامی پر آمادہ کرنے کی سازش کو بھی ایک عیسائی مصنفہ نے بے نقاب کیا جو اس لیے بھی ایک سند کی حیثیت رکھتی ہے کہ لکھنے والا مسلمان نہیں کیونکہ مسلمانوں کی تاریخ تو کبھی جدید دنیا کو ہضم نہیں ہوتی۔
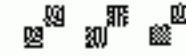
یورپ میں صیہونیت کی ترویج

یورپ کی تاریک رات میں جب صبح کا ستارہ اُبھرا تو ہالینڈ، پرتگال، سپین، فرانس، اور انگلستان نے سمندروں کی موجوں پر سوار ہو کر افریقہ کے جنگلوں، ہندوستان کے ساحلوں، جنوبی ایشیا کے جزیروں، یہاں تک کہ امریکہ کے گمنام براعظم کو تسخیر کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ بحرِ ہند پرتگالیوں کی جھیل بن گیا اور اس کے ساحل پر کوئی شہر پرتگالی توپچیوں کی نشانہ بازی سے تو شاید بچ گیا ہو لیکن اس کے پانیوں سے کسی دوسرے ملک کا جہاز پرتگال کی اجازت کے بغیر نہ گزر سکتا تھا۔ ہندوستان کا مال لزبن کی منڈی سے سارے یورپ میں پہنچنے لگا اور وسطی ایشیا کے مقبول شہر جو دجلہ اور فرات پر واقع تھے، اپنے غبار ہی میں کھو کر رہ گئے۔ جغرافیہ تاریخ کی گرد میں دب کر نقش و نگار ترتیب دینے لگا۔

پرتگالی تاجروں کی کوٹھیاں افریقہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ بحرِ احمر تک چلی جاتیں پھر خلیج فارس سے ہوتی ہوئی مالابار کے ساحل پر ابھرتیں۔ یہاں تک کہ سیام، برما، کانٹن شنگھائی بھی ان کی زد میں آ گئے۔ مٹھی بھر پرتگالی زبردست فوجوں کو شکست دیتے اور چھوٹے چھوٹے قلعوں میں بیٹھ کر وسیع و عریض سلطنتوں پر اپنے پھریرے لہراتے لیکن اول سے آخر تک وہ ناعاقبت اندیش، بیدرد اور بے رحم قاتل اور ڈاکو ہی رہے۔ جوں جوں ان کے کارناموں سے پردہ اٹھتا جاتا ہے، ان کی بہیمیت عریانی اور ظلم کی رُوداد نمایاں ہوتی جاتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کا رُخ کرنے والے پرتگالی جہاز ران انسانیت اور انصاف کی اقدار لزبن کی بندرگاہ پر ہی چھوڑ آئے تھے۔ ولندیزیوں اور ہسپانیوں نے ان کے نقشِ قدم کو اپنا بت کدہ بنایا اور ان کے سفاکی اور عیاری کے نمونوں کو معیار مان کر اپنی حکومتوں کا سنگِ بنیاد رکھا۔ شمالی افریقہ اور جنوبی ہند کے جزیرے اور خود جنوبی ہندوستان ان کی ہوس اور درندگی کا میدان بن گیا۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں نے ان کی دیکھا دیکھی سمندروں پر اپنی تمناؤں کی

کشتیاں چلانی شروع کر دیں۔ تاجرانہ رقابت اور عصبیت نے اپنے ملکوں سے ہزاروں میل دور جنگ و جدال کے لاوے اگلے اور ان طاقتوں کے امن پسند، صلح جو اور سست رو لوگوں کو اپنی آگ میں انگاروں کے طور پر استعمال کیا۔ افریقہ کے پہاڑوں اور میدانوں کے سیاہ فام یورپ کی منڈیوں میں مویشیوں کی طرح بکنے لگے۔ حبشی غلام جفاکش اور محنتی تھے۔ ایک ایک حبشی چار چار نوجوانوں پر بھاری تھا۔ چنانچہ سیاست کے شاطر انگریزوں، ولندیزیوں اور فرانسیسیوں نے کانگو کے باشندوں کو مہروں کی طرح امریکی بساط پر جا سجایا۔ پرتگالی درندے انگولا کے جوانوں کو ہانک کر برازیل تک لے گئے۔ ولندیزیوں کی بستی منہاٹن، برباڈاس، جمیکا اور ورجینیا میں تھیں۔ کیپ ٹاؤن اور المینا سے حبشی غلام پکڑ لاتے۔ ڈنمارک نے الجزائر اور گولڈ کوسٹ پر اپنی چھاؤنیاں بنا رکھی تھیں۔ وہ بھی حبشی غلاموں کے خریدار ہو گئے۔ ہسپانوی چونکہ افریقہ پر تسلط کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ اس لیے انہیں حبشی غلاموں کے حصول کے لیے انگریزوں کا محتاج ہونا پڑا۔ یورپ کی سیاسی بیداری رنگ لانے لگی۔ امریکی سیاہ فام، جو ہزاروں سال سے سمندروں کے حصار میں اپنی ذات میں مگن تھے۔ انگریزوں، ہسپانیوں، ولندیزیوں، فرانسیسیوں اور پرتگالیوں کی ہوس ملک گیری کا ایندھن بن گئے اور افریقہ کے بے بس اور بے نوا سیاہ فام ان کی جگہ امریکہ کی سوئی ہوئی زمین کو یورپ کی قسمت کا ستارہ بنا کر جگانے کے لیے لے جائے جاتے تھے۔ بے زبان جانور، بے حقیقت مویشی، جن کی مائیں بھیڑ بکریوں کی طرح انہیں یورپ کے گورے تاجروں کے لیے جنتی تھیں اور گورے تاجر انہیں اپنے سنہری سکوں کے لیے تجارتی خام مال سمجھتے تھے۔

یہ مسیحیت کے وہ علمبردار تھے، جنہیں لوتھر اور کالون نے پوپ کے پنجے سے رہائی دلوائی تھی اور پاکباز عیسائی بننے کی تلقین کی تھی۔ پوپ نے اپنا مقام پیدا کرنے کے لئے یورپ کے بادشاہوں کو "ظل اللہ" بنا دیا تھا اور ان کو "مامور من اللہ" ٹھہرایا تھا کہ انہیں بادشاہت کا حق خدا کی طرف سے ودیعت ہوا ہے۔ اب یہ بادشاہ اس کی گرفت سے نکل کر براہ راست خدا کے تابع ہو گئے تھے، لیکن دولت کی ریل پیل، حکومتوں کی وسعت، دنیا جہان کی نعمتوں کی فراوانی اور بلاشرکت اقتدار کے نشے میں انہیں خدا بھی یاد نہ رہا۔ اب انہوں نے باقاعدہ اپنی فوجیں مرتب کیں اور اپنے عوام کو اپنی طاقت سے اس طرح جکڑا کہ ان کا دم گھٹنے لگا۔ امراء بادشاہ کے درباری مسخرے تھے۔ جنہیں بیرونی ممالک کی بڑی بڑی اسامیوں پر متعین ہونے کے لیے بادشاہ

کے اشارے کی ضرورت تھی۔ قریب قریب بادشاہ نے انہیں اپنے ملک میں بھی ٹیکسوں کی رعایت دے رکھی تھی۔ پادری بھی اس کے رحم و کرم پر تھے۔ چنانچہ ملک کی معیشت کا سارا بار کسانوں اور تاجروں کے کندھوں پر جا پڑا۔ یہ لوگ ہمیشہ سے قوم کی ریڑھ کی ہڈی تھے۔ کب تک اسے سنبھالتے۔ یہ ہڈی جب ٹوٹی تو بادشاہوں کے محل ریت کے گھروندوں کی طرح بیٹھ گئے۔

پوپ اور پادری بائبل اور عیسیٰ کو اپنی میراث بنائے ہوئے تھے۔ عوام کی جہالت ان کا راس المال تھی۔ نئی دنیا کی دریافت اور چھاپہ خانوں کی ایجاد نے چرچ سے یہ دولت اور سرمایہ چھین لیا۔ تعلیم عام ہونے لگی۔ بائبل چھپ کر عوام کے ہاتھوں میں پہنچنے لگی۔ جہالت کے پردے اٹھنے لگے۔ پاپائیت کا مسخ شدہ بھیانک چہرہ اشتہار کی طرح پھیل گیا اور وہ عقائد جنہوں نے صدیوں تک یورپی عیسائیوں کے دلوں پر قبضہ جما رکھا تھا۔ بھک سے اُڑ گئے۔ بادشاہ خدا اور پوپ کی گرفت سے آزاد تھا۔ عوام بادشاہ، پوپ اور عقائد کی گرفت سے نجات پانے لگے۔ بغاوت دلوں میں کروٹ لینے لگی۔ فرانس میں والٹیئر نے چرچ کا حلیہ بگاڑ دیا۔ روسو نے بادشاہت کو پیروں تلے روندنے کے لیے "فطرت کے آئین" کو حکومت بخش دی۔ سپین کے مسلمانوں نے فرانس کے دروازے پر دستک دے کر "مساوات"، "اخوت" اور "حریت" کی خیرات بانٹی تھی۔ اب یہی نئے انقلاب کی اساس بنی اور آہستہ آہستہ ان بیجوں کے بارآور شجرِ سایہ دار سے فرانس پر اپنی چھتر چھایا پھیلانے لگے۔

خدا، مریم اور عیسیٰ کی جگہ اخوت، مساوات اور حریت کی تثلیث نے لے لی اور اس کا عقیدہ دلوں میں دھڑکنا سے قریب تر ہو گیا۔ دکھوں اور فاقوں کی جلا وطنی کے مارے ہوئے عوام کو آزادی وطن نے آواز دی۔ صدیوں پرانی زنجیریں ٹوٹیں۔ عوام نے پہلی بار محسوس کیا کہ وہ بھی انسان ہیں چوپائے نہیں۔ وہ بھی دو پیروں پر چل سکتے ہیں بلکہ دوڑ سکتے ہیں۔ اپنے قوانین خود مرتب کر سکتے ہیں بلکہ ساری دنیا کو شعور حیات بخش سکتے ہیں۔ اس انقلاب نے انقلابات کی جوت اس طرح جگائی کہ سارے یورپ میں چراغاں ہو گیا۔ بادشاہوں کے سر کدوؤں کی طرح لڑھکنے لگے۔ امارتیں سسکنے چیخنے لگیں۔ غلام سر برآوردہ ہو گئے۔ یورپ آزاد ہو گیا۔ پاپائیت سے، چرچ سے، بادشاہت سے، امارت سے، حتیٰ کہ عیسائیت سے بھی اور اس کے پہاڑ اور میدان علوم عالم کے لئے ایسا نشیب بن گئے جن میں دنیا بھر کا فکر بہہ بہہ کر جمع ہونے لگا۔ افلاطون اور ارسطو کی فکر دوبارہ زندہ ہوئی۔ عیسیٰ کا نام محض ایک فریب بن گیا جسے غلام ملکوں کو مطیع کرنے کے لئے

استعمال کیا جانے لگا اور رفتہ رفتہ اس کی اہمیت دساور بھیج کر زر مبادلہ کمانے تک محدود ہو کر رہ گئی۔ ان کے عظیم الشان گرجے گھنٹے بجاتے اور اس کے بت ترجے کے ساحرانہ اندھیرے میں گھورتے جہاں انہیں کچھ دکھائی نہ دیتا۔ امریکہ نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا اور یورپی اقتدار نے اپنی خریت اسی میں دیکھی کہ اپنا دامن سمیٹ لے اور ان جلاوطن فرزندوں کو بھول جائے جنہوں نے امریکہ کی مٹی سے اپنا خمیر اٹھا کر اپنا نیا مزاج رائج کیا اور پھر یورپ ہی کے مقابلے میں اٹھ کر اس کی رگِ جاں پر ہاتھ رکھ دیا۔

یہ فضا یہود کے لئے گنج باد آور تھی۔ عیسائیت کے دام سے نکلتا ہوا بادشاہت کا پردہ فریب چاک کرتا ہوا یورپ، عالمی سیاست اور سیادت کا علمبردار یورپ، باہمی جنگ و جدال کا اکھاڑہ یورپ، علوم و فنون کا مخزن یورپ، یورپ جہاں عیسیٰؑ کے حواری اپنا طلسم کھو چکے تھے جہاں تجارت، دولت اور عقل و دانش کا جال بچھ چکا تھا۔ اسی دن کا انتظار تھا یہود کو۔ رفتہ رفتہ وہ اس کے جسم میں سرایت کرنے لگے۔ اس کے فکر میں اپنی صدیوں کی گھٹی ہوئی، کچلی ہوئی ذہنیت کا زہر گھولنے لگے۔ لادینی شعور، رقص و نشاط، آوارگی و بے راہروی اور پیسے کی دوڑ میں اس طرح ہلکان کرنے لگے کہ اس کی آنکھ کھلنے بھی نہ پائی تھی، ابھی وہ اٹھ کر سنبھلنے بھی نہ پایا تھا۔ ابھی اسے زندگی کا ہوش بھی نہ آیا تھا کہ انسانیت کی اقدار ہی سے محروم ہو گیا لیکن یہ سب کچھ اس انداز سے ہوا کہ آج تک یورپی مورخ اس کی معنویت ہی سے بے بہرہ ہے۔

سولہویں صدی میں یہود نے اٹلی اور ہالینڈ میں اپنی بینکاری کا سکہ رائج کر دیا۔ تجارت کا فروغ حقیقی معنوں میں بینکاری کا فروغ تھا اور یہود کو تجارت اور بینکاری دونوں میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ یورپی ممالک علم کی تلاش میں نکلے تو ان کی توجہ اس مذہبی سرمائے کی طرف منعطف ہوئی جو عبرانی زبان میں محفوظ تھا۔ اس کے لئے یہود سے رجوع کرنا لابدی تھا۔ چنانچہ یہودی ربی نہ صرف علم دوست عوام کو عبرانی کی تعلیم دینے لگے بلکہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ پادری بھی ان کے شاگرد بن گئے۔ اب وہ نہایت آسانی سے عیسائیوں میں اپنے دیرینہ عقائد سے بدظنی اور یہودی مذہب کی بالادستی کو بیان کر سکتے تھے۔ عیسائی علماء میں بھی دو جماعتیں ابھرنے لگیں جو یہودیوں پر صدیوں کے مظالم اور عیسائیت کے تعصبات کو کراہیت کی نظر سے دیکھنے لگیں۔ اس فضا کو ہموار کرنے کے بعد یہودیوں نے اپنی حمایت میں کتابیں لکھنی شروع کر دیں۔ انہوں نے عیسائیوں کے بنیادی مفروضات میں اصلاح کے لئے بھی قدم اٹھائے اور نامور عیسائی مبلغوں

سے اہم رقومات پر خط و کتابت اور مباحثہ کی وضاحت کر کے ''علم کے جویا'' عوام کو اپنی خود نوشتہ تصانیف مہیا کیں۔

1076ء میں انگلستان میں بھی عیسائیوں کی بدظنی کو دور کرنے کے لئے آرنلڈ ابندانش نے ایک کتاب شائع کی، جس کا نام ''یہودیوں کی شہری اور دینی سیاست پر بحث'' تھا (اس قسم کی اور کتابیں 18ویں صدی میں یورپ کی مختلف زبانوں میں بھی طبع ہو کر مقبول ہوئیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا ردعمل بھی ہونا تھا۔ عیسائی مفکرین نے اس کا ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ اس نوع کی دو کتابیں ''شیطان کے آتشی بان The Fiery Darts of Satan'' اور ''یہودیت بے نقاب'' Judaism Uncovered فرینکفرٹ میں شائع ہوئیں۔ پہلی میں یہود کے مذہبی عقائد کا جائزہ لیا گیا تھا اور دوسری میں عیسائیت کو زک پہنچانے کے لئے ان کے اقدامات کا احاطہ کیا گیا تھا)۔

یہود نے ''یہودیت بے نقاب'' کو جرمنی میں عام ہونے سے بچانے کے لئے ایسے ایسے حربے استعمال کئے کہ جرمن عوام مدتوں اس کے وجود ہی سے بے خبر رہے۔ بالآخر یہ کتاب پروشیا میں شائع ہو کر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچی۔ اب یہودیت موضوع بحث ہو گئی۔ اب انگلستان، فرانس، جرمنی اور اٹلی میں ان کے مذاہب، عقائد، انداز فکر اور طرز زندگی پر بڑی اہم کتابیں لکھی گئیں۔ جان سپنسر نے کیمبرج میں مذاہب عالم کے تقابلی مطالعے کی بنیاد رکھی اور یہود کے اعتقادات کو واضح کیا۔ ایک وینڈیزی سفیر باسنج نے ''یہودی ما قبل عیسیٰؑ'' کے نام سے ان کی تاریخ مرتب کی جو آج بھی بڑی دلچسپی کی حامل ہے۔

بیدار ہوتے ہوئے بھی یورپ کی تشنگی کے لئے دولت اور علم کی تلاش میں آبِ حیات کی جستجو تھی جس کے سرچشموں پر یہودیوں کے پہرے تھے۔ انہوں نے اس کی معصومیت اور سادگی سے ان میں زہر ملانا شروع کیا کہ انجان عوام علم کے نام پر بھی کچھ پی گئے۔ یہودیوں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ انہیں تجارت اور سرمایہ کاری نے دیس دیس کی خبر اور زبان پر دسترس دی تھی۔ وہ صدیوں سے ''مشنا'' اور تلمود کا مطالعہ کرتے ہوئے بحث، جرح اور بال کی کھال اتارنے کے ماہر ہو چکے تھے۔ طب کا علم انہوں نے مخصوص کر رکھا تھا چنانچہ سائنس اور مشین کے ابھرنے کے ساتھ ساتھ وہ بھی ابھرتے چلے گئے اور ان کے دیئے سے عیسائی یورپ میں بیہودہ خیالات بھی رواج پا گئے جو آزاد خیالی، مذہب سے بیزاری اور رواداری نے جائز ٹھہراتے ہوئے ان کے زیر

اثر مذہب میں انصاف کی جگہ وکیل کا حسن خطابت اور حیلہ سازی نے لے لی۔ صداقت کے بدلے دلیل کی مقبولیت معزز ہو گئی۔ شرافت اور نجابت اور عظمت کا مقام دولت کی چمک دمک سے سمجھا جانے لگا۔ غرض انسانیت کی تمام اقدار مقصد براری کی دہلیز پر سجدہ ریز ہو گئیں اور علم سے مراد وہ مواد ہو گیا جو عظمت حیات کی بجائے عظمت ذات کا اشتہار بن گیا۔ صدیوں کے تجسس سے یہود نے یہی کچھ حاصل کیا تھا اور انہوں نے اسی کو یورپ کی درسگاہوں کا مقصود بنا دیا، جن کے فارغ التحصیل نوجوان زندگی کو مادے کے پیمانے سے ناپنے لگے۔ خدا، عیسیٰ اور چرچ کی مثلیث عقل کی میزان میں تولی گئی اور جب کامیابی نہ ہوئی تو وہ ان تینوں سے منحرف ہو گئے۔

جہاں تک یہود کا تعلق ہے وہ یورپ کی چمک دمک سے ذرہ برابر بھی متاثر نہ ہوئے۔ انہوں نے تلمود کے قوانین کو مکڑی کے جالے کی طرح اپنے گرد و پیش تن رکھا تھا جس سے نکلنے کا مطلب خود یہودیت ہی سے تائب ہونا تھا اور وہ اس کے لئے کبھی تیار نہ تھے۔ انہوں نے زندگی بھر تمام ظلم اسی دن کے لئے سہے تھے جب یورپ، بادشاہت، پاپائیت، چرچ، جہالت، اور ان سب سے پیدا ہونے والی عصبیت سے نکل کر جھوٹی اقدار اور مصنوعی چکاچوند کے فریب میں گرفتار ہو گا اور وہ اس پر اپنے اغراض و ضابطے مسلط کر کے من مانی کر سکیں گے۔ یہوا کا وعدہ پورا ہو گا۔ وہ دنیا میں خدا کی بادشاہت پھیلا سکیں گے اور یروشلم کو ناف زمین بنا کر ساری دنیا کو اس کے گرد گھومنے پر مجبور کر دیں گے۔ انہوں نے جب یورپ کی سرزمین پر قدم رکھا تھا تو اس پر روم کی اجارہ داری تھی، روم کی عدالت، اس کا فکر، اس کا مذہبی شعور، اس کا نظام اقدار و روایات رائج تھا۔ یہود کے ساتھ عیسائیت داخل ہو گئی اور عیسائیت کے ساتھ پاپائیت کا مقام ابھرتا گیا۔ ایک نیا مذہب، ایک نئی تہذیب، ایک نیا اتحاد۔ لیکن پاپائیت نے جہاں عوام کو ایک مرکزی رابطہ بخشا، وہاں ان پر ایک سیاسی غلبہ بھی نافذ کیا، جو اپنی ذات میں خالصتاً علاقائی تھا اور جس نے سارے یورپ کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ بادشاہتیں اپنے ساتھ امراء اور جاگیرداری کا پھندا لگا گئیں، جسے یورپ کی تائید حاصل تھی۔ اب یورپ پر بادشاہ، چرچ اور جاگیرداری کا قبضہ تھا اور یہود ان کی چکی میں پسنے کے لئے رہ گئے تھے۔ سات آٹھ سو سال کے عرصے میں انہیں اگر کھل کر سانس لینے کی فضا میں دن گزارنا نصیب ہوا ہے تو وہ سپین کے ملک میں، وہاں اس احسان کا اجر یہود نے جس طرح دیا وہ تاریخ کی ایک بھیانک کردار ہے۔ جس سے نہ صرف یورپ کی وحدت ٹوٹی، پارہ پارہ ہوئی ان کی زندگی جمعیت منتشر ہو گئی۔ بلکہ اس کا شیرازہ [illegible] ملک میں بٹ گیا۔ ان کی جاگیریں اور جاگیرداریاں [illegible]

دار پر چڑھ گئیں لیکن اگر یہ نہ ہوتا اور اگر عیسائیت، بادشاہت اور چرچ کی حیثیت قائم رہ جاتی تو یہود کہاں ہوتے۔ وہ عیسائیت سے مصالحت نہ کر سکے، بادشاہت کو ختم نہ کر سکے، پاپائیت کو جھکا نہ سکے۔ یورپ میں انہیں بھکاری بننے کا حق بھی حاصل نہ ہو سکا تو پھر عیسائیت، بادشاہت اور پاپائیت تینوں کی حیثیت ختم ہو گئی اور میدان یہود کے ہاتھ رہا۔ گو کہنے کو اقتدار عوام کے پاس تھا، جمہوریت۔ لیکن عوام کو اس کی دسترس کہاں تھی خاص طور پر جب ان کی دولت اور فکر دونوں کی تشکیل ایک ایسے ساربان کے ہاتھ میں تھی جو کسی کو نظر نہ آیا۔ جو ان ذہنوں میں دیمک کی طرح داخل ہوا۔ ان کے خون میں جراثیم کی مانند شامل ہوا اور جس نے انہیں خوبصورت نعروں کے پیچھے لگا کر اس مقام پر پہنچا دیا، جہاں عالمی شہرت، اخوت، مساوات اور آزادی کی دیویاں بنتی گئیں حالانکہ یہی لوگ خاندانی اور نوآبادیاتی جنگوں میں جان ہتھیلی پر لئے پھرتے تھے۔

نپولین نے اس انتشار کو اپنے اقتدار سے الگ کرنا چاہا تو اپنے ساتھ یورپ کو بھی لے ڈوبا، یورپ کا دست شمشیر زن ٹوٹ گیا۔ نتیجہ اٹلی ایک بادشاہت اور جرمنی ایک سلطنت کی صورت میں قائم ہو گیا۔ اب فرانس کی جگہ جرمنی نے لی اور یورپ کو مغلوب کرنے کے لئے اٹھا۔ یورپ کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں کی رگوں میں زہر دوڑنے لگا۔ آئرلینڈ، پولینڈ، چیکوسلواکیہ، ہنگری کو اپنی جداگانہ قومیت کا خیال ستانے لگا اور یورپ کی سستی چھیڑ دی پہلی جنگ عظیم میں اپنی ہی تلوار سے کٹ کٹ کر گرنے لگیں۔

پہلی جنگ عظیم کی ہولناکیاں ایک دفتر پارینہ ہیں لیکن انہیں دیکھ کر اور اس کے اسباب و علل کو جان کر یورپ کے ان مفکرین اور سیاستدان کی عقل پر رونا آتا ہے، جنہوں نے جنگ ہی کو یورپ میں صلح کا وسیلہ جانا اور یہود کو بغلیں بجانے کا موقع دیا اور دنیا کی معاشرتی، سیاسی، اور ذہنی زندگی کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا لیکن یہ معاملات ابھی قبل از وقت ہیں، ابھی ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ انقلاب فرانس سے لے کر آج تک یہود نے اپنی منزل کے لئے کیسے کیسے مرحلے طے کئے کہ ان کا راستہ کٹھن، دشوار گزار تھا اور یورپ میں پندرہ سو سال کے قیام نے انہیں ایسے واضح گروہوں میں بانٹ دیا تھا جن کے درمیان زبان و ثقافت کی دیوار دیوار چین کی طرح کھڑی ہو گئی اور وہ آج تک اس کے پار ایک دوسرے کی صورت دیکھنے کے روادار نہیں۔

ہسپانیہ کے یہود نے اسلام کے زیر سایہ رہ کر اپنی فکری اور مادی ترقی حاصل کر لی تھی یہاں تک کہ وہ خود کو دوسروں پر فضیلت دینے لگے تھے اور اس کی وجہ سے دوسرے علاقائی گروہوں کو

اثر مدینہ میں انصاف کی جگہ وکیل کا حسن خطاب اور عیارانہ نکتہ آفرینی نے لے لی۔ صداقت کے بدلے دلیل کی مقبولیت معروف ہوگئی۔ شرافت اور نجابت اور عظمت کا مقام دولت کی چمک دمک سے سمجھا جانے لگا۔ غرض انسانیت کی تمام اقدار مقصد باری کی دہلیز پر سجدہ ریز ہوگئیں اور علم سے مراد وہ مواد ہو گیا جو عظمت حیات کی بجائے عظمت ذات کا اشتہار بن گیا۔ صدیوں کے تجسس سے یہود نے یہی کچھ حاصل کیا تھا اور انہوں نے اسی کو یورپ کی درسگاہوں کا مقصود بنا دیا۔ جن کے فارغ التحصیل نوجوان زندگی کو مادے کے پیمانے سے ناپنے لگے۔ خدا، عیسیٰ اور چرچ کی تثلیث عقل کی میزان میں تولی گئی اور جب کامیابی نہ ہوئی تو وہ ان تینوں سے منحرف ہو گئے۔

جہاں تک یہود کا تعلق ہے وہ یورپ کی چمک دمک سے ذرہ برابر بھی متاثر نہ ہوئے۔ انہوں نے تلمود کے قوانین کو مکڑی کے جالے کی طرح اپنے گرد و پیش تن رکھا تھا جس سے نکلنے کا مطلب خود یہودیت ہی سے تائب ہونا تھا اور وہ اس کے لئے کبھی تیار نہ تھے۔ انہوں نے زندگی بھر تمام ظلم اسی دن کے لئے سہے تھے جب یورپ، بادشاہت، پاپائیت، چرچ، جہالت، اور ان سب سے پیدا ہونے والی عصبیت سے نکل کر جھوٹی اقدار اور مصنوعی چکا چوند کے فریب میں گرفتار ہوگا اور وہ اس پر اپنے مفروضات مسلط کر کے من مانی کر سکیں گے۔ یہوا کا وعدہ پورا ہوگا۔ وہ دنیا میں خدا کی بادشاہت پھیلا سکیں گے اور یروشلم کو نافِ زمین بنا کر ساری دنیا کو اس کے گرد گھومنے پر مجبور کر دیں گے۔ انہوں نے جب یورپ کی سرزمین پر قدم رکھا تھا تو اس پر روم کی اجارہ داری تھی، روم کی حرمت، اس کا فکر، اس کا مذہبی شعور، اس کا نظام اقدار و روایات رائج تھا۔ یہود کے ساتھ عیسائیت داخل ہوگئی اور عیسائیت کے ساتھ پاپائیت کا مقام ابھرتا گیا۔ ایک نیا مذہب، ایک نئی تہذیب، ایک نیا اتحاد لیکن پاپائیت نے جہاں عوام کو ایک مرکزی ربط بخشا، وہاں ان پر ایک سیاسی غلبہ بھی نافذ کیا، جو اپنی ذات میں خالصتاً علاقائی تھا اور جس نے سارے یورپ کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ بادشاہتیں اپنے ساتھ امراء اور جاگیرداری کا جھنڈا لگا کر، جنہیں یورپ کی تائید حاصل تھی۔ اب یورپ پر بادشاہ، چرچ اور جاگیرداری کا قبضہ تھا اور یہود ان کی چکی میں پسنے کے لئے رہ گئے تھے۔ ساتھ آٹھ سو سال کے عرصے میں اگر انہیں سانس لینے کی فضا میں دن گزارنا نصیب ہوئے تو وہ اسپین کے ملک میں، وہاں اس احسان کا اجر یہود نے جس طرح دیا وہ تاریخ کی ایک بھیانک روداد ہے۔ جس سے روم منحرف، یورپ کی وحدت ختم، پارہ پارہ ہوگئی۔ اس کی مذہبی حیثیت منتشر ہوگئی، اس کا شاہی وقار بھی خاک میں مل گیا۔ اس کی جاگیریں اور جاگیرداریاں بھی ختم

دار پر چڑھ گئیں۔ لیکن اگر یہ نہ ہوتا اور اگر عیسائیت، بادشاہت اور چرچ کی تثلیث قائم رہ جاتی تو یہود کہاں ہوتے۔ وہ عیسائیت سے مصالحت نہ کر سکے، بادشاہت کو خرید نہ سکے، پاپائیت کو جھکا نہ سکے۔ یورپ میں انہیں بھکاری بننے کا حق بھی حاصل نہ ہو سکا تو پھر عیسائیت، بادشاہت اور پاپائیت تینوں کی حیثیت ختم ہوگئی اور میدان یہود کے ہاتھ رہا۔ گو کہنے کو اقتدار عوام کے پاس تھا۔ جمہوریت۔ لیکن عوام کو اس کی دسترس کہاں تھی خاص طور پر جب ان کی دولت، اور فکر دونوں کی تکمیل ایک ایسے ساہوکار کے ہاتھ میں تھی جو کسی کو نظر نہ آیا۔ جو ان ذہنوں میں دیمک کی طرح داخل ہوا۔ ان کے خون میں جراثیم کی مانند شامل ہوا اور جس نے انہیں خوبصورت نعروں کے پیچھے لگا کر اس مقام پر پہنچا دیا، جہاں عالمی شہرت، اخوت، مساوات اور آزادی کی دیویاں بستہ ہو گئیں جہاں تک یہی لوگ خاندانی اور نو آبادیاتی جنگوں میں جان ہتھیلی پر لیے پھرتے تھے۔

نپولین نے اس انتشار کو اپنے اقتدار سے الگ کرنا چاہا تو اپنے ساتھ یورپ کو بھی لے ڈوبا۔ یورپ کا دست شمشیر زن ٹوٹ گیا۔ نتیجتاً اٹلی ایک بادشاہت اور جرمنی ایک سلطنت کی صورت میں قائم ہو گیا۔ اب فرانس کی جگہ جرمنی نے لی اور یورپ کو مغلوب کرنے کے لیے اٹھا۔ یورپ کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں کی رگوں میں زہر دوڑنے لگا۔ آئرلینڈ، پولینڈ، چیکوسلواکیا، تک کو اپنی جداگانہ قومیت کا خیال ستانے لگا اور یورپ کی سنگی جھیلیں پہلی جنگ عظیم میں اپنی ہی تلوار سے کٹ کٹ کر گرنے لگیں۔

پہلی جنگ عظیم کی ہولناکیاں ایک دفتر پارینہ ہیں لیکن انہیں دیکھ کر اور اس کے اسباب و علل کو جان کر یورپ کے ان مفکرین اور سیاستدانوں کی عقل پر رونا آتا ہے، جنہوں نے جنگ ہی کو یورپ میں صلح کا وسیلہ جانا اور یہود کو بغلیں بجانے کا موقع دیا اور دنیا کی معاشرتی، سیاسی، اور ذہنی زندگی کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا لیکن یہ معاملات ابھی قبل از وقت ہیں، ابھی ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ انقلاب فرانس سے لے کر آج تک یہود نے اپنی منزل کے لیے کیسے کیسے مرحلے طے کئے کہ ان کا راستہ سخت دشوار گزار تھا اور یورپ میں پندرہ سو سال کے قیام نے ان کو ایسے واضح گروہوں میں بھی بانٹ دیا تھا جس کے درمیان زبان وطن کی دیوار، دیوار چین کی طرح کھڑی ہوگئی اور وہ آج بھی اس کے پار ایک دوسرے کی صورت دیکھنے کے روادار نہیں۔

ہسپانیہ کے یہود نے اسلام کے زیر سایہ رہ کر اپنی فکری اور مادی ترقی حاصل کر لی تھی یہاں تک کہ وہ خود کو دوسروں پر فضیلت دینے لگے اور اس کی وجہ سے دوسرے علاقائی گروہوں کو

جاہل اور حقیر ٹھہرانے لگے۔ 1630ء میں ان کی ایک مختصر سی تعداد ایمسٹرڈیم میں مقیم تھی لیکن
کے باوجود انہوں نے جرمنی سے نکالے ہوئے یہود کو اپنے برابر مقام کا جانتے ہوئے خود :
ہونے کی اجازت نہ دی۔ ہسپانوی یہود خود کو سفاردیم کہتے اور دوسرے علاقے کے یہود ا
اشکنازی یعنی پسماندہ قرار دیتے۔ ہسپانوی سفاردیم میں اسلامی ممالک کے وہ یہودی بھی
ہونے لگے جن کی تہذیب یورپ کے دوسرے ملکوں سے بہتر سمجھی جاتی تھی۔ مرکزی یورپ
تیس سالہ جنگ (1618 تا 1648) نے بے شمار یہودیوں کو کوڑی کوڑی کا محتاج کر دیا تھا چ
اشکنازی کا لفظ حقارت کی علامت بن گیا۔ ان بے یار و مددگار یہودیوں کی دستگیری کرنے کے
سفاردیم نے انہیں خود سے اور اپنی تہذیبی سرگرمیوں سے دور رکھا۔ وہ خود کو "حضرت یعقوب
زینہ" قرار دیتے۔ یعنی اسی وسیلے سے مراجعت کی دیوار پھاندی جا سکتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ :
حالات سازگار ہوئے تو اشکنازی یہودی دوبارہ ان کے شہروں میں جا بسے۔ ان میں پولینڈ
وہ یہودی بھی آئے جنہیں وہاں کے دیہاتی انقلابات نے مار مار کر نکال دیا۔ برطانیہ، فرانس
ہالینڈ میں امراء کی بدحالی اور تہذیبی انحطاط نے سرمایے اور تجارت کے لئے سفاردیم یہود
لئے راہیں کھول دیں اور وہ کیتھولک مظالم سے بچنے کے لئے ان ملکوں میں آباد ہو گئے لیکن ا
پناہ دینے کے جرم میں ہر ملک کو بڑی قیمت ادا کرنی پڑی۔ گو بظاہر سترہویں اور اٹھارویں صد
کے دوران میں کیتھولک عیسائیت کو ان کی بڑھتی ہوئی خوشحالی اور تجارتی حیثیت ایک آنکھ نہ بھ
تھی اور وہ ان کو مسلسل پریشانیوں میں مبتلا کرتی رہی۔

ہسپانیہ اور پرتگال میں عیسائی استحصال نے بہت سے یہود کو کیتھولک مذہب اختی
کرنے پر مجبور کر دیا۔ ان میں سے بعض نے امریکہ پہنچ کر تجارت سے ہاتھ رنگے اور رفتہ ر
اپنے کاروبار کا جال اس طرح بچھایا کہ آج امریکہ کی معاشرتی زندگی اور کاروباری سربلندی پر ا
کی تاجوری اور اس کے پیچھے ان کے ساتھ صاف نظر آتے ہیں لیکن ہم امریکہ میں ان کے عرو
اور کارہائے نمایاں کا جائزہ بعد میں لیں گے۔ یورپ میں ان کو جہاں جھکانا مانا وہ اپنی نیک نف
کاروباری "دیانت" عالمانہ صلاحیتوں اور سرمایہ داری کی وجہ سے اپنا مقام پیدا کر لیتے
پروٹسٹنٹ چرچ کے فروغ نے اس تعصب کی گرفت کو ڈھیلا کر دیا جس کا نزلہ ہمیشہ یہودیوں پر گر
کرتا تھا۔ پوپ اور چرچ کے زوال نے "لادینی جمہوریت" (سیکولر ڈیموکریسی) کا باب کھول د
جس نے یہود کی بحالی اور آبادکاری کے ساتھ ساتھ انہیں شہری حقوق حاصل کر کے اپنے گردو پیش

کی عملی زندگی میں دخل اندازی کا اختیار بھی دے دیا۔ روم میں یہود کو فارغ البالی اور کاروباری
سہولتیں حاصل ہوئیں تو وہ اپنے عیسائی ہمسایوں سے بڑھ کر نمائش پسند اور عیش و نشاط کے
سرپرست بن گئے۔ اس ظاہری مذہبی بیزاری نے ان کے بارے میں وہ شکوک رفع کر دیئے جو
صدیوں سے ان کے استحصال کا جواز پیدا کرتی تھی۔ اٹلی میں انہوں نے بڑے بڑے بینک اور
تجارتی مراکز قائم کئے اور اپنی دولت سے رفاہِ عام کے کاموں میں دلچسپی لے کر اور علم، فلسفہ،
شاعری، آرٹ اور کتابوں کی اشاعت میں حصہ لے کر انہوں نے اپنے ماحول میں اپنا مقام متعین
کر لیا۔

اسلام اور صیہونیت

اللہ تعالیٰ نے یہود کو اقوام عالم میں فضیلت دینے کا وعدہ فرمایا تھا، بشرطیکہ وہ اس کے ساتھ اپنی جانوں کا سودا کریں لیکن یہود نے اپنی جانوں کے سودے کو فراموش کر دیا اور صرف اس خدائی وعدے کو یاد رکھا اور پھر نہ صرف یاد رکھا بلکہ اس کو بنیاد بنا کر اپنی قوم میں ساری دنیا کے خلاف نفرت اور حقارت کے جذبات کی پرورش کی اور یہ عقیدہ پیدا کر دیا کہ "یہود اور صرف یہود ہی خدا کے برگزیدہ بندے ہیں" باقی تمام انسانیت ہیچ ہے یہی نہیں، انہوں نے اپنی مرضی کا خدا بھی تراشا، جو محض انہی کا تھا۔ انہوں نے "عہد عتیق" سے سودے کی شرط نکال کر خود ایک نئی تورات مرتب کی۔ انہوں نے اپنی مرضی کے مسیح کے لئے التجا کی اور جب وہ آیا تو اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ اسے صلیب پر چڑھانے کے لئے بہتان باندھے۔ یہاں تک کہ خود حواری اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ پھر ان سے وہ تعلیمات منسوب ہو گئیں جو حق و صداقت ہی کے خلاف تھیں اور اس طرح دین عیسوی، حضرت عیسیٰ کی تعلیمات پر قائم ہونے کی بجائے پال کے خیالات سے پھوٹا۔ پال جو آپ کی زندگی میں آپ کا دشمن تھا۔ آپ کے پیروؤں کے پیچھے تلوار لئے پھرتا تھا لیکن آپ کے بعد آپ کے مذہب کا سب سے بڑا علمبردار بن گیا کہ اناجیل کیسے مرتب ہوئیں اور وہ بنیادی متن بھلا کہاں سے ابھرا، جس پر عیسائیت کا قلعہ تعمیر ہوا۔ یہ ساری کارگزاری اس یہودی ذہن کی پیداوار تھی جس نے اپنے وطن، اپنے مذہب، اپنی قوم، یہاں تک کہ اپنے یروشلم تک کو تہس نہس کرا لیا لیکن اس خیال باطل سے باز نہ آیا کہ دنیا پر بادشاہت کا حق اسے اور صرف اسے ہی حاصل ہے اور اس مقصد کی خاطر وہ جو بھی کر رہا ہے اس کا کمال صرف یہی نہیں کہ کوئی جذبے سے بڑا دباؤ بھی اس پر اثر انداز نہ ہو سکا بلکہ شاید یہ بھی ہے کہ اس نے اپنی مجبوریوں کا انتقام اس صناعی سے لیا کہ دوسری قومیں، جن کے مقابلے میں وہ حشر عشیر بھی نہ تھا، ایک ایک کر کے پست و خوار ہوئیں اور وہ ہر جگہ، ہر مقام اور ہر ملک میں اپنی ساری خباثت اور [illegible]

کی بدولت اس حیثیت کا مالک بن گیا جس سے دوسروں کی تہذیبیں بھی پامال ہو گئیں اور ان کے مذاہب بھی بے جان اور لاحاصل روایات و اعتقادات کا پشتارہ بن گئے اور اب تاریخ ابد الآباد تک ماضی کے اس گورستان سے حقائق کی لاشیں نہ نکال سکے گی، جہاں یہود نے اپنی سازشوں، چالبازیوں اور ریشہ دوانیوں سے انسانیت کو بے جان مہرے کی طرح گاڑ دیا اور اس پر اپنے کارناموں کا تعویذ تک نہ لکھا مبادا کوئی یادگار ہی تعمیر ہو جائے۔

ظہور اسلام کے زمانے تک یہود جو اقصائے عالم میں منتشر و آوارہ ہو چکے تھے۔ سود در سود، تجارت اور بردہ فروشی کی بدولت اپنی بستیاں جگہ جگہ آباد کر چکے تھے اور ہر جگہ ان کا ہاتھ مقامی معیشت اور تجارت کی گردن پر تھا۔ وہ اپنے مفادات کے لئے اوروں میں جہالت کو پروان چڑھاتے اور دوسروں کی بے بسی اور بے چارگی کا مذاق اڑا کر اپنی دستار فضیلت کا طرہ بلند کرتے۔ یہ صورت حال تھی جب اللہ تعالیٰ کو بنی نوع انسان پر رحم آ گیا اور اس نے صحرائے عرب کے اس گوشے میں جہاں حضرت ابراہیم کے نقوش قدم درخشاں تھے، لیکن آپ کا تعمیر کردہ بیت اللہ بتوں کا معبد تھا جہاں آج سے چار ہزار برس قبل ایک معصوم بچے کے بلکنے اور ایک بے بس و مجبور ماں کے اضطراب سے رحمت حق جوش میں آئی تھی اور زمزم کے روپ میں ہمیشہ کے لئے جاری ہو گئی تھی وہیں اسی مقام پر انسانیت کی بے چارگی اور فریاد کی ایڑیوں کے رگڑنے سے وہ چشمہ رحمت بھی جاری ہوا جس نے ساری کائنات کی تشنگی کو سیراب فرما دیا۔ بقول ول ڈیورنٹ: جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو عرب ایک صحرا تھا جس پر بت پرست قبیلے آپس میں لڑ مر رہے تھے جب آپ تشریف لے گئے تو وہ ایک قوم بن چکے تھے۔

یہود جب 70ء کی تباہی کے بعد مدینہ منورہ کے نواح اور شاہراہ شام پر آباد ہو گئے تو یہ شاہراہ اہل عرب کی تجارت میں رگ جاں کی حیثیت رکھتی تھی اور وہ مقامی بدوؤں اور قریش عرب سے اپنے رشتہ کا اکثر اظہار کرتے جو اولاد ابراہیم ہونے کے سبب مشترک تھا۔ یہود حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کے صاحبزادے حضرت اسحٰق کی اولاد اور قریش حضرت ابراہیم اور حضرت ہاجرہ کی اولاد حضرت اسمٰعیل کے سلسلے سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنی برتری قائم کرنے کے لئے یہود نے حضرت اسمٰعیل کی قربانی کے واقعہ کو تو حضرت اسحٰق سے منسوب کر لیا لیکن تاریخی طور پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے تعمیر کردہ بیت اللہ کو قطعاً محترم نہ جانا اور ان کا سلوک حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کے ساتھ وہی رہا جو بقول ان کے حضرت سارہ کا تھا کہ [illegible]

ایذا پر حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو بے آب و گیاہ ریگستان میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا تھا۔ ان کے عقیدے کے مطابق حضرت ہاجرہؑ حضرت ابراہیمؑ کی لونڈی تھیں لیکن ہم ان روایات پر اس لئے اعتبار نہیں کر سکتے کہ انہوں نے اپنی الہامی کتابوں میں اس قدر اضافے کر دیئے تھے کہ اصل کی تلاش بھی ممکن نہیں۔ حالانکہ مسئلہ وراثت کی رُو سے اس زمانے کے رواج میں لونڈی اور اس کی اولاد وراثت میں کوئی حق نہ پاتی تھی جو خود اس دلیل کا جواب ہے۔ خود حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں ان کی کتابوں میں جو درج ہے وہ اتنا شرمناک ہے کہ اس کا تصور بھی اس برگزیدہ نبی کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تک کہ قرآن پاک نے اس برگزیدہ نبی کو مینارِ نور کے طور پر واضح کر کے بلند کیا اور ان تہمتوں سے صاف کیا جو یہود نے از خود ان پر چسپاں کرنے کی کوشش کی تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ یہود تورات کی اُن آیات کی رو سے جو انہوں نے حذف کر دی تھیں جانتے تھے کہ اولادِ اسمٰعیلؑ سے نبیؐ آخرالزماں کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے پیش بندی کے طور پر حضرت ہاجرہؑ پر بہتان باندھا اور حضرت اسحٰقؑ کی فضیلت قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس سب کے باوجود وہ قریش کے حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد اور حضرت اسمٰعیلؑ کے حضرت ابراہیمؑ کا بیٹا ہونے کے تعلق سے منکر نہیں تھے۔ چنانچہ قریش سے وہ ایک خاص تعلق کے حامل تھے۔ اس کے علاوہ جس مسیح کے ظہور کا وقت اب آن پہنچا تھا اس کی آمد کی خبر بھی انہوں نے اپنے گرد و پیش میں پہنچا رکھی تھی۔ ان کے ستارہ شناس اور احبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے زمانے میں بالخصوص منتظر تھے کہ اس ذاتِ اطہر کا ظہور ہونے والا ہے۔ حوالوں کے لئے دیکھئے:

تورات: استثناء باب ۱۸، فقرہ ۱۵ تا ۱۹ اور

اناجیل: متی: باب ۲۱، آیت ۳۳ تا ۴۶

یوحنا: باب ۱، آیت ۱۹ تا ۲۱، باب ۱۴، آیت ۱۵ تا ۳۰

باب ۱۵، آیات ۲۵ تا ۲۶، باب ۱۶، آیت ۷ تا ۱۵

مقدس کتابوں کے ان حوالوں کے باوجود یہود اور نصاریٰ دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام پر توجہ نہ دی اور اپنی مرضی کے مسیح کی طلب کرتے رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی اولین تائید مکہ کے مشہور راہب ورقہ بن نوفل نے کی تھی۔ اس نے اقرار کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ نبی ہیں جن کی آمد کا انتظار یہود اور نصاریٰ دونوں کو تھا لیکن اس کے باوجود وہ خود بھی ایمان نہ لایا۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے یہود

سے بار بار خطاب کر کے انہیں اپنے احسانات اور عہد نامہ کی شرائط یاد دلائی ہیں اور اتباعِ رسولؐ مقبول کا حکم دیا ہے۔

ترجمہ: ''(پس آج یہ رحمت اُن لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبر، نبی امیؐ کی پیروی اختیار کریں۔ جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے'' (سورۃ الاعراف آیت ۱۵۷)

جن یہود نے خود اپنی کتابوں سے پیغامِ الٰہی مسخ کرتے ہوئے شرم نہ کی اور خدا کا خوف نہ کیا وہ اس دعوت کو کیسے قبول کر لیتے۔ ان کی ذہنیت تو اس حد تک پست ہو چکی تھی کہ وہ عام انسانی قدروں پر بھی قائم نہ رہے تھے۔ قرآن حکیم ان کے بارے میں واضح طور پر کہتا ہے کہ ان کا ضمیر دوسروں کے ساتھ عیاری کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتا اور ان کے بقول:

ترجمہ: ''امیوں (غیر یہودی لوگوں) کے معاملہ میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے''۔ (سورۃ آلِ عمران آیت ۷۵)

سورۃ اعراف کی آیات میں ''امی'' کا لقب ارشاد فرما کر اللہ تعالیٰ نے یہود کو خبردار کیا کہ ''تمہاری تقدیر اب اسی امی کے ساتھ وابستہ ہے اگر تم نے اس کا اتباع کیا تو میری رحمت سے حصہ پاؤ گے ورنہ وہی غضب تمہارا حق ہے جس میں تم گرفتار ہو''۔

یہود کو ان کا عہد یاد دلا کر اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اے بنی اسرائیل: ذرا خیال کرو میری اس نعمت کا جو میں نے تم کو عطا کی تھی میرے ساتھ تمہارا جو عہد تھا، اسے تم پورا کرو، تو میرا جو عہد تمہارے ساتھ تھا اسے میں پورا کروں اور مجھ ہی سے تم ڈرو''۔ سورۃ البقرۃ آیت ۴۰

قرآن پاک میں مختلف انداز سے کبھی لطف و کرم اور انعامات یاد دلا کر، کبھی خوف سے ڈرا کر، کبھی محبت کا اظہار کر کے، کبھی ان کی بدعملیوں پر تنبیہہ کر کے، غرض ہر ہر طریقے سے انہیں خبردار کیا۔ حتیٰ کہ انہیں وہ تنبیہہ یاد دلائی جو یہود یہ سے اولین انخلاء کے وقت آٹھویں صدی قبل مسیح میں فرمائی تھی:

ترجمہ: ''اور یاد کرو جبکہ تمہارے رب نے اعلان کر دیا کہ'' وہ قیامت تک برابر ایسے لوگ بنی اسرائیل پر مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب دیں گے۔ یقیناً تمہارا رب سزا دینے میں تیز دست ہے اور یقیناً وہ درگزر اور رحم سے بھی کام لینے والا ہے۔ (سورۃ الاعراف آیت ۱۶۷)

یہود نے ان احکامات باری تعالیٰ سے بھی اسی سرد مہری کا سلوک کیا جو انہوں نے اپنی کتب مقدسہ کے احکامات سے روا رکھا تھا۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی تاریخ کو بالالتزام اُمتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عبرت اور آگہی کے لئے ظاہر فرمایا۔ سورۃ یوسفؑ میں پوری وضاحت سے ارشاد فرمایا کہ یہ قوم سیرت یوسفؑ کے حامل حق پرستوں کے ساتھ بھی وہی کچھ کرنے والی ہے جو اس نے اپنے اس پیغمبر بھائی کے ساتھ کیا اور اسلام کے احسانات کا بدلہ بھی اسی جہالت اور تنگ نظری سے ادا کرنے والی ہے جو اس نے یوسفؑ کی شفقت و عنایات کے جواب میں ظاہر کیں۔ اس معاندانہ اور منافقانہ عمل کے ساتھ اس برتری پر ایمان جس کو دو ہزار سال کی ذلتیں بھی نہ مٹا سکی تھیں۔ ڈھل کر ایک ایسے کردار میں ڈھل چکا تھا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ رسالت میں بھی طرح طرح کے روڑے اٹکائے اور بعد میں بھی اسلام کو مٹانے کی ناپاک کوششوں اور اسے اپنے اعتقادات و خیالات سے ملوث کرنے کی سازشیں جاری رکھیں۔ اس ذہنیت کا انکشاف قرآن حکیم میں سورۂ بنی اسرائیل میں یوں کیا گیا ہے:

"ہم نے اپنی کتاب میں بنی اسرائیل کو اس بات پر متنبہ کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فسادِ عظیم برپا کرو گے اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے۔ آخر کار جب ان میں سے پہلی سرکشی کا موقع پیش آیا تو اسے بنی اسرائیل ہم نے تمہارے مقابلے پر ایسے بندے اٹھائے جو نہایت زور آور تھے اور وہ تمہارے ملک میں گھس کر ہر طرف پھیل گئے۔ یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہو کر ہی رہنا تھا۔ اس کے بعد ہم نے تمہیں ان پر غلبے کا موقع دیا اور تمہیں مال اور اولاد سے امداد دی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھا دی۔ دیکھو تم نے بھلائی کی تو وہ تمہارے اپنے ہی لئے بھلائی تھی اور برائی کی تو وہ تمہاری اپنی ذات کے لئے برائی ثابت ہوئی۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کیا تا کہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں گھس جائیں جس طرح پہلے دشمن گھسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑے اسے تباہ کر کے رکھ دیں۔ ہو سکتا ہے کہ اب تمہارا رب تم پر رحم کرے، لیکن اگر تم نے پھر اپنی سابق روش کا اعادہ کیا تو ہم بھی پھر اپنی سزا کا اعادہ کریں گے اور کافر نعمت لوگوں کے لئے ہم نے جہنم کا قید خانہ بنا رکھا ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۴ تا ۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود سے پہلا سابقہ ہجرت کے بعد پڑا۔ مدینہ کے نواح میں یہودیوں کی بستیاں قلعوں کی صورت میں آباد تھیں۔ تجارت، سود، طب اور اپنی فطری شر انگیزی کی

سے انہیں یثرب (مدینہ) کی زندگی میں امتیازی حیثیت دے دی تھی۔ وہ مقامی لوگوں کو آپس میں لڑاتے۔ ان کے اختلافات کو ہوا دیتے اور اس باہمی جنگ و جدال سے اپنے ہاتھ رنگتے۔ جب انوار اسلام نے اہل یثرب کے قلوب کو درخشاں کیا اور ان کی دیرینہ رنجشیں ختم ہو کر انہیں ایک نئی برادری اور محبت کے رشتے میں متحد کرنے لگیں تو یہود کو اپنا مستقبل ایک بار پھر ڈوبتا نظر آنے لگا۔

اوس اور خزرج قبائل جو اسلام قبول کرنے سے صرف دو برس قبل جنگ بعاث میں ایک دوسرے کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے عہد کر رہے تھے اب ایک دوسرے کی خاطر جان ہتھیلی پر لئے پھرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تعلق باہمی کو اپنی توفیق خاص کا انعام ٹھہراتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

ترجمہ: "وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے مومنوں کے ذریعے تمہاری تائید کی اور مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے، تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے، یقیناً وہ بڑا زبردست اور دانا ہے"

مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی اکثریت اور مقبولیت سے خوفزدہ ہو کر جب یہود نے پر پرزے نکالنے شروع کیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ۱ھ میں ایک معاہدہ کا پابند فرما دیا۔ جس کی رو سے:

۱) یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان صلح رہے گی۔
۲) دونوں ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے۔
۳) اگر دونوں فریقوں میں سے کسی ایک پر بیرونی قوت حملہ کرے تو دونوں مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔
۴) اگر دشمن سے جنگ چھڑ جائے تو یہودی بھی مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کے اخراجات برداشت کریں گے۔
۵) یہودیوں کی دوست قوموں کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو یہودیوں کے ہیں۔
۶) مدینہ منورہ کے اندر کشت و خون سب قوموں پر حرام ہوگا۔
۷) اگر دونوں قوموں کے درمیان کوئی جھگڑا پیدا ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ دونوں کو تسلیم کرنا ہوگا۔

رفتہ رفتہ اس معاہدے پر مدینے کے یہود کے علاوہ بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع نے بھی اپنی مہریں ثبت کر دیں اور اس طرح یہود مہاجرین اور انصار کی جمعیت سے ایک محفوظ معاشرہ کا قیام عمل میں آیا اور دار ہجرت، یثرب، مدینۃ الاسلام کی شکل اختیار کر گیا۔ ۲ ہجری میں غزوۂ بدر نے اسلام کو "ریاست" بنا دیا۔ اب تک یہود کو توقع تھی کہ قریش کی جمعیت سرورِ دین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو (نعوذ باللہ) ختم کر دے گی لیکن جب نتیجہ اس کے برعکس نکلا تو ان کی آتش حسد اور نفرت طبعی نے جوش مارا۔ انہیں نظر آنے لگا کہ اسلام ایک مذہب ہی نہیں، ایک طاقت بھی ہے۔ چنانچہ ان کی شرانگیزیاں ایک دفعہ پھر تیز ہو گئیں اور انہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کو حسب معمول اپنی عظمت کی دلیل بنا لیا۔

ان کے سردار کعب بن اشرف نے جب فتح بدر کی خبر سنی تو چیخ اٹھا۔ "آج زمین کا پیٹ ہمارے لئے اس کی پیٹھ سے بہتر ہے" وہ خود مکہ گیا اور وہاں ہیجان انگیز مرثیے پڑھ کر قریش کو جوش دلانے اور انہیں انتقام پر اکسانے لگا۔ ایک مرثیہ کے چند بند ملاحظہ ہوں:

بدر کی چکی نے تمہارے جوانوں کا خون پیس ڈالا۔
بدر کے واقعات پر چیخو! آنسو بہاؤ!!
تمہارے بہترین بہادروں کی گردنیں کٹ کر زمین پر گریں۔
حیران نہ ہو کہ تمہارے شہزادوں کی لاشیں بدر میں پڑی رہ گئیں۔
کیسے کیسے حسین، شجیع اور خاندانی جوان تھے وہ۔
وہ جو بھوکے، بے گھر لوگوں کی پناہ تھے۔ کٹ مرے۔
وہ کھلے ہاتھوں سے خیرات کرتے۔ جب ستاروں سے بارش نہ برستی۔
وہی تو تھے جو دوسروں کا بوجھ اٹھاتے تھے۔ وہ راج دلارے تھے جو صرف اپنا حق لیا کرتے تھے۔
بعض لوگ جن کے غصے پر میرا جی خوش ہوتا ہے، کہتے ہیں:
کعب بن اشرف تو بالکل مایوس ہو گیا۔

وہ سچے ہیں:

اے کاش! جب وہ قتل ہوئے تو زمین پھٹ جاتی اور اپنے بچوں کو نگل لیتی۔
اور وہ جو اس خبر کو پھیلانے آئے تھے، نیزوں پر چڑھائے جاتے یا اندھے بہرے اور

گونگے بن کر زندہ رہتے۔

اس کے علاوہ ان کے قبیلہ قینقاع کے لوگوں نے معاہدے میں خیانت کر کے مسلمان خواتین کو چھیڑنا شروع کیا۔ نبی اکرم نے اس حرکت پر جب ان کے سرداروں کی توجہ دلائی تو وہ الٹا بولے: "خبردار ہمیں قریش نہ سمجھنا! ہم لڑنے مرنے والے لوگ ہیں اور لڑنا جانتے ہیں۔ ہمارے مقابلے میں آؤ گے تو پتہ چلے گا مرد کیسے ہوتے ہیں"

اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکشی اور مجرمانہ روش پر فرمایا:

ترجمہ: "(خصوصاً) ان میں سے وہ لوگ جن کے ساتھ تو نے معاہدہ کیا پھر وہ ہر موقع پر اس کو توڑتے ہیں اور ذرا خوف خدا نہیں کرتے، پس اگر یہ لوگ تمہیں لڑائی میں مل جائیں تو ان کی ایسی خبر لو کہ ان کے بعد جو دوسرے لوگ ایسی روش اختیار کرنے والے ہوں ان کے حواس باختہ ہو جائیں"۔ (سورۃ الانفال آیت ۵۶، ۵۷)

یہود اور مدینہ کے مسلمانوں کے درمیان ۱ ہجری کے عہد نامہ کی اصلیت سمجھنے کے لئے ہمیں ایک بار پھر یہود کی ذہنیت پر غور کرنا ہو گا: یہود نے اسلام کو ابتداء میں ایک نئے مذہب کے طور پر سمجھا ہی نہیں، بلکہ وہ اسے اپنے انبیاء اور الہامی کتابوں کی روشنی میں اسی دین کی ایک کڑی سمجھتے رہے جسے ابراہیم، اسحٰق اور موسیٰ لے کر آئے تھے۔ ان کا خیال تھا قریش مکہ اور دیگر عرب قبائل میں اس دین کی مقبولیت سے ان کی فضیلت مزید اجاگر ہو گی اور وہ اپنے مذہب کی مرکزیت کے سبب اس شاخ کو اپنے زیر اثر لانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ غرض انہوں نے اس معاملے کو سمجھنے میں وہی ٹھوکر پھر کھائی جو عیسائیت کی ترویج کے وقت انہیں لگی تھی چونکہ وہ اپنی ذاتی عظمت (جو پیغمبر زادگی اور یہواہ کے عہد کا حاصل تھی) برقرار رکھنے کے لئے اپنے دین کو مزید پھیلانا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے ان کی خواہش تھی کہ دوسرے درجے کے ایسے مذاہب فروغ پائیں جن میں انہیں مرکزیت حاصل ہو۔ اسی فلسفے کے تحت انہوں نے عیسائیت کو اپنا مخصوص رنگ دے کر عام کرنا چاہا اور جب وہ ان کے ہاتھوں سے نکل کر ایک نئے مذہب کی حیثیت سے فروغ پا چکا اور اسے سلطنت روما کی پشت پناہی بھی حاصل ہو گئی تو ان کی آنکھیں کھلیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کے بنیادی ارکان واضح کیے تو یہ سمجھ بیٹھے کہ اب انہیں دوسرے درجے کا مذہب، اور قوم ضرور حاصل ہو گی جو ان کے زیر سایہ چل کر کم از کم یہود کو دوبارہ زیر کرنے کے لئے ان کا ساتھ دے گی اور یوں وہ اپنے منصوبے پا لیں گے۔ پھر مدینہ منورہ

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے سترہ ماہ بعد تک مسلمان بیت المقدس ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے تو یہود نے یہ چرچا عام کر دیا کہ یہ نبیؐ جو خود کو نبیؐ آخر الزماں کہتا ہے، ہمارے ہی قبلہ کو سجدہ کرتا ہے پس آخر کار یہ ہمارا ہی دین اختیار کرے گا اور اپنی جمعیت کے ساتھ ہماری تقلید کرے گا۔ اس لئے انہوں نے معاہدے کی شرائط قبول کرنے میں دیر نہ کی۔

لیکن جب تبدیلی قبلہ کی آیت نازل ہوئی تو انہیں احساس ہوا کہ اسلام اپنی مرکزیت پا کر ان سے بالکل ممیز ہو گیا ہے اور اب اس کی جداگانہ حیثیت واضح ہو گئی ہے۔ ان انہوں نے تو مسلموں کو دوسرے طریقوں سے بہکانا شروع کیا کہ حضورؐ نے (نعوذ باللہ) تمام نبیوںؑ کے قبلہ کو چھوڑ کر اللہ سے بغاوت کی ہے۔ کوئی سچا نبی اپنے پیش روؤں کے قبلہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سیاست کی یوں تردید فرمائی کہ یہ قبلہ نیا نہیں یہ تو ابراہیمؑ کے وقت سے مقرر ہے اور ابراہیمؑ پیشوا ہیں۔ یہود و نصاریٰ دونوں کے پس ان کا مقرر کیا ہوا قبلہ دونوں کے لئے باعث احترام ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ”اور جس سمت قبلے پر آپ رہ چکے ہیں وہ تو اس لئے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے ہٹتا ہے“

گویا قبلہ کا تعین تھا ہی یہود سے امتِ محمدیؐ کو جدا کرنے کے لئے۔ حکمت اس تفاوت میں یہ بھی تھی کہ اگر یہود و مسلمان دونوں کا قبلہ ایک ہی رہتا تو یہودی انہیں ہمیشہ اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے اور مطعون کرتے کہ تم وہ ہو جنہیں اپنا قبلہ تک نصیب نہ ہوا یا جو ہمارے قبلے کو سجدہ کرتے ہو کہ ہم نے اسے تم سے کئی ہزار برس قبل اپنایا تھا۔ اس ذہنیت کا علاج بھی تھا کہ مسلمانوں کو ان کے پروپیگنڈوں کی زد سے محفوظ کیا جائے۔ اس پس منظر میں یہود و نصاریٰ کی صدیوں پرانی چپقلش دیکھئے کہ چونکہ حضرت عیسیٰؑ کا وطن مالوف جلیلیہ ہے جو یہودیہ کے علاقے میں ہے اس لئے اس کی تقدیس نے انہیں گزشتہ دو ہزار برس سے یہود کا پابند کر رکھا ہے اور اسی پابندی کے مارے وہ کبھی صلیبی جنگیں لڑتے پھرتے ہیں اور کبھی ان کے لئے ”اسرائیل“ جیسی ریاست کے قائم رہنے کی سعی کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے بھی مسلمانوں کا علیحدہ قبلہ ان کے لئے ایک ضروری اقدام تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ فتح مکہ تک یہود مسلسل اسلام دشمنی پر کمربستہ رہے۔ قریش و کفار مکہ

کو واسطے، وسیلے، تحفے مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سرزمین عرب ان سے پاک فرما دی۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ تبدیلی قبلہ کی وجہ سے وہ اپنے مذہبی فرائض سے مجبور ہوئے لیکن ان یہود کی طرزِ زندگی پر اگر غور کیا جائے جو بعد میں ذلیل و خوار ہو کر یہودیہ سے نکالے گئے تھے تو پتہ چلے گا کہ پانچ سو برس میں وہ پھر اس قدر رسوخ حاصل کر چکے تھے کہ ایک طرف قریش مکہ کو تین سو میل کے فاصلے پر بیٹھ کر انگلیوں پر نچاتے اور اپنے مفادات کے لئے برتتے، دوسری طرف سارے عرب کی معیشت و تجارت ان کے قرضوں اور سود در سود کے نظام کی رہین منت تھی۔ طب اور جادوگری ان کے وجود سے قائم تھی، یہاں تک کہ عرب کی جن عورتوں کی اولاد نہ ہوتی وہ ان سے رجوع کرتیں اور نذر مانتیں کہ اگر ہمارے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو ہم اسے یہودی کر دیں گی۔ اس طرح کئی بچے بنو نضیر میں رہتے تھے۔ اس روایت کی تصدیق حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام کے فروغ کے ساتھ ساتھ یہود کی یہ طاقت اور سرمایہ داری سلامت نہ رہ سکتی تھی اور جو مقام انہوں نے پانچ سو برس میں حاصل کیا تھا وہ بالکل محدود ہو کر رہ گیا۔ اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان کی حرکات اس وجہ سے بھی کارفرما تھیں۔

ان تمام وجوہات کے علاوہ مہاجرین اور انصار کی باہمی محبت بھی یہود کے لئے تکلیف کا باعث تھی۔ انصار میں سے وہ جو یہود کے مقروض تھے اور اس اقتصادی جکڑ بند کے باعث ان کا سامنا نہ کر سکتے تھے، مہاجرین کی امداد پا کر اس عذاب سے نجات حاصل کر گئے اور پھر جب دونوں نے مل کر تجارت کو سنت نبویؐ کی حیثیت سے اپنایا تو دیکھتے ہی دیکھتے یہودی تسلط مکمل طور پر برائے نام ہی رہ گیا۔ چنانچہ تاجرانہ رقابت نے بھی انہیں مسلمانوں کے خلاف اکسایا اور وہ جینے کی آگ سے کر کفار مکہ کو لڑنے کا نے نکل کھڑے ہوئے۔

بنی قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ یہودیوں کے تین مشہور قبیلے تھے جو اپنی اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے اور بہانے بہانے سے مسلمانوں کو تنگ کرتے تھے۔ بنو قینقاع کے ایک یہودی نے ایک عرب عورت کو چھیڑا، ایک مسلمان نے اس کی طرفداری کی اور یہودی کو قتل کر دیا۔ یہودیوں نے انتقاماً اسے شہید کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن محاصرہ کر کے انہیں سپر انداز ہونے پر مجبور فرمایا اور جلاوطن کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ سن 2 ہجری میں وہ اپنی جائیداد، باغات اور زمینیں چھوڑ کر شام کے علاقے میں چلے گئے۔

بنو نضیر نے بھی معاہدہ مدینہ کی خلاف ورزی کی اور کفار مکہ کو اکسا کر جنگِ اُحد پر آمادہ کیا۔ معاہدہ کی رو سے انہیں جنگ کی صورت میں مسلمانوں کا ساتھ دینا تھا لیکن وہ نہ صرف اس موقعہ پر کنی کاٹ گئے بلکہ الٹا مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خون بہا طلب کیا اور اس مقصد کے لئے بنو نضیر کی بستی میں تشریف لے گئے۔ ایک موقع پر آپ حضرت ابو بکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کے ساتھ ایک دیوار کے سایہ میں تشریف فرما تھے کہ یہود نے دیوار گرا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کے اس ناپاک ارادے سے خبردار فرمایا اور آپ وہاں سے اٹھ کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

اس واقعہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لکھا کہ یا تو معاہدہ کی تجدید کریں اور امن پر کاربند ہونے کا عہد کریں ورنہ مدینہ منورہ سے نکل جائیں۔ یہود نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف لشکر کشی فرمائی۔ بنو نضیر کے یہود قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے اور قریش مکہ کی کمک کا انتظار کرنے لگے لیکن جب دو ہفتے گزرنے تک قریش کے دو ہزار سواروں کی کمک نہ پہنچی تو اس شرط پر ہتھیار ڈال دینے پر آمادہ ہو گئے کہ انہیں قتل کرنے کی بجائے جلا وطنی کی سزا دی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کو نہ صرف قبول فرمایا بلکہ انہیں اجازت دی کہ جتنا مال اسباب اونٹوں پر لاد کر لے جا سکتے ہیں، لے جائیں۔ چنانچہ ان میں سے اکثر مدینہ سے نوے میل شمال میں خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔ اب یہود کا ایک قبیلہ بنو قریظہ رہ گیا تھا جو مدینہ منورہ کے نواح میں آباد تھا اور اپنے دیگر قبائل کا انجام دیکھ کر موقع کی تلاش میں تھا۔

یہود خیبر اور بنی نضیر کے ان یہود نے جو خیبر میں جا آباد ہوئے تھے کفار مکہ کو تیار کیا کہ ایک بڑی فوج کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کریں تا کہ مسلمانوں کی طاقت کا خاتمہ ہو۔ تین برس کی تیاری کے بعد 5ھ میں یہ یہود دس ہزار مسلح فوج لے کر مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر کے اس حصے کے گرد خندق کھدوائی جو غیر محفوظ تھا۔ منافقین اس موقعہ پر بہانے بہانے کھسکنے شروع ہو گئے۔ بنو قریظہ کا تعلق ظاہر تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سو جانباز ان پر نظر رکھنے کے لئے مقرر فرمائے۔ بنو نضیر کے سرداروں نے بنو قریظہ کے سردار کو ساتھ ملا کر کہ "یہی ایک موقعہ ہے کہ مسلمانوں کی جمعیت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دیا جائے۔ آج سارا عرب ہمارے ساتھ ہے" اس فوج نے بیس روز تک مدینہ منورہ کا محاصرہ کئے رکھا۔ ایک دن کفار نے

مسلمانوں پر پتھروں کی بارش کی۔ مسلمان ان کا جواب دینے میں مصروف تھے کہ یہود بنو قریظہ نے صورت حال سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور اس قلعہ پر چھاپہ مارا جہاں خواتین جمع تھیں لیکن مسلمان عورتوں نے بڑی بہادری سے انہیں مار بھگایا۔ اس کے بعد کسی کو ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ ہوئی پھر کچھ اختلافات کی بنیاد پر یہود اور قریش ایک دوسرے سے بدظن ہو گئے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد فرمائی اور ایک رات ایسا سرد طوفان اور آندھی چلی جس سے دشمنوں کے خیمے الٹ گئے اور یوں حواس باختہ قریش مکہ بے نیل و مرام محاصرہ اٹھا کر واپس چلے گئے۔ قریش کے جانے کے فوراً بعد بنو قریظہ کو وعدہ خلافی اور غداری کی سزا دینے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حملے کا حکم دے دیا۔ چند روز کے محاصرے کے بعد یہود نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ ان کی سزا کا فیصلہ سعدؓ بن معاذ کریں، جن کے ساتھ ان کے تجارتی تعلقات بھی تھے اور جو قبیلہ اوس کے سردار ہونے کے سبب ان کے نزدیک بہت محترم تھے۔ یہود کا خیال تھا دیرینہ مراسم کی بنا پر سعدؓ ان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت زیادہ نرمی سے پیش آئیں گے لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ سعدؓ غزوہ خندق میں شدید زخمی ہو چکے تھے اور انہیں یہود کی غداری کا سخت ملال تھا۔ اس کے باوجود حضرت سعدؓ نے پوری بُرد باری کے ساتھ یہود سے پوچھا کہ "فیصلہ تمہاری کتاب کے مطابق کیا جائے یا ہماری کتاب (قرآن) کے مطابق"۔ انہوں نے اصرار کیا کہ "ہماری کتاب کے بموجب فیصلہ صادر فرمایئے"۔

چونکہ تورات کے حصہ استثناء میں حکم "گرفتار شدہ دشمن کو قتل کر دیجئے" کا ہے۔ اس سے حضرت سعدؓ نے فیصلہ دیا کہ یہود کے لڑنے کے قابل تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس فیصلے کے دوسرے دن ہی شہید ہو گئے لیکن آپ کے فیصلے کے مطابق تقریباً چھ سو یہود کو قتل کر دیا گیا اور اس طرح بنو قریظہ کا قضیہ بھی پاک ہو گیا۔

اب مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں کوئی یہودی بستی باقی نہ رہی لیکن خیبر کے یہود غزوہ خندق اور اس کے بعد کے واقعات سے آگ بگولا ہو رہے تھے۔ ان کے سامنے ایک ہی چارہ تھا کہ اپنی دولت اور طاقت کا لالچ دے کر قریش مکہ کو ایک بار پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اکسائیں اور فیصلہ کن جنگ لڑ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کریں۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس

نیت سے بے خبر نہ تھے چنانچہ دونوں کے گٹھ جوڑ کو روکنے کے لئے قریش سے صلح حدیبیہ فرمائی، صلح نامہ کی رُو سے:

1) دس سال تک قریش مسلمانوں سے جنگ نہیں لڑیں گے۔
2) مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس جائیں گے اور اگلے سال تین دن کے لئے مکہ میں عمرہ اور زیارت کعبہ کے لئے آ سکیں گے۔
3) مسلمان اپنے ساتھ تیر اور نیزے نہیں لائیں گے، ان کے پاس صرف تلواریں ہوں گی جو نیاموں میں ہوں گی۔
4) جو مسلمان قریش کے قبضے چڑھ جائے گا، اسے واپس نہیں کیا جائے گا لیکن قریش کا جو آدمی مسلمانوں کے قبضے میں آ جائے گا، اسے واپس کرنا ہوگا۔

یہ شرائط ایسی تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانبازوں کے لئے ناقابل قبول تھیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء پر وہ خاموش رہے۔ اس صلح نامہ میں بڑی حکمتیں پوشیدہ تھیں جو عام فہم میں نہیں آ سکتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے "فتح مبین" کا نام دیا۔ اس صلح نامہ میں قریش نے مسلمانوں کو ایک مستقل قوم کی حیثیت سے پہلی بار تسلیم کیا تھا۔ اس طرح وہ یہود کی سازشوں سے تحریری طور پر الگ ہو گئے تھے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی جانب سے اطمینان کر کے یہود کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائی۔

صلح حدیبیہ سے واپسی پر حضورؐ نے مدینہ منورہ میں بیس دن قیام فرمایا اور پھر اپنے صحابہؓ کے ساتھ خیبر کی جانب روانہ ہوئے جنہوں نے صلح حدیبیہ میں حصہ لیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جیش اسلام کے ہاتھوں میں پرچم تھے، ایک پرچم تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اوڑھنی کا بنایا گیا تھا جسے حضرت علیؓ اٹھائے ہوئے تھے۔ جانثارانِ اسلام یہ ترانہ گاتے ہوئے بڑھے:

"اے اللہ، تیرے دین کے بغیر ہمیں ہدایت نہ ملتی۔
ہماری جانیں تیرے نام پر قربان، ہماری خطائیں معاف،
فرما دے ہمیں تسکینِ قلب عطا فرما اور ہمیں ثابت قدم
رکھ۔ ظالموں نے فتنے بپا کر دیئے ہیں۔ ہم ان سے
ڈرنے والے نہیں۔ اے اللہ! ہمیں اپنی بخشش عطا فرما۔"

یہود خیبر اس فوج کے پہنچنے سے پہلے پہلے خبردار ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنے قلعے محفوظ کیے اور جنگ کی تیاری مکمل کی۔ خیبر میں ان کے سات قلعے تھے۔ پہلا قلعہ ناعم جب فتح ہو گیا تو سب دوسرے مضبوط قلعے قموص میں جمع ہو گئے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ہراول دستے کا حکم دے کر ان کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔ حضرت علیؓ نے قموص کے یہودی سردار مرحب کو قتل کر دیا تو یہودی گروہ میں کھلبلی مچ گئی اور اس طرح یہ مہم بھی کامیاب ہو گئی۔ قموص کی فتح کے ساتھ ہی یہودیوں کی کمر ٹوٹ گئی اور یکے بعد دیگرے باقی یہودی قلعہ جات بھی فتح ہو گئے۔

اس موقع پر ایک یہودن زینب بنت الحرث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔ ابن اسحاق کے بقول: "اس نے ایک دنبہ ذبح کیا اور اسے بھونے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا حصہ پسند فرمائیں گے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے بازو کا گوشت زیادہ مرغوب ہے۔ چنانچہ اس نے سارے دُنبے پر زہر چھڑکا اور بازو کو خصوصاً زہر آلود کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لقمہ دہن مبارک میں لیا، لیکن اُسے نگلا نہ تھا کہ فرمایا: "یہ ہڈی مجھ سے کہتی ہے کہ اسے زہر آلود کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اُگل دیا۔ حضرت بشر بن البراء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک نوالہ لیا تھا لیکن وہ اسے نگل گئے اور شہید ہو گئے۔

اپنی آخری علالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس ام بشرؓ آئی تھی اور میں نے اُن سے کہا:

"اے ام بشر! مجھے اس گوشت کی وجہ سے، جو میں نے خیبر میں چبایا تھا شدید درد لاحق ہے، اسی گوشت سے تیرا بھائی شہید ہوا تھا"

چنانچہ اس روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس زہر سے ہوا، جو اس یہودن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر میں ایک دعوت کے موقع پر دیا تھا (واللہ اعلم بالصواب)

خیبر کی ان شکستوں کے بعد یہودی بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے اور آدھی بٹائی پر مسلمانوں کے لئے کھیتی باڑی کر کے خیبر ہی مقیم رہنے کی درخواست کی، جو منظور کر لی گئی۔ اس جنگ نے مسلمانوں کی دھاک بٹھا دی اور یہود کی طاقت اقتدار اور سازشوں کا خاتمہ کر دیا۔ چنانچہ

سرزمین حجاز میں وہ دوبارہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہے۔ اب ان میں مسلمانوں کے سامنے آ کر لڑنے یا اسلام کی صداقت کو ناکام کرنے کی سکت باقی نہ رہی۔ تجارت میں بھی وہ اہل مدینہ کے سامنے گرد ہو کر رہ گئے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ کے وصال کے بعد جب مہاجرین اور انصار کے مابین جانشینی کے مسئلہ نے سنگین صورت حال پیدا کر لی تھی تو تاریخ میں یہود کے کسی ردعمل کا کوئی ذکر نہیں۔ البتہ شام کے عرب قبائل جنہوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور رومی سلطنت کے صوبیدار کی حیثیت کے باوجود "بادشاہ" کا لقب اختیار کئے ہوئے تھے۔ مشرکین عرب کی طرح اسلام کے دشمن بن کر اٹھے۔

6ھ میں جب رسول پاکؐ نے قیصر روم کو دعوت اسلام کا خط تحریر فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت وحیہ کلبیؓ کو واپسی پر انہی شامی عربوں نے لوٹ لیا تھا۔ اسی طرح بصریٰ کے حاکم عمر بن شرجبیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت حارثؓ بن عمیر کو شہید کرا دیا۔ حضورؐ نے 8ھ میں ان کی سرزنش کے لئے لشکر کشی فرمائی اور موتہ کے مقام پر انہیں نابود فرمایا۔

6ھ میں رومیوں نے مدینہ منورہ پر حملے کی تیاریاں کیں۔ حضورؐ نے جواباً پیش قدمی فرما کر تبوک میں اپنی فوج کی رہبری فرمائی تو رومیوں کو جنگ کا حوصلہ نہ ہوا۔ 11ھ میں حضورؐ نے حضرت اسامہؓ بن زید کو شام پر حملہ کرنے کے لئے فوج کا سردار بنا کر بھیجا لیکن ان کی روانگی سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

اس موقع پر نبوت کے تین جھوٹے دعوے دار کھڑے ہو گئے۔ یمن میں اسود عنسی، یمامہ میں مسیلمہ کذاب، اور نجد میں طلیحہ۔ اسود عنسی کا خاتمہ تو جلد ہی ہو گیا لیکن مسیلمہ اور طلیحہ کا فتنہ بڑھتا رہا۔ مسیلمہ کے قبیلے کی تعداد چالیس ہزار سے متجاوز تھی۔ طلیحہ کا اثر بڑھتا دیکھ کر مدینہ منورہ کے نواح کے باغی قبائل اس سے ملنے شروع ہو گئے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نامساعد حالات کے باوجود ان کی سرکوبی فرما کر انہیں کیفر کردار تک پہنچایا۔ ان تمام بغاوتوں اور مفسدہ پردازیوں کی پشت پر بھی یہودی شیطنت کا کوئی اندازہ عیاں نہیں تاہم یہود کی ذہنیت کے پیش نظر اس صورت حال میں کہ وہ فوجی کارروائی سے قاصر اور مالی اعتبار سے شکست خوردہ تھے، ان کی موجودگی کا احساس بار بار ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ایسا کرم حضور اور ان کے غلاموں کا مقدر تھا کہ وہ جدھر کا رخ کرتے تائید ایزدی ان پر سایہ فگن ہوتی اور فتح و نصرت ان کے قدم چومتی۔ عہد فاروقی میں جب مسلمان مجاہدین شام کی طرف جاتے تو راستہ میں خیبر بھی ایک پڑاؤ تھا۔ یہودی

ان موقعوں پر مجاہدین پر پانی بند کر دیتے اور ان کے خیمے جلا دیتے۔ بالآخر حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کو خیبر سے باہر نکال دیا اور شام کا راستہ محفوظ ہو گیا۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ 635ء میں دمشق، 636ء میں انطاکیہ، 638ء میں یروشلم اور 640ء میں سارا ملک شام مسلمانوں کے زیر نگیں تھا۔ 641ء تک ایران اور مصر پر بھی اسلامی پرچم لہرانے لگے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے دور میں بھی یہودی سرگرم تھے۔ مشہور مصری مورخ محمد حسین ہیکل نے اپنی تصنیف "عمر فاروق اعظمؓ" میں عباس محمود العقاد کی اس رائے سے اتفاق کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت کی سازش کعب الاحبار نامی یہودی نے کی تھی۔

عہد عثمانی میں وہ مسلمان جو اللہ کی رضا جوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر اپنی جان و مال کو نثار کرنا ہی حیات سمجھتے تھے، باہمی خلفشار کا شکار کیسے ہوئے؟ مہاجرین و انصار، قریش و بدو، بنو ہاشم اور بنو امیہ یعنی حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان نفاق کے بیج کس نے بوئے، کس نے پھوٹ ڈالی۔ اس تمام کی پشت پر ایک ہی نام ابھرتا ہے یعنی عبداللہ بن سبا۔ ایک یہودی جس نے منافقانہ طور پر اسلام قبول کیا۔ 32ھ میں اس یہودی نے حضرت علیؓ کی نام نہاد حمایت میں ایک فتنے کا بیج بویا۔ اس کا کہنا تھا کہ حضورؐ عنقریب دوبارہ ظہور فرمائیں گے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کے حقیقی جانشین ہیں۔ حضرت عثمانؓ غاصب ہیں اور ان کے مقرر کردہ گورنر کافر ہیں۔ پتا لگ گیا کہ وہ بصرہ میں نہ ٹھہر سکا۔ وہاں سے بھاگا تو اس نے کوفہ میں شعلہ بھڑکایا، وہاں سے نکالا گیا تو مصر پہنچا، جہاں آخر کار کچھ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے عراق کے باغیوں کی کمک بھی انہیں مہیا ہوئی اور یہ سب مدینہ پہنچ کر حضرت عثمانؓ سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کرنے لگے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ "خلافت سے استعفیٰ ناممکن ہے" جس پر اس گروہ نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور آپ کو گھر کے اندر داخل ہو کر شہید کر دیا۔

اس دردناک واقعہ نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ عبداللہ بن سبا کی عیاری ایک طرف حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا سبب بنی تو دوسری طرف حضرت علی المرتضیٰ کے مختصر دور حکومت کو باہمی جنگ و جدال کا گڑھ بنا گئی۔ یہی لوگ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منافقت کر کے فتنہ انگیز ہو گئے اور انہی کے ایک نمائندے نے مولائے کائنات کو مسجد کوفہ میں شہید کیا اور انہی واقعات کی بنیاد پر اسلامی جمہوریت کی جگہ شہنشاہیت کی ایسی عمارت تعمیر کی جسے نواسۂ رسول حضرت امام حسینؓ اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لہو سے بھی منہدم نہ کر سکے۔ عبداللہ بن سبا 30ھ میں قتل ہوا۔ مرنے سے

پہلے اس نے کہا کہ "میری روح آسمان کو چھو کر لوٹے گی، وہ بادلوں میں نظر آئے گی، اُن کی گرج مُنا سنائی دے گی اور بجلیاں اس کا راستہ صاف کریں گی"

اگر چہ اس منافق کے یہ جملے محض لفاظی ہیں لیکن اس میں کلام نہیں کہ اس نے اسلام کی اصل روح نکال کر ہوس و اقتدار مسلمانوں کی نگاہوں کا مرکز بنا دیا اور وہ مبارک ہاتھ جو اسلام کی بنیادوں پر ذوق و شوق، جذب و مستی اور عشق و ایمان کی ایسی عمارت تعمیر کر رہے تھے جس میں ابدا لاباد تک رخنہ نہ آتا، ایک یہودی فتنہ گر کی شرارت اور مفسدہ پردازی سے باہمی خلفشار میں مبتلا ہو گئے۔ اسلام فرقہ بندیوں میں جکڑا گیا، بھائی سے بھائی جدا ہو گیا، اللہ کی بندگی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر حب دنیا غالب آ گئی تو مسند رسول پر وہ لوگ آ بیٹھے جن کی شان و شکوہ، ہوس و اقتدار اور جاہ پرستی و عیاشی آج بھی زبان زد خلائق ہے۔ دین کھوکھلا ہو گیا اور عمل برائے نام رہ گیا۔ مسلمانوں کی یہ صورت حال عیار یہودیوں کا مقصود حیات تھی جس کا انہوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

قلب مسلم میں یہودی خنجر کیسے اترا؟

تاریخ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جب بھی یہودیوں کو سکون نصیب ہوا ان کی رگ شیطانیت پھڑ کنے لگی۔ بغداد میں انہیں برابر کے حقوق حاصل تھے، انہوں نے اسلام کے بنیادی عقائد میں تشکیک لگا کر اسے جڑ سے اکھیڑنا چاہا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ اس دین مبین کا محافظ خود خدا ہے بزرگ و برتر ہے تو انہوں نے اپنی توجہ کا مرکز اپنے محسنین یعنی عباسی حکمرانوں کو بنایا اور ان کی دنیا و عافیت ہر دو کو تاریک کرنے کی سازشیں شروع کر دیں۔ روم نے انہیں پناہ دی تو اس عظیم سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس پر عیسائیت کی چھاپ لگا دی۔ سپین میں انہیں عروج اور خوشحالی حاصل ہوئی یہاں تک ان کے پیرو کار وزیراعظم کے مقتدر عہدے تک پہنچے تو انہوں نے سپین سے اسلام کو برطرف کر کے مسلمانوں کا قتل عام کروا دیا۔ فرانس میں انقلاب برپا کروا کر انہوں نے اپنے لئے شہری حقوق اور بادشاہت کے لئے تختہ دار حاصل کیا۔ روس میں اقتدار، اور زار کے تمام خاندان کے لئے موت کا پروانہ صادر فرمایا۔

یہ برادران یوسفؑ، یہ فرزندان یعقوبؑ، بھائی کے دشمن، باپ کو رُلا رُلا کر اندھا کرنے والے، اب یورپ اور امریکہ کی قسمتوں کے مالک تھے۔ اب عیسائیت بھی ان کا کچھ نہ بگاڑ سکتی تھی۔ یورپ کو اپاہج اور بے ضرر بنا کر "ویٹیکان" کی بُرجی میں بند کر دیا گیا تھا۔ دو ہزار برس کے بعد انہیں فلسطین پر اپنا تسلط قائم کرنے کا خیال آیا کہ اس مرکز پر دنیا ان کی گود میں پکے ہوئے انگور کے خوشے کی طرح گر سکتی تھی۔

موسیٰ ہیکس نے جس یہودیت کو صیہونیت کی راہ دکھائی تھی اس کی فکر کے دھارے بل کر فلسطین کی طرف بہنے لگے۔ اس سلسلے میں کئی کتابیں لکھی گئیں۔ آسٹریا، روس، جرمنی ہر جگہ یہودی مفکرین اپنی یہودی ریاست قائم کرنے کے سلسلے میں پروپیگنڈہ کرنے لگے۔ یہ لوگ جو دو ہزار برس سے یورپ کو لوٹ کر کھا رہے تھے، یورپی فکر کو پستی کی طرف دھکیل رہے تھے۔ کسی زمانے

میں بھی یورپ کے نہ ہو سکے۔ وہ اپنے ماحول سے متاثر بھی ہوئے، تباہ و برباد بھی ہوئے لیکن نسل بعد نسل، عہد بہ عہد ان کو ایک ہی دھن کھائے جاتی رہی کہ وہ فلسطین میں اپنا جھنڈا گاڑ دیں گے۔

ایک تو اس لئے کہ وہ دوسروں کو یہودی بنا کر یہودیت کو اتنا عام کرنا نہیں چاہتے تھے کہ وہ کسی ملک کا سرکاری مذہب بن سکے۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان کے نزدیک یہودیت، یہوا کا انعام خاص تھی جس کا سزاوار ہر شخص نہیں ہو سکتا تھا کہ یہودیت ماں کے دودھ کے ساتھ خون میں شامل ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ جو اس کے عقائد کو تسلیم بھی کر لے، اس مذہب کا پیروکار نہیں بن سکتا۔ یوں دیکھا جائے تو یہ قوم بذاتِ خود انسانیت کے خلاف سازش کی حیثیت رکھتی ہے کہ اس کا موقف ہی دوسروں کو غلام بنانا ہے۔ اس سازش کے ساتھ ساتھ انہوں نے کئی خفیہ تحریکوں سے دوسروں کے مذاہب اور عقائد کو تباہ کرنے کا بیڑہ اٹھا رکھا تھا جن میں فری میسن (Free Mason) کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس میں جو لوگ شریک ہوئے انہیں حلف اٹھانا پڑتا۔ بڑی بڑی آزمائشوں کے بعد انہیں اگلے مراتب ملتے، اعلیٰ عہدوں پر فائز کئے جاتے اور اگر ان میں کوئی راز فاش کرنے کی جرأت کرتا تو اسے نہایت پُر اسرار طریقے پر ٹھکانے لگا دیا جاتا تاکہ دوسروں کو بھی عبرت حاصل ہو۔ یہ تحریک انیسویں اور بیسویں صدی میں حسن بن صباح کی "حشیشین" سے کمتر نہیں لیکن کمال یہ ہے کہ اسے دنیا کے ہر بڑے شہر کے دل میں جگہ حاصل ہے اور دنیا کی کوئی حکومت اسے ختم کرنے کی جرأت نہیں کر سکی۔

سازشوں کے وسیع جال بچھنے کے بعد اب وہ فلسطین میں مرکزی حیثیت سے مستقل ہونا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں 1887ء میں روسی یہودیوں نے فدائین صیہون Lovers of Zion کے نام سے ایک پارٹی کی بنیاد رکھی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس سے چھ برس پیشتر زار الیگزنڈر ثانی کے قتل کا الزام انہی پر لگا تھا اور روس میں ان کی جو درگت بنی تھی اس کے بعد سے ان کی جمعیت بھی پارہ پارہ ہو چکی تھی اور ان کی اکثریت بھی روس سے بھاگ کر امریکہ اور مغربی یورپ کے شہروں میں پناہ لے چکی تھی۔ یہ بدہ دلیری اس قوم کی ہے کہ فرار کو قبول کرنے کے بجائے اپنے مستقبل کا تصور سامنے رکھ کر "فدائین صیہون" کا نعرہ لگایا۔ بعض روسی یہودی فلسطین جا پہنچے اور انہوں نے ظاہر یہ کیا کہ وہ یروشلم میں زمین خریدنے اور مکان بنانے کے لئے خلافت عثمانیہ سے اجازت چاہتی۔ اجازت کے اس پروانے کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے رشوت اور

سازش دونوں سے کام لیا لیکن ان تمام سہولتوں کے باوجود ترکی حکومت نے یہودی اور عیسائی زائرین کو دس روز کی مہلت دے رکھی تھی، انہیں فلسطین میں آبادکاری کی اجازت نہ تھی۔ ویانا کے ایک یہودی فلسفی اور صحافی تھیوڈور ہرزل نے فرانس میں یہودیوں کے خلاف عوام کے مظاہرے دیکھ کر یہ فیصلہ کیا کہ جب تک یہودیوں کو اپنا وطن نہیں ملتا، انہیں سکون نصیب نہیں ہو سکتا۔ فرانس میں ایک یہودی کپتان ڈریفس کے خلاف سخت غم و غصہ پایا جاتا تھا کیونکہ اس نے حکومت کے راز بیچ دیئے تھے جو کسی خوددار قوم کو قابل قبول نہیں ہو سکتا لیکن ہرزل یہود کے اس مقولہ پر کاربند تھا۔

"اپنے مقصود کو حاصل کرنے کے لئے ہر حربہ جائز ہے۔ زر۔ زن۔ زمین۔ رشوت۔ شراب۔ فحاشی۔ یہ کام نہ کریں تو قتل۔"

چنانچہ ہرزل نے "یہودی ریاست" کے نام سے 1897ء میں ایک کتاب لکھی اسے کئی روسی پناہ گزین ہم خیال ملے جن سے مل کر اس نے اسی سال باسل میں یہودی ایک کانفرنس بلائی جس میں یہودی مورخ، ربی، باغی، سوشلسٹ، نیشنلسٹ، طلباء، مزدور، تاجر غرضیکہ ہر طبقے کے دو سو نمائندے شامل ہوئے اور انہوں نے طے کیا کہ یہودی قوم کے لئے فلسطین میں وطن حاصل کیا جائے اور اس کے لئے قانونی وسائل استعمال کئے جائیں۔

ہرزل کے خیال کے مطابق ساری دنیا کے یہود کو اس کے لئے کام کرنا چاہیے، فضا ہموار کرنی چاہیے اور ترکی حکومت سے اس کی اجازت لے کر فلسطین میں یہودی آبادکاری کا سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ فلسطین میں 1838ء سے ایک برطانوی کونسل موجود تھا چنانچہ انہوں نے انگریزوں کو ساتھ ملانے کی سازش کی اور مشہور یہودی ڈاکٹر ویزمن کے ذریعے 1901ء میں یہودی قومی فنڈ قائم کر کے سازش، رشوت اور عملی اقدامات کے لئے تیاری شروع کر دی۔ 1902ء میں ہرزل نے ترکی کے سلطان عبدالحمید سے فلسطین میں "اسرائیلی ریاست" کے لئے ساز باز کرنا چاہی اور اس سلسلے میں دولت اور لالچ کے تمام ہتھیار استعمال کئے لیکن ترکوں نے قسطنطنیہ میں یہود کو اختیارات دے کر جو دکھ اٹھائے تھے اور وہاں ان کی سازشوں نے جو گل کھلائے تھے اس کے پیش نظر سلطان ان کی حقیقت خوب سمجھتا تھا لہٰذا اس نے یہ سودا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

1902ء میں عربوں اور ترکوں میں جنگ چھڑ گئی، اسی سال شاہ سعود نے ریاض فتح کر لیا۔ انگریز شاطر ایک عرصہ سے ترکی کو "مرد بیمار" سمجھ کر ختم کرنے پر تلا بیٹھا تھا۔ اس نے

لارنس آف عربیا Lawrence of Arabia جیسے عیار کو آگے کیا تا کہ خلافت عثمانیہ کو ختم کر کے مسلمانوں کی مرکزیت اور جمعیت کو منتشر کر دے۔ انگریز شاہ سعود کی پشت پناہی کرتے رہے یہود ان کے پیچھے اس آس پر لگے رہے کہ ترکوں کی شکست کے بعد فلسطین انہیں مل جائے گا۔ یہ صورت حال تھی کہ پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی۔

پہلی جنگ عظیم نے یہود کو سوچ میں ڈال دیا کہ وہ کس کا ساتھ دیں، وہ ترکی، برطانیہ، جرمنی، فرانس، روس، غرضیکہ ہر ملک میں موجود تھے لیکن اپنے ہی مفادات کے وفادار تھے، انہیں کسی ملک سے ہمدردی یا فتح و شکست سے کوئی سروکار نہ تھا اور اپنی عیاری اور مکاری پر فخر تھا چنانچہ جہاں "روتھس چائلڈ" نے جرمنی اور برطانیہ دونوں کو قرضے دے کر اپنا خیر خواہ بنا لیا تھا وہاں یہودیوں نے برطانیہ کو جرمنی کے فوجی راز مہیا کرنے کا یقین دلایا اور اس طرح ان سے عہد کر لیا کہ جنگ کے بعد وہ انہیں فلسطین میں اپنی ریاست قائم کرنے میں مدد دیں گے۔ اس سلسلے میں لارڈ بالفور نے روتھس چائلڈ کو خط لکھا جس کا متن مندرجہ ذیل ہے:

دفتر خارجہ

۲ نومبر ۱۹۱۷ء

ڈیئر لارڈ روتھس چائلڈ،

میں ہز مجیسٹی کی حکومت کی طرف سے یہودی صیہونیت کے تقاضوں سے ہمدردی کا اعلان آپ کو پہنچاتے ہوئے بڑی خوشی محسوس کرتا ہوں جسے کابینہ کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کی تائید بھی حاصل کی گئی۔

ہز مجیسٹی کی حکومت فلسطین میں یہودی قوم کے "قومی وطن" کے قیام کو حمایت کی نظر سے دیکھتی ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سہولتیں بہم پہنچانے کی انتہائی کوشش کرے گی۔ یہ بات واضح طور پر تسلیم کر لی گئی ہے کہ فلسطین میں موجود غیر یہودی قوموں کے شہری اور مذہبی حقوق کو متاثر کرنے کے لئے یا یہودیوں کے ان حقوق اور سیاسی حیثیت کے خلاف جو انہیں دوسرے ملکوں میں حاصل ہیں، کوئی اقدام نہیں کیا جائے گا۔ ممنون ہوں گا اگر آپ اس اعلان کو صیہونی فیڈریشن کے علم میں لے آئیں۔

آپ کا مخلص

آرتھر جیمس بالفور

یہ خط 1917ء کے نومبر میں لکھا گیا، اس سے دو سال قبل یعنی 1915ء میں انگریزوں نے اسی قسم کا معاہدہ شریف مکہ سے بھی کیا۔ اس وقت کے برطانوی سفیر سر میکری مکموہن نے امیر مکہ شریف حسین کو خط لکھ کر یقین دلایا تھا کہ فلسطین کو سعودی عرب میں شامل کیا جائے گا۔ شریف حسین نے فلسطین کے علاوہ شام اور میسوپوٹامیہ (عراق عرب) کو بھی عرب میں شامل کرنے کا مطالبہ کیا تھا تا کہ بحیرہ قلزم کو مغربی سرحد کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔

عربوں کا کہنا یہ تھا کہ سر مکموہن نے اُن کے اس مطالبے کو اس معمولی اختلاف کے ساتھ قبول کر لیا تھا کہ دمشق، حمص اور علی پور کے اضلاع اس معاہدے سے خارج سمجھے جائیں گے۔ انگریزوں نے حسب معمول اپنی سیاسی قلابازیوں سے اس اسکیم میں فلسطین کو بھی شامل کر لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہی گھوڑے کو دو خریداروں کے پاس بیچا اور خود کو مصیبت میں ڈال لیا۔ اب عرب اور یہود دونوں فلسطین کے لئے جھگڑنے لگے اور یہ خطہ حقیقی معنوں میں "ارض موعود" بن کر رہ گیا۔

جنگ عظیم اول کے خاتمے نے خلافت عثمانیہ کا کانٹا یورپی طاقتوں کے دل سے نکال دیا۔ کمال اتاترک نے اگرچہ ترکی کو سنبھال لیا لیکن امید کی وہ کرن بھی غروب ہو گئی جس کے سبب مسلمان خود کو ایک لڑی میں سمجھتے تھے اور وہ عظیم وحدت جس کا ادنیٰ سا سہارا خلافت عثمانیہ نے مہیا کیا تھا، ختم ہو گئی۔ یہود نے بالفور کے اعلان کا خیر مقدم کیا اور امریکہ کو برطانیہ کی حمایت پر اکسا کر میدان جنگ میں لا کھڑا کیا۔ ترکی اور جرمنی کے راز اتحادیوں کو بہم پہنچائے، یہودی رہنما ڈاکٹر ویزمین نے بارود میں ایک کیمیاوی عنصر دریافت کر کے انگریزوں کے حوالے کیا جسے اُن کی خوشنودی حاصل کرنے میں بڑا دخل ہے۔ برطانیہ کو یہود کے اس تعاون کا بھرپور حق ادا کرنا تھا لیکن عربوں نے ترکوں کو اپنے علاقوں سے نکالنے کے لئے جو خون دیا تھا برطانیہ کے لئے اس کی قیمت ادا کرنا بھی ضروری تھا۔ انہوں نے عرب، ترک منافرت کا زہر گھول کر مسلمانوں کے حصے بخرے کئے اور عربوں سے کئے گئے اپنے وعدوں سے روگردانی کر کے اتحادی فرانس کو شام کا ساحلی علاقہ اور عراق و فلسطین کو برطانیہ کے زیر اثر رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلے کو روس کی تائید بھی حاصل تھی جس پر لینن کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اس معاہدے کی رو سے یہ بھی طے پا گیا کہ فلسطین کے ان علاقوں کو بین الاقوامی انتظامیہ کی تحویل میں دے دیا جائے، جن میں مقامات مقدسہ شامل تھے۔

1917ء میں ویزمین صیہونی تحریک کا مسلمہ رہنما بن چکا تھا۔ اس نے "آر ڈی ایکس بم" بنا کر برطانیہ پر بڑا احسان کیا تھا۔ 1917ء میں جب انگریزوں نے جنرل ایلن بی کی قیادت میں فلسطین کو فتح کر لیا تو وہ بھاگ کر یروشلم پہنچا تا کہ جنگ ختم ہوتے ہی بالفور کے وعدے کو عملی جامہ پہنایا جا سکے۔ اس نے شریف مکہ کے فرزند امیر فیصل سے بات چیت کی اور انہیں سبز باغ دکھا کر فضا سازگار بنانا چاہی لیکن اسے کوئی نمایاں کامیابی نہ حاصل ہو سکی۔ ملک کے عرب عوام بالفور کے لکھے پر مہر تائید ثبت کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ انگریزوں نے شرارت یہ کی کہ فلسطین کی کل آبادی سات لاکھ تھی جس کی بھاری اکثریت عربوں پر مشتمل تھی۔ صیہونی ہائی کمشنر نے یہودی آباد کاری کرنا چاہی تو صیہونی تحریک بارہ ہزار یہودی کاشت کاروں کو صحرا میں لے جا سکی۔ وہ یہود جو برطانیہ، جرمنی، فرانس، روس اور دوسرے متمدن ممالک میں رہتے آئے تھے جب اس تپتے دوزخ میں پہنچے تو ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، وہ جنت کہاں، کہاں ہیں دودھ اور شہد کی نہریں، تو اُن کے ربی انہیں دلاسا دیتے، وہ انہیں "آتی" پی گئے۔ مسلمان اور عیسائی، یہوا نے ان نہروں کو دنیا سے اٹھا لیا کہ میرے منتخب لوگ جب دوبارہ آباد ہوں گے تو میں انہیں نوازدوں گا اور حیرت زدہ یہود جلتے ہوئے ہونٹوں پر خشک زبان پھیر کر رہ جاتے۔ انہیں راتوں کو مچھر کاٹتے، ان کے اپنے سفاردی بھائی انہیں منہ نہ لگاتے، انہیں بے دین اور دہریہ سمجھتے۔ یہ لوگ جو نئی تہذیب کے دلدادہ ہیں جو مچھروں کی شکایت کرتے ہیں، یہوا کی سرزمین کے مچھروں کی۔ اگر روتھس چائلڈ ان آباد کار یہودیوں کی دستگیری نہ کرتا تو یہ یہودی فلسطین میں زندہ رہنے کی بجائے یورپ میں اپنی معیت مرگ گوارا کر لیتے۔ انہوں نے انگور کی کاشت کر کے شراب سازی شروع کر دی اور ام الخبائث کے وسیلے سے اس مقدس ماحول کو عیش و عشرت کا گڑھ بنا دیا۔

1917ء میں بالشویک انقلاب نے روس کی زمام اختیار لینن اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ اس اختیار کے باعث جہاں امریکہ نے فلسطینی یہودیوں کی اعانت کے لیے امریکی یہودی متحدہ تقسیم کمیٹی:

AME RICAN JEWISH DISTRIBUTION COMMISSION

قائم کر دی اور لاکھوں بے گھر اور بے سر و سامان یہودیوں کو مالی اور مادی مدد پہنچائی، وہاں روسیوں نے دو کمپنیاں بنا دیں۔ ایک تنظیم حفظان صحت O.S.E اور دوسری صنعت کاروں کی ترتیب دی ہوئی O.R.T یہ "یہود اندیشی" اس ملک کی طرف سے ہو رہی تھی جسے کسی مذہب سے

کوئی دلچسپی نہ تھی اور جو سرمایہ داروں کا بدترین دشمن کہلاتا ہے لیکن بالفور کی دستاویز پر عمل کرانے کی جدوجہد ابھی باقی تھی کہ مغربی یورپ میں ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ یہودی ایک عظیم سازش پکڑی گئی۔ ایک قرارداد جس نے سارے یورپ کو ہلا دیا۔

PROTOCOLS OF THE ELDERS OF ZION

زار روس کی لائبریری سے ایک ایسی دستاویز ملی جس میں یہود کے وہ منصوبے درج تھے جو انہوں نے دنیا کو اپنا غلام بنانے کے سلسلے میں تیار کیے تھے۔ روسی یہودیوں نے زار الیگزینڈر دوم کو ٹھکانے لگایا۔ اس کے بعد ان کے حوصلے تو بڑھ گئے لیکن ماحول ناسازگار تر ہو گیا۔ فرانس میں ڈریفس کی غداری نے یہودیوں کے لیے مصیبت کھڑی کر دی۔ جرمنی میں بھی ان کو کھل کھیلنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ باسلے کانفرنس میں "یہودی ریاست" کے مصنف تھیوڈر ہرزل کے زیر قیادت ایک مسودہ تیار کیا گیا جس کی رو سے یہود کا آئندہ لائحہ عمل مرتب کیا گیا جس کی اہم قراردادیں حسب ذیل ہیں:

۱) یہود یورپی ممالک اور امریکہ میں بدستور تجارت اور صنعت و حرفت پر چھائے رہیں اور اپنے مادی وسائل کو پھیلاتے چلے جائیں، جہاں تک کہ انہیں اپنے اپنے ملک کے بنکوں اور سرمایہ پر پورا قبضہ حاصل ہو جائے۔

۲) جب فلسطین میں یہودی ریاست قائم ہو جائے تو بین الاقوامی یہود اس کی اعانت کے لیے روپیہ اور طاقت کا پورا پورا استعمال کریں۔

۳) یہود چونکہ دولت مند ہیں اور اس لیے بارسوخ بھی ہیں، چنانچہ وہ نہایت آسانی سے اپنے اپنے ملکوں کی حکومتوں پر یہودی ریاست کے قیام کے لیے دباؤ ڈال سکتے ہیں۔ انہیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے تا کہ یہ قیام جلد از جلد عمل میں لایا جا سکے۔

۴) یہودی ریاست کو فلسطین تک محدود نہ رکھا جائے اور اسے لازمی طور پر یہوا کے حکم کے مطابق پھیلایا جائے۔

۵) یورپی ممالک اور امریکہ کے تمام کروڑ پتی اُمیوں اور حکومتوں کو جو تجارت اور تیل پر قابض ہیں، اپنے مصرف کے لیے استعمال کیا جائے اور مستقل عیاری و چالبازی سے انہیں ذلیل و بدنام کر کے اپنے جال میں لایا جائے۔

"پروٹوکول" کا مطالعہ بے حد دلچسپ اور حیرت انگیز حد تک چشم کشا ہے اور ۱۹۱۸ء میں

اس کے افشا نے سارے یورپ میں آگ لگا دی لیکن یہود نے مسلسل اصرار کیا کہ اس کا وجود ان کی ذات پر سراسر بہتان ہے۔ انہوں نے عالمی انصاف کو پکار پکار کر اپنی بے گناہی اور نیک نیتی کی داد چاہی۔ اس سلسلے میں کہا گیا کہ انگریز چند روم کی موت کا الزام ان کے سر پر تھوپنے کے لیے بے کس حضرت "پروٹوکول" تصنیف کیے گئے اور یہود کے نام منڈھ دیئے گئے۔ ان کی نقول نکولس دوم کو بھی پہنچائی گئی جو 1894ء میں تخت نشین ہوا۔ اس سے پہلے ایک یہودی جیکب بریفمن نے جو یہودیت سے تائب ہو کر عیسائی ہو گیا تھا اور 1858ء میں آرتھوڈاکس سیمناری میں عبرانی زبان کا استاد مقرر ہوا تھا، یہ ثابت کیا کہ روس کے یہود سرکاری احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی قومی عدالت اور جماعت "کہل" کو خفیہ طور پر چلا رہے ہیں جس کا مقصود عیسائیت کی تخریب کر کے ساری دنیا میں یہودی حکومت قائم کرنا ہے۔ ان دستاویز اور پروٹوکول کی نقول بھی زار نکولس دوم کو ان کی بدنیتی اور تعصب کے خلاف ندا کساتی اور آخر کار اسے اس چشم پوشی کی بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ 1917ء میں اس کے بیوی بچوں کو اس کی آنکھوں کے سامنے قتل کیا گیا اور پھر اسے بھی گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔ زار روس کی یہ حالت زار خود اس امر کی گواہی دے رہی ہے کہ یہ "پروٹوکول" صداقت پر مبنی ہیں۔ یہودی کی تصنیف ہیں اور وہ اگر اپنی بے گناہی کے ثبوت میں آسمان کے تارے بھی توڑ لائیں تو ان کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ مشہور ادیب، صحافی اور مورخ ایچ۔ جی۔ ویلز H.G. WELLS اپنی تصنیف:

The Outlook for Homosapiens میں صفحہ 208 پر لکھتے ہیں:۔

"دنیا کی یہودی سے ٹکرانے والی تمام طاقتیں مل کر بھی ایک بری روایت کو اچھا نہیں بنا سکتیں، کسی شخص کو قتل کرنے یا اس پر ظلم کرنے سے ہم اسے مجرم ثابت نہیں کر سکتے لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس سلوک کی وجہ سے ہم اسے بے قصور بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ یہود کا اپنے بارے میں برگزیدہ قوم کا تصور بنیادی طور پر ایک یہودی نظریہ ہے اور یہ بنیادی یہودی نظریہ ہر قسم کے نیشنلزم کی طرح انسانیت کے اتحاد کے خلاف جرم عظیم ہے۔"

جہاں تک "پروٹوکول" کا تعلق ہے انہوں نے فلسطین کو اپنی سازشوں کا مرکز بنانے کے لیے اسرائیل کا نام دیا، امریکہ اور روس، دونوں کی معیشت، دونوں کی معاشرت اور دونوں کی معاشیات کا نظام اپنے ہاتھوں میں لیا۔ زار کو قتل کر کے اس کی حکومت پر اپنا گھناؤنا سایہ پھیلایا۔ عیسائیت کو روس

میں ختم کیا اور یورپ میں برائے نام حیثیت سے باقی رکھا۔ امریکہ میں اس کی حیثیت ایک روایت کی سی رہ گئی، یہاں تک عوام ایک دوسرے سے بآواز بلند یہ سوال کرتے ہیں۔

"کیا خداوند مر چکا ہے؟" اور اس سلسلے میں کتابیں اور رسالے یہودی کتاب گھروں سے درجنوں کی تعداد میں چھپ کر لوگوں کے دلوں میں چور داخل کر رہے ہیں۔ کیا آج کے نوجوان کی عالمگیر بغاوت کے پیچھے انہیں "پروٹوکولز" کا بھوت دکھائی نہیں دیتا کہ وہ اپنے ماضی سے کٹ کر اپنے مستقبل سے بے خبر ہو کر "ایل۔ ایس۔ ڈی" اور اسی قسم کے دوسرے زہر کھا کر، پی کر، جوان مرگی کا شکار ہو رہے ہیں۔ کیا وہ عالمگیر جنگیں اور مشرق و مغرب کی آویزش، سرمایہ دار یہود کے کارخانوں سے ڈھلے ہوئے خوفناک بموں کی خریداری کا نتیجہ نہیں، جن کے دھماکے سالہا سال سے ویت نام کے جوانوں کو کھاد بناتے رہے ہیں اور امریکی جوانوں کو اس کی بھٹی کا ایندھن بننے پر مجبور کرتے رہے ہیں اور اب عراق افغانستان میں امریکیوں کو چاٹ رہے ہیں۔ دنیا کا بیشتر سرمایہ توپوں، ٹینکوں اور بم سازی میں صرف ہوتا رہا ہے اور دنیا بھوک، ننگ، افلاس، بیکاری اور بیماری کی مصیبتوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ یہ سب تماشہ کون دکھا رہا ہے۔ اس سب کے پیچھے کس کی سازش کام کر رہی ہے۔ یہود کہتے ہیں پروٹوکولز جعلی ہیں۔ کیا واقعی وہ جعلی ہیں؟ لیکن فلسطین! اسرائیل!!! اس استفہام کا جواب کون دے گا؟

ایچ۔ جی۔ ویلز کی دور بین نگاہوں نے یہودیوں کے ناپاک منصوبوں اور سازشوں کو ان کی پر فریب معصومیت کے دبیز پردوں سے جھانک کر دیکھ لیا تھا لیکن وہ آئن سٹائن اور فرائڈ کو ان یہودیوں کی طرح کا یہودی نہ سمجھ سکا اور ان کی سازشوں کو علم محض کی تلاش جانتا رہا۔ اس کے باوجود ایک بات اس کی سمجھ میں نہ آئی۔ ایک یہودی مسٹر جوزف کاسٹین نے اپنی تصنیف "یہودی کی تاریخ اور مقدر" History and Destiny of the Jews قطعاً غیر متعصب آئن سٹائن کے نام ان الفاظ میں معنون کر دی، حالانکہ دونوں میں کوئی تطابق نہیں کہ:

"..........ہم کبھی مصر میں بھی تھے..........ہم نے ایک فرعون کو مجبور کیا کہ وہ ہمیں آزاد کر دے، ہم ان لوگوں کے تشدد سے بھی گزر جائیں گے جو ہمارے گرد و پیش ہیں"

ویلز اس جملے کی معنویت نہ جان سکا، وہ آئن سٹائن ہی کو نہیں سمجھ سکا، وہ اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ یہودی کا سچ بھی فریب ہے اور اس کی ذات بھی فریب کہ صدیوں کے تشدد نے انہیں سراسر فریب بنا دیا ہے کہ صدیوں سے ایک دائمی نتیجے کو مقصود ٹھہرا لینے کے بعد وہ اس کے حصول

کے لئے پاگل ہو چکے ہیں۔ اب انہیں محسوس ہو رہا ہے کہ ان کی منزل قریب ہے۔ اگر انہوں نے اس لمحے سے فائدہ نہ اٹھایا تو دو ہزار برس کی قربانیاں اکارت جائیں گی۔ ان واقعات، تاریخی شواہد اور نفسیاتی حقائق سے کون انکار کر سکتا ہے۔ تو یہ ہے وہ پس منظر جس میں ہمیں مسئلہ فلسطین کو دیکھنا ہے یعنی کیا اسے فلسطین پر غلبہ حاصل کرنے کا کوئی حق بھی ہے؟

1914ء میں یہود کو فلسطین میں عربوں کے مقابلے میں ایک اور آٹھ کی نسبت حاصل تھی۔ یورپ میں جب انہیں مار پڑتی تو وہ فلسطین کا رخ کرتے لیکن اس کے وحشت خیز صحراؤں اور بے آب و گیاہ زمینوں میں آباد ہوتے تو ان کا مذہبی جذبہ سرد پڑ جاتا اور جب کبھی انہیں خبر ملتی کہ جرمنی، اسپین، اٹلی، برطانیہ، پولینڈ، ترکی غرضیکہ یورپ کے کسی علاقے میں بھی یہود کو قدرے سکون کی زندگی میسر ہے تو وہ پھر بھاگ نکلتے اور یہوا کی موعود سرزمین سے فرار حاصل کرنے ہی میں عافیت سمجھتے۔ یورپ ان کی عیاری، دولت سے کھیلنے، لوگوں کی مذہبی عقائد کو کھلونا بنانے، ان کے سیاسی تصورات کو نئے نئے معانی پہنچانے اور حکومتوں کے تختے الٹنے کا میدان تھا۔ جہاں ان کا جی لگتا تھا اور فلسطین میں رکھا ہی کیا تھا۔ تلمود و توراۃ مسلسل پڑھتے رہنا پانی کی کمیابی کی وجہ سے گندے میلے چیتھڑے پہننا، بستیوں میں تنگدستی اور بیماریوں کی خطرناک تقسیم کی وجہ سے ایک دوسرے سے ڈرتے رہنا۔ چھوٹے چھوٹے مٹی کے گھروں میں بسنا جن میں کھٹملوں اور مچھروں کی بہتات، رات کو عذاب اور قیامت کی دھوپ دن کو دوزخ بنا دیتی۔ یہ مصیبت یورپ میں مستقل طور پر جان کے دھڑکے کی مصیبت سے زیادہ اذیت بخش تھی۔ فلسطین میں تو چین کا ایک لمحہ بھی نصیب نہ ہوتا۔ یہاں کی عورتیں، جو دھڑا دھڑ بچے جنتیں، ننگے مریل، بیمار، جاہل کمزور بچے، جن کا راتوں کو چیخنا، کھٹملوں اور مچھروں کا شکار ہو کر آسمان سر پر اٹھا لینا ناقابل برداشت تھا اور یورپ! یورپ میں یہود کی اس فلسطین کے قصے سن سن کر اور نسلوں کو سنا سنا کر وہ سحر آلود فضا بنتے کہ وہاں دلکش موسم، سریلی دھوپ، برستے بادل، چھلکتے آبشار، مخملیں مرغزار، گھنے جنگل اور گاتے ہوئے پرندے بھی اذیت ناک ہو جاتے۔ "نسبت" کی شاموں کو یہی یہود یورپ کی سہانی فضاؤں میں ڈوبتے ہوئے سورج سے رنگین سحابوں کے زیر اثرات کے تحت حضرت سلیمانؑ کا یہ گیت گاتے اور ان کی آنکھیں یروشلم کے غم میں بھیگ جاتیں:

"دیکھ! تو کتنا حسین ہے
میرے محبوب!

دیکھ! تو کتنا حسین ہی
تیری آنکھیں قمری کی سی ہیں
دیکھ! تو کتنا حسین ہے
میرے محبوب! ہاں، میرے دلکش محبوب،
ہمارے صحن میں سبزہ اُگا ہے،
ہمارے گھر کی چھت کے بالے صنوبر کے ہیں،
اور کڑیاں شاہ بلوط کی۔
اے لو، سرما ختم ہوا۔
بارش برسی اور گئی
زمین پھولوں سے لد گئی
گاتے پرندوں کا زمانہ آ گیا
ہمارے کھیتوں سے جھینگر کی آوازیں ابھریں
تیرے نوخیز اشجار کا باغیچہ اناروں کا ہے
ان کے ثمرات کتنے شیریں ہیں۔
الائچی، دارچینی، لوبان، کیوڑہ، عقشہ اور تمام مصالحے
باغات میں فوارے اچھلتے ہوئے،
زندہ پانیوں کے کنویں
اور لبنان سے آتی ہوئی بہتی ندیاں
جاگ! اے بادِ شمال، اور آ
جنوب کی سمت آ
میرے باغ سے ہو کر چل
کہ اس کی خوشبوئیں چھلک جائیں"

یہ گیت ان کے دلوں کو مقناطیسی قوت سے جکڑتے اور بار بار فلسطین پہنچنے کی دعوت دیتے اور جب، جب یہ کشش ناقابل برداشت ہو جاتی اور وہ ہزار دقت یروشلم کی یاترا کو نکلتے، راستے کی صعوبتیں اٹھاتے ہوئے فلسطین کی جھلستی ہوئی سرزمین پر پہنچتے تو ان کے خواب دھجیاں بن بن کر بکھر

جاتے، وہ سمجھتے تھے شاید فلسطین کے پہاڑوں میں اُن کے خوابوں کی جنت آسودہ ہے لیکن جب وہ ان خشک چٹیل پہاڑوں پر مارے مارے پھرتے۔ مقدس اُردن، کوہ سودیا، یروشلم میں ہیکل کا مقام، نبیوںؑ کے مزارات، صیہون کا پھاٹک اور حضرت سلیمانؑ کی مہر، یہ اور دوسرے مقدس مقامات بھی انہیں تسکین نہ پہنچا سکتے۔ اُن کی پیاس نہ بجھا سکتے کہ وہ تو کچھ اور دیکھنے آئے تھے۔

یروشلم بھکاریوں، کوڑھیوں، معذوروں، کنگلوں اور میلے کچیلے بچوں کی سرزمین۔ اس سے تو لندن کی تنگ و تاریک گلیاں اور تاریکی میں ڈوبے ہوئے چھوٹے چھوٹے ڈربے ہی بہتر تھے۔ اُن کا دل ڈوب جاتا۔ کہاں گئے وہ اناروں کے باغیچے، وہ بادِ شمالی، وہ برستے بادل، وہ لوبان، کیوڑے اور بنفشے کی خوشبوئیں، یہاں تو ایک دیوار ہے "دیوارِ گریہ" اور اُن کا مصنوعی رونا حقیقی ہو جاتا۔ نہیں، وہ اس مقدس سرزمین کو اپنے خوابوں کی جنت بنا کر رہیں گے۔ "یہوا جھوٹا ہو یہ ممکن ہی نہیں۔ حضرت سلیمانؑ کے گیت بادلوں سے برسیں گے۔ اگر یہاں بادل نہیں تو انہیں آنا پڑے گا۔ اگر بادِ شمال نہیں تو اسے چلنا پڑے گا کہ ہم یہود ہیں۔ یوسفؑ اور برادرانِ یوسفؑ کی اولاد، یعقوبؑ کو رُلا رُلا کر اندھا کر دینے والے بیٹے۔ نہیں، یہ ویرانی ہمیں دھوکا نہیں دے سکتی۔ ہم اسے یہود کا وطن بنائیں گے اور ان صحراؤں کو گلزار اُگلنے پر مجبور کریں گے کہ آخر ہمارے دادا ابراہیمؑ نے آگ کو گلزار بنایا تھا" اس فلسطین میں مسلمانوں، عیسائیوں، یورپیوں، شامیوں، ترکوں، قبطیوں، حبشوں اور عربوں کو دیکھ کر ان کی آنکھوں سے شعلے نکلتے۔ "یہ ہمارا وطن ہے۔ یہ ہماری سرزمین ہے"

شیکسپیئر نے یہود کی بے رحم صورت کو شائی لاک کی صورت میں دیکھا۔ یہ یہود آج بھی یہوا کی جان کو آنے کے لئے "دیوارِ گریہ" سے لپٹ کر اس وعدے کی تکمیل چاہتے ہیں جس سے اس نے مستقل طور پر انحراف کیا اور اب وہ غریب حکومت برطانیہ کا سر کھا رہے ہیں کہ اعلان بالفور کی روشن امیدوں کو پروان چڑھائے۔ انہیں اس سے غرض نہیں کہ برطانیہ متضاد معاہدوں میں جکڑا ہوا ہے۔ ان لوگوں کو، ان صیہونیوں کو باہمی خطرات اور اپنی قوم کے باہمی مفادات کا بھی غم نہیں۔ ساری دنیا جائے جہنم میں، ان معاملوں میں صیہونیوں کو دنیا کے ساتھ کوئی علاقہ نہیں۔ ان کا طرزِ عمل غضب ناک قرض خواہ کا سا ہے۔ ان کے لئے معاہدات، اعلانات اور عہد نامے رگِ جاں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہیں اس سے بحث نہیں کہ ابھی دنیا طرح طرح کے مصائب سے دوچار ہے۔ دنیا کی کوئی قوم انہیں، ان کی اپنی شرائط پر قبول نہیں کر سکتی۔

○

روتھس چائلڈ کی سازش کے تابع برطانوی حکومت کی طرف سے بالفور کا خط اور
یوں کی جرمنوں کے خلاف سازش انہیں فلسطین پر تسلط دلوانے کے لئے کافی نہ تھیں۔ اس کے
کئی دوسری وجوہ بھی سازش کا حکم رکھتی ہیں جنہیں سمجھنے کے لئے ہمیں کسی دور راز کار متعلق
یل و دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

امریکہ اور یورپ کے تمام ممالک یہود کو آزاد شہری بنا کر ان کی ریشہ دوانیوں اور ہوس
مزا دیکھ چکے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ عیار قوم اُن کی بادشاہتوں، سلطنتوں، مذہب، تہذیبوں
مرانے پر ہاتھ صاف کر چکی ہے اور اگر اس کے یہی اطوار رہے تو وہ دن دور نہیں جب یورپ
مریکہ کا ہر شخص ان کا غلام بنا، ان کی ہوس کی چکی میں پس رہا ہوگا چنانچہ وہ انہیں ہر قیمت پر
ملکوں سے بے دخل کرنا چاہتے تھے۔

یہود نے امریکہ اور برطانیہ کے اشاعتی اداروں، اخبارات، ہفت روزوں اور پریسوں
طرح قبضہ کر لیا تھا کہ ان دونوں ملکوں کے ذہن ان کے فراہم کئے ہوئے مواد پر پلتے ہیں،
لوسگریٹ کی صورت میں ہو یا سگار اور پائپ کے تمباکو کی شکل میں یہود کی جاگیر بن کر رہ گیا
امریکہ کے نشریاتی ادارے یہود کی ملکیت ہیں۔ بنکوں پر ان کا تسلط بلا شرکت غیرے قائم
ہوٹلوں، کلبوں اور راگ رنگ کے اداروں پر ان کی اجارہ داری ہے۔ شراب کشید کرنے سے
نت کرنے تک ان کے تصرف میں ہے۔ گویا ملک کی معیشت اور معاشرے کی تخریب ہر دو ان
نگوٹھے کے نیچے ہے، بارود سے تیار ہونے والے ہتھیار اور دوسری اسلحہ ساز کمپنیاں اُن کی
ت ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ جب حکومت ان سے خریداری کی ضرورت محسوس نہیں کرتی اور انہیں یہ
نانے بند ہوتے نظر آتے ہیں تو یہ دور دراز کے ممالک میں میدانِ کارزار تیار کرتے ہیں۔
یا، ویت نام، لاؤس، افغانستان، عراق دورِ جدید میں انہی کی اسلحہ فروشی کے کرتب ہیں۔ روس
ساتھ نظریاتی کشیدگی پھیلانے اور چین کا ہوا کھڑا کرنے میں ان کی ذہانت اور عیاری واضح
ورتی دنیا تو ان کے حق میں بیچ ہو چکی ہے۔ رہے امریکہ کے غیر یہودی عوام۔ تو انہیں سمگل
دلی افیون، چرس، ایل ایس ڈی، شراب، راگ رنگ، نیم عریاں رقص، جنسی بے راہ روی اور
سفید فام کی مسلسل چپقلش سے فرصت ملے تو سوچیں کہ وہ خود کہاں ہیں۔ حکومت یہودیوں کی
نگر ہے۔ بین الاقوامی سیاست ان کی رہینِ منت ہے، کالجوں کے نوجوان ان کے پھیلائے

ہوئے لٹریچر کی بدولت آوارہ، اوباش اور بے فکرے ہو چکے ہیں۔ سارے امریکہ میں چودہ برس کی بچی کم ملے گی جو ہوس کی بھینٹ نہ چڑھ چکی ہو۔ سکول کی بچیوں کے بستوں میں آبادیاتی منصوبہ بندی کے ربڑ موجود ہوتے ہیں۔ انسانیت۔ کہیں ہو تو سر گریباں نظر آئے لیکن اسے تیز رفتار گاڑیوں، تیز رفتار نغموں، تیز رفتار رقص، تیز رفتار نشوں، تیز رفتار طیاروں اور چاند سے پلٹ کر آنے والے تیز رفتار راکٹوں نے کچل دیا ہے۔ انسانیت آئے تو کہاں سے آئے۔

اس کا علاج۔ یہی ہے کہ یہود کو فلسطین میں آباد کرایا جائے، تاکہ یہ اپنے خوابوں کی جنت میں آباد ہوں اور یورپ اور امریکہ کے باشندے اپنی باعزت زندگی کی جانب لوٹ جائیں۔

ہٹلر نے جرمنی کی نجات یہود سے چھٹکارے کی صورت میں محسوس کی لیکن یہود نے نہ صرف اس کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا بلکہ آنے والی نسلوں تک کے لئے اس کا نام وحشی درندے کے مترادف محفوظ رکھا۔ دیگر اقوام نے اس سے سبق سیکھا اور ہٹلر کی داستان دہرانے سے گریز کرتے ہوئے انہیں فلسطین کا کھلونا دے کر پہلو تہی کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یہود اس کھلونے پر قابو رکھتے ہوئے بھی دنیا کی اقوام کو ذہنی اور معاشی آزادی دینے پر تیار نہیں۔ اسی لئے تو شاعر مشرق نے کہا تھا۔ ع

فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے

1914ء میں پہلی جنگ عظیم کے آغاز پر ساری دنیا کے مسلمان کسی نہ کسی یورپی طاقت کے غلام ہو چکے تھے۔ اگر آزاد تھے تو ترک، جسے مغربی استعماری طاقتیں "یورپ کا مرد بیمار" کہہ کر خوش ہوتی تھیں۔

اس خطرے کا تدارک کرنے کے لئے ضروری تھا کہ مسلمانوں کے سینے میں ایک ایسا کیل گاڑ دیا جائے، ایک ایسا رستا ہوا ناسور، ایک ایسا سرطان جو ان کو گھل گھل کر مرنے پر مجبور کر دے، کہیں سرمایہ دار عرب خوش حال ہو کر یورپ کی منڈیوں اور کارخانوں کا رخ نہ کر لیں، کہیں یہود کی عرق ریزی پر پانی نہ پھر جائے۔ ان کے لئے مختلف یورپی اور غیر یورپی ممالک میں عیاشی کے اڈے کھول دیئے گئے۔ انہیں اخلاقی اور معاشی طور پر بدحال کیا جائے اور اس مقصد کے لئے سب سے اہم اقدام، ان کی شہ رگ پر آزاد اسرائیل کا قیام تھا تاکہ یہ یہود انہیں چین اور سکون سے کسی ایک جانب اپنی توجہ مبذول نہ رکھنے دے تاکہ دین کی احیاء کا اسلامی خواب کبھی حقیقت کا

روپ نہ دھار سکے تاکہ وہ دنیا کے دو قطبین کے درمیان ایک تیسری بڑی طاقت کے طور پر نہ ابھر سکیں تاکہ وہ اپنے سرمائے سے کوئی آزاد سودمند منفعت بخش کاروبار نہ کر سکیں تاکہ ان کی دولت یہودیوں کی طرح خود سے بڑھنا نہ شروع کر دے چنانچہ انہیں بیک وقت ان دو کشتیوں میں بٹھا دیا گیا جن میں سے کسی کا رخ بھی ان کی منزل کی طرف نہیں۔

چائم ویزمین جس نے 1904ء میں فلسطین کو "خریدنے" کے لئے چندہ جمع کرنے کی مہم شروع کی تھی۔ اپنی تصنیف "ٹرائل اینڈ ایرر" میں ایک اور راز طشت از بام کرتا ہے۔

"اگر فلسطین یہودیوں کے ہاتھ آ گیا تو برطانیہ کے لئے نہر سویز محفوظ ہو جائے گی"

یہ کتاب 1949ء میں شائع ہوئی جب امریکہ، برطانیہ اور روس انہیں اسرائیل بنا کر دے چکے تھے۔ یہ عیار یہودی انہیں سبز باغ دکھا کر اور سویز نہر کی حفاظت کا ذمہ لے کر جون 1967ء کی جنگ کے لئے میدان ہموار کر رہے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ برطانیہ ان کی اس صلاحیت اور یقین دہانی سے بہت پہلے سے باخبر تھا۔ اس نے 1919ء میں پہلی جنگ کے خاتمہ پر انہیں اسرائیل عطا نہ کیا کہ اس وقت ان میں جنگ کرنے کی ہمت نہ تھی۔ دو ہزار برس سے یہود نے ہتھیار تو کیا، چھڑی بھی اٹھا کر نہ دیکھی تھی۔ انہیں جنگ کا عملی تجربہ حاصل کرنے اور لڑنے مرنے کی مشق کرانے کا موقع دوسری جنگ عظیم میں فراہم کیا گیا۔ یہودیوں کی ایک برطانوی پلٹن فلسطین میں رومیل کے خلاف لڑنے کے لئے بھیجی گئی لیکن حالات نے رومیل کو حد سے آگے بڑھنے کی اجازت نہ دی۔ چنانچہ پھر اس پلٹن کو اٹلی کے محاذ پر روانہ کیا گیا۔ یہیں اسرائیل کے لئے ہتھیار اٹھانے والوں کو دشمنوں کی صفوں میں بارودی سرنگیں بچھانے، گوریلا جنگ لڑنے اور خفیہ راز معلوم کرنے کے ساتھ ساتھ دست بدست جنگ کا حوصلہ بھی ہوا۔

دو ہزار برس سے ہر تلوار، ہر نیزہ، ہر تیر اور آخر میں ہر بندوق کا رخ انہی کی جانب رہا۔ اب انگریز کی سیاست نے انہیں جنگجو بنا کر اپنا اسلحہ مہیا کر کے اور اپنے ہاتھوں سے اقتدار حکومت دے کر انہیں عربوں کے سینے چھلنی کرنے کے لئے تیار کر دیا۔ ان کے علاوہ امریکی یہود بھی تو تھے جنہیں زمین، سمندر اور ہوا میں لڑنے کا تجربہ حاصل تھا اور جو فلسطین کے تمنا و خوانوں کو ریگستانوں، پہاڑوں اور میدانوں میں عربوں کے وطن، ان کی عزت اور ان کی جانوں کو لوٹ لینے کا درس دیتے تھے۔ امریکہ اور یورپ کے کروڑ پتی اسرائیل کے نام پر بڑی بڑی رقمیں جمع کر کے اسلحہ، جہاز اور دوسرا سامان حرب اپنے بھائیوں کو بھجوانے لگے۔

پہلی جنگِ عظیم اور دوسری جنگِ عظیم کے دوران مشرقِ وسطیٰ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے عرب مسلمانوں کو جس طرح ایک دوسرے کے مقابلے میں کھڑا کر دیا گیا اور اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کیا گیا، وہ بھی اسلام دشمنی اور اسرائیل کے قیام کا واضح ثبوت پیش کرتی ہے۔

پہلی جنگِ عظیم ختم ہوئی تو شکست نے خلافتِ عثمانیہ کے مردِ بیمار کو بسترِ مرگ تک پہنچا دیا۔ اتاترک مصطفیٰ کمال کو صاف نظر آ رہا تھا کہ اگر انہوں نے خلافت کے تصور کو زندہ رکھنا چاہا تو یورپی طاقتیں ترکی کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے یک جا ہو جائیں گی۔ چنانچہ 1924ء میں ملک کو بچانے کے لئے انہوں نے خلافت کا خاتمہ کیا اور ملک میں غیر مذہبی جمہوریت قائم کر کے اس عظیم رشتے کو توڑ دیا جو گزشتہ ساڑھے چار سو برس سے ساری دنیا کے مسلمانوں کو رشتۂ تسبیح کی طرح پروئے ہوئے تھا۔ عربوں کو پہلی جنگِ عظیم میں ترکوں کے خلاف استعمال کرنے کے بعد اتحادیوں نے عرب ممالک میں بندر بانٹ شروع کر دی۔ اس صورتِ حال نے ان میں شدید غم و غصہ پیدا کیا۔ برطانوی اور فرانسیسی سامراج نے تمام عرب ممالک کے حصے بخرے کر دیئے لیکن عالمی مسلمانوں کے جذبات کے خوف سے انہوں نے حجازِ مقدس کو شاہ حسین کے ایک فرزند اور شرقی اردن کو دوسرے فرزند کے حوالے کر دیا۔ ترکوں کے خلاف انہیں اکساتے ہوئے جس عربی تصور کو ہوا دی گئی تھی اس کی وحدت کے منافی اقدام کر کے انگریزوں نے عراق کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ بہانہ یہ تھا کہ:

"عراق اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل نہیں، اس لئے برطانیہ، عراق کو مدد اور مشورہ دے گا اور اس کی خود مختاری پر آنچ نہیں آنے دے گا۔"

برطانیہ کے عوام بھی اس ظلم کے خلاف تھے اور سمندر سے دور دوسرے ملکوں کے درمیان اس سرزمین پر برطانیہ کے غاصبانہ اقدام کو نامناسب سمجھتے تھے، چنانچہ 1932ء میں برطانوی "استداب" ختم کر دیا گیا۔

فرانس کا استداب، شام اور لبنان کے علاقوں پر تھا۔ لبنانی عیسائیوں نے فرانسیسی حاکموں کو تقویت دے کر عربوں کا کچومر نکال دیا۔ اس کے مقابلے میں شام کے عرب اپنے علاقوں کی آزادی کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہے۔ 1925ء میں ان کی بغاوت کو کچلنے کے لئے فرانسیسیوں نے دمشق پر ہوائی جہازوں سے بمباری کی۔ 1933ء اور 1936ء میں یہ کوششیں جاری رہیں، یہاں تک کہ 1939ء میں فرانس نے شامی پارلیمان کو معطل کر دیا۔ ملک کو پانچ

ڈائریکٹروں کے حوالے کر دیا اور اس کا دفاع اپنے ہاتھ میں رکھا۔

حجازِ مقدس میں سلطان ابنِ سعود نے جو اس وقت سلطانِ نجد تھے۔ 1926ء میں شاہ حسین کو حجاز کے تخت سے شکست دے کر بے دخل کر دیا اور یوں ملک کا نام "سعودی عرب" رکھا گیا۔

مصر کو نہر سویز کی اہمیت کی وجہ سے ترکوں کی عملداری کے باوجود برطانیہ نے 1914ء سے پہلے بھی اپنی نگرانی میں رکھا ہوا تھا۔ جنگ کے بعد یہ قریب بھی نہ رہا اور مصر پر انگریزوں کا سیاسی دباؤ مکمل ہو گیا۔ 1937ء میں کہیں جا کر مصر کو لیگ آف نیشنز کی رکنیت کا حق ملا جب انگریزوں نے اسے برائے نام آزاد تسلیم کر لیا۔

فلسطین اور اردن کے درمیان دریائے اردن بہتا ہے اس سے فائدہ اٹھا کر انگریزوں نے اردن شاہ عبداللہ کے سپرد کر دیا اور فلسطین پر اپنا استداب قائم کروا لیا جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں اس وقت سات لاکھ عربوں کے مقابلے میں پچھتر ہزار یہودی فلسطین کے باشندے تھے۔ انگریزوں نے سترہ برس کے عرصے میں اس تعداد کو بڑھا کر تین لاکھ کر دیا اور یہودیوں سے بالفور کے وعدے کو عملی جامہ پہنانے کا منصوبہ بنایا۔

جہاں تک فلسطینی عربوں کا تعلق ہے وہ پہلی جنگِ عظیم کے بعد سے انگریزوں کے مظالم کا شکار رہے۔ جرمنی کی بربادی اور روس کے سرخ انقلاب کے بعد برطانیہ یورپ کی عظیم طاقت بن کر ابھرا، اس نے اپنے حلیف فرانس کو شام اور لبنان کا علاقہ بخش دیا، جیسے یہ اس کے آباؤ اجداد کی جاگیر تھی۔ یہ علاقے اور عرب کے دوسرے حصے جو ترکوں کے زیرِ نگیں تھے اب انگریزی اور فرانسیسی استعمار کی عملداری میں تھے لیکن برطانیہ نے اپنی "عرب نوازی" کا ڈھونگ قائم کر رکھا یہ اس کی سیاست کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔

1922ء میں فلسطین کو "لیگ آف نیشنز" نے براہِ راست برطانوی استداب کے ماتحت کر دیا جس نے اس کے انتظام کے لئے ایک کٹر یہودی سر ہربرٹ سیموئیل کو مقرر کیا جس نے عربی کے ساتھ عبرانی کو بھی فلسطین کی سرکاری زبان بنا دیا۔ سر ہربرٹ کا دستِ راست نارمن بینٹوک بھی یہودی تھا۔ اعلیٰ سرکاری عہدوں پر یہودی اس لئے فائز کیے گئے کہ عرب ان پڑھ تھے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ سرکار یہودی، اختیارات یہود کے ہاتھ میں، کہنے کو عملداری برطانیہ کی تھی لیکن درحقیقت حکومت یہود کی تھی۔ پھر ساری دنیا کے یہود کا رخ فلسطین کی جانب تھا۔ یورپ

سکے ہزاروں یہودیوں نے فلسطین میں آباد ہونے کے لیے عرب غریبوں کی زمینیں کوڑیوں کے مول خرید لیں۔ لبنان اور شام کے عربوں کی وہ جائیدادیں جو فلسطین میں تھیں ان کی دسترس سے اس لیے نکل گئیں کہ اب وہ فرانس کے غلام تھے اور ان کے ملک اور فلسطین کے درمیان حد فاصل کھڑی کر دی گئی تھی۔ زمینوں کے حصول کے لیے ایک یہودی ایجنسی اپنا کام کر رہی تھی اور خلافت عثمانیہ کے سلطان عبدالحمید نے دولت کی جو پیشکش پائے حقارت سے ٹھکرا کر یہودی کی فلسطین میں آبادکاری قبول نہ کی تھی، وہ بھی یہودی کی جیب ہی میں رہی اور عربوں کی زرخیز زمینیں بھی ان کے پاؤں چومنے لگیں۔

انگریزوں نے عربوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے انہیں ایشیا کے تمام عربی بولنے والے علاقوں کی سرداری کا وعدہ دیا تھا۔ پھر یہی وعدہ فلسطین کے سلسلے میں یہود سے کیا گیا۔ گویا جہاں تک فلسطین کا تعلق تھا اس کی رقم دو خریداروں سے وصول کی گئی۔ اس صورت حال سے نپٹنے کے لئے عربوں کو برطانوی انتداب کا جھانسہ دے کر خاموش کیا گیا اور اندرونی طور پر یہودیوں سے سازش کر کے انہیں اپنے بھائی بندوں کی آبادکاری کے ساتھ انتظامی امور بھی سونپ دیے گئے۔

چنانچہ 1922ء میں جہاں سارے فلسطین میں پچھتر ہزار یہودی تھے وہاں 1935ء تک کے تیرہ برس میں یہ لوگ آٹھ فیصد سے ایک تہائی ہو گئے۔ 1935ء میں ہٹلر کے غیظ و غضب سے بچ نکلنے والے باسٹھ ہزار یہودی فلسطین میں آ بسے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ فلسطینی عرب خاموش تماشائی بن کر یہ سب کچھ دیکھتے رہے۔ انہوں نے 1928ء اور 1929ء میں شدومد سے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا اور برطانیہ اور صیہونیت کی اس باہمی سازش کے خلاف حق و انصاف کی آواز بلند کی جسے زبردست تشدد کے ساتھ کچل دیا گیا۔

جرمن یہودیوں کی مسلسل یلغار سے پریشان ہو کر فلسطینی عرب 1939ء میں ایک بار پھر اٹھے لیکن ہٹلر کی خونخواری کی تاب نہ لا سکنے والوں نے اپنی بے بسی کا انتقام ان بے سروسامان عربوں سے لیا اور برطانوی غاصبوں نے ان کی فریاد کو بغاوت کا نام دے کر بری طرح کچلا۔ اب فلسطین میں برطانیہ کی افواج لاکھوں کی تعداد میں تھیں جو اٹھارہ ہزار عرب شہداء اور چالیس ہزار زخمیوں کے وارثوں کو رونے بھی نہ دیتیں۔ ایک لاکھ جانباز قید کر دیے گئے اور فلسطینی عرب قوم کے سینے کا ناسور بن گیا۔

ہٹلر کی ابھرتی ہوئی طاقت سے برطانوی سامراج خائف تھا۔ اسے دوسری جنگ عظیم

کے آثار دکھائی دے رہے تھے چنانچہ وہ عربوں کو ناراض بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس ناسور کا مندمر ہم سے بند کرنے کے لئے 1937ء میں "پیل کمشن" مقرر کیا گیا جس نے "انصاف" کا تقاضا یوں پورا کیا کہ ملک کے دو ٹکڑے کر دینے کی سفارش کی جس کے مطابق ایک تہائی یہودی کو فلسطین کا دو تہائی علاقہ عطا ہو جائے اور دونوں قوموں کے بنیادی حقوق محفوظ ہو جائیں۔ گویا چند برس کے عرصے میں پچھتر ہزار سے بڑھ کر یہ لوگ جو چار لاکھ تک پہنچ گئے تھے، اب دو ہزار سال سے آباد عربوں کو اپنے پیدائشی حق سے محروم اور اپنے گھروں سے بے دخل کرنے کا پلکٹ بھی حاصل کر چکے تھے۔ یہودی اخبارات نے "پیل کمشن" کے فیصلے کی مخالفت کی کہ ابھی تک یہودی آبادی فلسطین کے عربوں کے مقابلہ کرنے کے قابل نہ تھی وہ اس وقت تک اس سرزمین کا کوئی فیصلہ قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے جب تک کہ آبادی کا یہ تناسب ان کے حق میں مفید مطلب نہ ہو جائے۔

فلسطینی عرب اپنے عظیم راہنما مفتی اعظم فلسطین الحاج امین الحسینی کی قیادت میں پھر اٹھے۔ ان کے مظاہروں کی شدت دیکھ کر برطانوی فوج نے یروشلم کو گھیرے میں لے لیا اور بے بس عربوں کو ایک بار پھر اپنے جائز مطالبات کے جرم میں کچل دیا گیا۔ چھ ہزار عرب شہید ہوئے۔ دو ہزار مکانات اور کاروباری مرکز تباہ ہوئے، پچاس ہزار عربوں کو بغاوت کے جرم میں پابند سلاسل کر دیا گیا اور ان کی قیادت کی پاداش میں مفتی اعظم کے اوقاف اور عدالتی حقوق چھین کر انہیں بے دست و پا کر دیا گیا لیکن اس قربانی نے آخر کار انگریزوں کی آنکھیں کھول دیں۔ دوسری جنگ عظیم کا ہوا اُن کے سامنے کھڑا تھا۔ چنانچہ ان دونوں کے زیر اثر انہوں نے عربوں کی سرداری کو فلسطین پر تسلیم کیا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ آئندہ پانچ برس میں پچھتر ہزار یہودی فلسطین میں آباد کئے جا سکیں گے۔ اس "قرطاس ابیض" کو بدطینت یہودیوں نے کس لئے شیر مادر کی طرح پی لیا، اس کا راز دوسری جنگ عظیم کے بعد کھلا، وہ اس اعلان پر بظاہر بہت بلبلائے لیکن انہوں نے انگریزوں کے ساتھ مل کر عمر کے ساتھ سازش کرنے ہی میں اپنی بہتری سمجھی۔

یہ دنیا جس میں ہم بستے ہیں، کوئی معقولیت پسند دنیا نہیں اور جب ہم یہودیوں کی فال نکلتے ہیں تو ہمیں شدید حقائق کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ ہمارے لئے تمام راستے مسدود کر دیتے ہیں۔ گزشتہ ایک آدھ سال میں ایک بڑے انجم، سینکڑوں، ممکن ہے لاکھوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران میں یہود اور برطانیہ کی سازشوں سے بے خبر معصوم

عربوں نے کھل کر انگریزوں کا ساتھ دیا کہ اب ان کے لئے برطانیہ کی مخالفت کا بظاہر کوئی جواز نہ تھا۔ وہ سادہ لوحی اور نیک نیتی کی بنا پر انگریز کو قول کا پکا اور وعدے کا سچا سمجھے لیکن دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ پر ان کی تمام توقعات پر پانی پھر گیا۔ عیاری جو یہود کے خمیر میں تھی اور سازش جو ان کے بائیں ہاتھ کا کام تھی، عربوں کی فہم اور ادراک سے ماورا تھی۔ یہودیوں نے جاسوسی کا وہ جال بچھایا کہ جرمنوں کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ اس کے جوہری راز انگریزوں کے ہاتھ لگے اور بالآخر اس کی کامیابی شکست فاش میں تبدیل ہو کر رہ گئی۔ انہوں نے ایٹم بم کے راز امریکہ کے ہاتھ فروخت کر کے اس طرح مرہون احسان کر لیا کہ وہ ان کے قدموں میں جھک گیا۔ دنیا جنگ کی ہولناکیوں کا مشاہدہ کر رہی تھی اور یہودی چوری چھپے فلسطین میں داخل ہو کر اپنی تعداد بڑھا رہے تھے تاآنکہ وہ اس قابل ہو گئے کہ اپنا لوہا منوا سکیں۔ ان کی دوستی کی قیمت امریکہ نے یوں ادا کی کہ صدر ٹرومین نے برطانیہ کے سابقہ معاہدوں کو کالعدم قرار دے دیا اور عرب ان سربلند قوموں کا منہ دیکھتے رہ گئے جنہیں مفاد پرستی اور خود غرضی نے اندھا کر دیا تھا۔

انگریز شاطر جنگ عظیم کو جیت کر بھی ہار چکا تھا۔ اس کی نو آبادیاتی سلطنت پارہ پارہ ہو چکی تھی جس حکومت پر آفتاب غروب نہ ہوتا تھا اب اس پر اس کا طلوع ہونا محال تھا۔ اس نے امریکہ کے کہنے پر یہودی سازش کے آگے گھٹنے ٹیک دیے تھے لیکن عربوں کی متحدہ ناراضی کے ڈر سے وہ کھل کر سامنے نہ آنا چاہتا تھا۔ یوں تو اس کی کئی وجوہ تھیں لیکن ان میں سے دو نہایت اہم ہیں:

1) عرب کا ذر سیال۔ تیل، امریکہ کے عالمی اقتدار کے چراغ کے لئے لو کی حیثیت رکھتا ہے اور اس تیل بساط کا مہرہ برطانیہ۔ اس کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں رکھتا کہ اب وہ ہارے ہوئے جواری کی طرح بے سروسامان ہو چکا ہے۔

2) عرب کی وہ بیش بہا دولت جو برطانیہ کے بنکوں میں ہے، اگر آج واپس لی جائے تو برطانیہ "عظیم برطانیہ" کا دیوالیہ پٹ جائے اور اس کے شکستہ کشور پر سر راہ ہونے والے عوام دریائے ٹیمز میں کود کر ڈوب جائیں۔ ان کی معیشت بحال کرنے کے لئے امریکہ اور یورپ کے دیگر ممالک کی اجتماعی کوششیں بھی عرب رقوم کا نعم البدل نہیں ہو سکتیں۔

چنانچہ برطانیہ نے عربوں کو اپنی نیک نیتی اور بے بسی کا یقین دلانے کے لئے 2 اپریل 1947ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا اجلاس بلوایا تاکہ اس کے ارکان فلسطین کے مستقبل کا فیصلہ کریں۔ اس طرح اس کے دامن پر آنچ بھی نہ آئی اور اس کے ایماء پر اقوام متحدہ کی

جنرل اسمبلی نے وہی کردار ادا کیا جو اگلے برس اس کی سلامتی کونسل نے مسئلہ کشمیر کے سلسلے میں ادا کرنا تھا۔ اس کے ارکان نے بلاوجہ یہود کی طاقت اور ان کے فلسطین پر حقوق کو تسلیم کرنے کے لئے "فلسطین کمیشن" مقرر کیا جس کے وسیع اختیارات تھے اور جس کے ارکان میں بھارت، پیرو، ہالینڈ، گوئٹے مالا، کینیڈا، آسٹریلیا، یوگوسلاویہ، یوراگوئے، سویڈن اور ایران شامل تھے۔ عرب چاہتے تھے کہ اس مسئلے کا تعلق چونکہ فلسطین سے ہے، اس لئے اسے فلسطینی عوام کی مرضی کے مطابق حل کیا جائے مگر اشتراکی نمائندوں نے اس کے برعکس تمام دنیا کے یہود کو اس سلسلے میں حق دے دیا کہ وہ اپنا موقف کمیشن کے سامنے پیش کریں۔ عربوں کی سخت دل شکنی ہوئی اور انہوں نے اس کمیشن سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا۔ آخر کار کمیشن نے دو ارکان یعنی ایران اور بھارت کے اختلافی نوٹ کے باوجود فیصلہ دیا کہ برطانیہ کے انتداب کو ختم کر کے فلسطین کو تقسیم کر دیا جائے۔ صاف ظاہر ہے کہ انگریز نے جو ڈرامہ کھیلا تھا یہ اس کا ڈراپ سین تھا۔ دنیا کی عظیم ترین اسمبلی نہ جانے کون کی دنیا کے لوگوں کو دھوکا دے رہی تھی کہ اس کے فیصلے کی بنیاد نہ عدل پر نہ انسانیت پر اور نہ ان اصولوں پر جن کے نام وہ عالمی سوانگ رچایا گیا، جس کا نام "اقوام متحدہ" ہے۔

فیصلہ یہ تھا کہ:

1) بحیرہ روم کے ساتھ کا علاقہ یہودی ریاست بنے گا۔
2) اندرون ملک کا علاقہ عربوں کو ملے گا۔
3) یروشلم کا شہر یہود، نصاریٰ اور مسلمانوں تینوں کے باہمی کنٹرول میں رہے گا۔

1922ء میں جہاں فلسطینی یہودیوں کی تعداد پچھتر ہزار تھی اسے سوا پانچ لاکھ جلا وطن یہودیوں کو عطا کر دیا گیا اور متحدہ فلسطین کے تیرہ لاکھ فلسطینی باشندوں کے پیدائشی، انسانی اور اخلاقی حقوق کو پامال کرنے کا نام "انصاف" کہلایا۔ عالمی انصاف۔ بین الاقوامی عدل کی یہ مثال تاریخ کے ماتھے پر کلنک کا وہ ٹیکہ ہے جسے سات سمندروں کا پانی بھی نہ دھو سکے گا اور جسے اقوام متحدہ کی ذلت کے طور پر تاریخ عالم ہمیشہ یاد رکھے گی۔

انگریز کو اب یہ غم کھا رہا تھا کہ فلسطین کے عربوں کی سرحدیں چونکہ مصر، اردن، شام اور لبنان کی سرحدوں سے ملتی ہیں اس لئے ان ممالک کے عوام اپنے فلسطینی بھائیوں کی امداد اور حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس طرح "ننھا سا چھوٹا سا یہودی" ان کے حملے کی تاب نہ لا کر پس جائیں گے۔

15 اپریل 1948ء تک صورت حال واضح ہو چکی تھی۔ یہود برسر اقتدار تھے، ان کے پیچھے عالمی یہودی سازش کارفرما تھی۔ ان کے سر پر امریکہ، برطانیہ اور روس کا سایہ تھا۔ انگریز عیار جاتے جاتے انہیں اسلحہ بھی دے رہا تھا اور یہ یقین بھی کہ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو ان کی مدد کے لئے بحیرہ روم میں دنیا کے بحری بیڑے کھڑے رہیں گے۔ عربوں کو فریب دینے کے لئے کہ ان کے حملے سے بھاگنے والے یہودی ان پر سوار ہو کر ملک ان کے لئے چھوڑ جائیں گے۔ یہودیوں کو یقین دلانے کے لئے کہ غم نہ کھانا۔ ہم ہیں تو کیا غم ہے۔ اس فلسطین کے نواح میں چودہ برس پہلے دس ہزار فرزندان توحید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم تلے کھڑے ہو کر مسلح اور عظیم رومیوں کی ایک لاکھ فوج کو تبوک کے مقام پر شکست فاش دی تھی۔ آج تیرہ لاکھ فلسطین عربوں اور ان کے تین کروڑ ساٹھ لاکھ عرب بھائیوں کے مقابل چھ لاکھ یہودی کھڑے تھے۔ ربی اپنے کنیساؤں میں لرز لرز کر یہوا کا یہ حکم دہراتے تھے۔

''اے بنی اسرائیل! میں تمہیں کافروں کے درمیان منتشر کروں گا اور تمہاری زمینیں بنجر ہو جائیں گی اور تمہارے شہر برباد کر دیئے جائیں گے۔ (تورات)

آج تک بابل، اسوریہ، ایران اور روم کی طاقتوں کو یہوا نے اس گنہگار، اس مجرم، اس سیہ کار قوم کی تخریب پر مامور کیا تھا۔ آج عربوں کی باری تھی لیکن گزشتہ جنگ عظیم کے تربیت یافتہ یہودی روس، جرمنی، برطانیہ، امریکہ اور دوسرے متمدن ملکوں کے جدید ترین ہتھیاروں اور جنگی چالوں کے لئے برطانیہ اور امریکہ کی اعانت حاصل کرنے کے بعد مطمئن تھے، خوش تھے کہ فلسطینی عربوں نے اسے اپنی زمین کا مسئلہ بنایا ہے۔ اپنے حق کا مطالبہ کیا ہے۔ اپنے دین کے نام پر، ناموس مصطفےٰ کے نام پر جہاد ولی کے نام پر، مسلمانان عالم کو آواز نہیں دی جبکہ ان کے دشمن اپنے مذہب کے نام پر اکٹھے ہو رہے تھے۔ وہ اس فلسطین کو اسرائیل بنانے پر تلے ہوئے تھے جہاں ساڑھے تیرہ ہزار سال قبل حضرت موسیٰ نے انہیں فرعون سے نجات دلا کر آباد کیا تھا۔ ایک طرف عقیدہ اور جذبہ تھا، دوسری طرف مٹی کی محبت، حب الوطنی کا حوالہ۔ انجام ظاہر ہے۔

جب 15 مئی 1948ء کو برطانوی افواج فلسطین سے نکلیں تو یہودی پوری طرح لیس تھے، انہوں نے اپنے حقوق کے لئے لڑنے والے عربوں کو اسرائیل سے مار مار کر باہر نکال دیا۔ سات لاکھ فلسطینی عرب اردن میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہوئے۔ اقوام متحدہ کے جہاز بحیرہ روم میں اپنے پھریرے لہراتے رہے۔ صیہونی عیار شہروں، قصبوں، بستیوں اور صحراؤں میں سے

بس مسلمان عورتوں اور بچوں کے لہو سے ہولی کھیلتا رہا۔ انیس سو سال تک انہیں یہود کو بے دریغ قتل کرنے والے نصرانی، ان کی پشت پناہی کرتے رہے کہ ان کا مقابلہ صلاح الدین ایوبیؒ کے جانشینوں سے تھا۔ آج وہ ان کے وسیلے سے اس آتش انتقام کو سرد کر رہے تھے جو صلیبی جنگوں کی شکست نے ان کے دلوں میں بھڑکائی تھی۔ روس اور جرمنی کے دھتکارے ہوئے مار مار کر نکالے ہوئے، ہٹلر کے ذلیل و خوار راندۂ درگاہ یہود کے لئے فلسطین کو اسرائیل بنانے میں مدد دی گئی لیکن سات لاکھ فلسطینی مسلمانوں کو اردن کے صحراؤں میں بے یار و مددگار، بے سرو سامان، بے بس و مجبور کرنے والوں کے دل نہ پسیجے۔ اقوام متحدہ کی آڑ میں انہیں بھیک بھیجنے کا اہتمام کرکے ذلیل سے ذلیل تر رکھنے کا انتظام کیا گیا۔ عیسیٰ کے حواری عیسیٰ کے کندھے پر صلیب رکھ کر قہقہے لگانے والوں کی ہمنوائی نہ کرتے تو کیا کرتے کہ اب ان کا مقابلہ مسلمانوں سے تھا اور اس سلسلے میں اشتراکی بھی یہودی تھے یا عیسائی تھے کہ اس روز کا اشتراکی بیس برس قبل کنیساؤں اور کلیساؤں میں گردن جھکانے والا عیسائی یا یہودی ہی تو تھا۔ ان روسی حکمرانوں کی عیسیٰ سے صدیوں پرانی نسبت، بیس سال کی اشتراکیت سے کیسے مٹ جاتی اور انہیں مشرق وسطیٰ کے عرب مسلمانوں سے یکایک ہمدردی ہوتی تو کیونکر۔ اقوام متحدہ میں رکن ممالک کے نمائندوں کی تقریریں ان کے سیاسی کردار کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔

15 مئی 1948ء کی رات کو فلسطین کے سینے میں صیہونیت نے اپنا خنجر گاڑ دیا۔ فلسطینی عرب جدید جنگی نظم و ضبط سے بے بہرہ تو تھے لیکن ان کا مجروح احساس انصاف ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ مغربی طاقتوں کو نظر آ رہا تھا کہ اگر انہیں اپنے عزائم سے روکا نہ گیا تو یہ فرزندان توحید، یہودی سازشیوں کو بحیرۂ مردار یا بحیرۂ روم میں دھکیل دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے جنگ بندی کرا دی۔ عربوں کے لئے یہ فیصلہ بڑا اچنبھا پڑا۔ یہودیوں نے اس وقفے کے دوران اپنی تمام تر توجہ اسلحہ کے حصول پر صرف کر دی اور جب دونوں دوبارہ آمنے سامنے آئے تو یہودیوں کی جنگی تیاری کا راز کھل گیا۔ احمد حمید اللہ اپنی تصنیف ''دی مڈل ایسٹ کرائسس'' میں اس صورت حال پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہم انگریزوں نے ان عرب ریاستوں پر فوراً اسلحہ کے حصول کے سلسلے میں پابندیاں عائد کر دیں جو اسرائیل کے خلاف نبرد آزما تھے قدرتی امر ہے کہ عربوں کو شکست ہوتی''

یہودیوں نے روس، جرمنی، اور برطانیہ کی خفیہ تحریکوں کا تماشہ دیکھا تھا کہ ان کا جوہر ایسی ہی تحریکوں میں کھلتا ہے۔ تقسیم فلسطین اور تشکیل اسرائیل کے بارے میں مطمئن ہو کر انہوں نے اسی قسم کی ایک تنظیم "ہگاناہ" قائم کی جس نے انگریزی افواج کی آنکھوں میں دھول جھونک کر، برطانوی استداب کے منہ پر طمانچہ مار کر، ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء تک جس دن (برطانیہ نے عربوں کا مستقبل فلسطین اسرائیلی عیاروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا)، کئی اہم عرب آبادیوں اور علاقوں پر ناجائز قبضہ جما لیا۔ لبنان کے سفیر برائے برطانیہ مسٹر نادم دمشقی نے دسمبر 1967ء میں سویڈن کی اپسالا یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا:

"یہاں بس اتنا حوالہ پیش کرنا ہی کافی ہے کہ 29 نومبر 1947ء۔
(تقسیم فلسطین کی قرارداد پیش کرنے کی تاریخ) اور 15 مئی 1948ء
(برطانیہ کی واپسی اور اسرائیل کے قیام کا دن) کے دوران صیہونیوں نے
کتنے عرب شہروں کے خلاف مظالم کا دور دورہ شروع کر رکھا تھا"

اگر اس بیان کے باوجود ہمیں انگریزوں، امریکیوں اور اسرائیلیوں کی سازش کے بارے میں کوئی شبہ ہے تو اسرائیل کے پہلے وزیر اعظم بن گوریان کی کتاب "ری برتھ اینڈ ڈیسٹنی آف اسرائیل" کی یہ تحریر اسے دور کرنے کے لئے کافی ہے۔

"جب تک انگریزوں نے ملک کو خالی نہ کیا، کسی یہودی آبادی میں خواہ وہ دوسری آبادیوں سے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو، عربوں نے مداخلت یا قبضہ نہ کیا۔ لیکن "ہگانہ" نے کئی عرب چوکیوں پر تسلط پا لیا اور طبریہ، حیفہ، جافہ، اور سفید جیسے شہروں کو فتح کر لیا۔ اس طرح مقررہ تاریخ پر وہ علاقے جو "ہگانہ" کی دسترس میں تھے عربوں سے تقریباً خالی ہو چکے تھے"

عالمی سازشیں، عالمی یہود کی فطری کمینگی اور تنگ نظری، بین الاقوامی سیاست کی مفاد پرستی سب نے مل کر سادہ لوح عربوں کو بے بس و مجبور کر رکھا ہے۔ بدقسمتی کی انتہا کہ اب مسلمان ہمسایہ ممالک نے بھی بے حسی کی حد تک خاموشی اختیار کر لی ہے اور فلسطینیوں کو مرنے کے لئے اکیلا چھوڑ کر اسرائیل سے دوستی کی پینگیں بڑھانا شروع کر دی ہیں۔

٭٭٭

پروٹوکول

یہودیوں کا تصور حق:

یہ امر قابل توجہ ہے کہ دنیا میں صالح اور پاکیزہ انسانوں کی نسبت بدکار افراد کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ لہٰذا ان پر حکمرانی کے دوران بہترین نتائج کا حصول دانشورانہ اور علمی بحث و مباحثہ میں الجھنے کی بجائے دہشت گردی اور ظلم و تشدد کے حربوں کو اپنانے ہی سے ممکن ہے چونکہ ہر ایک کا مطمع نظر اقتدار ہی ہوتا ہے۔ تنہا اس چلے تو ہر شخص آمر بننے کو ترجیح دے گا۔ دنیا میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے جو اجتماعی مفادات کو اپنے ذاتی مفاد پر قربان کرنے کے لئے تیار نہ ہو سکیں۔

پہلے ہم اس امر کا تجزیہ کریں کہ آخر وہ کون سی طاقت ہے جو انسان کے نام سے موسوم کئے جانے والے درندوں کو قابو میں رکھے ہوئے ہیں؟ اب تک کس قوت نے ان کی رہنمائی کے فرائض سر انجام دیئے ہیں؟

تاریخ شاہد ہے کہ انسانی معاشرے کے ابتدائی مراحل میں تو حضرت انسان کو وحشیانہ تشدد اور جبر و استبداد ہی سے زیر کیا گیا۔ بعد ازاں قانون کی حکمرانی کا چرچا ہوا۔ گویا جابر اور بدی کی قوتوں نے نیا لبادہ اوڑھ لیا۔ ظلم و تشدد کے چہرے نے اپنے اوپر قانون کا چہرہ سجا لیا۔ لہٰذا یہ نتیجہ اخذ کرنے میں قطعاً حق بجانب ہوں کہ قانون فطرت کے مطابق استحقاق (حق) جبر و تشدد ہی میں پوشیدہ ہے۔

سیاسی آزادی:

سیاسی آزادی کی اصطلاح کا حقیقت کی دنیا سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ محض ایک تصور ہے۔ ہر شخص کو معلوم ہونا چاہیے کہ ضرورت پڑنے پر وہ کس طرح اس کا نعرہ بلند کر کے اپنا مقصد حاصل کر سکتا ہے اور ارباب اختیار و اقتدار سے محروم کر کے انہیں نیچے پر عوام الناس کو اپنی جماعت

کی طرف راغب کرنے کے لئے کس طرح اس نعرے کو ذریعہ ترغیب و ہوس بنا سکتا ہے؟ یہ کام اس وقت اور بھی آسان ہو جاتا ہے جب مخالف فریق خود بھی آزادی کے تصور یعنی نام نہاد حریت پسندی اور روشن خیالی کا شکار ہو چکا ہو اور اس تصور کی خاطر کچھ اختیارات سے دست بردار ہونے کو تیار ہو جائے بس یہی وہ مقام ہے جہاں ہمارے نظریات فتح مندی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ عنانِ حکومت پر ایسے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑتی ہے تو قانون حیات کے تحت ایک نیا ہاتھ اس پر قابض ہو جاتا ہے کیونکہ اندھا دھند طاقت کی مالک قوم کا کسی قسم کی رہنمائی کے بغیر ایک دن بھی زندہ رہنا محال ہے۔ اس طرح نئی حکومت پہلے ہی سے حریت پسندوں کے ہاتھوں کمزور شدہ حکومت کی جگہ لے لیتی ہے۔

دولت :

ہمارے زمانے میں حریت پسند حکمرانوں کی جگہ جس نئی طاقت نے لی ہے وہ زر ہے۔ ایک وہ دور تھا جب ایمان کی حکمرانی تھی لیکن اب تو یہ قصہ پارینہ ہے۔ جہاں تک آزادی کے تصور کا تعلق ہے اسے حقیقت کا لباس پہنانا اس لئے بھی ناممکن ہے کہ کوئی شخص بھی تو اسے میانہ روی سے استعمال میں لانے کے طریقے سے آگاہ نہیں بلکہ کسی قوم کو ایک غیر منظم گروہ میں تبدیل کرنے کے لئے کچھ عرصہ کے لئے اسے حق خود ارادیت سونپ دیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ انتقال اختیارات کے لمحہ ہی سے ہلاکت خیز جھگڑوں اور تنازعات کا آغاز ہو جاتا ہے جو بالآخر عوامی انتشار اور طبقاتی جنگ و جدل کا رنگ اختیار کرتے ہوئے سلطنتوں کی تباہی و بربادی کے موجب بنتے ہیں اور ان ریاستوں کی اہمیت محض راکھ کے ڈھیر سے زیادہ نہیں رہتی۔ یہ یاد رکھئے کہ اگر کوئی ریاست اپنے ہی اندرونی بحران کا شکار ہو کر رہ جائے یا اس کا داخلی خلفشار بیرونی دشمنوں کو اس پر مسلط کر دے تو دونوں ہی صورتوں میں اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے اور وہ بالآخر ہمارے دائرہ اختیار میں آ جاتی ہے کیونکہ سرمایہ جو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بنتا ہے، کے استبدادی نظام پر ہم قابض ہیں۔ ایسی ریاست کو اپنی بقا کی خاطر اپنا وجود برقرار رکھنے کی غرض سے بخوشی یا بہ امر مجبوری ہمارے سامنے دست سوال دراز کرنا پڑتا ہے۔ اس تنکے (سونے) کی طرف ہاتھ بڑھانا پڑتا ہے جو ہمارے قبضے میں ہے ورنہ تباہی و بربادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ اگر کسی آزاد خیال اور وسیع النظر فرد کے ذہن میں یہ خیال ابھرے کہ اس قسم کا طرز فکر اخلاقی اقدار کے منافی ہے تو میں اس

سے ایک سوال پوچھتا ہوں کہ فرض کیجئے کسی مملکت کے دو دشمن ہیں خارجی اور داخلی، اگر خارجی دشمن کے مقابلے میں جنگ و جدل کے ہر حربے اور تدبیر کو جائز سمجھا جاتا ہے مثلاً دشمن کو حملوں اور دفاع کے منصوبوں سے بے خبر رکھنا، شب خون مارنا حملے کے وقت زیادہ سے زیادہ افرادی قوت سے کام لینا تو آخر کس منطق کی رو سے انسانی معاشرے اور اجتماعی فلاح و بہبود کی تباہی کے درپے بدترین دشمن کے خلاف ایسی کارروائیوں کا عمل میں لانا ناجائز اور اخلاقی اقدار کے منافی ہے۔ کیا کوئی صحت مند اور منطقی ذہن کا حامل فرد محض اپنے معقول مشوروں اور فصیح و بلیغ دلائل سے عوامی ہجوم کی رہنمائی کرنے میں کامیابی کی توقع کر سکتا ہے جبکہ ہر معاملے پر انتہائی غیر معقول، احمقانہ اور متضاد نوعیت کے اعتراضات کئے جا سکتے ہیں جنہیں عوام کے سطحی اذہان جلد قبول بھی کر لیتے ہیں؟ اکثر عوام اور ان کا کسی معقول ترین فیصلے پر متفق ہونا محال ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات اگر عوامی مجمع میں کوئی قرارداد منظور ہو جاتی ہے تو اس کی قسمت کا انحصار محض حسن اتفاق یا مجمع عوام کی اکثریت پر ہوتا ہے۔ لہٰذا سیاسی اسرار و رموز سے یہ ناواقف، بے خبر اور جاہل عوام اکثر ایک ایسی مضحکہ خیز قرارداد بھی منظور کر لیتے ہیں جو انتظامیہ میں طوائف الملوکی، انتشار اور بدنظمی کے بیج بو دیتی ہے۔

اخلاق اور سیاست :

سیاست اور اخلاقیات میں قطعاً کوئی قدر مشترک نہیں۔ اخلاقی قدروں کا پاسبان حکمران کبھی بھی ایک ماہر سیاست دان کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے اقتدار کو کبھی بھی استحکام و استقلال نصیب نہیں ہو سکتا۔ حکومت کے خواہش مند شخص کے لئے لازمی ہے کہ وہ مکر و فریب، ظاہر داری اور بناوٹ کے حربوں کو انتہائی چالاکی سے استعمال میں لا سکے۔ اعلیٰ قومی کردار، دیانت و امانت اور حق گوئی جیسی اخلاقی اقدار کا میدان سیاست میں کوئی مقام نہیں بلکہ ان کی حیثیت بدترین قسم کے عیوب کی سی ہے۔ ان اقدار کو اختیار کرنے والے حکمرانوں کا تنزل و ادبار لازمی ہوتا ہے وہ ایسی تباہی کو دعوت دیتے ہیں جو کسی طاقتور دشمن کے ہاتھوں بھی ممکن نہیں۔ ہاں ان اوصاف و محاسن کو یہودی مملکتوں میں پروان چڑھنے دیجئے البتہ ہمارا ان کے ساتھ قطعاً کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہیے۔

ہمارا حق محض قوت و طاقت میں پوشیدہ ہے لفظ حق یا استحقاق ایک مجرد خیال کو پیش کرتا ہے جس کا تعین کرنا ممکن نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس کی توضیح اس انداز سے کی جا سکتی ہے۔ مجھے وہ

دے دیجئے جو میں چاہتا ہوں تا کہ میں یہ ثابت کرسکوں کہ میں آپ سے زیادہ طاقت ور ہوں۔ استحقاق کی حدود کہاں سے شروع ہوتی ہیں اور ان کا اختتام کہاں ہوتا ہے؟

ہر اس مملکت میں جس کا نظام حکومت کمزور و ناقص ہو، جس کے قوانین اور حکمران حریت پسندوں کے مطالبوں کے زیر اثر دن بدن بڑھتے ہوئے حقوق کے سیلاب میں اپنی شخصیت سے ہاتھ دھو بیٹھے ہوں اور ان کا وجود برائے نام رہ گیا ہو۔ میں نے ایک نیا حق دریافت کیا ہے اور وہ ہے طاقت ور ہونے کی حیثیت سے دھاوا بولنے کا حق، پہلے سے موجود قوانین اور نظم و ضبط برقرار رکھنے والی تمام قوتوں کو درہم برہم کرنے اور نئے سرے سے رائج کر دینے کا حق، تا کہ تمام اداروں کو اپنی منشا کے مطابق از سرِ نو منظم کر کے ان لوگوں کا حکمران اعلیٰ بن سکوں جنہوں نے حریت پسندی کے جنون میں اپنے حکمرانی کے حقوق سے برضا و رغبت ہمارے حق میں دست برداری اختیار کر لی ہو۔

عصرِ حاضر میں حکومتوں کی تمام تر کھڑاتی صورتوں کے مقابلے میں ہماری طاقت ناقابلِ تسخیر ہوگی کیونکہ یہ اس وقت تک پردہ راز میں رہے گی جب تک یہ اتنی مضبوط قوت نہ بن جائے کہ کوئی عیار سے عیار دشمن بھی اسے نقصان پہنچانے سے قاصر رہے۔

یہ یاد رکھئے! کہ شر کے عارضی دور سے بالآخر مستحکم و غیر متزلزل حکومت کی خوبیاں وجود پذیر ہوں گی جو حریت پسندوں کے ہاتھوں قومی زندگی کے مفلوج نظام کو بحال کریں گی۔ دراصل نتائج ہی تو ذرائع کو حق بجانب ٹھہراتے ہیں لہٰذا اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ہمیں اخلاقی قدروں سے بے نیاز ہو کر صرف اور صرف یہ دیکھنا چاہئے کہ ہمارے عزائم کی تکمیل کے لئے کون سا طریق کار مفید اور ضروری ہے۔

ہمارے پیشِ نظر ایک مخصوص منصوبہ ہے جس کا لائحہ عمل اجتماعی حکمت عملی سے تیار کیا گیا ہے لہٰذا متعینہ حدود سے منحرف ہونا صدیوں کی محنتِ شاقہ کی تباہی کا خطرہ مول لینے کے مترادف ہوگا۔

دراصل عوام میں کچھ کمزوریاں فطری طور پر پائی جاتی ہیں لہٰذا کسی بھی لائحہ عمل کی اطمینان بخش صورت کی تفصیلات طے کرنے کے لئے ان کی شیطانیت سستی، دو دلی، تلون مزاجی ان کا خود اپنی زندگی کی کیفیات کے احترام سے نہ صرف گریز بلکہ انہیں سمجھنے کی صلاحیتوں سے عاری ہونا، نیز اپنی فلاح و بہبود تک سے پہلو تہی کرنا وغیرہ جیسی کمزوریوں کو مدِ نظر رکھنا پڑے گا۔

یہ واضح طور پر ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ عوامی قوت اندھی اور بے سمجھ ہوتی ہے یہ ایک ایسی غیر معقول طاقت ہوتی ہے جو دوسروں کے اشاروں پر ناچتی ہے لیکن ذرا سوچئے تو سہی کہ ایک اندھا دوسرے اندھے کی رہنمائی کے فرائض کیسے سرانجام دے سکتا ہے؟ وہ تو یقیناً اسے تباہی کے غار میں دھکیلے گا لہٰذا عوام میں سے جو بھی شخصیت ابھرے گی خواہ وہ عقل و خرد کے لحاظ سے کتنی ہی ذہین کیوں نہ ہو، سیاسی امور سے ناواقفیت کے باعث عوام کے قائد کی حیثیت سے سامنے نہیں آ سکتی۔ اس کا یہ کردار اختیار کرنا ساری قوم کے لئے موجبِ تباہی بنے گا۔ لہٰذا صرف وہی افراد جن کو بچپن ہی سے خود مختار حکمران بننے کی تربیت دی گئی ہو۔ ان اصلاحوں کو سمجھ سکتے ہیں جو سیاسی ابجد کے حروف سے مرتب کی گئی ہوں۔

اگر کسی قوم کو اپنی من مانی کرنے کی اجازت مل جائے یعنی اس کی زمامِ اقتدار نو آموز سیاست دانوں کے ہاتھوں میں چلی جائے تو وہ جاہ و حشم کے حصول کی دوڑ کے نتیجہ میں جنم لینے والی بدنظمی اور جماعتی انتشار کا شکار ہو جاتی ہے اور تباہی اس کا مقصد بن جاتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا عوام کے لئے کسی قسم کی بدگمانیوں اور رقابتوں کو ہوا دیئے بغیر پُرسکون طریقے سے صحیح فیصلوں پر پہنچنا اور ذاتی مفادات سے بالاتر رہ کر ملکی امور سے نپٹنا ممکن ہے؟ کیا بیرونی دشمنوں کے مقابلے میں وہ اپنی مدافعت کر سکتے ہیں؟ درحقیقت یہ امر قطعی طور پر ناقابلِ تصور اور محال ہے کیونکہ اگر کسی منصوبے کو عوام الناس اور ان کی تعداد کے برابر کے حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو اس یکسانی میں دراڑ پڑ جاتے ہیں بلکہ اصل منصوبے کی صورت ہی مسخ ہو کر رہ جاتی ہے اور وہ ناقابلِ فہم اور ناقابلِ عمل بن کر رہ جاتا ہے۔

مختلف منصوبوں کو جامع صورت عطا کرنا اور ان میں سے ہر ایک کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مملکت کی مشینری کے مختلف حصوں میں مناسب انداز سے تقسیم کرنا ایک مطلق العنان حکمران ہی کے لئے ممکن ہے۔ اس ساری بحث سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کسی ملک کے لئے صرف وہی طرزِ حکومت قابلِ اطمینان ہے جو کسی ایک فرد کے ہاتھوں میں مرکوز ہو۔ کامل مطلق العنانیت کے بغیر تہذیب کی بقا و دوام قطعاً ناممکن ہے۔ کسی قوم کی تہذیب میں زندگی کی روح عوام نہیں بلکہ ان کا قائد ہی پھونک سکتا ہے۔ اس سے غرض نہیں کہ وہ قائد کون ہے؟ عوام تو وحشیانہ فطرت کے مالک اور غیر متمدن ہوتے ہیں۔ وہ ہر موقع پر اپنی وحشت و بربریت کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں جس لمحہ عام کو آزادی نصیب ہوتی ہے اور عنانِ اقتدار ان کے ہاتھوں میں پہنچتی ہے۔

اسی لمحہ انتشار اور طوائف الملوکی کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے جو بذات خود وحشت و بربریت کا نقطۂ عروج ہے۔

کبھی الکوحل پلائے جانوروں کی حالت تو دیکھئے کہ کس طرح وہ نشے سے بدمست ہو جاتے ہیں؟ آزادی سے بہرہ ور ہوتے ہی لوگوں کو منشیات کے آزادانہ استعمال کا حق بھی مل جاتا ہے۔ اگرچہ یہ حق ہمارے لئے نہیں ہے نہ ہی ان راہوں سے ہمارا کوئی تعلق ہے لیکن غیر یہود اقوام ان الکوحل نما مشروبات سے بدمست ہو چکی ہے۔ ان کے نوجوان کلاسیکی ادب (یونانی و لاطینی ادب) کے زیر اثر ہوش و خرد سے عاری ہو چکے ہیں۔ ہمارے مخصوص کارندے انہیں اوائل عمر ہی سے بدکاری و گمراہی کی طرف مائل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ کارندے اہل دولت و ثروت کے ہاں کبھی اتالیق اور گورنسوں (معلمات) کے روپ میں جا پہنچتے ہیں اور کبھی کلرکوں اور خادموں کا کردار اختیار کر لیتے ہیں۔ ہماری عورتیں عصمت فروشی و بدکاری کے اڈوں پر غیر یہود کو گمراہ کرنے کے لئے موجود رہتی ہیں جہاں وہ اکثر ہوس پرستی اور عیاشی کے لئے چکر لگاتے رہتے ہیں۔ اس آخری زمرے میں نام نہاد شوقین خواتین بھی ہیں جو فحاشی و عیاشی میں از خود دوسروں کی تقلید کرتی ہیں۔

ہم قوت و طاقت کے بھرپور استعمال اور دوسروں کو الو بنانے میں مکمل طور پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ سیاسی امور میں صرف طاقت ہی ایک موثر اور کارگر حربہ ہے بالخصوص اگر اسے ان صلاحیتوں کے دبیز پردوں میں چھپا لیا جائے جو ایک سیاست دان کے لئے ضروری ہیں۔ ان حکمرانوں کے لئے جو اپنے شاہی تاج کو کسی نئی طاقت کے ایجنٹوں کے قدموں میں نہیں ڈالنا چاہتے دہشت و بربریت اور مکر و ریا کے اصولوں کو اپنانا لازمی ہے۔ انہیں دوسروں کو دغا دینے اور بے وقوف بنانے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ اگرچہ یہ حربہ سراسر شر ہے لیکن اصل مقصد خیر کے حصول کے لئے صرف یہی طریق کارگر ہے۔ لہٰذا اگر رشوت، دغا، فریب نیز غداری و بے وفائی کے حربوں کے ذریعے ہمارے مقصد کے حصول میں کامیابی ممکن ہو تو ان کے استعمال سے کبھی قطعاً گریز نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کسی کی جائیداد چھین کر اسے طاعت و فرمانبرداری پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور اقتدار اعلیٰ پر قبضہ کیا جا سکتا ہے تو پس و پیش کئے بغیر اس حربے کے استعمال سے واقف ہونا چاہیے۔

پر امن فتوحات کے راستے پر گامزن ہماری ریاست کو یہ حق حاصل ہوگا کہ جنگ کی

ہولناکیوں کی جگہ اس قسم کی سزائے موت کو رواج دے جو کم نمایاں لیکن زیادہ اطمینان بخش ہو۔ یہ اس دہشت و خوف کی فضا قائم کرنے کے لئے ضروری ہے جو لوگوں کو ہماری اندھا دھند اطاعت و فرمانبرداری پر مجبور کر دے۔

تشدد کرو و بہیمیت اپناؤ:

کسی ریاست کی عدل و انصاف پر مبنی لیکن رحم و کرم سے عاری سخت گیری کی پالیسی ہی اس کی قوت و طاقت کا ایک اہم عنصر ہوتی ہے۔ ہمیں صرف اپنے مفادات کی خاطر ہی نہیں بلکہ فتح و کامیابی کے حصول کے لئے بھی فرائض منصبی کی آڑ میں بھی تشدد و دغا و فریب کے پروگرام پر عمل درآمد کرتے رہنا چاہیے۔ بدلہ چکانے کا اصول ان ذرائع کی مانند ہی موثر اور کارگر ہے۔ فتح و کامرانی ذرائع سے نہیں بلکہ بے رحمی اور سخت گیری کے اصول کے تحت حاصل ہوگی۔ یہی سخت گیری اور تشدد کا اصول تمام حکومتوں کو ہماری سپر حکومت کی طاعت و فرمانبرداری پر مجبور کر دے گا۔ ان کے لئے اتنا سمجھنا ہی کافی ہوگا کہ ہم ہر قسم کی نافرمانی و سرکشی کو کچلنے کے لئے انتہائی بے رحم واقع ہوئے ہیں۔

آزادی اور مساوات کا فریب:

بہت عرصہ قبل زمانہ قدیم میں سب سے پہلے ہم نے ہی آزادی، مساوات اور اخوت کا نعرہ بلند کیا تھا اس وقت سے اب تک ان بے معنی اور کھوکھلے الفاظ کو غیر یہودی بے وقوف میاں مٹھو چاروں طرف سے ان ترغیبات پر ٹوٹ پڑے، بار بار دہرا رہے ہیں۔ اسی کے زیر اثر انہوں نے دنیا کو اس کی فلاح و بہبود اور فرد کو اس کی حقیقی آزادی سے محروم کر رکھا ہے۔ وہی آزادی جس کا قبل ازیں عوام کے جبر کے خلاف خوب تحفظ کیا جاتا رہا ہے۔ غیر یہود کے ذہین افراد اور دانشور بھی ان الفاظ کی پیچیدگیوں سے کوئی معانی اخذ کرنے سے قاصر رہے۔ وہ ان کے باہمی تعلق اور ان کے مفہوم کے تضاد کو بھی نہ سمجھ سکے۔ وہ تو یہ بھی نہ دیکھ سکے کہ خود کارخانہ فطرت میں کہیں کوئی مساوات ہے اور نہ آزادی بلکہ فطرت نے تو مختلف افراد کے اذہان، کردار اور صلاحیتوں میں عدم مساوات کو برقرار رکھا ہے اور ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ انہوں نے کبھی لمحہ بھر کے لئے بھی یہ نہیں سوچا کہ عوام عقل و شعور سے عاری ہوتے ہیں۔ ان سے حکمرانی کے لئے جن منتخب چہروں کو منتخب کیا جائے گا وہ میدان سیاست میں عوام ہی کی طرح بے شعور ہوں گے اور

حکمرانی کے نااہل۔ اگر عنانِ حکومت کسی ماہر سیاست دان کے ہاتھوں میں ہو تو وہ خواہ کتنا ہی احمق اور غبی ہو، کاروبارِ مملکت احسن طریقے سے چلا سکتا ہے لیکن ایک غیر ماہر خواہ وہ کتنا ہی عاقل و دانا، ذہین و فطین ہو سیاست کی ابجد سے بھی آشنا نہیں ہو سکتا۔ ان امور کی طرف غیر یہود نے قطعاً کوئی توجہ نہیں دی۔ حالانکہ یہی وہ اصول تھے جن کے باعث شاہی خاندانوں کی حکومتیں مستحکم رہیں کیونکہ باپ اپنے بیٹے کو سیاسی امور کی تعلیم اس انداز سے دیتا کہ شاہی خاندان کے اپنے قریبی افراد کے علاوہ رعایا میں سے کسی کے کان میں بھنک تک نہ پڑتی اور ان اسرار و رموز کو افشا کرنے کی کسی کو مجال نہ ہوتی۔

افتادِ زمانہ کے ساتھ شاہی خاندان کا سیاسی امور سے متعلق صحیح تجزیے اور رموزِ مملکت کے انتقال کے عمل کا مفہوم ختم ہو کر رہ گیا اور یہ امر ہمارے داعیے کی کامیابی میں معاون ثابت ہوا۔ ہمارے عقل و شعور سے عاری کارندے شکریے کے مستحق ہیں کہ ان کی کوششوں سے کرۂ ارض کے ہر گوشے سے آزادی، مساوات اور اخوت کے دلکش الفاظ سے مسحور ہو کر انبوہ کے انبوہ انتہائی جوش و خروش سے ہمارے پرچم تلے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ ہر دور میں یہ خوشنما الفاظ دیمک کے کیڑے کا کردار ادا کرتے ہوئے غیر یہود کی فلاح و بہبود کے ہر منصوبے کو چاٹتے رہے ہیں۔ انہوں نے ہر جگہ ان کی مملکتوں کے امن و امان، اطمینان و سکون اور استحکام کو نیست و نابود کر رکھا ہے اور جیسا کہ آپ پر بعد میں منکشف ہوگا یہ صورتِ حال آئندہ بھی ہمارے لئے معاون ثابت ہوگی۔ دیگر امور کے علاوہ اس دلکش نعرے نے ہمارے لئے شر پھیلانے کے حصول کے امکان میں اضافہ کر دیا ہے۔ اس نے مراعات یافتہ طبقے کا خاتمہ کر دیا ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہیے کہ غیر یہود کے طبقۂ شرفاء کے وجود ہی کا قلع قمع کر دیا ہے حالانکہ یہی وہ طبقہ تھا جو ہمارے خلاف اپنی قوموں اور مملکتوں کا تحفظ کر سکتا تھا۔ غیر یہود کے اس اصلی اور طبعی طبقۂ شرفاء کے کھنڈرات پر ہم نے اپنے تعلیم یافتہ طبقے کو بطورِ خواص تیار کیا ہے جس کی سربراہی کے فرائض امیر و کبیر افراد کے گروہ کے سپرد کر دی گئی ہے۔ اس موخر الذکر طبقہ اشرافیہ کے لئے ہم نے سرمایہ اور مال و دولت کو مشروط کر دیا ہے جس کے حصول کا دار و مدار ہم یہود پر ہے۔ یہ اس علم پر جس کے لئے ہمارے فاضل دانشور محرک طاقت مہیا کرتے ہیں۔

ہماری فتح و کامرانی اس لئے بھی آسان ہو گئی ہے کہ جن لوگوں کو ہم خریدنا چاہتے ہیں ان سے روابط بڑھاتے ہوئے ہم نے ہمیشہ انسانی ذہن کے احساسات کو بر انگیختہ کیا ہے۔ تقدمال و

دولت کی حرص، حسن پرستی، مادی ضروریات متلون مزاجی جیسی انسانی کمزوریوں میں سے کسی ایک سے علیحدہ طور پر فائدہ اٹھایا جائے تو وہ متعلقہ فرد کی جدت طرازی اور صلاحیتوں کو مفلوج کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے کیونکہ اس سے انسان کی قوتِ ارادی اور خود اعتمادی اس خریدار کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے جس نے ان کی قیمت ادا کی ہو۔ آزادی کے تصور کی دقیق پیچیدگیوں نے ہمیں تمام ممالک کے عوام کو اس امر کا یقین دہانی کے قابل بنا دیا ہے کہ ان کے حکمرانوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ ان کی حیثیت عوام جو کسی ملک کے حقیقی مالک ہوتے ہیں، کی طرف سے محض منتظمین کی سی ہوتی ہے جن کو پھٹے پرانے اور فرسودہ دستانوں کی مانند کسی وقت بھی اتار کر پھینکا جا سکتا ہے۔ عوامی نمائندوں میں بار بار تبدیلی کے امکان سے یہ تمام حکمران ہمارے دائرہ اختیار میں آ گئے ہیں اور اس طرح ان کے تقرر کے اختیارات بھی ہمیں ہی منتقل ہو گئے ہیں۔

عالمی اقتصادی غلبہ:

ہمارے اغراض و مقاصد کی کامیابی کے لئے ناگزیر ہے کہ جہاں تک ممکن ہو کسی بھی جنگ کے نتائج علاقائی فتوحات کی صورت میں نمودار نہ ہونے پائیں تاکہ جنگ کی نوعیت محض اقتصادی بن کر رہ جائے اور دنیا بھر کی اقوام ہماری مدد و اعانت کی ضرورت و اہمیت نیز ہمارے غلبے اور بالا دستی کی طاقت کو محسوس کئے بغیر نہ رہیں۔ اس طرح متحارب فریق ہمارے بین الاقوامی کارندوں کے رحم و کرم پر ہوں گے جو لاکھوں کی تعداد میں واقعاتِ عالم کا بنظر غائر مطالعہ کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور جن پر دنیا کے کسی خطے میں بھی کوئی پابندی عائد نہیں ہے۔ ہمارے بین الاقوامی حقوق لفظ "حق" کی صحیح ترجمانی کرتے ہوئے قومی حقوق کو مٹا کر ان کی جگہ لے لیں گے۔ ان کے تحت اقوامِ عالم پر اسی طرح فرماں روائی کی جائے گی جس طرح ریاستیں اپنے قومی قوانین کے ذریعے اپنے عوام پر حکمرانی کرتی ہیں اور ان کے تعلقات کو باہم مربوط رکھتی ہیں۔

کسی ملک پر حکمرانی کے لئے ہم وہاں کے عوام ہی میں سے آدابِ فرمانروائی سے ناآشنا اور غلامانہ ذہنیت کے مالک حکمران منتخب کریں گے۔ ایسے لوگ بآسانی ہمارے منصوبے اور ہمارے ذہین ماہرین جوان کے مشیرانِ خصوصی کے فرائض سرانجام دیں گے اور جنہیں بچپن ہی سے امورِ جہانبانی میں مخصوص تربیت دی جائے گی کہ آلۂ کار بن سکیں گے۔

ہمارے یہ ماہرین کامیاب حکمران بننے کے لئے اپنی ضروریات کے مطابق ہمہ وقت

ہمارے سیاسی منصوبوں سے معلومات اور رہنمائی حاصل کرتے رہتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق سے سبق سیکھتے ہیں اور کرۂ ارض پر وقوع پذیر ہونے والے تمام واقعات کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں۔ دوسری طرف غیر یہود تاریخ کا بے لاگ اور غیر متعصبانہ مطالعہ کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ وہ نتائج و عواقب سے بے نیاز نظریاتی دنیا میں قیاس آرائیاں کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ان کی فکر کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ انہیں مقررہ وقت کے آنے تک لہو و لعب میں غرق رہنے دیجئے۔ انہیں اسلاف کی عظمت کے ترانے گانے دیجئے۔

سائنس کے نام پر ہمارے مہیا کردہ مخصوص نظریات کو اپنا کردار ادا کرنے دیجئے۔ اسی مقصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم مسلسل اپنے پریس کے ذریعے ان نظریات پر غیر یہود کا اندھا دھند اعتقاد حاصل کرنے میں کوشاں ہیں۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ غیر یہودی دانشور و مدبرین ان نظریاتی علوم کو حاصل کر کے فخر سے پھولے نہیں سماتے۔

یہ لکیر کے فقیر ان سائنسی معلومات کو تحقیق و تدقیق کی کسوٹی پر پرکھے بغیر عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ کرۂ ارض کے ہر خطے میں پھیلے ہوئے ہمارے ایجنٹ ماہرین نے انہیں نہایت عیاری سے اس انداز سے ترتیب دیا ہے کہ غیر یہودیوں کے ذہنوں کی تربیت ہمارے مقاصد کے عین مقصد ہو سکے۔

آپ ایک لمحہ بھر کے لیے بھی یہ ذہن میں نہ لائیے کہ یہ بیانات محض لفاظی ہیں بلکہ ان کامیابیوں پر نظر ڈالیے جو ڈاروِن، مارکس اور نطشے کے نظریات کے ذریعے ہم نے حاصل کی ہیں۔ نیز اہلِ یہود کو یہ امر پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ ان نظریات کے اہم اثرات ہی کا تو یہ کرشمہ ہے کہ آج غیر یہودیوں کے قلوب و اذہان، نفاق و انتشار کا شکار بن کر رہ گئے ہیں۔

سیاسی اور انتظامی امور میں مختلف قسم کی غلطیوں اور فروگزاشتوں سے بچنے کے لیے ہمارے لیے یہ لازمی ہے کہ اقوامِ عالم کے خیالات، کردار اور رجحانات کا مسلسل جائزہ لیتے رہیں کیونکہ اگر ہم نے اپنے نظام کی دنیا بھر میں پھیلی ہوئی مشینری کے کل پرزوں کو اپنے رجحانات کی بجائے متعلقہ ممالک کے باشندوں کے میلانات کو ملحوظ رکھتے ہوئے نیز ماضی کے تجربات اور حالاتِ حاضرہ کی روشنی میں عملی طور پر نہ چلایا تو اس کی کامیابی کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

آج کے دور میں تمام ریاستوں کے پاس پریس کی قوت ایک ایسی قوت ہے جو لوگوں کے خیالات میں تحریک پیدا کرتی ہے۔ اس کا اصل کردار ناگزیر ضروریات کی نشاندہی کرنا، عوام کی

شکایات کو زبان دینا، بے اطمینانی اور بے چینی کی فضا پیدا کرنا اور پھر اس کی تشہیر کرنا ہے۔

یہ پریس ہی تو ہے جس کے ذریعے آزادی تحریر کا عملی اظہار ہوتا ہے چونکہ غیر یہودی ریاستیں اس طاقت ور حربے کے استعمال سے ناآشنا ہیں لہٰذا اب یہ طاقت مکمل طور پر ہمارے ہاتھوں میں آ چکی ہے۔ خود پس پردہ رہتے ہوئے پریس کے ذریعے ہم نے دوسروں پر اثر انداز ہونے کی قوت حاصل کر لی ہے۔ پریس ہی کے ذریعے آج ہم نے دوسروں پر اثر انداز ہونے کی قوت حاصل کر لی ہے۔ پریس ہی کے ذریعے آج ہم سونے جیسی قیمتی دھات پر قابض ہو چکے ہیں۔ یہ درست ہے کہ اس کے حصول کے لیے ہمیں خون اور آنسوؤں کے سمندروں سے گزرنا پڑا ہے اور ہم نے اپنے بہت سے عزیزوں کی قربانی بھی دی ہے لیکن اس کا ہمیں بے بہا فائدہ بھی پہنچا ہے۔ یہ یاد رکھیے کہ ہمارا ہر فرد جو ظلم و ستم کا نشانہ بنا ہے خدا کی نظر میں ہزار غیر یہودیوں کے برابر ہے۔

فری میسن کا بھیانک کردار:

ہمارے خواب جلد ہی حقیقت کا روپ دھارنے والے ہیں۔ بنی اسرائیل کے عظیم فرزندو مسافت طے ہو گئی۔ اب ہم منزل پر پہنچنے والے ہیں۔ ہمارے علامتی اژدھا جس سے ہم اپنی قوم کو تعبیر کرتے ہیں کا حلقہ مکمل ہونے والا ہے جس دن یہ حلقہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، یورپ کی تمام ریاستیں اس کی کنڈلی میں شکنجے کی مانند پھنس کر رہ جائیں گی۔ آپ کے دستوری میزان جلد ہی ختم ہو جائیں گے کیونکہ ان کی تشکیل کے دوران ہم نے ان میں توازن کی ایسی خامیاں بھر دی ہیں کہ وہ مسلسل متحرک رہیں اور آخرکار گھس پٹ کر اپنے محور سے جدا ہو جائیں۔

غیر یہودی اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے اپنے دساتیر کو مضبوط بنیادوں پر استوار کر لیا ہے لہٰذا وہ یہ غلط توقعات وابستہ کیے بیٹھے ہیں کہ آخرکار یہ میزان متوازن صورت اختیار کر لیں گے۔ ان کے اپنے محوران کی محافظوں سے تاجدار بے لگام طاقت کے نشے میں پاگل ہو رہے ہوتے ہیں اور قوم کے ایسے نمائندوں میں گھرے رہتے ہیں جو محض مسخرے کا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ دراصل بادشاہوں کی یہ طاقت محلات میں جنم لینے والی دہشت گردی اور ظلم و تشدد کی مرہونِ منت ہوتی ہے چونکہ ان کے پاس عوام کے ساتھ گھل مل جانے اور رابطہ قائم کرنے کے ذرائع مفقود ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کے باہم تعلقات سدھرنے کا بھی کوئی امکان نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ تاجدار اقتدار کے بھوکے لوگوں کے خلاف اپنی طاقت کو مضبوط کرنے میں ناکام رہتے

ہیں۔ ہم نے ہر دور اندیش مقتدر اعلیٰ اور عوام کی بے لگام خلافت کے درمیان ایک ایسی خلیج حائل کر دی ہے کہ دونوں ہی اپنا مفہوم کھو چکے ہیں اور اپنے اغراض و مقاصد سے دور جا چکے ہیں۔ ان کی کیفیت بینائی سے محروم انسان اور اس کی لاٹھی کی مانند ہے جو ایک دوسرے سے علیحدگی کی صورت میں کمزوری و بے بسی کا منظر پیش کرتے ہیں۔ اقتدار کے بھوکوں میں طاقت و قوت کے غلط استعمال کے رجحان کو فروغ دینے کے لیے ہم نے تمام گروہوں کو ایک دوسرے کے مقابل لا کھڑا کیا ہے۔

اسی طرح حصول آزادی کے لیے ان کے تمام حریت پسندانہ رجحانات کو تباہ کر دیا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے ہم نے ہر قسم کی مہم شروع کر رکھی ہے۔ ہم نے تمام جماعتوں کو مسلح کر دیا ہے اور اقتدار ہی کو ہر جاہ طلب کا مقصود و مطلوب بنا کر رکھ دیا ہے۔ ریاستوں کو سینکڑوں تنازع مسائل کا اکھاڑہ بنا دیا ہے۔ لہٰذا بہت جلدی ہی ہر جگہ انتشار، بدنظمی اور دیوانہ پن کا دور دورہ ہو گا۔

اب صورت حال یہ ہے کہ پارلیمانی اور انتظامی بورڈ کی نشستیں اجتماعی درسچے کے بجائے گو مقرروں کے تقریری مقابلوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ بے باک صحافی اور بے ایمان قسم کے پمفلٹ باز ہر روز انتظامی افسروں کی دھجیاں اڑاتے رہتے ہیں۔ طاقت کا غلط استعمال تمام اداروں کو تہہ و بالا کرنے کے سلسلہ میں آخری ضرب کا کام دے گا اور بالآخر پاگل عوامی ہجوم کے حملوں کی تاب نہ لاتے ہوئے ہر چیز ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضا میں بکھر جائے گی۔ آج کل لوگ غربت و افلاس کے ہاتھوں بھاری مشقت کی زنجیروں میں اس طرح جکڑے ہوئے ہیں کہ اس کی گرفت دور غلامی بلکہ غلامی کے تحت بھی اتنی مضبوط نہ تھی۔ ممکن ہے وہ ان زنجیروں سے تو کسی نہ کسی طرح نجات حاصل کر لیں لیکن احتیاجات اور ضروریات زندگی سے چھٹکارا پانا ممکن نہیں۔

ہم نے دستور میں ایسے حقوق شامل کر رکھے ہیں جن کی حیثیت عوام کے لیے محض فرضی ہے۔ ان کا اصل حقوق سے کوئی تعلق نہیں۔ ان نام نہاد عوامی حقوق کا وجود صرف تصورات کی دنیا میں ممکن ہے۔ یہ ایسا خواب ہے جو عملی زندگی میں شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ ایک محنت کش کو جس کی کمر بھاری محنت و مشقت کے باعث دوہری ہو رہی ہو جو زندگی میں اپنی تقدیر کے ہاتھوں بُری طرح ستایا ہوا ہو اس امر سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے کہ اگر چند باتونی کو زیادہ بولنے کا حق مل جائے یا صحافیوں کو کچھ مواد کے ساتھ لغویات لکھنے کی بھی اجازت مل جائے۔

یہ یاد رکھیے کہ کسی بھی دستور کے تحت کسی بھی محنت کش کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا، سوائے ایسے لوگوں کو جنہیں ہم برسر اقتدار لانا چاہتے ہیں اور جو ہمارے کارندوں کے خادم ہیں، ووٹ

دینے کے عوض ہمارے دسترخوان سے چند بچے کھچے ٹکڑے ان کی طرف پھینک دیئے جاتے ہیں۔ ایک غریب آدمی کے لیے جمہوری حقوق کی حقیقت ایک شدید طنز کے سوا کچھ نہیں کیونکہ وہ تقریباً دن بھر محنت و مشقت کے جوئے تلے دبے رہنے پر مجبور ہے۔ اسے ان حقوق کے استعمال کی فرصت ہی کہاں؟ وہ تو ساتھیوں کی ہڑتالوں اور مالکوں کی تالہ بندیوں کے باعث ایک باقاعدہ اور یقینی اجرت کی ضمانت سے بھی محروم ہو گیا ہے۔ عوام نے ہماری رہنمائی میں طبقہ شرفاء کا قلع قمع کر دیا ہے جو ان کا واحد تحفظ تھا۔ دراصل یہ طبقہ اپنے مفادات کے پیش نظر عوام کے لیے رضاعی ماں کا سا کردار ادا کرتا تھا کیونکہ دونوں کے مفادات مشترک تھے۔

آج کل طبقہ شرفاء کے خاتمے کے ساتھ ہی عوام سرمایہ جوڑنے والے بے رحم اور ظالم لوگوں کے شکنجے میں آ چکے ہیں جنہوں نے محنت کشوں کو جور و ظلم سے نجات دلانے کے لیے نجات دہندہ کے روپ میں آگے بڑھتے ہیں اور انہیں اپنی عساکرانہ تنظیموں مثلاً سوشلسٹوں، انارکسٹوں اور کمیونسٹوں کی صفوں میں شامل ہونے کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان تنظیموں کو ہم اپنی اجتماعی تحریک فری میسن کے برادرانہ قانون (حقوق انسانی کے حمایت کرنے والوں کو مستحکم کیا جائے) کے تحت ہر قسم کی مدد دیتے ہیں۔

دراصل طبقہ شرفاء قانونی طور پر محنت کشوں کی مزدوری سے فائدہ اٹھانے کا مجاز ہونے کے باوجود انہیں اچھی غذا مہیا کرتا، ان کی صحت و تندرستی کا خاص خیال رکھتا اور انہیں تنومند حالت میں دیکھنا چاہتا تھا۔ ہمارا نظریہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہم غیر یہودی کی جسمانی صحت کو خوراک میں کمی کے ذریعے تباہ و برباد کر کے انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔ ہماری قوت خوراک کی شدید کمی اور محنت کشوں کی جسمانی کمزوری میں ہے کیونکہ پیٹ کی آگ ہی انہیں ہمارا غلام بننے پر مجبور کر سکتی ہے اور ان کے اپنے حکمرانوں میں ہماری منشا کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی طاقت کہاں سے آئے گی؟ بھوک سرمایہ کو محنت کشوں پر حکمرانی کا حق عطا کرتی ہے جو اسے بادشاہوں کی قانونی حکومت کے زیر اثر طبقہ شرفا کو ملتا تھا۔

اس کے نتیجہ میں جنم لینے والی احتیاجات، رشک و رقابت، نفرت و دشمنی کے جذبات کے ذریعے ہم عوام کو اس طرح بھڑکائیں گے کہ وہ ان تمام لوگوں کا خاتمہ کر دیں گے جو ہماری حکمرانی کے راستے کو مسدود کیے ہوئے ہیں جب دنیا بھر کے مقتدر اعلیٰ ہمارے حکمران کی تاجپوشی کا وقت آئے گا یہی ہاتھ راستے کا ہر رکاوٹ کا خاتمہ کر دیں گے۔

غیر یہود نے غور و فکر اور سوچ و بچار کی عادت کو ترک کر دیا ہے۔ ان کے ذہن میں اگر کبھی کوئی تجویز ابھرتی بھی ہے تو وہ ہمارے ماہرین کے اشاروں ہی کی مرہون منت ہوتی ہے۔ وہ اس شدید ضرورت کی اہمیت کو محسوس ہی نہیں کرتے جسے ہم برسر اقتدار رہتے ہی فوری طور پر پورا کریں گے اور وہ ہے قومی درسگاہوں میں علم کی ایک سادہ سی حقیقت کو واضح کرنا جو حقیقت سارے علم کی اساس ہے۔ حیات انسانی ڈھانچے کا علم، سماجی نظام کا علم جس میں تقسیم کار کے اصول کا بہت دخل ہے اور جس کے نتیجہ میں انسانوں کو مختلف طبقات اور حالات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

یہ امر سب لوگوں کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ مختلف انسانوں کی سرگرمیوں کے محور بھی مختلف ہوتے ہیں۔ ایک فرد جو اپنے افعال سے کسی گروہ کو پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے، قانون کی نظر میں ہرگز اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جس کے اعمال کسی اور کو نہیں بلکہ صرف اس کی اپنی عزت و شہرت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

سماجی و معاشرتی نظام کا صحیح علم جس کے اسرار و رموز میں ہم غیر یہود کو شریک نہیں کرتے یہ ظاہر کرے گا کہ مختلف قسم کے مراتب و فرائض مخصوص دائروں ہی میں رہنے چاہئیں اور انہیں انسانی آلام و مصائب کا باعث نہیں بننا چاہیے جو اس غلط تعلیم کے نتیجے کے طور پر جنم لیتے ہیں، جس کی قطعاً ان فرائض سے کوئی مطابقت نہیں ہوتی جو انہیں زندگی میں سرانجام دینے پڑتے ہیں۔ اس علم کے عمیق مطالعہ کے بعد لوگ از خود حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے اور ان عہدوں پر فائز ہو جائیں گے جن پر ریاست کی طرف سے ان کا تقرر ہو گا۔

علم کی موجودہ صورت حال اور اس کی ترقی کے لئے لوگوں کو مطبوعہ مواد پر اندھا دھند یقین کرنے کی جس راہ پر ہم نے ڈال رکھا ہے اس عمل کے زیر اثر وہ ان تمام حالات و کیفیات سے اندھا دھند متنفر ہیں جنہیں وہ اپنی دسترس سے باہر سمجھتے ہیں اس کے لئے ان کی اپنی جہالت اور وہ ترغیبات و تحریصات شکریہ کی مستحق ہیں جو ان کی گمراہی کا باعث بنی ہیں۔ درحقیقت وہ انسانی طبقات و حالات کا کوئی ادراک ہی نہیں رکھتے۔

یاد رکھیے کہ تبادلہ زر اور صنعت کاری کے عمل کو جامد کرنے والے اقتصادی بحران کے نتائج سے اس نفرت میں مزید شدت پیدا ہو گی۔ یہ تمام زیر زمین اور خفیہ حربوں سے جو ہمارے لئے کھلے ہوئے ہیں اور زر کی مدد سے جو سب کا سب ہمارے ہاتھوں میں ہے ایک عالمی معاشی بحران پیدا کر دیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ یورپ کے تمام ممالک میں بیک وقت ذی محنت کشوں

کو سڑکوں پہ لے آئیں گے اور پھر یہ سب بے قابو عوامی ہجوم اپنی سادہ لوحی اور کم فہمی کے باعث خوشی خوشی ان لوگوں کا خون بہا دیں گے جنہیں وہ آغوش مادر ہی سے رشک کی نگاہوں سے دیکھا کرتے تھے۔ وہ ان پر آشتی نہیں کریں گے بلکہ ان کی املاک کو بھی لوٹ کھسوٹ کا نشانہ بنا لیں گے لیکن ہماری املاک کی طرف یہ آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکیں گے کیونکہ ہم ان کے حملے کے لمحے سے پہلے ہی سے آگاہ ہوں گے۔ اس وقت تک ہم اپنی املاک کے تحفظ کے لئے مناسب اقدامات کر چکے ہوں گے۔

ہم یہ تو پہلے ہی واضح کر چکے ہیں کہ ترقی تمام غیر یہود کو عقل و دلائل کے اقتدار اعلیٰ تلے اکٹھا کرے گی۔ ہماری مطلق العنانیت کا راز دانش مندانہ سخت گیری سے بے چینی و بدنظمی کا قلع قمع کرنے اور تمام اداروں سے حریت پسندی اور روشن خیالی کو ختم کرنے میں مضمر ہو گا۔

جب عوام اس امر سے آگاہ ہو جاتے ہیں کہ انہیں ہر قسم کی مراعات اور حقوق آزادی کے نام پر حاصل ہوئے تو وہ اپنے آپ کو مقتدر اعلیٰ تصور کیے ہوئے شورش و ہنگامہ برپا کر کے اقتدار پر قابض ہو جاتے ہیں لیکن ہر کور چشم کی مانند ان کے راستے میں بھی بہت سی رکاوٹیں آتی ہیں تو یہ کسی رہنما کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں لیکن ان میں یہ شعور ہی نہیں ہوتا کہ وہ اپنے سابقہ نظام حکومت کی طرف لوٹ جائیں گویا اپنے لامحدود اختیارات ہمارے قدموں میں لا ڈالتے ہیں۔

فرانسیسی انقلاب کو ذہن میں لائیے۔ ہم نے ہی اسے عظیم کا خطاب بخشا ہے۔ اس کے تمام انتظامات اور اسرار و رموز سے ہم بخوبی آگاہ ہیں کیونکہ وہ ہماری ہی کارستانیوں کا نتیجہ تھا۔ اس وقت سے ہم مختلف اقوام کو سبز باغ دکھا رہے ہیں۔ انہیں ایک سحر سے دوسرے سحر کی طرف لے کر جاتے ہیں یہاں تک کہ بالآخر وہ ہم سے بھی منہ موڑ کر ہمارے مطلق العنان بادشاہ کی اطاعت قبول کر لیں گے جس کا تعلق صیہونی خون سے ہے اور جسے دنیا بھر کی حکمرانی کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

ہم ناقابل تسخیر ہیں:

موجودہ دور میں اپنی بین الاقوامی قوت و حیثیت کے باعث ہم ناقابل تسخیر بن چکے ہیں کیونکہ اگر کوئی طاقت ہم پر حملہ آور ہونے کی جرات کرتی ہے تو دیگر تمام مملکتوں کی ہمیں حمایت حاصل ہوتی ہے۔ یہ غیر یہود اقوام کی شیطانیت اور بد معاشی کی انتہا ہے کہ قوت و طاقت کے

سامنے، وہ ایسا عجز و انکسار اختیار کر لیتے ہیں کہ پیٹ کے بل بھی رینگنے لگ جاتے ہیں جن کمزوروں کے لئے بے رحم اور جابر واقع ہوئے ہیں۔ معمولی معمولی فروگزاشتوں کو تو معاف نہیں کرتے لیکن بڑے سے بڑے جرائم سے درگزر کر جاتے ہیں۔

آزادی معاشرتی نظام کے تقاضات کو برداشت نہیں کرتے لیکن ایک مطلق العنان حکمران کے جبر و استبداد کو شہادت سمجھ کر سہہ جاتے ہیں ان کی یہی خصوصیات آزادی کے حصول میں ہماری معاون ہیں، موجودہ دور کے بڑے بڑے آمروں کے ہاتھوں یہ غیر یہودی اقوام ایسے ایسے مظالم نہایت صبر و استقامت سے برداشت کر رہی ہیں کہ اس سے کہیں کم مصائب پر انہوں نے بیسیوں تاجداروں کے سر اڑا دیئے ہوتے۔

اس عجیب و غریب طرز کی آخر توضیح کیا ہے؟ ایک ہی نوعیت کے حالات کے لئے عوام کا رویہ اس قدر متضاد کیوں ہے؟

اس کی توضیح یوں کی جاتی ہے کہ یہ آمر اپنے کارندوں کے ذریعے اپنے اپنے عوام کے کانوں میں یہ بات پھونک دیتے ہیں کہ حکومتوں کو یہ مصائب و آلام ایک عظیم مقصد یعنی عوام کی فلاح و بہبود نیز عالمی برادری کے قیام اور مساوی حقوق کے حصول کے لئے اٹھانے پڑ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ اپنے عوام کو یہ بتانے سے قاصر رہتے ہیں کہ ایسا اتحاد تو صرف ہمارے ہی اقتدار اعلیٰ کے تحت وجود میں آ سکتا ہے لہٰذا عوام دیانت داروں کی مذمت کرتے ہیں اور مجرموں کو جرم سے بری قرار دیتے ہیں انہیں اس امر کا مکمل یقین ہوتا ہے کہ وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں، یہ صورت حال شکر ہے کہ ... عوام قدم بقدم پر انتشار و بد نظمی کی فضا پیدا کر کے ہر قسم کے استحکام کو خود تباہی سے ہمکنار کر رہے ہیں۔

لفظ "آزادی" عوام کے مختلف طبقات کو ہر قسم کی قوت و طاقت کے خلاف، ہر قسم کے اقتدار کے خلاف جنگ و جدل کی ترغیب دیتا ہے یہاں تک کہ خود خدا اور قوانین فطرت کے خلاف بھی اکساتا ہے اسی لئے جب ہم اپنی سلطنت کا اقتدار سنبھالیں گے تو اس لفظ کو جو عوام کو خون کے پیاسے درندوں میں تبدیل کرنے والے بے رحم و ظالمانہ جبر و استبداد کے اصول کی دلالت کرتا ہے زندگی کی لغت ہی سے خارج کر دیں گے۔ یہ بالکل درست ہے کہ یہ درندے خون کی پیاس بجھا لینے کے بعد ہر بار غفلت کی نیند سو جاتے ہیں۔ لہٰذا ایسے مواقع پر انہیں آسانی سے پابہ زنجیر کیا جا سکتا ہے لیکن خون پیئے بغیر ان پر غفلت طاری نہیں ہوتی اور وہ جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں۔

خفیہ ہتھکنڈے:

ہر جمہوریہ کو مختلف مرحلوں میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کا پہلا مرحلہ وہ ابتدائی دور ہوتا ہے جس میں ناعاقبت اندیش انبوہ مغلوب الغضب ہو کر ادھر ادھر شور و فتنہ برپا کرتا ہے۔ دوسرے مرحلے میں فتنہ انگیز خطابت انتشار کو ختم دیتی ہے جس کے نتیجے میں لازمی طور پر ایک مطلق العنانیت وجود پذیر ہوتی ہے جو اگرچہ غیر قانونی اور غیر ذمہ دار ہوتی ہے لیکن کسی غیر مرئی اور پوشیدہ طاقت کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے اور کوئی شخص بھی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہتا کہ یہ استبدادی طاقت کسی خفیہ تنظیم یا کسی ایسی قوت کے ہاتھ میں کھیل رہی ہے جس کی سرگرمیاں پس پردہ ہونے کے باعث بالعموم مکر و فریب اور بد باطنی پر مبنی ہوتی ہیں اور ہر قسم کے کارندوں کی آڑ میں ہمہ وقت جاری و ساری رہتی ہیں۔ وقتاً فوقتاً کارندوں میں رد و بدل اس خفیہ طاقت کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی بجائے درحقیقت اس کی امداد و معاونت کا باعث بنتی ہیں کیونکہ اس طرح وہ ان کی طویل خدمات کے صلے میں معاوضہ دینے اور اپنے وسائل کے ضیاع سے بچ جاتی ہے۔

کون ہے جو اس غیر مرئی طاقت کا تختہ الٹ سکے؟

یہ خفیہ طاقت ہماری طاقت ہے اور غیر یہودی مشینری اندھا دھند ہمارے عزائم کے لئے آڑ کا کام دے رہی ہے۔ ہماری قوت کا لائحہ عمل اور ہماری سرگرمیوں کا اصل مقام دنیا کے لئے ایک معمے کی صورت اختیار کئے ہوئے ہے۔

یاد رکھئے کہ آزادی بے ضرر ہو سکتی ہے اور عوامی فلاح و بہبود کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے بغیر ملکی معیشت کی جگہ پا سکتی ہے بشرطیکہ اس کی اساس اللہ تعالیٰ پر ایمان اور انسانی بھائی چارے پر رکھی گئی ہو اور ایسا بھائی چارہ جو اصول تخلیق کے منافی فلسفہ مساوات سے کوئی تعلق نہ رکھتا ہو کیونکہ فطرت کا اصول تخلیق انسانوں میں درجہ بندی اور محکومیت کے تصور کا علمبردار ہے۔ مذکورہ اعتقاد کے تحت حکومت کے لئے عوام کو مذہبی حلقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے روحانی پیشواؤں کی رہنمائی میں قناعت اور استغنا بعجز و انکساری سے نہایت مطمئن زندگی گزار سکتے ہیں۔

اسی لئے تو ہمارے مقاصد کی تکمیل کے لئے لازمی ہے کہ تمام مذاہب کی اہمیت کو ختم

کر کے غیر یہودیوں کے اذہان سے الوہیت اور روحانیت کے تصور کی بیخ کنی کر دی جائے اور انہیں مادی ضروریات نیز حسابی اعداد و شمار کے چکر میں الجھا کر رکھ دیا جائے۔

غیر یہودیوں کو صنعت و تجارت کے چکر میں ایسا پھنسایا جائے کہ انہیں غور و فکر اور سوچ بچار کے لیے کوئی وقت ہی نہ مل سکے۔ اس طرح تمام اقوام حب زر اور منفعت بازی کے تعاقب میں خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑا مار لیں گے، اس دوڑ میں ہمہ تن منہمک ہونے کے باعث وہ اپنے مشترکہ دشمن کی طرف کسی قسم کی توجہ نہیں دے سکیں گے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ غیر یہود اقوام کی آزادی کو ان کی دائمی تباہی و بربادی کا سامان بنانے کے لیے صنعت کو سٹے کی بنیادوں پر استوار کرنا ضروری ہے۔ اس نتیجہ میں یہ ہوا کہ اراضی سے جو کچھ صنعت کے ذریعے حاصل ہوگا وہ مختلف ہاتھوں سے نکلتے ہوئے سٹے کے بازاروں میں پہنچ کر بالآخر ہماری ہی قوم کو منتقل ہو جائے گا۔ برتر حیثیت اور اعلیٰ مناصب کے حصول کے لیے شدید قسم کی جدوجہد اور عوام کی معاشی زندگی پر پے در پے جھٹکوں سے ضمیر فروش، بے حس اور بے رحم فرقے جنم لیں گے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ پہلے ہی وجود میں آ چکے ہیں۔

اس قسم کے فرقے اعلیٰ درجے کی سیاست، سیاسی نظام اور مذہب سے شدید طور پر متنفر ہوں گے۔ ان کا ایک ہی دیوتا ہوگا اور وہ ہے منفعت بازی، زر اور زر ہی ان کا مذہب و مسلک ہوگا کیونکہ مادی مسرتوں اور راحتوں کا حصول صرف اسی کے ذریعے ممکن ہے۔ ان پر وہ وقت آئے گا جب کسی نیک مقصد کے پیش نظر نہیں بلکہ محض مال و دولت کے حصول کے لیے یا اجارہ داری کے خلاف شدید نفرت کے باعث غیر یہودی اقدام کے پیچھے پیچھے ہمارے اشاروں پر اپنے متکبرین، مدبرین اور قائدین، جو حصول طاقت کی دوڑ میں ہمارے حریف ہیں، کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔

اشتعال جنسی:

جب ہم محسوس کرنے لگیں کہ اپنی سیاسی سلامتی سے متعلق خفیہ اقدامات کو مزید مستحکم کرنا ہے تو ہم معاشرے میں بگڑی دکھاوے کے طور پر افراتفری کا ماحول پیدا کریں گے پھر ہمارے ایما ہی پر اعلیٰ قسم کے مقررین اس مصنوعی بے چینی کا برملا اظہار کریں گے۔ نتیجۃً ان مقررین کے گرد ایسے لوگ جمع ہو جائیں گے جو ان کے خیالات و نظریات سے متفق ہوں گے۔

یہ طریق اختیار کرنے سے بعض لوگوں کی خانہ تلاشی کا جواز بھی مل جائے گا۔ تلاشی اور نگرانی کا کام ہم نے کاسہ لیس غیر یہودی پولیس کے ذریعے سر انجام دیا کریں گے۔

اکثر اوقات سازشیوں کی اکثریت محض تفنن طبع کے پیش نظر اور بعض اوقات ذہنیں بگاڑنے کی خاطر اس قسم کا سوانگ بھرتی ہے، حالانکہ ان کا کسی سازش سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اسی لیے جب تک وہ اعلانیہ طور پر ان سرگرمیوں میں حصہ نہ لیں گے ہم ان پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ البتہ بعض عناصر کے ذریعے ان کی نگرانی شروع کر دی جائے گی۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ اگر حکومت آئے دن اپنے خلاف سازشیں پکڑتی رہے تو اس کے جاہ و جلال و وقار میں کمی آ جاتی ہے بلکہ اس امر کی دلالت بھی ہوتی ہے کہ اسے خود اپنی کمزوریوں اور خامیوں بلکہ اس سے بھی بدتر کیفیت یعنی بے انصافیوں کا احساس ہے۔

یہ تو آپ کو پہلے ہی معلوم ہے کہ ہم نے اپنے کارندوں کے ذریعے غیر یہودی بادشاہوں پر بار بار کے قاتلانہ حملوں سے ان کا وقار خاک میں ملا دیا ہے۔ یہ کارندے ہمارے گلے کی اندھی بھیڑیں ہیں جنہیں سیاسی رنگ میں رنگتے ہوئے حریت و آزادی کے چند نعرے دے کر با آسانی ہر جرم پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔

ہم نے حکمرانوں کو اپنے تحفظ سے متعلق اقدامات کے اعلانیہ طور پر تشہیر کرنے اور نتیجۃً انہیں اپنی کمزوری کو تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس طریق کار سے ہم نے ان کے اقتدار کو تباہی سے ہمکنار کر دیا ہے۔ ہمارے حکمران کی حفاظت خفیہ طور پر ایک غیر معروف حفاظتی ہاتھ سے کی جائے گی کیونکہ ہم اس تصور کو قبول کرنے کو تیار نہ ہوں گے کہ اس کے خلاف کوئی ایسی بغاوت ہو سکتی ہے جس پر وہ قابو نہ پا سکے اور وہ اپنی حفاظت پر مجبور ہو۔ اگر ہم اس تصور کو قبول کر لیں جیسا کہ غیر یہودی کر چکے ہیں یا بعض ایسا کر رہے ہیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ ہم اگر اپنے حکمران کی نہیں تو جلد یا بدیر ان کے خاندان کی موت کے حکم نامے پر دستخط کر رہے ہیں۔

بظاہر سختی سے نافذ شدہ قوانین کے تحت ہمارا حکمران اپنے اختیارات کو قوم کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کرے گا اور کسی صورت بھی اپنے یا اپنے خاندان کے مفادات کو ترجیح نہیں دے گا۔ اس کی یہی شائستگی اس کے اقتدار کی قدر و منزلت کا باعث بنے گی بلکہ خود رعایا اس کی حفاظت پر کمربستہ رہے گی۔ اس کی وجہ اس اعتراف میں مضمر ہوگی کہ ریاست کے ہر شہری کی فلاح و بہبود اسی کے اقتدار سے وابستہ ہے کیونکہ عوامی زندگی کے تمام نظم و نسق اور امن عامہ کا

انحصار اسی پر ہوگا، یہی مدح سرائی اس کی تقدیس کا باعث ہوگی۔

اظہاریہ حفاظتی اقدامات حکمران کی قوت و اقتدار کی تنظیم کی کمزوری پر دلالت کرتے ہیں، البتہ جب ہمارا حکمران عوام میں گھرا ہوگا تو اس کے گرد اگلی صفوں میں زن و مرد کا ایسا ہجوم ہوگا جو بظاہر مشتاق اور طالب دید دکھائی دے گا اور یہ تاثر دے رہا ہوں گا کہ وہ اتفاقیہ طور پر وہاں اکٹھا ہو گیا ہے (حالانکہ وہ ہماری طرف سے متعین ہوگا) اس عمل سے دوسرے لوگ بادشاہ کی طرف احتراماً آگے نہیں بڑھیں گے جیسا کہ بیانِ نظم و ضبط کے لئے بھی ضروری دکھائی دیتا ہے۔ اس سے دوسروں کے لئے بھی ضبط نفس کی مثال قائم ہوگی۔ اگر کوئی دادخواہ بھیڑ چیر کر بادشاہ کو کوئی درخواست پیش کرتا ہوا دکھائی دے گا تو اگلی صفوں کے لوگ متعلقہ درخواست لے کر سائل کی موجودگی ہی میں حکمران کے حوالے کر دیں گے تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ مذکورہ درخواست منزل مقصود پر پہنچ گئی ہے۔ اس سے لوگوں پر واضح ہو جائے گا کہ تمام امور مملکت پر بادشاہ کا اپنا ہی کنٹرول ہے۔ تاج سلطانی کے قیام و بقا کے لئے ضروری ہے کہ عوام یہ کہتے ہوئے سنائی دیں کہ

"اگر بادشاہ کو یہ معلوم ہوتا، یا بادشاہ تک یہ بات پہنچ کر رہے گی"۔

جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ حکمران کے لئے سرکاری انتظامات کے باعث اقتدار کا پراسرار وقار ختم ہو کر رہ جاتا ہے، نیز اگر کسی کی معمولی سی جسارت کو نظر انداز کر دیا جائے تو ہر شخص دلیری دکھانے پر اتر آتا ہے اور باغیوں میں اپنی قوت و طاقت کا احساس پیدا ہو جاتا ہے اور اس لمحے کے منتظر رہتے ہیں کہ موقع ملتے ہی اقتدار پر حملہ کر دیں لیکن غیر یہود کو ہم اس کے برعکس تعلیم دیتے ہیں تاہم انہیں کے تجربے سے تو ہم نے سبق حاصل کیا ہے کہ اعلانیہ تحفظ کے اقدامات سے ان کا کیا حشر کر رکھا ہے۔

یاد رہے کہ محض شبہ کا ادنیٰ سا معقول جواز ملتے ہی فوری طور پر ہم مجرموں کو گرفتار کر لیں گے کیونکہ کسی امکانی غلطی کے خوف سے اس امر کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ سیاسی غلطیوں اور جرائم کے مرتکب یا مشتبہ افراد کو بچ نکلنے کا موقع دیا جائے۔ اس معاملے میں ہم قطعاً بے رحمی کا مظاہرہ کریں گے۔ لغزش معمولی کے کھلنے پر مزید قیاس آرائی کی راہیں اختیار کر بھی لی جائیں اور معمولی جرائم کے پس پشت محرکات پر دوبارہ غور و خوض کیا جائے تب بھی ہم ان لوگوں کو قطعاً معاف نہیں کریں گے جنہوں نے ایسے امور میں دخل اندازی کی کوشش کی ہو جنہیں حکومت کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا اور حقیقت تو یہ ہے کہ صحیح پالیسی کو سمجھنا بھی ہر حکومت کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔

غیر یہودیوں سے نمٹنے کے لئے:

اگر ہم عوام کو سیاسی امور میں ملوث ہونے کی آزادی بھی دیں تاکہ ہم ان کی حالت بہتر بنانے کے لئے حکومت کے پاس درخواستوں اور عرضداشتوں کے ذریعے تجاویز پیش کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ اس طریق کار سے ایک طرف تو مختلف خامیاں ہمارے علم میں آئیں گی اور دوسری طرف ہم رعایا کے خیالی منصوبوں سے آگاہ رہیں گے اور ردعمل کے طور پر یا تو ان تجاویز کو عملی جامہ پہنا دیں گے یا نہایت دانشمندی سے انہیں غلط ثابت کرتے ہوئے مسترد کر دیں گے تاکہ غلط تجویز پیش کرنے والے پر اس کی کوتاہ اندیشی واضح ہو جائے۔

باغیانہ تقریریں کرنے والے کی حیثیت ہاتھی پر بھونکنے والے پالتو پلے سے زیادہ نہیں ہوگی۔ ایک منظم حکومت جس کے ہاتھ پولیس کے بل بوتے پر نہیں بلکہ عوامی قوت مضبوط ہوں، کے نزدیک ان امور کی حیثیت ایسے ہی ہے جیسے کوئی گھریلو پلا اپنی طاقت اور مقام سے بے خبر ہاتھی پر بھونکنے کی کوشش کرے۔ دونوں کی اہمیت کا تناسب واضح کرنے کے لئے مناسب تنبیہ کی ضرورت ہوگی اور یہ پلے بھونکنا بند کر دیں گے بلکہ ہاتھی کو دیکھتے ہی خوشامدانہ انداز میں دم ہلانا شروع کر دیں گے۔

ہم سیاسی جرائم کو بھی چوری، قتل اور ہر قسم کے گھناؤنے جرائم کی فہرست میں شامل کر کے اخلاقی جرائم کی مانند عدالتی کارروائی کے تحت لے آئیں گے تاکہ ان کا ارتکاب کرنے والوں کو جانباز، بہادر اور اولوالعزم نہ تصور کیا جائے بلکہ ان کا وقار خاک میں مل کر رہ جائے۔ اس طرح سیاسی اور دوسرے جرائم سے متعلق نقطہ نظر خلط ملط ہو جائے گا اور اول الذکر کو بھی باعث ننگ سمجھا جانے لگے گا نیز عوام انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگیں گے۔

ہم نے اس امر کی بھرپور کوشش کی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم اس میں کامیاب بھی ہو گئے ہیں کہ غیر یہود بغاوت انگیز تقریروں سے مقابلہ کرنے کے طریقے کو نہ اپنا سکیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہم نے پریس اور بالواسطہ تقریروں نیز نہایت ہوشیاری اور عیاری سے مرتب کی گئی تاریخ کی نصابی کتب کے ذریعے ایک ایسی شہادت و قربانی کے تصور کی تشہیر کی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسے باغیانہ تقریریں کرنے والے عوامی فلاح و بہبود کے پیش نظر قبول کر چکے ہیں۔ اس تصور کی تشہیر سے حریت پسندوں کی جماعت میں اضافہ ہو گیا ہے اور مزید ہزاروں غیر یہودی ڈھور ڈنگروں کی صفوں میں شامل ہو گئے ہیں۔

رائے عامہ کی گمراہی کیسے ممکن ہے؟

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے کہ آج کی حکومتیں اور عوام موجودہ سیاسی نظام کی ظاہری حیثیت و ترکیب سے بالکل مطمئن ہیں۔ دراصل غیر یہود کے لئے واقعات و حالات کی تہہ تک پہنچنا ممکن بھی کیسے ہو سکتا ہے جبکہ خود ان کے نمائندوں کی ساری طاقت عیش و عشرت کے حصول میں صرف ہو رہی ہے؟ ہماری حکمت عملی کی کامیابی کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ ہم تمام امور کی تفصیلات سے باخبر رہیں کیونکہ تقسیم اختیارات، آزادی تقریر، آزادی پریس، آزادی مذہب، انجمن سازی کی آزادی، املاک کا تحفظ اور رہائشی ٹیکس اور بعض دیگر ٹیکس (خصوصاً ٹیکسوں کی چوری) قوانین کی داخلی قوت جیسے مسائل پر غور و خوض کے وقت ان تفصیلات سے آگہی ہمارے لئے معاون ثابت ہوگی۔

یہ تمام مسائل ایسے ہیں کہ انہیں عوام کے سامنے براہ راست اعلانیہ طور پر زیر بحث نہیں لایا جا سکتا اور اگر بالفرض کبھی ان کا چھیڑنا ناگزیر ہو جائے تو ان کا واضح طور پر نام نہ لیا جائے۔ تفصیلات میں الجھے بغیر اتنا اعلان ہی کافی ہے کہ ہم موجودہ قوانین کے تمام بنیادی اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس ضمن میں خاموشی ہمارے لئے اس لحاظ سے مفید ہوگی کہ کسی اصول کا نام لئے بغیر کام کرنے سے ہم ہر قسم کی کارروائی کے لئے آزاد ہوں گے ہم لوگوں کو متوجہ کئے بغیر موقع محل کے مطابق کسی اصول کو اپنا کر اور کسی کو مسترد کر کے اپنے مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں گے لیکن ان اصولوں کا علیحدہ علیحدہ نام لینا ان کی توثیق کے مترادف ہوگا۔

یاد رکھئے عوام سیاسی طاقت کے ان ذہین افراد کے لئے بالعموم اپنے دل میں بے پناہ عزت و احترام کے جذبات رکھتے ہیں اور ان کی تمام جارحانہ کارروائیوں کو بھی بنظر تحسین دیکھتے ہیں۔ آپ انہیں اکثر الفاظ دہراتے ہوئے سنیں گے ہاں ہاں یہ شیطانیت ہے، بھئی خوب، ہاں یہ بدمعاشی تو ہے لیکن اس میں ذہانت بھی ہے۔ تم اسے چال کہہ لو لیکن کتنی عیاری سے چلی گئی ہے؟ اس فریب میں کتنی خوبصورتی ہے کتنی دیدہ دلیری ہے؟ کتنی جسارت ہے؟

ہم تمام اقوام کو اپنے بنیادی ڈھانچے کی تعمیر کی طرف متوجہ کر لیں گے جس کا منصوبہ ہم نے تیار کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے ہمارے لئے یہ امر ناگزیر ہے کہ ہم اپنے آپ کو مسلح کر لیں اور دلیری، بے باکی، جسارت، جوش و ولولہ اور ناقابل تسخیر قوت کا مجسمہ بن جائیں۔

ذہنی اوصاف کے باعث ہمارے سرگرم کارکن اپنے راستے کی تمام رکاوٹوں اور مزاحمتوں کو دور کر سکیں گے۔ ہم مختلف اقوام کو مخاطب کرتے ہوئے کہیں گے۔

"ہر معاملہ ابتری سے ہمکنار ہے۔ آلام و مصائب کے ہاتھوں سب بے حال ہو چکے ہیں۔ اب ہم آپ کے مصائب کے تمام اسباب یعنی قومیتوں، سرحدوں اور سکوں کے اختلافات کو ختم کر دیں گے آپ کو اختیار ہے کہ ہمیں سزاوار ٹھہرائیں لیکن کیا انصاف کا تقاضا یہ نہیں کہ ہم جو کچھ آپ کو پیش کر رہے ہیں اس کو پہلے پرکھ تو لیں؟"

اس موقع پر عوام ہمارے گن گائیں گے متفقہ طور پر امیدوں اور توقعات کا جشن مناتے ہوئے ہمیں اپنے کندھوں پر اٹھا لیں گے اور پھر رائے شماری جسے ہم بطور ایک حربہ استعمال کر رہے ہیں، ہمیں تمام دنیا کے تخت و تاج کا مالک بنا دے گی۔ یہ حربہ انسانی نسل کی چھوٹی سے چھوٹی اکائیوں کو مختلف مجالس کے ذریعے اور گروہوں کے مابین معاہدوں کے ذریعے رائے شماری کا طریقہ سکھائے گا۔ اس طرح بالآخر یہ اپنے مقصد کو پہنچ کر رہے گا۔ اس کا آخری کردار یہ ہوگا کہ لوگ ہمیں برا بھلا کہنے اور مورد الزام ٹھہرانے کی بجائے ہمارے ساتھ قریبی تعلقات استوار کرنے کے لئے بیک زبان اپنی خواہش کا اظہار کریں گے۔ اس مقصد کے لئے طبقات و تعلیمی قابلیت کے معیار کو نظر انداز رکھے بغیر ہر شخص کو رائے دہندگی کا حق دیا جائے گا۔ واضح اکثریت کے حصول کے لئے یہ لازمی ہے کیونکہ تعلیم یافتہ اور صاحب جائیداد رائے دہندگان سے ان اکثریت کی توقع عبث ہے۔ اس طرح ہم تمام غیر یہودیوں میں اپنی ذاتی اہمیت کے احساس کو بیدار کر کے خاندان کی اہمیت اور اس کی تعلیمی افادیت کا خاتمہ کر دیں گے علاوہ ازیں ہم اختلافات پیدا کرنے کی انفرادی کوششوں کے امکان کو بھی ختم کر دیں گے کیونکہ ہم کو عوام الناس پر پورا اختیار حاصل ہوگا۔ وہ ہمارے ہاتھوں میں کھیل رہے ہوں گے اور وہ ایسے افراد کو نہ تو آگے بڑھنے دیں گے اور نہ ان کی کسی بات پر کان دھریں گے۔ وہ صرف ہماری باتیں سننے کے عادی ہوں گے کیونکہ اس فرمانبرداری اور توجہ کی ہم انہیں قیمت ادا کریں گے۔ اس طریق سے ہم ایک ایسی بے بصیرت، ناعاقبت اندیش نیکی، طاقت و قوت پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جو ہمارے کارندوں کی رہنمائی کے بغیر کوئی بھی راہ اختیار کرنے سے قاصر رہے گی۔ ان رہنماؤں کو ہم عوامی قائدین کی صورت میں پیش کریں گے۔ عوام بلا چون چرا اس حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے کیونکہ اس امر سے وہ اچھی طرح واقف ہوں گے کہ ان کا روزگار، ان کی اجرتیں اور باقی تمام قسم کے فوائد

کا حصول انہیں قائدین کی ذات سے وابستہ ہے۔

حکومت کا کوئی ایک منصوبہ ہمیشہ ایک اور صرف ایک ذہن کی پیداوار ہونا چاہیئے کیونکہ کئی ایک اذہان کی تیار کردہ مختلف شقیں اور اجزاء نہ صرف جامعیت سے محروم رہتے ہیں بلکہ ان کی گرفت بھی مضبوط نہیں ہوتی لہٰذا اس منصوبے کو عملی جامعہ پہنانے سے متعلق طریق کار سے آگہی تو ہم حاصل کر سکتے ہیں لیکن اسے زیر بحث نہیں لا سکتے مبادا ہم اس میں پنہاں فریب کاریوں، اس کے مختلف حصوں کی باہمی ربط و انحصار، ہر شق کے خفیہ معانی کی عملی قوت کو نقصان پہنچانے کا باعث بن جائیں۔

اس قسم کے مشکل اور محنت طلب منصوبے کو زیر بحث لانا اور متعدد رائے شماریوں کے ذریعے اس میں ترمیم کرنا، اس پر ایسے دلائل اور غلط تفسیروں کو مہر لگانے کے مترادف ہوگا جو اس سکیم کی گہرائی اور وسعت کو نہ پہنچ سکے، ہم چاہتے ہیں کہ ہماری سکیمیں موثر بھی ہوں اور خوب حزم و احتیاط سے تیار بھی کی گئی ہوں۔ اس لیے ہمیں اپنے ذہین و فہیم لوگوں کے کام کو عوام یا سنڈیکیٹ کمیٹی کے زہریلے دانتوں کی نذر نہیں کرنا چاہیئے۔

ہمارے منصوبے فوری طور پر موجودہ اداروں کو تلپٹ نہیں کریں گے بلکہ صرف ان کی معیشت و اقتصاد میں تبدیلیوں کا باعث بنیں گے اور بالآخر ان کی ترقی کی رفتار مجموعی طور پر متاثر ہو کر ہمارے منصوبوں کی متعینہ راہوں پر چل نکلے گی۔

اس وقت دنیا کے تمام ممالک میں مختلف ناموں سے تحت تقریباً ایک ہی قسم کا نظام موجود ہے، نمائندگی، وزارت، سٹیٹ کونسل، مجلس قانون ساز جیسے ادارے ہر ملک میں موجود ہیں۔ ان اداروں کے باہمی تعلقات کی نوعیت بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کیونکہ آپ لوگ ان سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ صرف اس امر کو پیش نظر رکھئے کہ ان میں سے ہر ادارہ مملکت کے کسی نہ کسی اہم کام کو سرانجام دینے کا ذمہ دار ہے اور یہ بھی واضح کر دوں کہ لفظ اہم میں ادارے کے لیے نہیں بلکہ کام کے لیے استعمال کیا ہے لہٰذا نتیجہ واضح ہے کہ ہمارے ان اداروں کو کوئی اہمیت نہیں دراصل وہ فرائض اہم ہیں جو یہ ادارے سرانجام دیتے ہیں، ان اداروں نے اپنے درمیان حکومت سے متعلقہ تمام انتظامی اور قانونی فرائض کو تقسیم کر رکھا ہے۔

اس طرح یہ انسانی جسم کے اعضاء کی طرح مصروف کار ہیں۔ اگر ہم کسی مملکت مشینری کے کسی ایک حصے کو نقصان پہنچاتے ہیں تو انسانی جسم کی مانند مملکت بھی بیماری کا شکار ہو جاتی ہے اور نتیجتاً فنا ہو کر رہتی ہے۔

جب ہم نے ریاستوں کے نظام میں حریت پسندی کا زہر بھر دیا تو ان کا تمام سیاسی رنگ ہی تبدیل ہو کر رہ گیا اب ریاستیں ایک مہلک بیماری کا شکار ہو چکی ہیں۔ ان کے خون میں زہر پیدا ہو چکا ہے اب ہمیں صرف ان کے عالم نزع کا انتظار ہے۔ حریت پسندی کے نتیجے میں آئینی حکومتیں وجود میں آ چکی ہیں جنہوں نے غیر یہود کے واحد تحفظ مطلق العنانیت کی جگہ لے لی ہے۔

آپ بخوبی جانتے ہیں کہ کسی بھی دستور کی حیثیت اختلافات، غلط فہمیوں، جھگڑوں، ناانصافیوں، بے ثمر جماعتی شورشوں، جماعتی اوہام کی درس گاہ کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ یہ ہر اس چیز کا منبع ہوتا ہے جو ریاستی سرگرمیوں کی تمام خصوصیات کو ختم کر دیتا ہے۔

بالائی افراد کے اس پلیٹ فارم نے بھی حکمرانوں کو مجبور و بے بس بنانے میں پریس سے کچھ کم کردار ادا نہیں کیا ہے۔ لہٰذا بہت سے ممالک کے حکمران جب بے کار اور فاضل ہو کر رہ گئے تو انہیں اقتدار سے محروم کر دیا گیا۔ اس عمل کے بعد ہی جمہوریتوں کے دور کا حصول ممکن ہوا اور پھر ہم نے حقیقی حکمرانوں کی جگہ ان کے عوام ہی میں ایسے افراد جو ہماری غلامی کا دم بھرتے تھے اقتدار کی گدی پر بطور صدر لا بٹھایا ہے۔ یہ کٹھ پتلی مخلوق متعلقہ حکومتوں کے لیے باعث تضحیک تھی۔ یہ ایک بارودی سرنگ کی بنیاد تھی جو ہم نے غیر یہود بلکہ مجھے غیر یہودی اقوام کہنا چاہیئے، کے نیچے بچھا دی۔

مستقبل قریب میں صدر کے اختیارات کا بھی تعین کر دیں گے اس وقت تک ہم اس قابل ہو جائیں گے کہ جن امور کے لیے ہمارا آلہ کار برائے نام حکمران ذمہ دار ہوگا قانون کی ظاہری صورتوں کی پرواہ کیے بغیر انہیں پایہ تکمیل تک پہنچا دیں۔ ہمیں اس کی ہرگز کوئی پرواہ نہیں اگر اقتدار کے بھوکوں کی صفوں میں کمی کی جائے یا صدارتی امیدواروں کا حصول ناممکن ہو جائے اور اس عمل کے رکنے سے بحران پیدا ہو جائے اور بالآخر متعلقہ ملک ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ جائے؟

اپنے منصوبے کو کامیاب بنانے کے لیے ہم ایسے صدارتی امیدواروں کے حق میں انتخابات کرائیں گے جن کا ماضی سیاہ ہو، جن کے دامن داغ دار ہوں لیکن وہ ناپاک داغ پردہ اخفا میں ہوں۔ ایسی صورت میں یہ لوگ ہمارے منصوبوں کی تکمیل کے لیے معتمد ایجنٹ ثابت ہو سکیں گے کیونکہ ایک طرف تو انہیں اپنے راز کے افشا ہونے کا خطرہ دامن گیر رہے گا اور دوسری طرف اقتدار و اختیارات، مختلف مراعات و فوائد نیز صدارتی عہدے کے جاہ و حشمت سے چمٹے رہنے کی خواہش غالب ہوگی۔

ایوان نمائندگان کی حیثیت تو صدر کے لیے ڈھال ایک آڑ کی ہوگی، وہ صدر کو منتخب کرے گا اور اسے تحفظ مہیا کرے گا لیکن ہم چیمبر کو نئے قوانین بنانے یا پہلے سے موجود قوانین میں ترمیم

کرنے کے حق سے محروم کر دیں گے اور یہ حق جواب دہ صدر کو تفویض کر دیں گے جس کی حیثیت ہمارے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کی سی ہوگی۔ یہ قدرتی امر ہے کہ صدر کے اختیارات ہر ممکن تنقید کا نشانہ بن جائیں گے لیکن ہم اسے اپنے بچاؤ کے لئے عوام کے سامنے اپیل کرنے کا حق دیں گے۔

ناعاقبت اندیش عوام جو ہمارے غلام ہیں صدر کے حق میں ان کا فیصلہ اپنے نمائندوں سے بالا ہی ہوگا۔ چیمبر سے مشورہ کئے بغیر ہم صدر کو اعلان جنگ کرنے کا حق بھی دے دیں گے اور اس کا جواز اس طرح پیش کریں گے کہ ملک کی تمام فوج کے سربراہ کی حیثیت سے اسے صدر کے دائرہ اختیار ہی میں رہنا چاہیے تاکہ ضرورت پڑنے پر وہ نئے جمہوری دستور کے ذمہ دار نمائندے کی حیثیت سے ان کی حفاظت کر سکے لہٰذا یہ سمجھنا آسان ہے کہ ان حالات کے تحت خزینے کی چابی ہمارے ہاتھ میں رہے گی اور ہمارے علاوہ کوئی اور طاقت قانون سازی کی قوت کو حرکت نہیں لا سکے گی۔

نئے جمہوری دستور کے نفاذ کے ساتھ ہی ایوان سے سیاسی رازداری کی آڑ میں سرکاری اقدامات پر تفصیلات طلب کرنے اور سوالات کرنے کا حق واپس لے لیا جائے گا۔ نئے آئین کے تحت نمائندوں کی تعداد میں بھی خاصی کمی کر دی جائے گی۔ اس طرح نسبتاً سیاسی جذبات شعلوں کی صورت میں بھڑک اٹھیں جس کی بہت کم امید ہے تو ہم عوام الناس کی اکثریت کے پاس پر زور اپیل لے کر جائیں گے اور انہیں کالعدم قرار دیں گے۔ صدر ہی چیمبر اور سینٹ کے پریذیڈنٹ اور وائس پریذیڈنٹ کا تقرر عمل میں لائے گا۔

پارلیمنٹ کے اجلاس متواتر منعقد کرنے کی بجائے صرف چند ماہ کی کارروائیوں تک محدود کر دیئے جائیں گے علاوہ ازیں صدر انتظامیہ کے سربراہ کی حیثیت سے پارلیمنٹ کا اجلاس بلا سکے گا اور اسے منسوخ کر سکے گا۔ مؤخر الذکر صورت میں وہ نئی پارلیمانی اسمبلی کے انتخابات کروانے میں تاخیر بھی کر سکتا ہے۔ ہمارے منصوبوں کی تکمیل سے پہلے ہی ہماری کارروائیوں کے نتائج کے لئے جو دراصل غیر قانونی ہوں گی صدر کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ ہم وزراء اور انتظامیہ کے دیگر اعلیٰ افسروں کو اس امر پر اکسائیں گے کہ وہ صدر کے اختیارات کو تنقید سے بچانے کے لئے اپنے طور پر کچھ اقدامات کریں اس طرح صدر کی جگہ انہیں قربانی کا بکرا بنا دیا جائے گا۔

ہماری خواہش ہے کہ کسی ایک افسر کی بجائے یہ کام وزراء کونسل کے ذمہ لگایا جائے۔

جن قوانین کی کئی ایک تاویلیں کی جا سکتی ہیں۔ صدر ان کی وہی تاویل کرے گا جو ہماری حسب منشا

ہوگی۔ صدر کو ہمارے اشارے پر قوانین کو منسوخ بھی کرنا پڑے گا اسے مملکت کے اعلیٰ مفادات کی آڑ میں عارضی نوعیت کے نئے قوانین رائج کرنے اور آئین سے انحراف کا اختیار ہوگا۔ ان اقدامات سے بتدریج تمام مروجہ ادارے زیر و زبر ہو جائیں گے۔ مختلف ملکوں میں اختیارات حاصل کرنے کے بعد انہیں اس تغیر کے لئے تیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ ہر قسم کے آئین کو غیر محسوس طریقے سے ختم کر دیا جائے۔ اس طریق سے وہ وقت بھی آ پہنچے گا جب ہر مملکت ہماری مطلق العنان حکومت کے زیر نگیں ہوگی۔

آئین کی تباہی سے پیشتر بھی ہماری مطلق العنان حکومت کو تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ یہ وہ اہم لمحہ ہوگا جب لوگ نااہل حکمرانوں کی بدعنوانیوں اور نااہلیوں، جو ہماری پیدا کردہ ہوں گی، سے تنگ آ کر پکار اٹھیں گے۔ انہیں دور لے جائیے اور ہمیں اس کرۂ ارض کے لئے ایک بادشاہ دے دیجئے جو ہمیں متحد کر دے اور اختلاف و انتشار کے تمام اسباب، تمام سرحدوں، سب قومیتوں، کل مذاہب اور ہر قسم کے ریاستی قرضوں سے نجات دلا دے۔ ہمارے دشمن کو امن و سکون کی دولت سے بہرہ ور کرے جو موجودہ حکمرانوں اور نمائندوں کے زیر سایہ مفقود ہے۔

لیکن آپ سب بخوبی جانتے ہیں کہ تمام اقوام کی طرف سے ایسی خواہشات کے اظہار کو ممکن بنانے کے لئے یہ امر ناگزیر ہے کہ سب ملکوں میں عوام کے تعلقات اپنی حکومتوں کے ساتھ اس حد تک بگاڑ دیئے جائیں کہ انسانیت انتشار و نفرت، کشمکش، حسد و رقابت، جسمانی اذیت، فاقہ کشی، بیماریوں میں اضافے اور تنگی و عسرت کے ہاتھوں تنگ آ کر بے حال ہو جائے اور تمام کے تمام غیر یہودی زر و مالی اور دوسرے امور میں قطعی طور پر ہمارے اقتدار اعلیٰ کے سامنے پناہ لینے پر مجبور ہو جائیں۔

لیکن اگر ہم نے لوگوں کو دم لینے کی مہلت دی تو اس لمحے کا آنا ناممکن ہوگا جس کے ہم بے تابی سے منتظر ہیں۔

ابلیسی نظام کا احیاء:

ایسی قوم کو کون سا طرز حکومت دیا جا سکتا ہے جن کے رگ و ریشہ میں ہر قسم کی بدعنوانیاں اور خرابیاں سرایت کر چکی ہوں جو دغا بازی اور فریب کاری کے حربوں سے مال و زر حاصل کرتی ہوں جن کے ہاں آوارگی اور بے راہ روی کا دور دورہ ہو اور اخلاقی اقدار کو دل سے

قبول کرنے کے لیے کوئی شخص بھی رضاکارانہ طور پر تیار نہ ہو گا کہ ان داخلی و ارفع اقتدار کے نفاذ کے لیے تعزیری ضابطوں اور بے رحم قوانین کی اعانت درکار ہو؟ جو وسیع المشربی کے احساسات پر ایمان رکھتے ہوئے حب الوطنی کے جذبات کو قربان کر دیں۔ ایسی اقوام کو سوائے مطلق العنانیت کے جس کی ابھی میں وضاحت کروں گا اور کون سا نظام حکومت دیا جا سکتا ہے؟

عوام کی تمام قوتوں کو اپنے ہاتھوں میں رکھنے کے لیے ہم شدید مرکزیت کی حامی حکومت تشکیل کریں گے اور نئے قوانین و ضوابط کے ذریعے اپنے محکوموں کی تمام سیاسی سرگرمیوں کو کٹھ پتلی کی حرکتوں کی مانند منضبط کریں گے جو غیر یہودی حکمرانوں نے انہیں بہم پہنچا رکھی ہیں۔ گویا ہماری سلطنت کا طرۂ امتیاز اس کی حد سے بڑھی ہوئی مطلق العنانیت ہو گا جو کسی بھی مقام پر ہر اس غیر یہودی کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے گی جو اپنے کسی قول یا فعل سے ہماری مخالفت کے درپے ہو۔ ممکن ہے یہ اعتراض کیا جائے کہ ایسی مطلق العنانیت جس کا میں ذکر کر رہا ہوں، دور حاضر کی رفتار سے مطابقت نہیں رکھتی لیکن میں آپ پر اس کی حقانیت ثابت کیے دیتا ہوں۔

ایک زمانہ تھا کہ عوام اپنے بادشاہوں کو منشائے الٰہی کا مظہر سمجھتے تھے، وہ اپنے ان مطلق العنان حکمرانوں کے سامنے جنبش لب کے بغیر سر تسلیم خم کر دیتے تھے لیکن جس دن سے ہم نے ان کے ذہنوں کو حقوق کے تصور سے پراگندہ کر دیا ہے، وہ پرشکوہ تخت و تاج اور جاہ و جلال کے مالک شاہوں کو محض اپنے جیسا فانی انسان سمجھنے لگے ہیں۔ ان کے ذہنوں سے یہ تصور غائب ہو چکا ہے کہ بادشاہوں کو خدا نے جو تقدس دیا ہوتا ہے اور جب ہم نے انہیں خدا پر ایمان کے تصور سے بھی محروم کر دیا تو اقتدار کی رسہ کشی ملکیت کے مقامات گلی کوچوں میں پہنچ گئی جس پر ہم نے بآسانی قبضہ جما لیا ہے۔

اس کے علاوہ نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے مرتب کیے ہوئے نظریات اور الفاظ کی بھرمار سے عوام کی رہنمائی، زندگی کے تمام اصولوں کا انضباط اور تمام دوسرے ہتھکنڈوں کا استعمال جنہیں غیر یہودی سمجھنے سے قطعاً عاری ہیں ہمارے بہترین صلاحیتوں کے مالک دماغ ہی کر سکتے ہیں جو انتظامی امور میں ماہر ہیں۔ حالات کا جائزہ لینے، مشاہدہ کرنے، تجزیوں اور اندازوں کی باریکیوں اور نکات کو سمجھنے کے لیے ہماری خصوصی انداز سے تربیت کی جاتی ہے اور جس طرح اس فن میں ہمارا کوئی حریف نہیں اسی طرح سیاسی سرگرمیوں اور اتحاد عمل سے متعلق منصوبہ بنانے میں ہمارا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

البتہ قدیم رومن کیتھولک فرقہ جیسوئٹس ہماری ہمسری کا دعویٰ کر سکتا تھا لیکن ہم اس کی

اس انداز سے بیخ کنی کر چکے ہیں کہ ثابت اندیش عوام کی نظروں میں بحیثیت ایک علانیہ تنظیم اس کی کوئی وقعت نہیں رہی۔ اس تمام کارروائی کے دوران ہماری خفیہ تنظیم پس پردہ رہی۔ غالباً دنیا کو تو اس امر سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ان پر حکمران مقتدر اعلیٰ کیتھولک چرچ کا سربراہ ہو یا صیہونی خون کا مطلق العنان، لیکن ہم خدا کی محبوب قوم ہیں ہمارے لیے اس معاملے میں کسی قسم کی لاپرواہی اور بے احتیاطی کی قطعی کوئی گنجائش نہیں۔

اس امر کا بھی امکان ہے کہ شاید کچھ عرصے کے لیے دنیا بھر کے تمام غیر یہود کا مشترکہ محاذ ہمارا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہو جائے لیکن ان کے باہمی اختلافات و تنازعات کے باعث ہم اس خطرے سے بھی محفوظ ہیں کیونکہ ان کے اختلافات و تنازعات کی جڑیں اتنی گہری ہو چکی ہیں کہ ان کا ختم ہونا ناممکن ہے۔ ہم نے غیر یہودیوں کو ذاتی اور قومی مفادات کے نام پر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر دیا ہے۔

گزشتہ بیس صدیوں کے دوران ہم نے ان میں مذہبی اور نسلی عصبیتوں کو وسیع پیمانے پر فروغ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ساری دنیا میں ایک بھی ریاست نہیں کہ اگر اسے ہمارے خلاف نبرد آزما ہونے کا شوق چرائے تو کوئی دوسری طاقت اس کی پشت پناہی کی جرأت کرے کیونکہ یہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ کسی ایسے معاہدے میں شرکت خود اس کے مفادات کے منافی ہو گی۔ ہم بہت طاقتور ہیں ہماری طاقت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ آج اقوام عالم میں معمولی سے معمولی نوعیت کے درپردہ معاہدے بھی اس وقت تک طے نہیں پا سکتے جب تک ہمارا خفیہ ہاتھ ان میں کارفرما نہ ہو۔

"بادشاہ میرے ہی توسط سے حکمرانی کرتے ہیں"

پیغمبروں کے ارشادات کے مطابق کرۂ ارض پر حکمرانی کے لیے ہمیں خود خدا نے منتخب کیا ہے۔ اس نے ہمیں غیر معمولی ذہانت سے نوازا ہے تاکہ ہم اس عظیم فرض کو سرانجام دے سکیں لیکن اگر ذہانت و فطانت مخالفین کے مقدر میں آ جائے تو انہیں ہمارے خلاف شدید جدوجہد کرنا ہو گی کیونکہ کسی بھی میدان میں نو آمدہ افراد جہاں دیدہ اور تجربہ کار اشخاص کے ہمسر نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ہمارے مابین جو کشمکش ہو گی وہ انتہائی سنگدلانہ نوعیت کی ہو گی ایسی کشمکش جو قبل ازیں دنیا نے کبھی نہ دیکھی ہو۔ یہ بیدار مغز ان کی طرف ذہانت دیر سے پہنچنے کے باعث بہت کارآمد نہیں ہو گی۔ تمام مملکتوں کی مشینری کے سب پہیے انجن کی طاقت سے حرکت میں آتے ہیں جو ہمارے ہاتھوں میں ہے اور حکومتوں کی مشینری کا انجن ہے سیاسی معیشت کی سائنس کی ایجاد کا سہارا ہمارے بزرگ

لرین کے سر ہے اسی کے باعث عرصہ دراز سے سرمایے کو شاہانہ شہرت و منزلت نصیب ہے۔

اگر کسی پابندی کے بغیر مشترکہ بنیادوں پر کام کرنا ہو تو سرمایے کو صنعت و تجارت کی رہ داری قائم کرنے کے لئے آزاد ہونا چاہیے بلکہ دنیا کے ہر خطے میں پہلے ہی ایک غیر مرئی ہاتھ اس پالیسی پر عمل درآمد کرانے میں مصروف ہے۔ اس آزادی سے صنعت کاروں کو سیاسی قوت حاصل ہوگی جس کے بل بوتے پر وہ عوام کو آسانی سے کچل سکیں گے آج کے دور میں عوام جو ـہ میں جھونکنے کی نسبت انہیں غیر مسلح کرنا ضروری ہے اس سے بھی زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ ـکے شعلوں میں بھڑکتے ہوئے جذبات کی آگ کو سرد کرنے کی نسبت اسے اپنے مفادات کے استعمال میں لایا جائے بلکہ سب سے زیادہ اہمیت اس امر کو دینی چاہیے کہ دوسروں کے ـرات اور نظریات کو مسترد کرنے کی بجائے انہیں ایسے معانی پہنائے جائیں جو ہمارے اغراض ـاصد کے مطابق ہوں۔ ہماری نظامت کا اصل مطمع نظر اس پالیسی میں مضمر ہے کہ ہم تنقید کے لیے عوام کے ذہنوں کو اتنا پست کر دیں کہ وہ سنجیدہ قسم کی سوچ بچار کی صلاحیتوں سے محروم ہو کر ـحث کے قائل نہ رہیں۔ ان کی ذہنی قوتوں کو ایسا پراگندہ کر دیا جائے کہ وہ محض فصاحت و بلاغت کی مصنوعی جنگوں میں الجھی رہیں۔

ہر دور میں دنیا کے عوام نے اجتماعی اور انفرادی سطح پر زبانی دعووں کو اصل کارناموں پر ترجیح دی ہے۔ وہ عوامی اکھاڑے میں ظاہری نمود و نمائش پر قانع ہو جاتے ہیں اور شاذ و نادر ہی یہ جاننے کی تکلیف گوارا کرتے ہیں کہ زبانی وعدوں نے کبھی حقیقت کا روپ بھی دھارا ہے یا نہیں، ہم بھی نمائشی ادارے قائم کریں گے جو ترقی کے میدان میں اپنی افادیت کا منہ بولتا ثبوت ہوں گے۔ ہمیں تمام جماعتوں کے خدوخال کا غیر منصفانہ جائزہ لینا ہوگا۔

تمام جماعتوں کی آزادانہ ہیئت و ساخت کی ذمہ داری ہم خود اٹھائیں گے ان کے مقاصد اور نصب العین کا تعین بھی ہم ہی کریں گے۔ جماعتوں کی ہیئت و ساخت کو مقررین کے لیے آواز بھی عطا کریں گے جو اتنا بولیں گے، اتنی تقریریں کریں گے کہ سامعین ان کے نعروں اور دعووں کو سن سن کر عاجز آ جائیں گے۔ اس طرح فن خطابت کے خلاف بھی ان کے دلوں میں نفرت بھر جائے گی۔

رائے عامہ کو اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے ہمیں بے اطمینانی اور پریشانی کی فضا قائم کرنی ہوگی اس کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ ہم ہر سمت سے ان گنت اور متضاد خیالات و آراء کا اظہار

کریں گے۔ یہ عمل اس وقت تک جاری رہے گا جب تک غیر یہودی بھول بھلیوں میں گم ہو کر خود یہ تسلیم نہ کر لیں کہ سیاسی امور میں کسی قسم کی رائے قائم کرنا کوئی مسلک یا نظریہ اپنانا خلاف عقل و دانش ہے اور یہ معاملات عوام کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں اور انہیں صرف وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو عوام کی رہنمائی کے فرائض سرانجام دے سکتا ہے۔ یہ ہماری کامیابی کا پہلا راز ہوگا۔

ہماری حکومت کی کامیابی کا دوسرا راز مندرجہ ذیل پالیسیوں میں مضمر ہے۔ قومی سطح کی ناکامیوں، لوگوں کے عادات و اطوار، جذبات اور شہری زندگی کے تمام حالات کو اس کثرت سے مجتمع کر دیا جائے کہ اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بدامنی اور انتشار کی فضا میں ہر شخص کو اپنا مقام پہچاننا دشوار ہو جائے بلکہ عوام ایک دوسرے کو سمجھنے سے بھی قاصر ہو جائیں۔

یہ طریق کار ہمارے لئے اس لحاظ سے بھی مفید ہوگا کہ ہم مختلف جماعتوں میں اختلاف و نفرت کے بیج بو سکیں گے اور ان اجتماعی قوتوں، جو اب تک ہماری اطاعت کو قبول کرنے سے گریزاں ہے منتشر کر دیں گے۔ علاوہ ازیں ہم اس فرد کے شخصی اقدامات اور کوشش کا قلع قمع کر سکیں گے جو ہمارے سد راہ ہوگا۔ یاد رہے کہ ہمارے لئے ذاتی اور شخصی اقدامات سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان کے پس پردہ کوئی ذہین و فطین شخصیت کارفرما ہو تو وہ ان لاکھوں آدمیوں سے جن کے درمیان ہم نے انتشار و افتراق پیدا کر رکھا ہو، زیادہ نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

تعلیمی معاملات میں ہمیں غیر یہود اقوام کی رہنمائی اس انداز سے کرنی چاہیئے کہ جب بھی وہ کسی معاملے میں پیش قدمی کرنا چاہیں تو وہ اہم مسائل کا حل نہ ڈھونڈ سکیں اور ہمت ہار کر بیٹھ جائیں، آزادی عمل کے نتیجے میں پیدا ہونے والے تناؤ کا ٹکراؤ جب دوسروں کی آزادی سے ہوتا ہے تو یہ تمام طاقتیں کھوکھلی ہو کر رہ جاتی ہیں اس ٹکراؤ سے سحر ٹوٹ جاتا ہے۔ اخلاقی تصادم، مایوسیاں اور ناکامیاں وجود میں آتی ہیں۔ ان تمام حربوں سے ہم غیر یہودیوں کو اتنا تھکا دیں گے کہ وہ خود ہمیں ایسا بین الاقوامی اقتدار پیش کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ باعث بتدریج دنیا کی تمام مملکتوں کی اجتماعی طاقت بغیر کسی قسم کے تشدد کے قابض ہو جائیں گے اور ایک اعلیٰ درجے کی حکومت کا قیام عمل میں لائیں گے۔ موجودہ حکمرانوں کی جگہ ہم ایک ایسا پالیسی ادارہ تشکیل کریں گے جو سپر گورنمنٹ ایڈمنسٹریشن کے نام سے موسوم ہوگا۔ اس کے ہاتھ زنبور کی مانند چاروں طرف پہنچیں گے۔ اس کی تنظیم اتنی وسیع ہوگی کہ یہ دنیا کی تمام قوموں کو مغلوب کر کے رکھ دے گی۔

عالمی امن کی تباہی کے لیے:

ہم جلد ہی بڑی بڑی اجارہ داریوں اور مال و دولت کے وسیع ذخائر کا [illegible]م عمل میں لائیں گے جن پر غیر یہودی اقوام کی قسمت کا انحصار اس حد تک ہوگا کہ سیاسی ت[illegible]دم کے اگلے روز ہی تمام ملکی قرضوں سمیت غرق ہو کر رہ جائیں گے۔ زیادہ آمدنی کا حصول [illegible]ری ہے۔

ہمارے بادشاہ کی قوت کا انحصار معاشی توازن اور امن [illegible] کی حفاظت پر ہوگا لہٰذا اس مقصد کے حصول کے لیے اور ریاست کے نظم و نسق کو اطمینان بخش طریقے سے چلانے کے لیے یہ لازمی ہوگا کہ سرمایہ دار اپنی آمدنی کا ایک حصہ ریاست [illegible] نذر کر دیں گے۔ مملکت کی ضروریات انہیں لوگوں کی جیبوں سے پوری کی جائیں گی جو [illegible]ن کے متحمل ہو سکیں اور کسی قسم کا بوجھ بھی محسوس نہ کریں۔ اس اقدام سے طبقہ امراء کے خلاف [illegible] (غریبوں) کی نفرت و بیزاری ختم ہو جائے گی اور وہ اسے ملک میں امن و سلامتی کی بحالی او[illegible]م کی فلاح و بہبود کا ضامن سمجھیں گے کیونکہ وہ خود اس امر پر شاہد ہوں گے کہ ریاست [illegible]ن ارفع و اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے یہی طبقہ ضروری وسائل مہیا کر رہا ہے۔

تخت و تاج [illegible] انتظامی اداروں پر اٹھنے والے خرچ کے سوا باقی تمام اخراجات کا مکمل حساب کتاب تعلیم [illegible] طبقہ کی رسائی میں ہوگا تا کہ وہ ٹیکسوں سے پریشان اور بددل نہ ہونے پائیں۔

ہمارے حکمران کی کوئی ذاتی جائیداد نہیں ہوگی چونکہ ساری ریاست ہی ان کی میراث ہو[illegible]ہٰذا اس کی ذاتی جائیداد بنانا اس اصول سے متضاد ہوگا۔ بادشاہ کا ذاتی آمدنی کے ذرائع کا [illegible]لک ہونا ملکیت عامہ میں اس کے حقوق کو ختم کر دے گا۔

بادشاہ اور اس کے تمام اعزہ و اقارب کو ریاست کے ملازمین کی صفوں میں شامل ہونا پڑے گا یا حق جائیداد کے حصول کے لیے کوئی اور کام کرنا ہوگا شاہی خون کا یہ مطلب نہیں کہ یہ لوگ سرکاری خزانے پر اللے تللے کرتے رہیں۔

خریداری کے علاوہ روپے پیسے کی وصولی اور وراثت سے متعلق تمام امور ترقیاتی سٹامپ ٹیکس ادا کرنے پر ہی طے پا سکیں گے۔ اگر کسی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد یا ایسی رقوم کا انتقال جس کی رجسٹریشن افراد کے ناموں ہی پر ہونی چاہیے، اس ٹیکس کی ادائیگی کے مکمل ثبوت

کے بغیر عمل میں آیا تو اس کے سابقہ مالک کو انتقال جائیداد اس سے پہلے کہ اس کا سراغ لگنے کی تاریخ تک محکمہ ٹیکس پر سود کی رقم بھی ادا کرنا ہوگی۔ انتقال کے کاغذات کو ہر ہفتے یہاں موجود حضرات میں سے جو بھی ماہرین معاشیات ہیں انہیں اس متحدہ کارروائی کی اہمیت کا تجزیہ تیار کرنا ہے نیز ہمیں ہر ممکن طریقے سے اپنی عظیم حکومت کی اہمیت کو اس انداز سے واضح کرنا ہے کہ ہمارے دائرہ و اطاعت میں آنے والی قومیں ازخود اسے اپنا محافظ و نگہبان اور محسن عربی سمجھیں۔

غیر یہود کا طبقہ شرفاء سیاسی قوت کی حیثیت سے ختم ہو چکا ہے۔ اسے اہمیت دینے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں لیکن بحیثیت زمیندار یہ لوگ اب بھی ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ ان وسائل کے لحاظ سے جن پر ان کا گزر بسر ہوتا ہے خود کفیل ہوں۔ لہٰذا ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ انہیں قطعی طور پر اراضی سے محروم کر دیا جائے۔ اس مقصد کا حصول زرعی املاک پر زیادہ بوجھ ڈالنے اور اراضی کو قرضوں کے بوجھ تلے دبانے سے ممکن ہو سکتا ہے۔ ان اقدامات سے اراضی پر اجارہ داری کے رجحانات کا خاتمہ ہو جائے گا نیز انکساری فروتنی اور غیر مشروط اطاعت و فرمانبرداری کی کیفیت بھی پیدا ہو سکے گی۔

غیر یہود کو مزدوروں میں تبدیل کرنا:

غیر یہود کے شرفاء اپنی خاندانی روایات کے باعث قلیل آمدنی پر قناعت کرنے سے قاصر رہیں گے لہٰذا وہ جلد ہی صفحۂ ہستی سے معدوم ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں صنعت اور تجارت کی بھرپور سرپرستی کرنی چاہیے لیکن اس سے زیادہ اہمیت سٹہ بازی کو دینی چاہیے کیونکہ اس سے صنعت میں توازن پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کی عدم موجودگی میں سرمایہ نجی ہاتھوں میں جمع ہو جائے گا جس کے نتیجے میں اراضی کو زرعی بنکوں کے قرضوں سے نجات مل جائے گی اور زراعت بحال ہو جائے گی۔ ہمارا مطمع نظر یہ ہے کہ صنعت کاری، اراضی کو محنت اور سرمائے سے کلی طور پر محروم کر کے سٹے کے چیلنج سے کرۂ ارض کی دولت ہمارے ہاتھوں میں منتقل کر دے۔ اس طرح تمام غیر یہودی محنت کش اور مزدور طبقہ میں تبدیل ہو کر رہ جائیں گے۔ پھر وہ اگر کسی اور وجہ سے نہ سہی زندہ رہنے کے حق کے حصول کی خاطر تو ہمارے سامنے سرنگوں ہو کر رہیں گے۔

غیر یہود اقوام کی صنعت کی تباہی کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہم سٹہ بازی کا سامان تعیش اور عیش پرستی سے امداد کریں گے جسے ہم نے غیر یہود میں فروغ دے رکھا ہے۔ اس

کے حصول کی ہوس اب ہر چیز کو نگل رہی ہے۔ ہم اجرتوں کی شرح میں اضافہ کریں گے جو کارکنوں اور مزدوروں کے لئے کسی طرح بھی مفید ثابت نہ ہوگا کیونکہ اس کے ساتھ ہی ہم زندگی کی بنیادی ضروریات کی اشیاء کی قیمتوں میں بھی اضافہ کردیں گے۔ اس اضافے کا سبب زرعی پیداوار میں کمی اور مویشیوں کی قلت کو بتایا جائے گا۔

علاوہ ازیں ہم نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے کارکنوں میں افتراق و انتشار پیدا کرکے اور انہیں شراب نوشی کا عادی بنا کر پیداوار کے دیگر ذرائع کو بھی کھوکھلا کردیں گے۔ ہم ایسے تمام اقدامات بھی عمل میں لائیں گے جن سے کرۂ ارض سے غیر یہودیوں کے تعلیم یافتہ طبقے کی بیخ کنی ہوسکے۔ کاس امر کے لئے کہ غیر یہود ان پالیسیوں کے حقیقی مفہوم اور ان کے پس پردہ عزائم کو قبل از وقت نہ سمجھ سکیں۔ ہم ان پر محنت کش طبقے کی بے لوث خدمت کی خواہش کا پردہ ڈالیں گے۔ نیز سیاسی معیشت کے ان اصولوں کو بھی صیغہ راز میں رکھنا ہوگا جن کے فروغ کے لئے ہمارے معاشی نظریات پوری قوت سے پراپیگنڈہ کررہے ہیں۔

عالمی اقتصادی بحران کس طرح ہوگا:

آج ہم مالیاتی پروگرام کو زیر بحث لائیں گے اس معاملہ کی انتہائی مشکل، پیچیدہ، اہم ترین اور فیصلہ کن نوعیت کے باعث میں نے اسے رپورٹ میں خصوصی اہمیت دی ہے۔ اس پر کسی قسم کی بحث و تمحیص سے پیشتر میں آپ کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اس کا ذکر میں پہلے بھی اشارۃً کر چکا ہوں۔ جب میں نے کہا تھا کہ ہماری تمام تر سرگرمیاں اعداد و شمار کی روشنی ہی میں متعین ہوں گی۔ اقتدار اعلیٰ کی باگ ڈور سنبھالنے پر ہماری مطلق العنان حکومت ذاتی تحفظ و بقا کے اصول کے تحت عوام پر بھاری ٹیکسوں کا بوجھ لادنے کی احمقانہ پالیسی سے گریز کرے گی۔ وہ اس امر کو ملحوظ رکھے گی کہ اس کا کردار ایک باپ اور محافظ کا سا ہے لیکن چونکہ ریاست کی تنظیم اور اس کے نظم و نسق پر کافی رقم اٹھتی ہے اور اس مقصد کے لئے سرمائے کا حصول بہر حال لازمی ہے لہٰذا ہماری حکومت اس معاملے سے متعلق اصول قواعد کی تفصیلات طے کرتے وقت خصوصی احتیاط سے کام لے گی۔

ہماری حکومت میں بادشاہ کو اس قانونی مفروضے کو کہ ریاست کی ہر شے حکمران کی ملکیت ہوتی ہے، حقیقت کا روپ دینے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ وہ اس اصول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گردش زر میں باقاعدگی پیدا کرنے کے لئے ہر قسم کی رقوم کو بحق سرکار ضبط کرسکے گا۔

اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ جائیداد پر ترقیاتی ٹیکس لگانا ہی کافی ہوگا۔

اس طریق کار سے کسی شخص پر بھی بوجھ ڈالے بغیر یا کسی کو تباہی سے ہمکنار کئے بغیر واجب الادا رقوم کی ادائیگی جائیداد کی رقوم پر فیصد ٹیکس کی صورت میں ہو سکے گی۔

سرمایہ داروں کو اس امر سے آگاہ ہونا چاہیے کہ یہ ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی فاضل دولت مملکت کے حوالے کردیں جو ان کی جائیداد کی ملکیت کے تحفظ اور جائز منافع کمانے کے حق کی ضمانت دیتی ہے۔ میں نے جائز کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ جائیداد پر سرکاری ضبط سے قانونی طور پر لوٹ کھسوٹ کا خاتمہ ہوجائے گا۔ معاشرے میں یہ اصلاح بالائی طبقے سے ہونی چاہیے اور اب اس کا وقت آچکا ہے نیز امن عامہ کے لئے بھی یہ ایک ناگزیر ضمانت ہے۔

غریبوں پر ٹیکس عائد کرنا انقلاب کے لئے بیج بونے کے مترادف ہے۔ بڑے بڑے سرمایہ داروں کو منظر انداز کرکے افلاس کے ہاتھوں پسے ہوئے عوام کو شکار بنانے کی حکمت عملی اپنانے سے ملک پر تباہ کن اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس سرمایہ داروں پر ٹیکس کا نفاذ غیر سرکاری ہاتھوں میں دولت کے ارتکاز کو روکتا ہے جن میں آج کل ہم نے اسے غیر یہودی حکومتوں کی قوت و طاقت اور ان کی مملکتوں کی سرمایہ کاری کے خلاف ایک پاسنگ کے طور پر مرکوز کر رکھا ہے۔

فی الحال موجودہ ذاتی ٹیکس یا جائیداد پر ٹیکس ہمارے لئے محض اس لحاظ سے مفید ہیں کہ ان سے غیر یہودیوں میں بے چینی اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہورہی ہے لیکن درحقیقت اس کے مقابلے میں بڑھتے ہوئے سرمائے پر فیصد تناسب سے ٹیکس میں اضافے کے باعث کہیں مقامی دفتر خزانہ میں پیش کرنا ہوگا جن میں متعلقہ جائیداد کے سابقہ اور نئے مالک کا نام، ان کے خاندانی نام اور مستقل رہائش کے سرنامے درج ہوں گے۔

ناموں کی رجسٹریشن کے ساتھ اس قسم کے انتقال کے لئے رقم کی ایک حد مقرر کی جائے گی جو روزمرہ کی ضروریات زندگی پر اٹھنے والے اخراجات سے زائد ہوگی۔ ٹیکس کی زد میں آنے والی رقوم کی ادائیگی اسی صورت میں ممکن ہوگی جب ان پر مقررہ فیصد کے حساب سے سٹامپوں کی صورت میں ٹیکس ادا کردیا جائے۔ آپ ذرا اندازہ تو کیجئے کہ اس قسم کے ٹیکسوں سے ہمیں غیر یہود ریاستوں کے مقابلے میں کتنے گنا زیادہ آمدنی ہوگی؟

سرکاری خزانے کو محفوظ رقموں کی ایک خاص خبر رکھنا ہوگی۔ اس سے زائد وصول ہونے

والی رقموں کو واپس گردش میں ڈال دیا جائے گا۔ تعمیر عامہ کے کام انہی رقوم سے شروع کیے جائیں گے۔ اس قسم کی تعمیرات جن کا آغاز حکومت کے وسائل سے ہوگا، مزدور طبقہ کو حکومت اور حکمرانوں کے مفادات سے قریب تر لے آئیں گے۔ ان ہی رقوم کا ایک حصہ مختلف ایجادات کے موجد اور پیداوار بڑھانے والوں کے لیے بطور انعام مخصوص کر دیا جائے گا۔ مخصوص لیکن مقدار کثیر رقم سے زائد روپیہ کسی صورت بھی سرکاری خزانے میں نہیں رکھا جائے گا کیونکہ سرمایہ گردش ہی کے لیے ہوتا ہے۔ اس میں جمود سرکاری مشینری کی کارکردگی کے لیے ایسے ہی تباہ کن ثابت ہوتا ہے جیسے تیل کے جامد ہو جانے سے مشین کے کل پرزے باقاعدگی سے کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ جاودانے کے ٹوکن اور ایک حصے کی بجائے سودی تمسکات کے رواج نے یہودی جمودی صورت حال پیدا کر رکھی ہے اور اس کے نتائج پہلے ہی سب کے سامنے ہیں۔

ہم حساب کتاب کے لیے ایک علیحدہ ادارہ قائم کریں گے جو ریاست کی آمدنی اور اخراجات کا مکمل حساب رکھنے کا ذمہ دار ہوگا اس سے متعلق تمام تفصیلات حکمران کو ہر وقت دستیاب ہوں گی البتہ ماہ رواں کا حساب جو تیاری کے مراحل میں ہوگا اور گزشتہ ماہ کا حساب جو ابھی وصول نہیں ہوا ہوگا۔ ادارے کے پاس موجود نہیں ہوگا۔ تنہا اور واحد شخص جسے ریاست کی لوٹ کھسوٹ سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی وہ اس کا اصل مالک و مختار، اس کا ذاتی کنٹرول، رازوں کے افشا ہونے اور فضول خرچیوں کے امکانات کو ختم کرے گا۔

استقبالیہ تقریبات میں حکمران کو اخلاقی طور پر مملکت کی نمائندگی کے فرائض سرانجام دینے کی رخصت نہیں دی جائے گی تاکہ اسے امور سلطنت پر غور و خوض کرنے اور نظم و نسق برقرار رکھنے کے لیے کافی وقت مل سکے۔ اس طرح اس کا اقتدار بھی ابن الوقت قسم کے لوگوں کے ہاتھوں تباہ ہونے سے بچ جائے گا جو محض تخت و تاج کی شاہی شان و شوکت کے گرد منڈلاتے ہیں اور جنہیں ریاست کے مفادات کی بجائے اپنے مقاصد عزیز ہوتے ہیں۔

ہم نے سرمائے کو گردش سے نکال کر غیر یہود کے لیے اقتصادی بحران پیدا کر دیے ہیں۔ ریاستوں سے زر کی واپسی کے باعث سرمائے کے بڑے بڑے ذخیرے جامد ہو کر رہ گئے ہیں حالانکہ پیشتر ازیں تمام مملکتیں اس جامد سرمائے کے ذخیروں ہی سے متواتر قرضے لیا کرتی تھیں۔ ان قرضوں کے باعث ریاستوں کی معیشت سود کی ادائیگیوں کے بوجھ تلے دب کر رہ گئی ہے۔ چھوٹے صنعت کاروں کی بجائے بڑے بڑے سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں صنعت کے

ارتکاز سے عوام کے ساتھ ریاستیں بھی کھوکھلی ہو کر رہ گئی تھیں۔

زر کا اجراء بالعموم فی کس ضروریات کے مطابق نہیں ہے اس لیے مزدوروں کی تمام ضروریات کو کماحقہ پورا نہیں کر سکتا۔ دراصل آبادی میں اضافے کے ساتھ ساتھ زر کے اجراء میں بھی اضافہ ہونا چاہیے اور بچوں کو بھی اس کے یوم پیدائش ہی سے صارفین زر میں شمار کرنا چاہیے۔ اس کے اجراء پر نظر ثانی کا مسئلہ تو تمام دنیا کے لیے ہی اہم ہے۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ سونے کو بطور معیار اختیار کرنے والی تمام ریاستیں تباہی سے ہمکنار ہو چکی ہیں کیونکہ یہ زر کے مطالبات کو پورا کرنے سے قاصر رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے حتی الامکان سونے کو گردش سے نکال لیا ہے۔

ہم محنت کش افرادی قوت کے مصارف کو بطور معیار اختیار کریں گے خواہ اسے کاغذ یا اشیاء کی ضرورت کی صورت میں متعین کیا جائے۔ زر کا اجراء انسانی ضروریات کے مطابق ہوگا اور رعایا کے ہر فرد کی ضرورت کو مدنظر رکھا جائے گا۔ ہر بچے کی پیدائش پر زر کی مقدار میں اضافہ کر دیا جائے گا اور ہر موت پر اس میں تخفیف کی جائے گی۔ ہر محکمہ (فرانسیسی ڈویژن) اور ہر سرکل اپنا حساب کتاب رکھنے کا ذمہ دار ہوگا۔

سرکاری ضروریات کے لیے واجبات کی ادائیگیوں میں تاخیر سے بچنے کے لیے متعلقہ رقوم اور قرائن کا تعین بادشاہ کی صوابدید پر ہوگا۔ اس طریق کار سے کوئی وزارت ایک ادارے کے تحفظ کی خاطر کسی دوسرے کو نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔

غیر یہود کے مالیاتی اداروں اور قواعد و ضوابط میں اصلاحات اس انداز سے نافذ کریں گے اور انہیں ایسی شکل و صورت پہنائیں گے کہ کسی کو بھی پریشانی نہ اٹھانی پڑے۔ غیر یہود نے جن ناقص کیوں اور بے اصولیوں کے باعث اپنی معیشت کو تباہی کے جس گڑھے میں دھکیل رکھا ہے اس کے پیش نظر ہم اصلاحات کی ضرورت کو ثابت کریں گے ہم اس امر کی وضاحت کریں گے کہ ان کی پہلی بے قاعدگی سال بھر کے لیے واحد میزانیہ پیش کرنے میں ہے جس میں سال بسال بوجوہ ذیلی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہ میزانیہ نصف سال ہی میں ختم ہو جاتا ہے۔ پھر امور مملکت کو چلانے کے لیے ایک اور میزان کا تقاضا کیا جاتا ہے جو تین ماہ کے عرصہ ہی میں خرچ ہو جاتا ہے بعد ازاں ایک اور ضمنی میزانیے کا مطالبہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس ساری کارروائی کا نتیجہ ایک دیوالیہ بجٹ کی صورت میں برآمد ہوتا ہے لیکن اگلے سال کا میزانیہ چونکہ گزشتہ سال کی مجموعی رقم کو پیش نظر رکھ کر بنایا جاتا ہے۔ لہٰذا ابتدا ہی میں اس میں پچاس فیصد کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح دو سال کے

عرصہ میں اس کی یہ ساڑھے تین گنا ہو جاتا ہے۔

غیر یہودی ریاستوں کی لاپرواہی اور ان غیر ذمہ دار طریقوں کی بدولت ان کے خزانے خالی ہو جاتے ہیں۔ پھر قرضوں کا دور شروع ہو جاتا ہے تو ان کی تمام بچتیں اس کی نذر ہو کر رہ جاتی ہیں اور تمام غیر یہودی ریاستیں دیوالیہ ہو جاتی ہیں۔ آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس قسم کے تباہ کن اقتصادی اقدامات پر ہم خود عمل پیرا نہیں ہو سکتے جو ہم ہی نے غیر یہود کو سکھائے ہیں۔

قرضہ خواہ کسی کا بھی ہو مملکت کی کمزوری اور ریاست کے حقوق سے متعلق فہم و ادراک کے فقدان پر دلالت کرتا ہے۔ قرضوں کی حیثیت حکمرانوں کے سروں پر لٹکی ہوئی تلوار کی مانند ہوتی ہے جو اپنی رعایا پر عارضی ٹیکس لگا کر رقم حاصل کرنے کی بجائے ہمارے بینکاروں کے پاس ہاتھ پھیلائے بھیک مانگنے آ جاتے ہیں۔

غیر ملکی قرضے ایسی جونکیں ہیں جنہیں مملکت کے جسم سے الگ کرنا ممکن نہیں بجز اس کے کہ یہ از خود علیحدہ ہو جائیں یا متعلقہ ریاست انہیں اتار پھینکے لیکن غیر یہودی ریاستیں انہیں کسی طرح بھی اتار پھینکنے کو تیار نہیں ہوتیں بلکہ مزید قرضے لینے پر مصر رہتی ہیں۔ اس طرح رضاکارانہ طور پر اپنا سارا خون نچوڑ دینے سے بالآخر تباہی سے ہمکنار ہونا ان کے لئے ناگزیر ہو جاتا ہے۔

قرضہ اور بالخصوص غیر ملکی قرضے کی اصل نوعیت کیا ہے؟

قرضہ کسی حکومت کی طرف سے جاری شدہ ایک ہنڈی ہوتی ہے جس میں قرضے کی رقم کے مطابق سود ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی جاتی ہے۔ اگر قرضے پر شرح سود پانچ فیصد ہو تو متعلقہ حکومت بیس سال کے عرصہ میں اصل زر کے برابر محض سود ہی ادا کر دیتی ہے۔ چالیس سال کے عرصہ میں یہ رقم دگنا اور ساٹھ سال میں تین گنا ہو جاتی ہے اس کے باوجود بھی اصل قرضہ سر ہی پر رہتا ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حکومت غیر ملکی سرمایہ داروں کا جن سے اس نے قرضے لئے ہوتے ہیں، حساب کتاب چکانے کے لئے اپنی رعایا پر فی کس ٹیکس لگا کر ٹیکس دہندگان سے آخری سکے بھی نکلوا لیتی ہے حالانکہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بھی سکے اکٹھے کر کے سود سے بچا جا سکتا تھا۔

جب تک قرضوں کی نوعیت ملکی رہی اس وقت تک غیر یہود کے غریب طبقہ کی جیبوں سے روپیہ نکل کر ان کے دولت مندوں کی جیبوں میں پہنچتا رہا جب ہم نے قرضوں کو غیر ملکی

داروں میں لانے کے لیے متعلقہ افراد کو خرید لیا تو مملکتوں کی تمام دولت ہماری تجوریوں میں امنڈ آئی اور تمام غیر یہود بطور رعایا ہمیں خراج ادا کرنے لگے۔

لیکن یہ یاد رکھیے کہ اگر غیر یہود بادشاہوں کا امور مملکت سے متعلق سطحی رویہ، وزیروں کی ضمیر فروشی یا دیگر منتظمین کی اقتصادی امور سے متعلق کم فہمی نے ان کے ملکوں کو اس حد تک ہمارا مقروض بنا دیا ہے کہ اب اس کی ادائیگی ناممکنات میں سے ہے تو ہمیں بھی یہ بالادستی مفت میں حاصل نہیں ہوئی بلکہ اس کے لئے ہم نے بے شمار تکالیف و مصائب اٹھائے ہیں، بہت سی پریشانیوں کا سامنا کیا ہے اور مالی لحاظ سے بھی بھاری قیمت ادا کی ہے۔

ہم سرمایے کے انجماد کی اجازت نہیں دیں گے اسی لئے ایک فیصد سیلیے کے سوا کوئی سودی تمسکات جاری نہیں کیے جائیں گے۔ اس سے ان جونکوں کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا جو ریاست کی ساری طاقت چوس لیتی ہیں۔ سودی تمسکات کے اجراء کا حق صرف صنعتی کمپنیوں کو دیا جائے گا جن کے لئے منافع کی رقم میں سے سود ادا کرنا دشوار نہ ہو گا کیونکہ حکومت تو ان کمپنیوں کی مانند قرضوں پر منافع نہیں کماتی وہ ملکی اخراجات پورا کرنے کے لئے قرض اٹھاتی ہے نہ کہ کاروباری منصوبوں میں لگانے کے لئے اس وقت حکومتوں کو مختلف قرضوں پر سود کی صورت میں خراج ادا کرنا پڑتا ہے لیکن ہماری حکومت خود صنعتی کمپنیوں کے جاری کردہ تمسکات خریدے گی۔

اس طرح اس کی حیثیت قرض دہندہ میں تبدیل ہو جائے گی۔ اس اقدام سے سرمایہ کے انجماد مفت کی نفع خوری اور سستی و کاہلی کا قلع قمع ہو جائے گا۔ ان عیوب کا وجود غیر یہودی ریاستوں کی آزادی کے دوران تو ہمارے لئے مفید ثابت ہوتا ہے لیکن ہمارے دور اقتدار میں یہ ناپسندیدہ قرار پائیں گے۔

غیر یہود کے خالص حیوانی ذہنوں اور غیر ترقی یافتہ قوت فکر کی عکاسی اس امر سے ہوتی ہے کہ یہ سوچے سمجھے بغیر ہم سے سودی قرضے لے رہے ہیں حالانکہ انہیں ہمارا حساب بے باک کرنے کے لئے اصل زر کے علاوہ آسان اور سہل امر کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے مطلوبہ رقم اپنے ہی عوام سے حاصل کریں۔

یہ ہمارے بے مثل اور عالی دماغ افراد کی ذہانت و فطانت کا ثبوت ہے کہ ہم نے قرضوں سے متعلق امور کو ان کے سامنے اس انداز سے پیش کیا ہے کہ اس میں انہیں اپنا ہی مفاد نظر آتا ہے۔ وقت آنے پر ہم یہ حساب کتاب، غیر یہود پر صدیوں آزمائے گئے تجربات کی روشنی میں

پیش کریں گے۔ یہ حسابات اپنی غیر مبہم نوعیت، قلیت و وضاحت کے باعث منفرد حیثیت کے مالک ہوں گے اور ہر شخص پر ایک ہی نظر میں ہماری اختراعات کے فوائد آشکار ہو جائیں گے۔ ان سے ان تمام خرابیوں کا خاتمہ ہو جائے گا جن کے باعث ہمیں غیر یہود پر بالادستی حاصل ہے لیکن جن کو جاری رکھنے کی اجازت ہماری مملکت میں نہیں دی جائے گی۔

ہم اپنے حساب کتاب کے نظام کو اس طرح محسوس کر دیں گے کہ ایک ادنیٰ ترین ملازم سے لے کر اعلیٰ حکمران تک کوئی شخص بھی معمولی سے معمولی رقم بھی اگر خرد برد کرے گا اس کا انکشاف ہو کر رہے گا۔ علاوہ ازیں کسی منصوبے کے لئے جو رقم مخصوص کی جائے گی اسے کسی اور مد پر خرچ نہیں کیا جا سکے گا۔

ایک واضح منصوبے کے بغیر حکومت چلانا ناممکنات میں سے ہے۔ غیر معینہ وسائل کے ساتھ غیر معینہ راستے کو اختیار کرنے سے بڑے بڑے سورما اور رستم وقت تباہی سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔

ہم غیر یہودی حکمرانوں کی امور سلطنت سے توجہ ہٹانے کے لئے انہیں استقبالیوں، آداب مجلس کی پابندیوں اور تفریحات میں مشغول رہنے کے مشوروں سے نوازتے ہیں اور ان کی آڑ میں خود حکمرانی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ تمام امور سلطنت میں ان کی نمائندگی کرنے والے منظور نظر درباریوں کے حساب کتاب ہمارے ایجنٹ ہی تیار کرتے ہیں جو ہر دفعہ کوتاہ اندیش ذہنوں کو ان وعدوں سے مطمئن کر دیتے ہیں کہ مستقبل میں بچتوں اور اصلاحات کی بہت توقع ہے۔ آخر بچتیں کہاں سے ہوں گی؟ کیا نئے ٹیکس عائد کرنے پڑیں گے؟ یہ سوالات تو پوچھے جا سکتے ہیں لیکن ہمارا حساب کتاب اور منصوبوں کا مطالعہ کرنے والوں نے کبھی یہ استفسار کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی اور یہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اپنی حیران کن صنعتی ترقی کے باوجود اسی بے احتیاطی کے باعث وہ کیسے عظیم اقتصادی بحران سے دوچار ہو کر رہ گئے ہیں۔

قرضوں کی دلدل:

غیر ملکی قرضوں کے بارے میں مجھے مزید کچھ نہیں کہنا چونکہ ان کی بدولت غیر یہود کی قومی دولت ہمارے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے لہٰذا ہماری ریاست کے دروازے ہر غیر ملکی چیز پر بند رہیں گے۔ ہم نے غیر یہودی حکمرانوں کی کاہلی و سستی اور منتظمین کی ضمیر فروشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی حکومتوں کو قرضے فراہم کرکے جن کی دراصل انہیں قطعاً ضرورت نہ تھی، اپنے سرمائے میں دگنا تگنا بلکہ کئی گنا اضافہ کر لیا ہے۔ کیا ہم کسی اور کو اپنے ساتھ یہ کھیل کھیلنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟ لہٰذا میں صرف ملکی قرضوں کو زیر بحث لاؤں گا۔

مختلف ریاستیں اپنے کسی قرضے کا اعلان کرتی ہیں تو اپنی ہنڈیاں یعنی سودی تمسکات عوام کے سامنے خریداری کے لئے پیش کرتی ہیں اس مقصد کے پیش نظر کہ سب لوگ انہیں خرید سکیں، حصص کی قیمت ایک سے ہزار تک رکھی جاتی ہے اور اولین خریداروں کو کچھ کمی بھی دی جاتی ہے۔ اگلے ہی روز مصنوعی طریقوں سے ان کی قیمت میں اضافہ کیا جاتا ہے جس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ہر شخص انہیں خریدنے کے لئے دوڑ دھوپ کر رہا ہے۔

چند روز ہی میں بقول ان کے خزانے کی تجوریاں بھر جاتی ہیں اور ان کے پاس ضرورت سے زائد رقم جمع ہو جاتی ہے (یہ رقم وصول ہی کیوں کی جاتی ہے؟) مطلوبہ قرض کی کل رقم سے کئی گنا زائد روپے کی وصولی ہی میں اس سارے ناٹک کا راز مضمر ہے کیونکہ اس طرح متعلقہ حکومتیں بڑ مار سکتی ہیں کہ دیکھو! سرکاری تمسکات پر لوگوں کی طرف سے کس قدر اعتماد کا اظہار کیا گیا ہے؟ لیکن اس ڈرامے کا طربیہ پہلو کھیلے جانے کے بعد یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ ایسا قرضہ لے لیا گیا ہے جو انتہائی تکلیف دہ ثابت ہو رہا ہے اور پھر اس سے متعلقہ سود کی ادائیگی کے لئے نئے قرضے لینے پڑتے ہیں جس سے اصل قرض میں کمی کی بجائے اضافہ ہو جاتا ہے جب یہ نیا قرضہ بھی ختم ہو جاتا ہے تو اس قرضے کی نہیں بلکہ اس کے سود کی ادائیگی کے لئے نئے نئے ٹیکس عائد کرنے پڑتے ہیں۔ ان ٹیکسوں سے حاصل کردہ رقوم قرض کی ایک ایسی صورت ہے جو ان قرضوں کو ادا کرنے کے لئے لیا جاتا ہے جن کی ادائیگی کی مدت قریب الاختتام ہو۔

بعد ازاں ان قرضوں کو دوسرے قرضوں میں تبدیل کرنے کی نوبت آ جاتی ہے لیکن اس طرح اصل زر کی وصولی کی صورت تو عنقا رہتی ہے البتہ سود کی شرح میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس قسم کے تبادلے قرض خواہوں کی منظوری کے بغیر ہو بھی نہیں سکتے۔ اسی لئے تبادلے کے اعلان کے ساتھ ہی ان حصہ داروں کو روپیہ واپس کرنے کی پیشکش کی جاتی ہے جو اپنے تمسکات کو نئے تمسکات میں تبدیل نہیں کرنا چاہتے۔ اگر ہر شخص یہ تمسکات خریدنے سے انکار کر دے اور اپنے روپے کی واپسی کا مطالبہ کرے تو حکومت اپنے ہی پھیلائے ہوئے دام میں پھنس سکتی ہے اور مجوزہ رقوم ادا نہ کر سکنے کے باعث اس کا دیوالیہ نکل سکتا ہے۔

غیر یہودی حکومتوں کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ان کے مالی امور سے واقفیت رکھنے والے عوام نے ہمیشہ نجی سرمایہ کاری پر مبادلے کے نقصانات اور سود میں کمی قبول کر لینے کو ترجیح دی ہے اور اس طرح ان حکومتوں کو بار بار اپنے کندھوں سے لاکھوں روپے کے قرضوں کا بوجھ اتارنے کے قابل بنایا ہے۔

آج کل غیر ملکی قرضوں کے ساتھ غیر یہود یہ چالیں نہیں چل سکتے کیونکہ انہیں بخوبی علم ہے کہ اس صورت میں ہم اپنی تمام رقوم کی واپسی کا مطالبہ کر دیں گے۔ اس طرح مسلمہ دیوالیہ پن سے مختلف ممالک پر یہ حقیقت بخوبی منکشف ہو جائے گی کہ وہاں کے فرمانرواؤں اور عوامی مفادات کے درمیان کوئی قدر مشترک نہیں ہے۔

میں آپ کو اس نکتہ اور درج ذیل حقائق پر خصوصی غور و خوص کی دعوت دیتا ہوں۔ آج کل تمام ملکی قرضوں کو عارضی نوعیت کے قرضوں سے تقویت دی جاتی ہے یہ قرضے سیونگ بنکوں میں ادا شدہ رقوں اور محفوظ سرمائے پر مشتمل ہوتے ہیں اگر یہ رقوم زیادہ عرصہ تک حکومت کے پاس پڑی رہیں تو غیر ملکی قرضوں کے سود کی ادائیگی میں اڑ جاتی ہیں اور انہیں پورا کرنے کے لئے متوازی رقمیں مہیا کرنی پڑتی ہیں اور یہی وہ آخری رقوم غیر یہود کے سرکاری خزانوں کی درزوں کے لئے پیوند کاری کا کردار ادا کرتی ہیں۔

کرۂ ارض کے ہر خطے پر ہماری تخت نشینی کے بعد تمام مالیاتی ہیر پھیر ہمارے مفادات کے خلاف اسی نوعیت کے دیگر اول بدل صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹا دیئے جائیں گے کہ ان کا کوئی نقش باقی نہ رہے۔ ہم زر کی تمام منڈیوں کا بھی خاتمہ کر دیں گے کیونکہ ہم قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کے باعث اپنی مخصوص اقدار پر استوار شدہ وقار کو مجروح نہیں ہونے دیں گے۔ اشیاء کی قیمتیں ان کی خوبیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے بذریعہ قانون مقرر کر دی جائیں گی اور ان میں کمی بیشی کا کوئی امکان نہیں رہے گا (قیمتوں میں اضافہ ان میں کمی کا جواز بنتا ہے۔ ہم نے غیر یہود کے ساتھ قیمتوں کے بارے میں یہی چال اختیار کر رکھی ہے)

ہم زر کی منڈیوں کی جگہ قرض کے لین دین کے لئے شاندار سرکاری ادارے قائم کریں گے جن کا مقصد صنعتی اشیاء کی قیمتوں کا تعین حکومت کے نظریات کی روشنی میں کرنا ہوگا۔ یہ ادارے پانچ سو ملین کے صنعتی تمسکات کو ایک ہی دن میں خرید لینے یا فروخت کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے۔ اس طرح تمام صنعتی سرگرمیوں کا انحصار ہم پر ہوگا۔ آپ خود تصور کریں کہ اس طرح

ہم کتنی عظیم طاقت کے مالک بن جائیں گے۔

اب تک میں نے جو کچھ آپ کو بتایا ہے اس میں میں نے ماضی، حال اور مستقبل کے اسرار و رموز، مستقبل قریب میں رونما ہونے والے اہم واقعات کے سیلاب، غیر یہود کے ساتھ ہمارے تعلقات کے رازوں اور مالیاتی منصوبوں کی تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس موضوع پر مجھے ابھی کچھ مزید روشنی ڈالنا ہے۔ ہمارے ہاتھ میں وقت کی اہم ترین طاقت ہے۔ سونا، ہم جس قدر چاہیں اسے دو دن میں اپنے ذخائر سے حاصل کر سکتے ہیں۔

یقیناً اس امر کے لئے اب مزید کسی ثبوت کی ضرورت نہیں رہی کہ اللہ تعالٰی نے فرمانروائی ہمارا مقدر بنا دی ہے۔ اس عظیم عظمت و شوکت کے ساتھ ہم یقیناً یہ بات ثابت کرنے میں کامیاب رہیں گے کہ ہمارا صدیوں برائیوں کا ارتکاب ہی بالآخر فلاح عامہ کا باعث بنا ہے اور اس کے نتیجہ میں دنیا میں نظم و ضبط کا سورج طلوع ہوا ہے اور یہ امن و عافیت کا گہوارہ بن گئی ہے۔ ممکن ہے نظم و ضبط کی بحالی اور امن و امان کے قیام کے لئے کچھ تشدد بھی استعمال کرنا پڑے لیکن ہم اس مقصد کے حصول میں کامیاب ہو کر رہیں گے۔

ہم یہ ثابت کرنے کی تدابیر کریں گے کہ ہم ہی وہ محسن اور بہی خواہ ہیں جنہوں نے انتشار و افتراق سے پارہ پارہ کرۂ ارض کو حقیقی فلاح سے آشنا کیا ہے نہ زخموں سے چور چور اور مظالم میں پسی ہوئی نوع انسان کو شخصی آزادی سے ہمکنار کیا ہے۔ ہم اس امر کا بھی اہتمام کریں گے کہ مراتب و مناقب کے باہمی وقار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس شخصی آزادی سے خوب لطف اندوز ہوا جا سکے لیکن ہمارے تشکیل کردہ قوانین کی اطاعت اشد طور پر لازمی ہوگی کیونکہ جس طرح کسی شخص کی عظمت و قوت کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ وہ آزادی ضمیر، مساوات اور ایسے ہی دوسرے خوش کن اور پرجوش نعروں کی آڑ میں تباہ کن اصولوں کو فروغ دیتا رہے اسی طرح آزادی کا مفہوم نہ تو انتشار و نفاق ہے اور نہ ہی بے راہ روی اور بے لگامی۔ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ کوئی شخص مشتعل ہو کر بے لگام ہجوم کے سامنے نفرت انگیز تقریریں کر کے انہیں سرکشی پر آمادہ کرتا پھرے بلکہ حقیقی آزادی سے مراد تو ہر اس شخص کی عزت و ناموس کا تحفظ ہے جو روز مرہ زندگی کے قوانین کی مخلصانہ انداز میں مکمل طور پر پابندی کرتا ہو۔ انسانی وقار کا راز اپنی ذات سے متعلق خیالی پلاؤ پکانے میں نہیں بلکہ حقوق کے تعین اور فرائض کی ادائیگی میں مضمر ہے۔

ہماری حکومت ہمہ مقتدر ہونے کے باعث انتہائی جاہ و جلال کی مالک ہوگی جو

فرمانروائی بھی کرے گی اور رہنمائی بھی۔ یہاں رہنماؤں اور مقرروں کی تقلید میں جہالت کو باہر نہیں ہونے دیں گی جو چیخ چیخ کر پھٹی آواز میں بے معنی الفاظ کو دہراتے رہتے ہیں اور انہیں عظیم اصولوں کا نام دیتے ہیں حالانکہ ان کی حقیقت کسی شیخ چلی کی خیالی منصوبوں سے زیادہ نہیں۔

ہماری حکومت میں نظم و ضبط اپنے کمال پر ہوگا اور اسی میں نوع انسانی کی تمام راحتیں اور مسرتیں مضمر ہیں۔ اس کے گرد پھیلے ہوئے قدرت کے پر اسرار ہالے کے باعث لوگوں کے دلوں میں باطنی طور پر جذبہ اطاعت کی تحریک پیدا ہوگی اور تمام قومیں احساس خود کے ساتھ ساتھ اس کی تعظیم و تکریم بھی کریں گی۔ حقیقی قوت کبھی بھی کسی قسم کے حقوق کے ساتھ مصالحت نہیں کرتی بلکہ خدا کے ساتھ بھی نہیں۔ کوئی طاقت اس کے نزدیک نہیں پھٹکا کرتی۔ کسی کی ہمت نہیں کہ اس سے ایک گز زمین کا ٹکڑا ہی حاصل کر سکے۔

قوت کا مظاہرہ بذریعہ دہشت گردی:

اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے ہمارے لئے اسلحے کے انبار لگانا اور پولیس کی قوت میں اضافہ کرنا بہت ضروری ہے۔ ہمارا نصب العین یہ ہے کہ دنیا کی تمام مملکتوں میں ہمارے علاوہ صرف مزدور اور محنت کش طبقہ رہ جائے۔ چند ایک کروڑ پتی بھی ہوں جو صرف ہمارے مفادات کے لئے کام کرتے رہیں۔ علاوہ ازیں پولیس کے ذریعے تمام یورپ میں یورپ کی وساطت سے دوسرے براعظموں میں بھی ہمیں فسادات، انتشار اور جنگ و جدل کی آگ بھڑکانی ہے۔ اس سے ہمیں دوہرا فائدہ ہوگا۔

اول ہم تمام ممالک کو اپنے قابو میں رکھ سکیں گے کیونکہ وہ اس امر سے خائف ہوں گے کہ ہمارے پاس ہی وہ طاقت ہے جس سے ہم کسی ملک کو جب چاہیں بدنظمی اور انتشار کا شکار بنا سکتے ہیں اور اس میں امن بھی بحال کر سکتے ہیں۔

اس طرح یہ تمام ممالک ہمیں ایک ناگزیر مطلق العنان کی حیثیت سے دیکھنے کے عادی ہو جائیں گے۔

دوئم، ہم ان تمام ڈوروں کو جو سیاسی نظام، معاشی معاہدوں اور قرضوں کے نام پر تمام مملکتوں کی کابینوں میں پھیلا رکھی ہیں الجھا کر رکھ دیں گے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہمیں مذاکرات و معاہدوں کے دوران انتہائی مکاری اور فراست سے کام لینا چاہیے لیکن جہاں تک

سرکاری زبان کا تعلق ہے ہمیں اس کے برعکس حب پا استعمال کرتے ہوں گے۔ ہمیں دیانت داری اور اطاعت گزاری کا لبادہ اوڑھنا ہوگا۔

اس طرح غیر یہود اقوام کے عوام اور حکومتیں جنہیں ہم نے پیدا کردہ مسائل کی صرف ظاہری جہت ہی کو دیکھنا سکھایا ہے ہمیں نسل انسانی کا محسن، نجات دہندہ اور مہر و محبت کا پیکر سمجھتی رہیں گی۔

اس کے علاوہ ہمیں اس قابل ہونا چاہیئے کہ اگر کوئی ملک ہماری مخالفت کی جراءت کرے تو ہم اس کے ہمسایوں کے ساتھ مل کر اس کی ہر مخالفانہ کارروائی کا جنگ کے ذریعے منہ توڑ جواب دے سکیں لیکن اگر یہ ہمسائے بھی ہمارے خلاف متحد ہونے کی جسارت کریں تو پھر ہم ان کا مقابلہ عالمی جنگ کی صورت میں کریں گے۔

سیاسیات میں کامیابی کا اصل راز یہی ہے کہ تمام کارروائیوں کو صیغہ راز میں رکھا جائے تیز ماہرین سیاسیات کے قول و فعل میں کوئی مطابقت نہیں ہونی چاہیے۔ ہمیں تمام غیر یہودیوں کی حکومتوں کو اس امر پر مجبور کرنا ہے کہ وہ اپنی سرگرمیوں کو ہمارے منصوبوں اور پروگراموں کے مطابق مرتب کریں جو پہلے ہی منظور بہ کمال کو پہنچ رہے ہیں۔ ہم اپنی نام نہاد اور عظیم طاقت، پریس کے ذریعہ اپنے منصوبوں کی حمایت میں خفیہ طور پر رائے عامہ کو ہموار کرتے رہتے ہیں کیونکہ پریس معدودے چند مستثنیات کے جنہیں قابل اعتنا نہیں سمجھنا چاہیئے مکمل طور پر ہمارے قبضہ میں ہے۔ مختصر یورپ میں غیر یہودی حکومتوں کو اپنے زیر تسلط رکھنے کے لئے ہم اپنی قوت کا مظاہرہ کسی ایک مملکت پر تشدد اور دہشت گردی سے کریں گے۔ ضرورت پڑنے پر سب کا یہی حشر کیا جائے گا۔ ہمارے خلاف عام بغاوت کے امکان کی صورت میں ہم امریکہ، چین اور جاپان کی بندوقوں سے جوابی کارروائی عمل میں لائیں گے۔

پریس کا گھناؤنا کردار:

پیٹ کی روزی کی ضروریات غیر یہود کو خاموشی اختیار کرنے اور ہمارے حقیر خادم رہنے پر مجبور کرتی ہیں لہٰذا ایسے امور جنہیں براہ راست سرکاری دستاویزات میں لاتے ہوئے ہمیں دقت محسوس ہوگی، انہیں پریس میں بھرتی کیے گئے غیر یہودی کارندے ہمارے ہی احکامات کے تحت زیر بحث لے آئیں گے اور پھر اس شور و غوغا کے دوران ہی ہم اپنے مطلوبہ اقدامات پر عمل درآمد

کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور آخرکار انہیں عوام کے سامنے مسلمہ حقائق کی صورت میں پیش کر دیں گے۔

کسی معاملے کا ایک بار تصفیہ ہو جائے گا تو کوئی شخص بھی طے شدہ فیصلوں کی تنسیخ کا مطالبہ کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ علاوہ ازیں پریس فوری طور پر لوگوں کے خیالات کا رخ نئے مسائل کی طرف موڑ دے گا۔ اس طرح یہ ذہنی صلاحیتوں سے عاری لوگ ایک بار پھر نئے مسائل پر بحث و تمحیص میں الجھ پڑیں گے حالانکہ وہ احمق اتنی سی بات بھی تو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے کہ جن مسائل پر وہ گرما گرم بحث کر رہے ہیں ان کے بارے میں وہ قطعاً کوئی تصور تک پیش نہیں کر سکتے۔ سیاسی نظام سے متعلقہ مسائل کو تو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے خود اس کی تشکیل میں حصہ لیا ہو اور جن کے ہاتھوں میں صدیوں سے ان کی باگ ڈور رہی ہو۔

ان حقائق کی روشنی میں آپ یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ رائے عامہ کو ہموار کر کے ہم اپنی مشینری کے نظام کار کو آسان بنا رہے ہیں اور آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ عوام سے اپنی کارکردگی پر نہیں بلکہ مختلف مسائل پر وقتاً فوقتاً دیئے گئے بیانات کی توثیق حاصل کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

ہم متواتر پبلک میں یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ ہم اپنے تمام منصوبوں میں اس امید اور یقین سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں کہ ہم خدمت خلق اور رفاہ عامہ کے جذبے سے سرشار ہیں اور اسی جذبے کے تحت تمام امور کو سرانجام دے رہے ہیں۔

جو لوگ ہمارے لئے ضرورت سے زیادہ پریشانی کا باعث ہوں گے ان کی توجہ سیاسی مسائل سے ہٹا کر ان مسائل کی طرف منعطف کر دی جائے گی جنہیں ہم سیاسی مسائل کے نام سے پیش کر رہے ہیں اور یہ صنعتی مسائل ہیں۔ ان کے بارے میں غیر یہودیوں کو بے ہودہ بحث و تمحیص میں الجھنے دیجیے۔ عوام عملی زندگی سے علیحدگی پر رضامند ہو گئے ہیں۔

ان سرگرمیوں سے چھٹکارا پانے کے لئے جنہیں وہ سیاسی سرگرمیوں کا نام دیتے ہیں اور جن میں ملوث ہونے کی ہم نے انہیں خود تربیت دی ہے تاکہ غیر یہودی حکومتوں کا مقابلہ کرنے میں وہ ہمارے آلہ کار بن سکیں وہ اس علیحدگی پر اس شرط پر تیار ہو گئے ہیں کہ انہیں ہم ایسے پیشے مہیا کر دیں جو ان کے سیاسی مقاصد سے مطابقت رکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہوں۔

اس خطرے کے پیش نظر کہ مبادا عوام یہ اندازہ نہ کر لیں کہ انہیں کس طرح آلہ کار بنایا

جا رہا ہے ہم ان کی توجہ کا رخ تفریحات، کھیل تماشوں، ہوس پرستی، تماش گاہوں اور عالی شان ہوٹلوں کی طرف موڑ دیں گے۔ ہم پریس کے ذریعہ آرٹ اور ہر قسم کے کھیلوں کے مقابلے کی تجاویز پیش کریں گے۔

اس قسم کی دلچسپیاں ان کی توجہ کو ہمیشہ کے لئے ان مسائل سے ہٹا دیں گی جن کا نام مخالفت کرنے پر مجبور ہوں گے جب لوگ غور و فکر اور سوچ بچار کرنے نیز اپنے نظریات قائم کرنے کی عادت سے عاری ہو جائیں گے تو وہ ہماری ہی زبان میں بات کرنا شروع کر دیں گے کیونکہ صرف ہم ہی انہیں فکر کی نئی راہیں سجھائیں گے۔ واضح رہے کہ یہ کام ایسے لوگوں سے لیا جائے گا جن کے متعلق ہمارے ساتھ اشتراک عمل کا شبہ تک نہ کیا جا سکے۔

ہماری حکومت کے تسلیم کئے جانے پر حریت پسندوں اور خوابوں کی دنیا میں رہنے والوں کا کام بھی ختم ہو جائے گا۔ اس وقت تک یہ لوگ ہمارے لئے مفید خدمات سرانجام دیتے رہیں گے۔ لہٰذا اس دوران ہم ان کے اذہان کو عجیب و غریب نظریات جو بظاہر سے اور ترقی پسندانہ دکھائی دیتے ہیں، کی آماجگاہ بنا دیں گے۔ کیا ہم پہلے ہی غیر یہودیوں کے بے مغز سروں میں ترقی کا جنون بھرنے میں مکمل طور پر کامیاب نہیں ہو گئے ہیں؟

ہمارا یہ عمل اس وقت تک جاری رہے گا جب تک غیر یہودیوں میں ایک بھی ذہن یہ سوچنے کے قابل ہو کہ مادی ایجادات کے علاوہ باقی تمام امور میں لفظ ترقی حق و صداقت سے انحراف کے مترادف ہے کیونکہ صداقت تو واحد ہے جس میں ارتقاء و ترقی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ ترقی ایک غلط تصور کی مانند صداقت کو اپنی جھوٹی آب و تاب سے ظلمت و تاریکی کے پردوں میں چھپا دیتی ہے۔

اس حقیقت حال سے صرف ہم ہی آگاہ ہیں جو حق و صداقت کے محافظ اور خدا کے محبوب ہیں جب ہم اپنی سلطنت پر مکمل اقتدار حاصل کر لیں گے تو ہمارے مقررین ان تمام عظیم مسائل کی تفصیلات بیان کریں گے جو انسانیت کو زیر و زبر کر کے بالآخر اسے ہماری محبت پر امن حکومت کے تحت لانے کا سبب بنے۔ کیا کوئی شخص یہ بھی گمان کر سکتا ہے کہ ہم اس سارے ڈرامے میں دنیا کی تمام اقوام کو اپنے سیاسی منصوبے کے مطابق استعمال کرتے رہے اور لوگ کئی صدیاں گزرنے پر بھی قطعاً اس کا کوئی اندازہ نہ کر سکے۔

فحاشی کا فروغ:

اپنی سلطنت کی باگ ڈور سنبھالنے پر ہم اپنے توحیدی مذہب کے علاوہ، جس کے ساتھ بحیثیت خدا کی برگزیدہ قوم کے ہماری تقدیر وابستہ ہے اور جس کے باعث ہماری تقدیر دنیا کے تمام ممالک کی تقدیر سے منسلک ہے کسی اور مذہب کا وجود برداشت نہیں کریں گے۔ لہٰذا ہمیں ایمان و اعتقاد کی دوسری تمام صورتوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنا ہوگا۔ ممکن ہے اس طرز عمل سے کچھ لوگ الحاد اور بے دینی کی راہ اختیار کر لیں۔

جیسا کہ آج کے دور میں بھی ہے تو وہ ہمارے نظریات میں دخل اندازی نہیں کر سکیں گے بلکہ ان نسلوں کے لئے باعث عبرت بنیں گے جو دین موسوی سے متعلق ہمارے وعظ و خطبات کو سنیں گے کہ کس طرح اس کے ٹھوس اور جامع نظام حیات کی بدولت دنیا کی تمام اقوام ہماری محکوم بن چکی ہیں۔ ہم اس کی باطنی کیفیات پر زور دیتے ہوئے یہ واضح کریں گے کہ اسی پر اس کی تمام تعلیمی قوت و طاقت کا انحصار ہے۔

ہر ممکن موقع پر مضامین کی اشاعت کے ذریعے ہم اپنے بابرکت دور حکومت کا ماضی کی حکومتوں سے موازنہ کر کے اپنے دور کے امن و عافیت کی برکات بیان کریں گے۔ خواہ یہ امن و عافیت کی فضا صدیوں کی بدامنی اور شورشوں کے بعد بزور شمشیر پیدا کی گئی ہو۔ ان برکات کے زیر عنوان ان فوائد کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جائے گا جن کی ہم نشان دہی کریں گے۔ علاوہ ازیں غیر یہودی حکومتوں کی غلطیوں کو بہت وضاحت سے پیش کیا جائے گا۔

ہم لوگوں کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت و حقارت کے ایسے بیج بو دیں گے کہ وہ امن و عافیت کے دور میں حالت غلامی کو آزادی کے اس دور پر ترجیح دیں گے جس پر لفظی طور پر فخر تو کیا جا سکتا تھا لیکن جس نے انسانیت کو عذاب میں ڈال رکھا تھا اور انسانی زندگی کے سرچشموں کو خشک کر کے رکھ دیا تھا جس میں بدمعاش قسم کے طالع آزماؤں اور ہم جیسوں نے ان وسائل کا خوب استعمال کیا جو انسانی وجود کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہوتے ہیں حالانکہ وہ خود بھی اس امر سے آگاہ نہیں تھے کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟

اس وقت تک طرز حکومت میں باکثرت تبدیلیاں آئیں جن کے لئے ہم خود غیر یہودیوں کو ان کے ریاستی ڈھانچے کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کے دوران اکساتے رہے، اتنا تھکا

دیں گی کہ وہ غلامی میں ہر مصیبت کو اپنی حکومتوں کے تحت برداشت کئے ہوئے آلام و مصائب اور بدنظمی و انتشار کی فضا پر ترجیح دیں گے۔ علاوہ ازیں ہم غیر یہودی حکومتوں کی تاریخی غلطیوں کے اظہار کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے جن کے باعث انسانیت صدیوں سے ذہنی عذاب میں مبتلا رہی ہے۔ یہ حکومتیں رفاہ عامہ کی بے اصل اور بے معنی سکیموں کا تعاقب کرتی رہیں اور اتنا بھی نہ سمجھ سکیں کہ ان سکیموں نے ہمیشہ صلاح احوال کی بجائے باہمی تعلقات کو ابتری بنایا ہے جو در اصل انسانی زندگی کی اساس ہیں۔

ہمارے قواعد و ضوابط اور ان سے متعلق طریق استدلال کی قوت انہیں پیش کرنے کے انداز میں مضمر ہوگی۔ ہم ان کی خوبیاں اس انداز سے بیان کریں گے کہ وہ مردہ، گلے سڑے، فرسودہ اور قدیم سماجی نظام کے مقابلے میں انتہائی اعلیٰ و ارفع معلوم ہوں۔

ہمارے فلاسفر غیر یہودیوں کے مختلف العقائد کی تمام خامیوں کو زیر بحث لائیں گے لیکن کوئی شخص کبھی بھی ہمارے یقین و اعتقاد کو اس کے صحیح نقطۂ نظر سے موضوع بحث نہیں بنا سکے گا کیونکہ ہمارے فلاسفروں کے سوا کوئی اور اس سے واقف نہیں ہوگا اور وہ اس کے بھیدوں کو افشا کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔

ترقی پسند اور روشن خیال کہلانے والے ممالک میں ہم نے فحش اور قابل نفرت قسم کے ادب کو پہلے ہی سے فروغ دے رکھا ہے۔ عنان اقتدار سنبھالنے کے کچھ عرصہ بعد تک عوام کو تقریروں اور ہماری پارٹی کے منظم مرکز سے جاری کئے گئے پروگراموں کے مقابلے میں موثر قسم کی تفریحات مہیا کرنے کے لئے ہم اس قسم کے مخرب اخلاق ادب کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں گے۔ ہمارے دانش ور جنہیں غیر یہودی قیادت سنبھالنے کی تربیت دی جائے گی، ایسی تقاریر، منصوبے، یادداشتیں اور مضامین تیار کریں گے جنہیں ہم غیر یہود کے ذہنوں کو متاثر کرنے کے لئے استعمال کریں گے تاکہ وہ صرف ہماری متعین کردہ علمی و فکری راہوں پر گامزن ہو سکیں۔

قتل عام کا منصوبہ:

ہر جگہ ایک ہی دن انقلابات برپا کرانے کے بعد حقیقی طور پر ہم اپنی مجوزہ سلطنت کا اقتدار سنبھال لیں گے، اس وقت تک حکومت کی تمام موجودہ صورتوں کے بعد سے یقینی تسلیم کر لیا جائے گا۔ اس وقت ہم ان سب لوگوں کو انتہائی بے دردی سے قتل کر دیں گے جو ہمارے اقتدار کا

راستہ روکنے کے لیے ہتھیار اٹھائیں گے۔ خفیہ تنظیموں کو جو ہمارے دائرہ عمل میں ہیں اور جنہوں نے ہمارے لیے عظیم خدمات سرانجام دی ہیں اور آج بھی ہماری آلہ کار ہیں، توڑ دیا جائے گا۔

ان کے ارکان کو یورپ سے دور دراز کے براعظموں میں جلا وطن کر دیا جائے گا۔

ہمارے یہودیوں سے زیادہ تر واقف فری میسن کے غیر یہودی اراکین کے ساتھ بھی ہم یہی بہیمانہ سلوک کریں گے لیکن بعض مصلحتوں کے تحت اگر چند ایک سے صرف نظر کیا گیا تو وہ بھی جلاوطنی کے خوف سے مستقل عذاب میں رہیں گے۔

ہم ایک ایسا قانون وضع کریں گے جس کے تحت خفیہ تنظیموں کے تمام سابقہ اراکین کو ہماری حکومت کے صدر مقام یورپ سے بہت دور جلا وطن کر دیا جائے گا ہماری حکومت کی قرار دادیں حرف آخر ہوں گی جن کے خلاف کسی قسم کی اپیل نہیں کی جا سکے گی۔

غیر یہودی معاشروں میں ہم نے انتشار و نفاق اور احتجاجات کے بیج بو کر ان کی جڑیں اتنی کمزور کر دی ہیں کہ اب نظم و نسق بحال کرنے اور حکومت کی قوت کا سکہ جمانے کے لئے بے رحمانہ اقدامات کا نفاذ ضروری ہے۔ تشدد کا شکار ہونے والوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جائے گی کیونکہ وہ تابناک مستقبل کی بھینٹ چڑھائے جائیں گے۔ مستقبل کی فلاح و بہبود کا حصول ہر اس حکومت کا فرض ہے جو اپنی بقا کے لیے صرف حقوق ہی کو نہیں بلکہ فرائض کی ادائیگی کو بھی ضروری سمجھتی ہے۔

اس مقصد کے حصول کیلئے خواہ اسے قربانیاں ہی کیوں نہ دینی پڑیں حکومت کے استحکام و بقا کی سب سے بڑی ضمانت اس امر میں مضمر ہے کہ اس کے گرد قوت و طاقت کے ہالے کو مستحکم کیا جائے۔ اس ہالے کو برقرار رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ طاقت کا ایسا عظیم الشان اور بے لچک مظاہرہ کیا جائے کہ لوگ اسے پُر اسرار غیبی طاقت کی طرف سے واجب التعمیل علامت جانیں اور اسے حکم خداوندی سمجھتے ہوئے اسکے سامنے احترام سے سر تسلیم خم کر دیں۔ ماضی قریب میں روس کی اشرافیہ حکومت کا بھی طرز عمل تھا جو پاپائیت کو چھوڑ کر دنیا بھر میں ہماری سب سے اہم اور تنہا دشمن تھی۔ اٹلی کا وہ واقعہ ذہن میں رہنا چاہیئے سارا ملک خون میں نہا رہا تھا لیکن خون کی ندیاں بہانے والے سولا (sulla) کا کوئی بال بھی بیکا نہ کر سکا۔ وہ لوگوں کی نظروں میں اپنی جرأت و طاقت کے باعث دیوتا سمجھا جاتا تھا اگرچہ اس نے انتہائی سفاکی اور بے دردی سے عوام کا قتل عام کیا تھا اس کے باوجود اٹلی میں اس کی دلیرانہ اور جرأت مندانہ واپسی کو لوگ عزت و احترام سے اسکے گرد جمع ہو گئے۔ درحقیقت کوئی شخص بھی ایسے فرد پر انگلی اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا جو اپنی دلیری، شجاعت اور ذہنی قوتوں سے لوگوں کو مسحور کر لے۔

خوبصورت نعروں کا فریب:

ہمیں ایسے تمام ہتھیاروں اور اسلحہ سے لیس ہونا چاہیئے جو دشمن ہمارے خلاف استعمال کرتے ہیں۔

بعض امور سے متعلق ہمیں ایسے فیصلے صادر کرنے ہوں گے جو لوگوں کی نظروں میں خلاف معمول، غیر معمولی اور غیر منصفانہ ہوں گے لیکن ان کے قانونی جواز کے لئے ہمیں لغات کی کتابوں سے پیچیدہ نکات کی وضاحت پیش کرنے کے لئے دلکش انداز بیان اختیار کرنا ہوگا کیونکہ یہ امر بہت ضروری ہے کہ ان فیصلوں اور قراردادوں کو ایسے حسین الفاظ کا جامہ پہنایا جائے جو یہ تاثر دے سکے کہ دراصل اعلیٰ ترین اور وجد آفریں اخلاقی اقدار و ضوابط ہی کو قانون کی صورت دے دی گئی ہے۔

ہماری انتظامیہ کو اپنے ارد گرد تہذیب کی ان تمام قوتوں کو مجتمع کرنا ہوگا جن کے درمیان رہ کر اسے اپنے فرائض سرانجام دینے ہیں۔ اس کے گرد مشتہرین، ماہرین قانون، منتظمین، ڈپلومیٹ اور وہ افراد بھی جمع ہوں گے جنہیں ہماری خصوصی درس گاہوں میں مخصوص انداز فکر و نظر کی اعلیٰ تعلیم و تربیت سے مزین کیا جائے گا۔ یہ افراد سماجی ڈھانچے کے تمام اسرار و رموز سے آگاہ ہوں گے۔ وہ ان تمام زبانوں سے واقف ہوں گے جو سیاسی ابجد اور الفاظ سے وجود میں آ سکتی ہیں۔ انہیں انسانی فطرت کے خفیہ پہلوؤں اور ان حساس تاروں سے آشنا کرایا جائے گا جن کو چھیڑ کر وہ اپنے مقاصد حاصل کر سکیں۔ یہ تار غیر یہودیوں کی افتاد طبع، ان کے رجحانات، ان کی کمزوریوں، ان کی خوبیوں، ان کے طبقات و حالات کی تفصیلات پر مشتمل ہیں۔ یہ امر محتاج وضاحت نہیں کہ حکومت کے یہ ذہین اور باصلاحیت معاونین جن کا میں ذکر کر رہا ہوں غیر یہودیوں سے نہیں لئے جائیں گے جو اپنے ان امور کو سرانجام دیتے ہوئے اتنا سوچنے کی زحمت اٹھانے کے بھی عادی نہیں کہ ان کے کیا مقاصد ہیں؟ ان کا نفاذ کیوں ضروری ہے؟ غیر یہود کے منتظمین کاغذات کو پڑھے بغیر دستخط کرنے کے عادی ہیں اور ان کا مطمح نظر حصول زر ہے یا پھر ہوس کے بندے ہیں۔

ہماری حکومت کے گرد ماہرین معاشیات کی ایک دنیا آباد ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ یہودیوں کو دی جانے والی تعلیم میں اقتصادی سائنس کو ایک اہم مضمون کی حیثیت حاصل ہے۔

ہمارے چاروں طرف جنگ کاروں، صنعت کاروں، سرمایہ داروں اور خصوصاً کروڑ پتیوں کا ایک مجمع ہوگا کیونکہ درحقیقت ہر مسئلہ اعداد و شمار کی روشنی میں طے ہوگا۔

وہ وقت قریب ہے جب ہماری مملکتوں کے اہم عہدوں پر ہمارے یہودی بھائیوں کو فائز کرنے میں کوئی خطرہ نہ ہوگا لیکن اس وقت تک ہم ان کی باگ ڈور ان لوگوں کو دے سکتے ہیں جن کا ماضی اور شہرت اس امر کی غمازی کرتے ہوں کہ ان کے اور عوام کے درمیان وسیع خلیج حائل ہے۔ ہماری ہدایات کی خلاف ورزی کی صورت میں انہیں مجرمانہ الزامات کا سامنا کرنا پڑے گا یا پھر اپنی زندگی ہی کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ اس طریق کار سے لوگوں کو ایک ایسا سبق ملے گا کہ وہ آخری سانس تک ہمارے مفادات کے لیے کام کرنے پر مجبور ہوں گے۔

نعروں کی سیاست:

ہمارے قواعد و ضوابط کو عملی جامہ پہنانے سے پیشتر ان قوموں کی عادات و اطوار کا مطالعہ بھی ضروری ہے جن کے ملک میں آپ بود و باش اختیار کیے ہوں اور اپنی سرگرمیوں میں مصروف عمل۔ علاوہ ازیں تاوقتیکہ عوام کو ہمارے تعلیمی نظام کے مطابق ازسرنو تعلیم سے آراستہ نہیں کیا جائے گا، ان قواعد و ضوابط کا سب پر یکساں اطلاق کامیابی کا ضامن نہیں ہوگا لیکن اگر انہیں احتیاط سے بروئے کار لایا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ دس سال کا عرصہ بھی گزرنے نہ پائے گا کہ انتہائی ضدی اور ہٹ دھرمی قسم کے افراد کے ذہنوں میں بھی تغیر رونما ہو کر رہے گا۔ لہٰذا اس طریق کار سے پہلے ہمارے شکنجے میں آنے والے افراد کی صفوں میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

ہماری سلطنت کے قیام پر حریت پسندوں اور روشن خیالوں کا نعرہ آزادی، مساوات اور اخوت جو درحقیقت میسنری کا نعرہ ہے ایسے الفاظ میں تبدیل کر دیا جائے گا جن کی حیثیت ایک نعرے یا مطالبے کی نہیں ہوگی بلکہ وہ محض ایک تصور کا اظہار کریں گے یعنی "آزادی کا حق، مساوات کے فرائض، اخوت کا تصور" ہم اس کی تاویل اسی انداز سے کریں گے اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کا طریق کار بھی یہی ہے۔ جہاں تک حقیقی حکمرانوں کا تعلق ہے اپنے سوا ہم نے سب ہی کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ہے۔ اگرچہ ایسے حکمران آج بھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ ان دنوں اگر کوئی حکومت ہمارے خلاف آواز بلند کرتی ہے تو یہ ہمارے ہی ایما پر اور ہماری ہی ہدایات کے تحت محض رسمی کارروائی ہوتی ہے کیونکہ ایسے لوگوں کو قابو میں رکھنے کے لیے جن کا رویہ ہمارے

ساتھ غیر ہمدردانہ ہے، بظاہر ہر سامی دشمنی کی پالیسی اختیار کرنا ناگزیر ہے۔ اب میں مزید تفصیلات میں نہیں جاؤں گا کیونکہ یہ مسئلہ بار بار بحث آ چکا ہے۔ ہمارے دائرہ عمل میں کوئی رکاوٹ یا مزاحمت محدود نہیں کر سکتی۔ ہماری عظیم حکومت غیر قانونی اساس ہی پر قائم رہ سکتی ہے جسے عام اصطلاح یا بہترین الفاظ میں آمریت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ میں اس حیثیت میں ہوں کہ پوری ہوشمندی سے آپ پر یہ واضح کر دوں کہ وقت آنے پر ہم قانون کی تشکیل کرنے والے ہی فیصلے بھی صادر کریں گے اور سزائیں بھی نافذ کریں گے۔ ہم قتل کریں گے اور کسی کو بخشیں گے اپنی فوجوں کے سپہ سالار کی حیثیت سے زمام قیادت ہمارے ہاتھ میں ہوگی چونکہ ہمارے دائرہ اختیار میں وہ عناصر بھی ہوں گے جو کبھی صاحب اختیار اور طاقتور تھے لیکن بعد ازاں ہمارے ہاتھوں مغلوب ہوئے لہٰذا ایسے عناصر کو قابو میں رکھنے کے لیے ہمیں قوت ارادی کے بل بوتے پر حکمرانی کرنی ہوگی۔ لامحدود خواہشات، حرص و آز کی بھڑکتی ہوئی آگ، سنگدلانہ انتقام اور نفرت و حسد کے جذبات ہمارے ہتھیار ہیں۔

آپ یہ یقین کیجئے کہ ہر سو پھیلی ہوئی دہشت گردی اور درندگی کا سرچشمہ ہم ہی ہیں ہر مکتبہ فکر کے لوگ ہر نظریہ کے حامل افراد بادشاہت کی بحالی کے خواہاں، فتنہ پرور اور شورش انگیز رہنما، سوشلسٹ، کمیونسٹ خوابوں کی دنیا میں رہنے والے شیخ چلی بھی ہماری غلامی کا دم بھرتے ہیں ہم نے انہیں اپنے مقاصد کے حصول کے لئے جوت رکھا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے طور پر بچی کھچی حکومتوں کی جڑیں کھودنے اور نظم و ضبط کی تمام مسلمہ صورتوں کو زیر و زبر کرنے میں سرگرم عمل ہے۔ ان سرگرمیوں کے باعث تمام ریاستیں اذیت سے دوچار ہیں۔ وہ سکون و اطمینان کے لئے پند و نصائح سے کام بھی لیتی ہیں اور حصول امن کے لئے تو سب کچھ نثار کرنے کو بھی تیار ہیں لیکن جب تک وہ ہماری بین الاقوامی سپر حکومت کو عجز و انکسار سے تسلیم نہ کر لیں گی ہم انہیں امن و چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔

اگرچہ لوگوں نے سوشلزم کے مسئلے کو بھی بین الاقوامی معاہدے کے ذریعے طے کرنے کی ضرورت پر بہت زور دیا ہے لیکن مختلف پارٹیوں میں تقسیم ہونے کے باعث وہ ہمارے ہاتھوں میں کھیلنے پر مجبور ہیں کیونکہ کشمکش کو برقرار رکھنے اور انتہائی مقابلوں کی جدوجہد کے لئے ہر شخص کو سرمائے کی ضرورت پڑتی ہے جو تمام کا تمام ہمارے ہاتھوں میں مرکوز ہے۔

ہمارے پاس ایسی وجوہات موجود ہیں جن کے باعث ہم محسوس کرتے ہیں کہ غیر

یہودیوں کے حقائق پر نظر رکھنے والے دور اندیش بادشاہوں اور ان کے عوام کی ناعاقبت اندیش قوت کے مابین اتحاد ممکن ہے لیکن ہم نے اس امکان کے خلاف پہلے ہی ضروری اقدامات کر لیے ہیں۔ ہم نے دونوں قوتوں کے درمیان خوف و ہراس کی فصیل کھڑی کر رکھی ہے اس طرح ہم ہمیشہ اور ہر جگہ عوام کی اندھی طاقت کی تائید حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ہم انہیں قیادت مہیا کریں گے اور یقیناً انہیں ان راہوں پر گامزن کریں گے جن کا رخ ہماری منزل کی طرف ہے۔

اس مقصد کے پیش نظر کہ مختلف ممالک کے ناعاقبت اندیش عوام ہماری گرفت سے آزاد ہونے میں کامیاب نہ ہو جائیں ہمیں اکثر اوقات ان سے رابطہ قائم کرتے رہنا چاہیے۔ اگر ذاتی طور پر یہ ممکن نہ ہو تو اپنے چند خاص معتمدین کی وساطت سے ہر قیمت پر ان سے میل جول کی راہیں نکالنا ہوں گی جب تمام دنیا میں ہماری حیثیت واحد حکمران کے طور پر تسلیم کر لی جائے گی تو پھر ہم عوام سے بازاروں اور منڈیوں میں براہ راست گفتگو کریں گے اور سیاسی مسائل پر انہیں اس انداز سے ہدایات دیں گے کہ ان کی سوچ کے دھارے ہمارے مفادات کا رخ اختیار کر لیں۔ اس مقصد کا حصول بہت سہل ہو گا۔ آپ بخوبی جانتے ہیں۔ اس امر کی تصدیق تو کوئی نہیں کرتا کہ دیہاتی علاقوں کی درسگاہوں میں کیا پڑھایا جاتا ہے؟ لیکن کسی حکومت کے سفیر یا تخت سلطانی کے مالک فرمانروا کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ فوری طور پر ہماری مملکت میں مشہور ہو جاتے ہیں کیونکہ عوام کی آوازانہیں ہر طرف پھیلا دیتی ہے۔ اس خدشے کے پیش نظر کہ غیر یہودیوں کے ادارے مخصوص وقت سے پہلے ہی شکست و نابود نہ ہو جائیں، ہم نے ان پر نہایت مہارت، ہوشیاری اور احتیاط سے ہاتھ ڈالا ہے۔ ہم نے ان کے نظام کو کنٹرول میں رکھنے والے مہرے پر قابو پا لیا ہے جو ان کے ہاں حقیقی معنوں میں امن و امان بحال رکھنے کے ذمہ دار تھے۔

ہم نے انہیں ہر قسم کے انتشار جو ہم برپا کرنے والے آزادی کے پردے سے تبدیل کر دیا ہے۔ عدل و انصاف کے نفاذ، انتخابات کے انعقاد، پریس، شخصی آزادی، خاص طور پر تعلیم و تربیت جو کسی ملک کے آزادانہ وجود کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے، ان سب امور میں ہمارا ہاتھ کارفرما ہے۔ ہم نے غیر یہودی نوجوان نسل کو احمق، مخبوط الحواس، بدچلن اور اخلاقی طور پر دیوالیہ بنا دیا ہے اور ان کی تربیت ایسے نظریات اور عقائد کی روشنی کی ہے جو ہمارے ہی پیش کردہ ہیں اور جن کے متعلق ہمیں بخوبی علم ہے کہ قطعاً بے بنیاد اور غلط ہیں۔ علاوہ ازیں موجودہ قوانین میں کوئی خاص تبدیلی لائے بغیر متضاد قسم کی توضیحات سے انہیں توڑ موڑ کر ہم نے ایسے

نتائج اخذ کیے ہیں جو بظاہر بہت پرشکوہ نظر آتے ہیں۔ ان نتائج کا یہ فائدہ ہوا ہے کہ پہلے تو اصل قوانین توضیحات کے پردوں میں چھپ کر رہ گئے اور بعد ازاں وہ مکمل طور پر حکومتوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ قانون سازی کے الجھے ہوئے جالے میں کچھ اخذ کرنا ممکن نہیں اور یہیں سے ثالثی فیصلوں کے نظریے کی ابتدا ہوتی ہے۔

آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر وقت آنے سے پیشتر غیر یہود کو ان سرگرمیوں کا اندازہ ہو جائے تو وہ مسلح ہو کر ہم پر پل پڑیں گے لیکن مغربی ممالک میں تو ہم نے انتہائی حکمت عملی سے اس امکان کے خلاف دہشت گردی کا ایک ایسا منصوبہ بنا لیا ہے کہ مضبوط سے مضبوط دل رکھنے والے انسان بھی لرز اٹھیں۔ اس منصوبے کے تحت مقررہ وقت کے آنے سے پہلے ہی تمام دارالحکومتوں کے زیر زمین بڑے بڑے شہر تعمیر کیے جائیں گے اور سرنگوں کا جال بچھا دیا جائے گا جہاں سے ان دارالسلطنتوں کو ان کے تمام اداروں اور دفاتر سمیت بھک سے اڑا دیا جائے گا۔

جاسوسی کے اڈے:

تمام ممالک میں فری میسن کی اجتماع گاہوں کا قیام عمل میں آ لائیں گے اور دن بدن ان کی تعداد میں اضافہ کرتے رہیں گے۔ ان میں ہر ملک کے تمام سرکردہ افراد کو ضم کر لیا جائے گا جو عوامی سرگرمیوں میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں یا مستقبل میں کر سکتے ہیں۔ دراصل یہی اجتماع گاہیں ہمارے سب سے بڑے جاسوسی کے اڈے اور اثر و رسوخ کا ذریعہ ہوں گی جو ہمارے فاضل رہنماؤں پر مشتمل مرکزی انتظامیہ کی زیر قیادت کام کریں گی، جس کا علم صرف ہمیں ہی ہو گا۔ اس ضمن میں کسی اور کو قطعاً کوئی معلومات نہیں ہوں گی۔ اجتماع گاہوں کے نمائندے میسن کی متذکرہ انتظامیہ کیلئے آڑ کا کام دیں گے جو خفیہ الفاظ اور مختلف پروگرام مرتب کرنے کی ذمہ دار ہو گی۔ ان اجتماع گاہوں (لاجز) میں ہم ایک ایسی گرہ لگائیں گے جو معاشرے کے ہر طبقے سے لیے گئے تمام انقلابی اور حریت پسند عناصر کو یکجا کر دے گی۔ انتہائی خفیہ قسم کی تمام سازشیں ہمارے دائرہ علم میں ہوں گی بلکہ ہمارے رہنما ہاتھوں کی گرفت تو اسی روز ان پر مضبوط ہو جائے گی جس دن ان کا تصور ہی جنم لے گا۔

ان اجتماع گاہوں کے اراکین میں قومی اور بین الاقوامی پولیس کے تقریباً تمام نمائندے شامل ہوں گے۔ ان کی خدمات ہمارے لیے اس لحاظ سے ناگزیر ہیں کہ پولیس حکم

عدول کرنے والوں کو اپنے مخصوص اقدامات سے زیر کر سکتی ہے بلکہ ہماری سرگرمیوں کے لیے آڑ کا کام دے سکتی ہے اور انتشار اور بدامنی کی فضا پیدا کرنے کے لیے مواقع بھی تلاش کر سکتی ہے۔ بالعموم چالاک لوگ جن سے روزی کمانے والے بے فکری، لاابالی طبیعت کے مالک اور بے دھڑک قسم کے افراد بخوشی خفیہ تنظیموں میں شامل ہو جاتی ہیں لہذا ہمیں اپنی اختراع کردہ مشینری کے نظام کو چلانے کے لیے ایسے لوگوں کو آلۂ کار بنانے میں دقت پیش نہیں آئے گی۔ اگر دنیا کے کسی خطے میں شورشیں اور فسادات برپا ہوتے ہیں تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہم ہی نے اس کے استحکام کو تہ و بالا کرنے کے لیے ہوا دی ہے اور اگر کہیں کوئی سازش جنم لیتی ہے تو یہ بھی ہمارے معتمد خدمت گزاروں ہی کی کارروائیوں کا نتیجہ ہوگی۔

یہ امر قدرتی ہے کہ فری میسنری کی سرگرمیوں کی قیادت ہمیں اور صرف ہمیں کرنی ہے کیونکہ یہ صرف ہمیں ہی علم ہے کہ ہم کس طرف رہنمائی کر رہے ہیں ہم ہر قسم کی سرگرمیوں کو منتہائے مقصود کو جانتے ہیں جب کہ غیر یہود ہر امر سے لاعلمی کے باعث کسی کارروائی کی فوری نتائج تک سے بھی آگاہ نہیں ہوتے۔ وہ اسی پر پھولے نہیں سماتے کہ ان کی رائے کامیابی سے ہمکنار ہو چکی ہے وہ یہ اعتراف کرنے کی کبھی زحمت بھی گوارہ نہیں کرتے کہ متعلقہ تصور ان کے ذہن کی پیداوار نہیں ہے بلکہ اس کے اصل محرک ہم ہیں۔ بالعموم غیر یہودی اپنے جذبہ تجسس کی تسکین یا عوامی شورشوں سے کچھ فائدہ حاصل کرنے کے لیے فری میسن کی اجتماع گاہوں کی رکنیت اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض ایک عوام کے سامنے اپنے ناقابل عمل بے بنیاد اور خیالی منصوبوں کا اظہار کرنے کے شوق میں ان میں شامل ہو جاتے ہیں۔ وہ کامیابی اور تعریف و توصیف کے بھوکے ہوتے ہیں۔ ثنا خوانی کے معاملے میں ہم از حد فیاض واقع ہوئے ہیں۔ ہم انہیں کامیابیوں سے ہمکنار کر کے خود فریبی میں مبتلا رکھتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ غیر شعوری طور پر ہمارے خیالات کو اپنا لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ کسی قسم کی احتیاط بھی بروئے کار نہیں لاتے بلکہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ وہ قطعی طور پر معصوم ہیں اور وہ محض اپنی آراء کا اظہار کر رہے ہیں اور ان کے لیے کسی کے خیالات کو مستعار لینا ناممکن ہے۔

آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اس خود فریبی کی بدولت غیر یہودیوں کے ذہین ترین افراد کو بھی کس طرح اُلو بنایا جا سکتا ہے اور معمولی سی ناکامی سے دل برداشتہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ ناکامی خواہ ان کے لیے محرک توصیف کی صورت میں ہی کیوں نہ رونما ہو؟ اس کامیابی کے بعد

دربار حاصل کے لیے وہ غلام بے دام بن جانے کو بھی تیار ہوں گے۔ ہمارا نصب العین کامیابی نہیں بلکہ منصوبوں کو عملی جامہ پہنانا ہوتا ہے لیکن غیر یہود ذاتی کامیابی کی خاطر اپنے تمام منصوبوں کی داؤں پر لگانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ان کی اسی نفسیات کے باعث ہمارے لئے انہیں اپنی مرضی کے مطابق کسی مخصوص مقصد کے لیے اپنا آلہ کار بنانا آسان ہو جاتا ہے۔ ان ظاہری شیروں کے اندر نہ صرف بھیڑیوں کی روح ہوتی ہے بلکہ وہ عقل و خرد سے بھی عاری ہوتے ہیں۔ ہم نے انہیں اس تصور کے چوبی گھوڑے پر سوار کر رکھا ہے کہ فرد کو جماعت میں بالکل ضم ہو جانا چاہیے۔ انہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا اور نہ ہی وہ اس کی زحمت گوارہ کریں گے کہ یہ کاٹھ کا گھوڑا اس اہم ترین قانون فطرت کی خلاف ورزی ہے جس کے تحت آفرینش عالم کی ابتدا ہی سے ہر فرد دوسرے سے مختلف ہے اور جس کا مقصد ہے انفرادیت کو برقرار رکھنا ہے۔

ہمارا انہیں حماقت و کم فہمی اور اندھا دھند تقلید و جہالت کے اس گڑھے تک لے آنا ہی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ہمارے مقابلے میں غیر یہودیوں کا ذہن کتنا پست ہے اور یہی ہماری کامیابی کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔

زمانہ قدیم کے ہمارے فاضل رہنماؤں کی اس قول سے کس قدر دور اندیشی کا اظہار ہوتا ہے کہ کسی سنجیدہ مقصد کے حصول کے لیے کسی بھی قسم کے ذرائع کے استعمال سے دریغ نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی لوگوں کے جانی نقصان کی پرواہ کرنی چاہیے۔ غیر یہودی بہائم کی جتنی جانیں بھی کام آئیں ہم نے انہیں شمار کرنے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اگرچہ ہم نے بھی بہت سے افراد کی قربانی دی ہے لیکن ہم نے انہیں دنیا میں اس مرتبے پر پہنچا دیا ہے جس کا وہ کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس آویزش میں ہماری تعداد کے لحاظ سے ہمارا نقصان نسبتاً کم ہوا ہے اور ہماری قوم بھی مکمل تباہی سے محفوظ و مامون ہو گئی ہے۔

موت سے کسی کو مفر نہیں بالآخر ہر شخص کی زندگی کا انجام یہی ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہماری نسبت یہ انجام ہماری سرگرمیوں کے راستے میں رکاوٹ بننے والوں سے قریب تر کر دیا جائے کیونکہ ہم تو تمام سرگرمیوں کے سرچشمہ ہیں۔ ہم فری میسن کی سرگرمیوں کو اس طرح منظم کرتے ہیں کہ ہماری برادری کے سوا کسی کو ان کا شائبہ تک نہیں گزرتا۔ یہاں تک کہ ہمارے ہاتھوں موت سے ہمکنار ہونے والوں کو بھی ہم پر شک نہیں ہوتا وہ ہمارے حکم پر اس طرح جان، جان آفرین کے سپرد کر دیتے ہیں جیسے کہ یہ طبعی موت ہو۔ ان حالات سے آگاہ ہو جانے کے

باوجود میسن برادری بھی احتجاج کی جرات نہیں کر سکتی۔ اس قسم کے لائحہ عمل سے ہم نے فری میسن تحریک میں سے ہمارے رجحانات و نظریات کے خلاف احتجاج کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکا ہے۔ ہم غیر یہود اقوام کو حریت پسند اور روشن خیالی کا درس تو دیتے ہیں لیکن خود اپنے لوگوں اور دکانداروں سے غیر مشروط اطاعت کا تقاضا کرتے ہیں۔

ہمارے اثر و رسوخ کے باعث غیر یہود کے قوانین پر بہت کم عمل درآمد ہوتا ہے۔ کثیر تعبیرات کے باعث قانون کا وقار مجروح ہو کر رہ گیا ہے۔ عدالتی جج اہم ترین اور اساسی مسائل کے فیصلے بھی ہمارے حکم کے مطابق ہی کرتے ہیں۔ وہ غیر یہود کی انتظامیہ سے متعلق اہم امور کو بھی اسی رنگ میں دیکھتے ہیں جس میں ہم انہیں پیش کرتے ہیں۔ ہم تمام ان منصوبوں کو اپنے آلہ کار عناصر کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچاتے ہیں جن کے ساتھ بظاہر ہماری کوئی قدر مشترک نہیں ہوتی، اس مقصد کے لئے ہم اخبارات کی آراء اور دیگر ذرائع سے کام لیتے ہیں۔ ہمارے اثر و رسوخ کا اندازہ اس امر سے کر لیجئے کہ غیر یہود کے سینٹ کے اراکین اور انتظامیہ کے اعلیٰ ارکان بھی ہماری ہی تجاویز اور مشوروں کو قبول کرتے ہیں۔ غیر یہودیوں کا خاص بہاؤ صفت ذہن تجزیہ اور مشاہدہ کرنے کی صلاحیتوں سے عاری ہے اور اس کے بے خبری کا تو یہ عالم ہے کہ کسی مسئلہ کو ایک مخصوص طریقے سے حل کرنے کے نتیجہ میں مرتب ہونے والے اثرات کا اندازہ کرنا اس کے بس کا روگ ہی نہیں۔

ہمارے اور غیر یہود کے درمیان قوت فکر کے اسی امتیاز ہی میں ہمیں خدا کی برگزیدہ قوم ہونے اور ان کے بہائم صفت ذہن کے مقابلہ میں اعلیٰ ترین بشری کمالات و اوصاف سے حامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کی آنکھیں کھلی ہیں لیکن وہ گرد و پیش کچھ دیکھنے سے عاری ہیں؛ اسی لئے وہ کسی قسم کی ایجادات و اختراعات کرنے سے قاصر رہتے ہیں (بجز چند مادی اشیاء کے) اس سے عیاں ہے کہ قدرت نے خود ہمیں دنیا کی قیادت اور حکومت کے لئے مامور کیا ہے۔

جب ہماری حکومت علی الاعلان وجود میں آ جائے گی اور اس کی برکات کے ظہور کا وقت آ پہنچے گا تو ہم قوانین کی از سر نو تشکیل کریں گے۔ ہمارے قوانین مختصر، سادہ، مستحکم اور اتنے واضح ہوں گے کہ ان کی تشریح و تاویل کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں پڑے گی ہر شخص انہیں آسانی سے سمجھ لے گا۔ ان کی اہم ترین خصوصیت ان کے بے چون و چرا اطاعت و فرمانبرداری میں مضمر ہو گی اور اس اصول کو از حد اہمیت دی جائے گی۔ ہر برائی کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ حکومت کے تمام اداروں سے

یہاں تک نچلی سطح کے یونٹ بھی اقتدار کے نمائندے یعنی مملکت کے اعلیٰ حکمران کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ اختیارات کے غلط استعمال کرنے والوں کو اتنی کڑی اور بے رحمانہ سزا دی جائیں گی کہ کوئی شخص بھی اپنے اختیارات کے غلط استعمال کے تجربہ کی ہمت نہیں کر سکے گا۔ ہم انتظامیہ کے ہر کام کی کڑی نگرانی کریں گے جس پر کسی مملکت کا اشینری کی عمدہ کارکردگی کا انحصار ہوتا ہے کیونکہ اس دائرہ میں سست روی ہر میدان میں کاہلی اور آرام طلبی کا باعث بنتی ہے۔ لاقانونیت اور اختیارات کے غلط استعمال کے ہر واقعہ پر ہم عبرت ناک سزائیں دیں گے۔

جرم کے اخفا یا انتظامیہ کے اہل کاروں کی آپس میں ملی بھگت اور اسی قبیل کی دوسری تمام برائیاں عبرت ناک سزاؤں کی ابتدائی چند مثالوں کے بعد بالکل ختم ہو جائیں گی۔ ہماری قوت و اقتدار کے باسے کا تقاضا ہے کہ اس کے اعلیٰ وقار کو بحال رکھنے کے لئے معمولی سے معمولی جرم کی مناسب یعنی ظالمانہ سزا دی جائے۔ سزا جھیلنے والا خواہ اس کی سزا اس کے جرم سے کتنا زیادہ ہو ایک ایسا سپاہی ہو گا جو حکومت اس کے قواعد و ضوابط اور قانون کی بالادستی کے مفاد میں انتظامیہ کے میدان کارزار میں مارا گیا ہو کیونکہ حکومت کے قوانین کے تحت اس امر کی اجازت نہیں مل سکتی حزان اقتدار کے مالک عوامی شاہراہ سے ہٹ کر اپنی ذاتی پگڈنڈیوں پر چل نکلیں۔ مثال کے طور پر ہمارے عدالتی ججوں کو یہ معلوم ہو گا کہ اگر کبھی انہوں نے احمقانہ طور پر رحمدلی کی راہ اختیار کی تو وہ عدل و انصاف کا قانون توڑنے کے مرتکب ہوں گے جس کا مقصد ججوں کی روحانی خوبیوں کے مظاہرہ کی بجائے لوگوں کی فروگزاشتوں اور لغزشوں کی سزا دے کر ان کے اخلاق کی مثالی طور پر اصلاح کرنا ہے۔ ایسی خصوصیات کا مظاہرہ نجی زندگی میں کرنا مناسب ہے نہ کہ کسی ایسے عوامی مقام پر جو انسانی زندگی میں تعلیمی اساس کی حیثیت رکھتا ہو۔

ہمارے عدالتی عملے کا عرصہ ملازمت 55 (پچپن) سال تک کی عمر سے زائد نہیں ہو گا۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ اول یہ کہ معمر افراد اپنی متعصبانہ آراء پر قائم رہتے ہیں اور نئے خیالات کو بآسانی قبول نہیں کرتے۔ دوم اس اقدام سے عملے میں تبدیلی لانے میں سہولت رہے گی۔ لوگ ہمارے دباؤ تلے جھکنے پر مجبور ہوں گے جو شخص اپنی ملازمت کے برقرار رکھنے کا خواہاں ہو گا، اسے غیر مشروط طور پر ہماری اطاعت کرنا ہو گی۔ ہم اپنے عدالتی ججوں کا انتخاب بالعموم ایسے افراد میں سے کریں گے جو یہ امر بخوبی سمجھتے ہوں کہ ان کا فرض قانون کو نافذ کرنا اور سزا دینا ہے نہ کہ مملکت کی تعلیمی سکیم کو خطرے میں ڈال کر حریت پسندی کے مظاہروں کے خواب دیکھنا جیسا کہ آج کل

ججوں کو ادل بدل کرنے کے طریق کار سے ایک ہی قسم کی ملازمت کے افراد کے درمیان اجتماعی اتحاد کا شعور پیدا نہیں ہو سکے گا اور وہ سب کے سب صرف حکومت کے وفادار رہیں گے۔ جن پر ان کی قسمت کا دارومدار ہو گا۔ ججوں کی نوجوان نسل کو اختیارات کے غلط استعمال سے روکنے کے لئے خاص نظریات کی تربیت دی جائے گی۔ اس طریق کار سے ہماری رعایا مسلسل باہمی نظم و ضبط متاثر ہونے سے محفوظ رہے گی۔

آج کل غیر یہودیوں کے جج اپنے عہدے کی اہمیت کا شعور ہی نہیں رکھتے بلکہ اپنی اس لاعلمی کے باعث ہر قسم کے جرائم کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں کیونکہ موجودہ دور کے حکمران ججوں کا تقرر کرتے وقت ان میں احساس فرض اور وہ شعور پیدا نہیں کرتے جو ان کے منصب کے متقاضی ہے۔ جس طرح ایک درندہ اپنے بچوں کو شکار کی تلاش میں کھلا چھوڑ دیتا ہے، اسی طرح غیر یہودی اپنی رعایا کو منفعت بخش اسامیوں سے نواز دیتے ہیں لیکن ان پر یہ واضح کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ متعلقہ اسامی کس مقصد کے پیش نظر وجود میں لائی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی حکومتیں انتظامیہ کی غلط کاریوں کے باعث اپنی ہی اندرونی قوتوں کے ہاتھوں تباہی و بربادی سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔

آیئے! ہم ان غلط کاریوں کے نتائج سے اپنی حکومت کے لئے ایک اور سبق اخذ کریں۔ ہم اپنی حکومت میں ان کی تمام اسامیوں سے حریت پسندوں کا قلع قمع کر دیں گے جن پر ہمارے ریاستی ڈھانچے کو چلانے کے لئے ماتحت عملے کی تربیت کا انحصار ہے۔ ایسی اسامیوں پر صرف ان لوگوں کا تقرر عمل میں آئے گا جن کو ہم نے انتظامی امور سے متعلق خاص تربیت دی ہو گی۔ ممکن ہے آپ یہ اعتراض اٹھائیں کہ پرانے ملازموں کو ریٹائر کرنے سے خزانے پر بھاری بوجھ پڑے گا۔ میری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس طرح ریٹائر ہونے والوں کو نجی شعبے میں ملازمتیں مہیا کی جائیں گی۔ دوم دنیا بھر کی تمام دولت ہمارے ہاتھوں میں مرکوز ہو گی لہٰذا ہماری حکومت کو اخراجات سے گھبرانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔

تمام امور سے متعلق ہمارے فیصلے حتمی اور منطقی ہوں گے جو نتائج کو پیش نظر رکھ کر کئے جائیں گے اسی لئے تمام احکامات میں ہماری اعلیٰ مشیت کا احترام کیا جائے گا اور ان کی تعمیل غیر مشروط طور پر کی جائے گی نیز ہر قسم کی بڑبڑاہٹ اور بے چینی کو نظر انداز کر دیا جائے گا اور اگر کسی شے سے اس کا عملاً اظہار کیا گیا تو عبرتناک سزاؤں کے ذریعے ان کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

فرمان روائی کے فرائض سرانجام دینے کے باعث تنسیخ قوانین کا حق بھی قطعی طور پر ہمارے پاس منتقل ہو جائے گا اور عدالتیں اس حق سے محروم کر دی جائیں گی۔ ہم عوام میں اس قسم کے تصور کو قطعاً جنم نہیں لینے دیں گے کہ ہمارے مقرر کردہ جج بھی اپنے طور پر کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں لیکن اگر کبھی اس قسم کے حالات رونما ہوئے تو ہم خود ایسے فیصلے کو منسوخ کر دیں گے اور متعلقہ جج کو اس کی فرض ناشناسی اور منصب کے اغراض و مقاصد کی ناسمجھی پر ایسی کڑی سزا دیں گے جو دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو اور اس قسم کی غلطیوں کا اعادہ نہ ہونے پائے۔ میں ایک بار پھر آپ کو یہ امر یاد دلاتا ہوں کہ ہمیں انتظامیہ کے تمام اقدامات سے باخبر رہنا چاہئے اور عوام کو مطمئن کرنے کے لئے اس کی کڑی نگرانی کرنی چاہئے کیونکہ انہیں اچھی قسم کی حکومت سے قابل اور ہوشیار افسروں کی تعیناتی کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے۔

ہماری حکومت میں فرمانروا کی حیثیت ایک بزرگ اور سرپرست کی سی ہو گی۔ ہماری اپنی قوم اور رعایا حکمران کی شخصیت میں ایک ایسے باپ کو دیکھے گی جو ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھے اور ان کے ہر کام کی نگرانی کرے۔ علاوہ ازیں رعایا کے باہمی تعلقات نیز رعایا اور حکمران کے درمیان باہم تعلقات سے بھی خبردار رہے۔ اس طرح یہ تصور عوام کے قلوب و اذہان میں گھر کر جائے گا کہ اگر وہ امن و سکون کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے ہمارے حکمران کی سرپرستی اور قیادت ناگزیر ہے۔ وہ اس کی مطلق العنانیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی ایک دیوتا کی مانند پرستش کریں گے بالخصوص جب انہیں یہ بھی یقین ہو گا کہ ہمارے متعین کردہ افسر کسی معاملے میں اپنی مرضی استعمال نہیں کر سکتے بلکہ حکمران کے احکامات کی اندھا دھند تعمیل کرتے ہیں۔ وہ اس امر پر خوش ہوں گے کہ ہم نے ان کی زندگیوں میں اس طرح باقاعدگی پیدا کر دی ہے جس طرح کہ عقلمند والدین اپنے بچوں کو فرائض منصبی کی ادائیگی اور اطاعت گزاری کا عادی بنانے کے لئے کرتے ہیں جہاں تک ہماری ریاست کے بھیدوں کا تعلق ہے زمانہ دراز گزرنے کے باوجود دنیا کی اقوام کی حیثیت ان سے متعلق محض نابالغ بچوں کی سی ہے اور بالکل یہی کیفیت ان کی حکومتوں کی بھی ہے۔

یقیناً آپ کا یہ خیال ہے کہ میں نے اپنی مطلق العنانیت کو حقوق اور فرائض کی اساس پر استوار کیا ہے۔ فرائض کی تکمیل بجا آوری کے لئے مجبور کرنا حکومت کی براہ راست ذمہ داری ہے جس کی حیثیت رعایا کے لئے باپ کی سی ہے۔ یہ طاقت ور کا حق ہے کہ وہ انسانیت کے مفاد کے پیش نظر اس کی ایسے نظام کی طرف رہنمائی کرے جسے قدرت نے اطاعت کا نام دیا ہے۔ دنیا کی

ہر شے حالت اطاعت میں ہے اگر یہ اطاعت کسی انسانی ہستی کی نہ ہو تو حالات کی ہوتی ہے یا خود اس کے اپنے فضائل کو یعنی ہر اس چیز کو جو اس سے زیادہ طاقتور ہو۔ لہٰذا اقوام کی فلاح و بہبود کے پیش نظر ہماری حیثیت بھی زیادہ قوی اور طاقتور کی سی ہوگی۔

ہم مسلمہ قوانین کی خلاف ورزی پر افراد کو قربان کرنے سے ہرگز دریغ نہیں کریں گے کیونکہ برائی کے بدلے میں کڑی سزائیں ہی سبق آموز ثابت ہوتی ہیں جب اسرائیل کا بادشاہ، یورپ کا پیش کردہ تاج اپنے مقدس سر پر رکھے گا تو دنیا کا قائد احترام باپ بن جائے گا۔ اسے جن لوگوں کو ظلم و جور کا نشانہ بنانا پڑے گا۔ ان کی تعداد بہر حال ان کی نسبت کم ہوگی جو صدیوں کے دوران غیر یہودی حکومتوں کے جذبہ مسابقت اور شان و شوکت کے اظہار کے جنون کے نتیجہ میں شکار ہونے والوں کی تھی۔ ہمارا بادشاہ اقوام عالم سے مسلسل اپنا رابطہ قائم رکھے گا۔ وہ اپنے تخت شاہی سے جو تقاریر کرے گا وہ اسی لمحہ دنیا بھر میں زبان زد عام ہو جایا کریں گی۔

صیہونی تعلیمی نظام:

اپنی طاقت کے سوا تمام اجتماعی قوتوں کا خاتمہ کرنے کے لئے ہم اجتماعیت کے اولین مرحلے یعنی یونیورسٹیوں کی از سر نو تنظیم کے ذریعے انہیں کمزور اور بے بس بنا دیں گے۔ ان میں تعیناتہ پروفیسروں اور افسروں کو ایک تفصیلی خفیہ پروگرام کے ذریعے ان کے فرائض منصبی کے لئے تیار کیا جائے گا۔ ادائیگی فرائض کے دوران وہ اپنی مرضی سے ذرہ بھر بھی ادھر ادھر نہیں ہٹ سکیں گے۔ ان کے تقرر میں خصوصی احتیاط سے کام لیا جائے گا اور انہیں اس انداز سے متعین کیا جائے گا کہ وہ مکمل طور پر حکومت کے رحم و کرم پر رہیں۔

ریاستی قوانین اور تمام سیاسی امور کو نصاب تعلیم سے خارج کر دیا جائے گا یہ مضامین چند درجن باصلاحیت منتخب لوگوں کو پڑھائے جائیں گے۔ یونیورسٹیوں کے وسیع و عریض کمروں سے ایسے بودے اور نکمے افراد نہیں نکلنے دیئے جائیں گے جو کسی المیہ یا طربیہ کی طرح آئین سے متعلق ہی تجاویز کا تانا بانا بنتے رہیں اور ایسی پالیسیاں وضع کرنے میں مصروف رہیں جن سے ان کے آباؤ اجداد کو کبھی سروکار نہ رہا ہو بلکہ وہ ان سے متعلق کسی قسم کا تصور بھی ذہن میں لانے سے قاصر رہے ہوں۔ ہر کس و ناکس کو سیاسی امور سے متعلق بے جا قسم کی تعلیم دینے کا نتیجہ تصوراتی فلاحی ریاست کے خواب دیکھنے والوں اور گھٹیا قسم کے رعایا کے وجود کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ آپ خود بھی ان میں غیر

یہودی تعلیم عامہ کی پالیسی کے نتائج سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ انہیں غیر یہودی نظام تعلیم میں تو ان تمام اصولوں کو بڑھ چڑھ کر رواج دیتے رہنا چاہیے جو انتہائی کامیابی سے ان کے نظم و نسق کو تہ و بالا کرنے کا موجب بنے ہوئے ہیں لیکن زمام اقتدار ہمارے ہاتھوں میں آنے پر نصاب تعلیم سے ہر ایسے مضمون کو خارج کر دیا جائے گا جو کسی قسم کی بے چینی و اضطراب کا موجب بن سکے۔

ہم تمام نوجوانوں کو اپنی حکومت کے ایسے طاعت شعار اور فرماں بردار قسم کے پیروکار بنا دیں گے جو ہمارے حکمران کو اپنا محسن، ہمدرد، محافظ نیز امن و سکون کی امیدوں کا واحد مرکز سمجھ کر اپنی محبت و طاعت کا محور بنا لیں۔

آپ اس امر سے آگاہ ہیں کہ کلاسیکی ادب اور ازمنہ قدیم کی تاریخ قابل اعتماد اور معقول حقائق کی نسبت بے کار اور گھٹیا قسم کی مثالوں سے پر ہے۔ لہٰذا ان مضامین کا مطالعہ قطعی طور پر ختم کر دیا جائے گا۔ ان کی جگہ ہم مستقبل کے پروگرام کے مطالعہ کو نصاب میں شامل کریں گے۔ ہم لوگوں کے ذہنوں سے گزشتہ صدیوں کے وہ تمام نقوش جو ہمارے لئے ناپسندیدہ اور غیر مفید ہیں، مٹا ڈالیں گے اور صرف انہیں حقائق کی یاد تازہ رہنے دیں گے جو غیر یہودی حکومتوں کی غلطیوں اور نقائص کو نمایاں کر رہے ہوں۔ عملی زندگی، نظم و نسق کی ذمہ داریاں، لوگوں کے باہمی تعلقات اور اس طرح کے تعلیمی نوعیت کے مسائل کے مطالعہ کو ہمارے تعلیمی پروگرام میں سب سے زیادہ اہم حیثیت حاصل ہوگی لیکن اس میں ان حقائق کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوگی جو غیر اخلاقی حرکات اور خود غرضی و نفس پروری سے متعلق مثالوں کو پیش کریں۔ یہ پروگرام زندگی کے ہر منصب اور ہر پیشے کے لئے علیحدہ علیحدہ ہوگا اور کسی صورت بھی رعایا کے سب افراد کو یکساں نوعیت کی تعلیم دی جائے گی۔ تعلیم کا یہ پہلو انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

زندگی کے ہر پیشے اور منصب سے متعلق تعلیم قطعی طور پر محدود خطوط پر ہونی چاہیئے۔ ہر شخص کو وہی تعلیم ملنی چاہیے جو اس کے منصب اور نصب العین سے مطابقت رکھتی ہو۔ ذہین و فطین قسم کے افراد ہمیشہ زندگی کے دوسرے پہلوؤں پر بھی حاوی ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے لیکن یہ زبردست حماقت ہے کہ اس قسم کے خال خال عبقری افراد کی خاطر نااہل لوگوں کو ایسے مراتب و مناصب پر قبضہ جمانے کا موقع دیا جائے جو ان سے غیر متعلقہ ہوں اور جن کے لئے پیدائشی طور پر اہل افراد موجود ہوں۔ آپ کو خوب معلوم ہے کہ غیر یہود کو اس کھلی حماقت کے کیا نتائج بھگتنے پڑے ہیں۔

کسی حکمران کو لوگوں کے اذہان و قلوب میں قطعی اور مستقل مقام دلانے کے لئے یہ لازمی ہے کہ اس کے دور حکومت میں درس گاہوں، بازاروں، گلی کوچوں غرض کہ ہر جگہ تمام قوم کو اس کی سرگرمیوں کے اغراض و مقاصد اس کے کارناموں اور اس کے فلاحی اقدامات کا بتکرار درس دیا جائے۔

ہم تعلیم و تدریس کے شعبے میں ہر قسم کی آزادی کا خاتمہ کریں گے۔ ہر عمر کے طالب علموں اور ان کے والدین کو اداروں میں اجتماع کا حق حاصل ہوگا۔ اسی طرح جیسے کہ وہ کسی کلب میں یکجا ہوتے ہیں۔ تعطیل عامہ کے روز ان اجتماعات سے اساتذہ مختلف موضوعات مثلاً انسانی تعلقات، قوانین امثلہ، غیر شعوری تعلقات سے جنم لینے والی حدود اور نئے نظریات کا فلسفہ جو ابھی دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا گیا، پر تقاریر کریں گے۔ ان نظریات کو ہم مذہبی عقیدے کے مقام پر لے آئیں گے لیکن یہ مرحلہ ہمارے مذہب کی جانب ایک عبوری دور ہوگا۔ زمانہ حال اور زمانہ مستقبل سے متعلق اپنے لائحہ عمل کو مکمل طور پر بیان کرنے کے بعد اب میں آپ کو ان نظریات کے بنیادی اصولوں سے آگاہ کرتا ہوں۔

صدیوں کے تجربات سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ لوگ اپنی زندگی میں مخصوص نظریات ہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور انہیں کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ وہ ان نظریات کو تعلیم ہی کے ذریعہ اپناتے ہیں جو یکساں کامیابی سے ہر عمر کے افراد کو مختلف طریقوں سے مہیا کی جاتی ہے لیکن ہم اپنے مفادات کے پیش نظر فکر و خیال کی ہر آزادی کو ختم کر دیں گے جس کا رخ ہم مدت مدید سے ان موضوعات اور تصورات کی طرف موڑتے رہے ہیں جو ہمارے مقاصد کے لئے مفید تھے۔ فکر و تصور کو مقید کرنے کا عمل تو پہلے ہی نام نہاد مشاہداتی طریقہ تعلیم کی صورت میں جاری ہے جس کا مقصد غیر یہود کو قوت فکر سے عاری اطاعت شعار حیوان بنانا ہے جو اس امر کے منتظر ہیں کہ کسی چیز کا تصور قائم کرنے کے لئے اسے ان کے سامنے لایا جائے۔ فرانس میں ہمارے بہترین ایجنٹوں میں سے ایک نے تعلیمی طریقہ بورڈ والے تو پہلے ہی مشاہدہ کے ذریعے تدریسی اسباق اور طریقہ تعلیم کے ایک نئے پروگرام کو عوام کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

وکالت کا پیشہ انسان کو سرد مہر، ظالم، ضدی، ہٹ دھرم اور بے اصول بنا دیتا ہے۔ یہ پیشہ تمام امور کو غیر جذباتی اور قانونی نقطہ نظر سے پرکھتا ہے۔ یہ عادت وکلاء میں بہت راسخ ہوتی ہے وہ ہر معاملے کو صرف اپنے موکل کے موقف و نکتہ نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کے نتائج میں وجود پذیر ہونے والے عوام کو جو فلاح عامہ کو بھی متاثر کر سکتے ہیں، نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بالعموم وہ کسی قسم کی بھی عذر داری کو لینے سے انکار نہیں کرتے اور اپنے موکلوں کی بریت کے لئے بھرپور

کوشش کرتے ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے وہ قانون کے معمولی معمولی نکتوں میں سے میخ نکالتے ہیں اور اس طرح عدل و انصاف سے بددلی پھیلانے کا موجب بنتے ہیں۔

اسی وجہ سے ہم اپنے پیشے کی حدود متعین کر دیں گے اور اسے سرکاری انتظامیہ کے دائرے میں لے آئیں گے نیز وکیلوں اور ججوں کو مقدمے کے فریقین سے براہ راست رابطہ قائم کرنے کے حق سے بھی محروم کر دیا جائے گا۔ اول الذکر حضرات کو مقدمات عدالت کی طرف سے تفویض کئے جائیں گے اور وہ ان کا مطالعہ سرکاری رپورٹس اور متعلقہ دستاویزات کی روشنی میں کریں گے۔ انہیں اپنے موکلوں کے دفاع کی اجازت اس وقت ملے گی جب متعلقہ حقائق و واقعات کے بارے میں موخر الذکر سے پوچھ گچھ کی جا چکی ہوگی۔ انہیں کام کی نوعیت کو ملحوظ رکھے بغیر حکومت کی طرف سے اعزازی فیس دی جائے گی۔ اس طرح عدل و انصاف کے مفاد میں قانونی امور سے متعلق ان کی حیثیت محض رپورٹروں کی سی ہو جائے گی۔ وہ وکیل استغاثہ، جس کی حیثیت خود ایک رپورٹر کی سی ہوگی، کے خلاف توازن کا کام دیں گے۔ اس طرح سے عدالتوں پر کام کا بوجھ بھی ہلکا ہو جائے گا اور غیر متعصبانہ صفائی اور دفاع کی ایک ایسی روایت قائم ہو جائے گی۔ اس ضمن میں مزید یہ فائدہ ہوگا کہ سودے بازی کی موجودہ قبیح رسم کا بھی خاتمہ ہو جائے گا جس کے تحت زیادہ سے زیادہ رقم بطور فیس ادا کرنے والے فریق ہی کو جتایا جاتا ہے۔

عالمی استحصال یہودی نصب العین:

ہم عرصہ دراز سے غیر یہود کے مذہبی رہنماؤں کا وقار ختم کر کے کرہ ارض پر ان کے مذہبی مشن کو تباہ و برباد کرنے میں مصروف عمل ہیں جو آج بھی ہمارے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ دنیا کی سب اقوام میں ان کا اثر و رسوخ دن بدن کم ہوتا جا رہا ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں آزادی ضمیر کا نعرہ بلند کر دیا گیا ہے۔ جہاں تک دوسرے مذاہب کا تعلق ہے ان کا قلع قمع کرنے میں ہمیں نسبتاً کم دقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اس سلسلے میں کچھ کہنا ابھی قبل از وقت ہوگا البتہ ہم پادریوں اور پاپائیت کو اتنی تنگ ناؤں میں مقید کر دیں گے کہ ان کا اثر و رسوخ اپنے گزشتہ عروج و کمال کی نسبت کہیں زیادہ تیزی سے زوال پذیر ہوگا۔

جب یورپ کی عدالت کو ہمیشہ صفحہ ہستی سے مٹانے کا وقت آئے گا تو ایک غیر مرئی ہاتھ کی ایک انگشت تمام قوموں کو اس عدالت کی طرف اشارہ کرے گی۔ لوگ اس پر ٹوٹ پڑیں

گے تو ہم اس کے محافظ کے روپ میں آگے بڑھیں گے۔

بظاہر ہمارا مقصد بے حد و حساب خون خرابی کو روکنا ہوگا لیکن یہ بھی حریف کو مغالطے میں رکھنے ہی کی ایک چال ہوگی اس چال کے تحت ہم اس کی آنتوں میں گھس جائیں گے اور یاد رکھے اس وقت تک باہر نہیں آئیں گے جب تک کہ نوچ نوچ کر اس کی تمام قوت کو ختم نہ کر دیں گے۔

نسل یہود کا بادشاہ ہی تمام دنیا کا حقیقی پوپ ہوگا۔ ایک بین الاقوامی چرچ کا مقدس باپ لیکن اس دوران جب کہ ہم نوجوان نسل کو روایات پر مبنی نئے مذاہب کی دوبارہ تعلیم دے رہے ہیں اور بعد ازاں اپنے مذہب سے بھی روشناس کرائیں گے، ہم کھلم کھلا موجودہ چرچوں پر انگشت نمائی نہیں کریں گے بلکہ ان کے خلاف اس قسم کی تنقید کریں گے جس کا نصب العین اختلاف و انتشار کی فضا پیدا کرنا ہو

ہمارا اہم عنصر پریس بالعموم غیر یہود کی نااہلیوں اور ناکامیوں کے علاوہ ان کے مذاہب اور امور مملکت کو بھی تنقید بناتا رہے گا۔ کسی قسم کے اخلاقی قواعد و ضوابط کو ملحوظ رکھے بغیر ان کے خلاف ایسا انداز بیان اختیار کیا جائے گا کہ ان کی عزت و وقار خاک میں مل کر رہ جائے اور اس منصوبے کو خداداد صلاحیتوں کے مالک صرف ہمارے قبیلے کے ذہین افراد ہی عملی جامہ پہنا سکتے ہیں۔ ہماری سلطنت سینکڑوں ہاتھوں کی حامل ہونے کے باعث وشنو دیوتا کی ماتا ہوگی لیکن اس کی عظمت و قوت کے سامنے وشنو دیوتا کی الوہیت بھی ہیچ ہوگی کیونکہ اس کا ہر ہاتھ معاشرتی و سماجی زندگی کے سرچشموں پر قابض ہوگا۔

ہم سرکاری پولیس کی مدد کے بغیر ہر چیز کو دیکھ سکیں گے جس کے اختیارات کو ہم ہی نے غیر یہودیوں کے خلاف استعمال کرنے کے لئے وسعت دی ہے اور اب وہ اپنی حکومتوں کی راہ میں اس طرح حائل ہو جاتی ہے کہ وہ اصل حقائق تک پہنچنے سے قاصر رہتی ہے۔ ہمارے پروگرام کے مطابق ہماری رعایا کا ایک تہائی حصہ احساس فرض اور ریاست کی رضاکارانہ خدمت کی بنیادوں پر بقیہ دو تہائی کی کڑی نگرانی کرے گا۔ ہمارے ہاں ایک جاسوس یا مخبر ہونا باعث ذلت نہیں ہوگا بلکہ اس پر فخر کیا جائے گا۔ تاہم بے بنیاد الزامات لگانے پر کڑی سزائیں دی جائیں گی تاکہ اس حق کا استعمال غلط نہ ہو۔

ہمارے کارندوں کا تعلق معاشرے کے اعلیٰ طبقے سے بھی ہوگا اور نچلے سے بھی۔ ان میں انتظامیہ میں عیش و عشرت کے دلدادہ افسر، ایڈیٹر، پرنٹرز، پبلشرز، کتب فروش، کلرک، سیلز مین، مزدور، گاڑی بان اور اردلی وغیرہ ہوں گے۔ ہر قسم کے اختیارات سے محروم اس جماعت کو

خود کسی قسم کی بھی کارروائی کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا بلکہ اصل میں یہ ایک قسم کی بے اختیار و اقتدار پولیس ہوگی جو صرف دیکھے گی تو رپورٹ کر دے گی۔ ان کی مہیا کردہ اطلاعات کی چھان بین اور گرفتاریوں کا انحصار امور پولیس کو کنٹرول کرنے والے ایک ذمہ دار گروپ پر ہوگا جبکہ گرفتاری کا اصل عمل مسلح پولیس اور شہری پولیس کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔

جو لوگ عوام کے بارے میں خود دیکھی ہوئی یا سنی ہوئی باتوں کی اطلاع نہیں دیں گے ان پر حقائق کو مخفی رکھنے کا الزام لگایا جائے گا اور جرم کے ثابت ہونے پر انہیں سزا دی جائے گی۔

جس طرح آج کل ہمارے بھائیوں پر یہ فرض عائد ہے کہ وہ خود خطرہ مول لے کر اپنے خاندان کے بھی مرتد افراد اور حکومت کے خلاف سرگرمیوں میں ملوث لوگوں کی اطلاع مقامی حکومت کو پہنچائیں اسی طرح ساری دنیا پر ہمارے تسلط کے دوران ہماری رعایا پر یہ فرض عائد ہوگا کہ وہ اس سلسلے میں ریاست کی طرف سے عائد شدہ فرائض کو سرانجام دیں۔

اس قسم کی تنظیم قوت و اقتدار کے غلط استعمال، رشوت ستانی اور ان تمام برائیوں کا جو ہمارے مشوروں اور ہمارے فوق الانسانی حقوق کے نظریات کی بدولت غیر یہود کی روزانہ زندگی میں جنم لے چکی ہیں، کا قلع قمع کر کے رکھ دے گی لیکن موجودہ حکومتوں کے نظم و نسق کے دوران ہم اور کون سی تدابیر اختیار کر سکتے ہیں جو افراتفری اور بدانتظامی کے رجحانات میں اضافے کا باعث بنیں۔ مجوزہ طریقوں میں سے اہم ترین تو یہ ہے کہ ہمارے ایجنٹ امن و سکون کی بحالی کے لئے اس طرح تعینات ہوں کہ انہیں انتشار و افتراق پھیلانے کی کارروائیوں کے دوران ضد، ہٹ دھرمی، اختیارات کے ناجائز استعمال اور سب سے اولین اور اہم ضمیر فروشی اور قبیح قسم کے میلانات و رجحانات کے اظہار و فروغ کا موقع ملتا رہے۔

مکاری ہمارا بہترین ہتھیار:

سٹیٹ کونسل، نظم عامہ کے ارباب اختیار کا موثر ترین ہتھیار رہی ہے۔ ہماری حکمرانی کے دوران یہ قانون ساز کور (مقننہ) کا جسے حکومت کے قوانین اور فیصلوں کی اداری کمیٹی کہا جا سکتا ہے، محض ایک نمائشی جزو ہوگی۔ لہذا نئے آئین کے پروگرام کے تحت حق و انصاف کی حدود کا تعین اور قانون سازی کے عمل کے لئے درج ذیل طریق اختیار کیا جائے گا۔

1) قانون ساز (مقننہ) کو پیش کردہ تجاویز کی حیثیت قانون کے مترادف ہوگی۔

2) عام قواعد و ضوابط کے نام پر صدر کے احکامات اور سینیٹ کے احکامات کو قانون کا درجہ حاصل ہوگا۔ اسی طرح وفاقی کونسل کی قراردادوں کو وزارتی احکامات کے روپ میں جاری کیا جائے گا اور ان کی حیثیت بھی قانون ہی کی ہوگی۔

3) موقع ملتے ہی ریاست میں انقلاب برپا کر کے نئے قوانین کو رائج کیا جائے گا۔

عام طریق کار کو متعین کرنے کے بعد ہم ان اجتماعی سرگرمیوں کی تفصیلات طے کرنے میں مصروف ہو جائیں گے جن کے ذریعے ہمیں اپنی متعینہ راہ کے مطابق ریاست کی مشینری میں انقلاب کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ہوگا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ان سرگرمیوں کے نتیجہ میں پریس کی آزادی، انجمن سازی کا حق، ضمیر کی آزادی، ووٹ کے استعمال کا حق اور اسی نوعیت کے بہت سے حقوق کے تصور کو انسانی ذہن سے حرف غلط کی طرح مٹ جانا چاہیے یا ان میں نئے آئین کے نفاذ کے ساتھ ہی فوری طور پر ایک زبردست تبدیلی آنی چاہیے کیونکہ صرف یہی وہ لمحہ ہوگا جب ہم فی الفور اپنے تمام احکامات کا اعلان کرنے کے قابل ہوں گے بعد میں کوئی بھی تبدیلی بوجوہ ذیل خطرناک ہوگی۔

اگر یہ تبدیلی جبر و تشدد کے ذریعہ عمل میں لائی گئی۔ بالخصوص اگر اس کے پیش نظر مقصد لوگوں پر پابندیاں عائد کرنا اور اقوام کا مظاہرہ ہوا تو اس سے مایوسی اور خوف و ہراس کے جذبات پیدا ہوں گے اور اگر کسی تبدیلی کا مقصد لوگوں کو مزید سہولتیں بہم پہنچانا ہوا تو یہ کہا جائے گا کہ ہم نے انقلاب برپا کرنے کی غلطی کو تسلیم کر لیا ہے۔ اس سے ہمارا وقار مجروح ہوگا اور ہماری حکومت کی خطاؤں اور لغزشوں سے معصوم مسلمہ حیثیت تباہ ہو کر رہ جائے گی۔ علاوہ ازیں لوگوں پر یہ تاثر بھی مرتب ہو سکتا ہے کہ ہم نے آنے والے خطرات کو محسوس کر لیا ہے اور گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ گویا لوگ ہمارے شکر گزار ہونے کی بجائے اسے ہماری مجبوری اور بے بسی پر محمول کریں۔ لہٰذا یہ دونوں قسم کا طرز عمل نئے آئین کے وقار و تکریم کے لئے نقصان دہ ہوگا۔

ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ نئے آئین کے نافذ ہوتے ہی جب اقوام عالم انقلاب کی تکمیل پر حیران و ششدر اور حواس باختہ ہوں وہ خوف، دہشت اور بے یقینی کے عالم ہی میں ہمیشہ کے لئے یہ حقیقت تسلیم کر لیں کہ ہم ایک نہ مٹنے والی طاقت ہیں۔ ہماری قوت اتنی ناقابل تسخیر ہے کہ ہمیں ان کی قطعاً کوئی پروا نہیں۔

ہمیں ان کے خیالات و خواہشات کا احترام تو درکنار ہم ایک ناقابل مزاحمت طاقت کے ساتھ ان کے اظہار کو بھی بروقت اور ہر جگہ کچل کر رکھ سکتے ہیں۔ انہیں یہ بھی ذہن نشین کرنا ہوگا

کہ ہم نے فوری طور پر ہر اس چیز پر قبضہ کر لیا ہے جس کے ہم خواہ تھے اور کسی حال میں بھی اپنے اقتدار میں شریک کرنے کو تیار نہیں۔ بالآخر وہ خوف و ہراس سے لرزہ براندام ہر چیز سے آنکھیں بند کر لیں گے اور اس ناٹک کے اختتام کا انتظار کرنے پر مائل ہو جائیں گے۔

غیر یہود بھیڑوں کا ایک گلہ ہیں اور ہم ان کے بھیڑیئے۔ آپ کو بخوبی علم ہے کہ جب بھیڑوں کے گلے میں گھستے ہیں تو کیا حشر برپا ہوتا ہے؟ ان کی آنکھیں بند کر لینے کی ایک اور وجہ بھی ہوگی اور وہ یہ کہ ہم ان سے مسلسل یہ وعدہ کرتے رہیں گے کہ امن و عافیت کے دشمنوں کا قلع قمع کرنے اور مختلف جماعتوں کو آرام کرنے کے فوراً بعد ان کی تمام آزادیاں انہیں لوٹا دیں گے۔ البتہ اس امر کا ذکر بیکار ہے کہ ان لوگوں کو اپنی آزادیوں کی واپسی کے لئے کتنا طویل انتظار کرنا پڑے گا؟

آخر کار وہ مقصد کیا ہے جس کے پیش نظر ہم نے اس ساری پالیسی کا اختراع کیا ہے اور اس کی تہہ میں چھپے ہوئے مفہوم کو سمجھنے کا موقع دیئے بغیر انتہائی عیاری سے اسے غیر یہود کے ذہنوں میں اتار دیا ہے؟ کیا اس کا مقصد یہ نہیں کہ ہم ہیر پھیر سے وہ سب کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں جس کا حصول ہماری منتشر قوم کے لئے براہ راست ناممکن ہے؟

یہی وہ نصب العین ہے جو ہماری خفیہ تنظیم فری میسنری کی اساس ہے جس کا حقیقی علم کسی کو نہیں اور جس کے مقاصد سے متعلق ان غیر یہودی بہائم کو شک تک نہیں گزر سکتا جنہیں ہم نے اپنی فری میسن اجتماع گاہوں میں اپنی نمائشی لیکن منظم جمعیت کا گرویدہ کر رکھا ہے تاکہ وہ اپنے ہم وطنوں کی آنکھوں میں دھول جھونک سکیں۔

خدا نے ہمیں یعنی اپنی محبوب قوم کو پراگندگی و انتشار کا تحفہ دے رکھا ہے۔ یہ امیر لوگوں کی نظر میں ہماری کمزوری کی دلالت کرتا ہے لیکن درحقیقت ہماری تمام تر قوت کا راز اسی میں مضمر ہے۔ ہمارا انتشار ہی ہمیں دنیا بھر کی حکمرانی کی دہلیز پر لے آیا ہے۔ کرۂ ارض پر حکومت کے لئے جو بنیادیں ہم نے رکھ دی ہیں ان پر تعمیر کا کام اب کچھ زیادہ نہیں رہ گیا۔

سنسر شپ ۔ کالے قانون:

لفظ آزادی کو مختلف طریقوں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے لیکن ہمارے نزدیک اس کی تعریف مندرجہ ذیل ہے:۔

"آزادی ایسے امور سرانجام دے سکنے کے حق کا نام ہے جن کی اجازت قانون کے

تحت حاصل ہو۔ اس لفظ کی یہ توضیح مناسب وقت پر ہمارے لئے مفید ثابت ہوگی کیونکہ اس طرح ہر قسم کی آزادی کی باگ ڈور ہمارے ہی ہاتھ میں رہے گی۔ یہ امر واضح ہے کہ قوانین کے تحت صرف ان قواعد وضوابط کو منسوخ کیا جائے گا یا وجود میں لایا جائے گا جو مجوزہ پروگرام کے تحت ہمارے لئے قابل قبول ہوں'

پیشتر اس کے کہ میں پریس کے متعلق آئندہ لائحہ عمل کی وضاحت کروں آج کے پریس کے کردار پر روشنی ڈالنا ضروری ہے جو دراصل ان جذبات واحساسات کو پراگندہ اور مشتعل کرنے کا کردار ادا کر رہا ہے جو ہمارے مقاصد کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں یا پھر یہ سیاسی جماعتوں کے خود غرضانہ اور مذموم عزائم کے کام آتا ہے۔ اس کا کردار اکثر و بیشتر خشک عدل و انصاف سے عاری اور کذب بیانی پر مبنی ہوتا ہے اور عوام کی بھاری اکثریت کو قطعاً اس امر کا کوئی تصور بھی نہیں ہوتا کہ پریس کن مقاصد کی تکمیل کر رہا ہے؟

لیکن ہم اس کے منہ میں کس کر لگام دیں گے اور اسے مکمل طور پر اپنے قابو میں رکھیں گے بلکہ ہر قسم کے مطبوعہ مواد کے بارے میں بھی ہمارا طرز عمل یہی ہوگا کیونکہ اگر ہم کتابوں اور پمفلٹوں کے حملوں کا نشانہ بنے رہے تو پریس کے حملوں سے بچنے کا کیا فائدہ ہوگا؟

پبلسٹی کی تخفیفات کو جن پر سنسر کے باعث بھاری رقوم بطور خرچ اٹھ جاتی ہیں، ہم ریاست کے لئے ایک منفعت بخش آمدنی میں تبدیل کر دیں گے اور طباعتی اداروں کے قیام اور کسی اخبار کے اجراء کی اجازت دینے سے پیشتر زرضمانت داخل کرنا لازمی قرار دیں گے۔ پریس کو اس امر کی بھی ضمانت دینا ہوگی کہ حکومت کو ہدف تنقید بنانے سے اجتناب کیا جائے گا لیکن اس کے باوجود بھی اگر کسی قسم کا نکتہ چینی کا امکان باقی رہا اور کسی نے اس امر کی جرأت کی تو اس پر کسی قسم کے جذبہ رحم کے بغیر بھاری جرمانہ عائد کیا جائے گا۔ اس طرح سٹامپ ٹیکس، زرضمانت، جرمانوں اور ایسے ہی دیگر اقدامات سے حکومت کو بھاری آمدنی ہوگی۔

یہ واضح ہے کہ پارٹیوں کے ترجمان پبلسٹی کے لئے شاید زیادہ رقوم خرچ نہ کر سکیں گے لہٰذا دوسری بار تنقید کرنے پر ہم انہیں فوری طور پر بند کر دیں گے۔ اس طرح کوئی شخص بھی ہماری حکومت کے گرد چھپے ہوئے معصومیت کے ہالے کو ہدف تنقید نہیں بنا سکے گا۔ کسی بھی مطبوعہ مواد کی اشاعت کو روک دینے کے لئے اتنا عذر کافی ہوگا کہ یہ عوامی اذہان کو مشتعل کرنے کا موجب بن رہا ہے اور اس کی اشاعت کا کوئی موقع اور جواز نہیں۔ میں آپ سے اس امر کو بالخصوص ذہن میں

رکھنے کی درخواست کرتا ہوں کہ نکتہ چینی کرنے والوں میں وہ اخبارات ورسائل بھی ہوں گے جن کا اجراء ہم نے خود کیا ہوگا لیکن وہ صرف ان پالیسیوں کو ہدف تنقید بنائیں گے جن میں تبدیلی لانے کا ہم نے پہلے ہی سے فیصلہ کر لیا ہوگا۔

کوئی ایک اعلان بھی ہماری نگرانی سے بچ کر عوام تک نہیں پہنچ سکے گا بلکہ اب بھی ہم اس حد تک تو اس مقصد میں کامیابی حاصل کر چکے ہیں کہ دنیا بھر کی تمام خبریں ہمارے زیر اثر چند ایجنسیاں ہی وصول کرتی ہیں۔ یہ خبریں ایجنسیوں کے مرکزی دفاتر میں یکجا کرنے کے بعد ہی منظر عام پر لائی جاتی ہیں۔ اس وقت تو یہ سب ایجنسیاں پہلے ہی ہمارے قبضے میں آ چکی ہوں گی اور وہ صرف ایسا مواد شائع کریں گی جو ہماری منشا کے مطابق ہو۔

اگر اس وقت ہم نے غیر یہود کے ذہنوں پر قبضہ جمانے کی تدبیر اس حد تک کر لی ہے کہ وہ واقعات عالم کو ان رنگین عینکوں کے ذریعے ہی دیکھتے ہیں جو ہم انہیں پہناتے ہیں۔ اگر آج دنیا بھر میں کوئی بھی ریاست ایسی نہیں ہے کہ جس کے ان امور میں بھی ہمارا خفیہ ہاتھ کارفرما ہو جنہیں یہ بے وقوف مملکت کے رازوں کا نام دیتے ہیں تو اس وقت ہمارے جاہ وجلال کا عالم کیا ہوگا جب ہم اپنی تمام دنیا کے بادشاہ کی شخصیت کے ذریعے اقوام عالم کے مسلمہ حکمران اعلیٰ ہوں گے۔

آیئے! ایک بار پھر ہم پرنٹنگ پریس کے مستقبل پر نظر ڈالیں۔ پبلشر، لائبریرین یا پرنٹر بننے کے ہر خواہش مند شخص کو اس مقصد کے لئے مجوزہ ڈپلومہ حاصل کرنا ہوگا جو کسی قسم کے قصور کی صورت میں فوری طور پر ضبط کر لیا جائے گا۔ ان اقدامات کی بدولت فکر وتدبیر کے آلات ہماری حکومت کے ہاتھوں میں ذریعہ تعلیم کی صورت اختیار کر لیں گے جس سے ترقی کی برکات سے متعلق خیالی منصوبوں میں گمراہ ہونے کا کوئی امکان نہیں رہے گا۔

کیا ہم میں سے کوئی ایسا شخص بھی ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ یہ ہوائی برکتیں، احمقانہ تصورات، خوابوں کی دنیا میں لے جانے کا باعث بنتی ہیں جس سے لوگوں کے نہ صرف باہمی تعلقات میں انتشار پیدا ہوتا ہے بلکہ حکومت کے ساتھ بھی بگاڑ کی صورت رونما ہو جاتی ہے کیونکہ ترقی یا ترقی کے تصور نے آزادی بلکہ ہر قسم کی مادر پدر آزادی کے تصور کو متعارف تو کرا دیا ہے لیکن اس کی حدود کو متعین کرنے میں ناکام رہا ہے۔ یہ تمام نام نہاد حریت پسند اگر عملی لحاظ سے نہیں فکری طور پر انارکسٹ (انتشار پسند) ہی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک آزادی کے خیالی منصوبوں کے پیچھے بھاگتا پھرتا ہے اور نتیجہ مکمل قسم کی بے راہ روی کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ احتجاج برائے احتجاج

کے انتشار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اب ماہناموں اور ہفتہ وار رسائل و جرائد کی طرف آیئے۔ ہم ان پر بھی دیگر مطبوعہ مواد کی مانند کاغذ کے فی تختے کے حساب سے سٹامپ ٹیکس عائد کریں گے اور زر ضمانت جمع کروائیں گے۔ کاغذ کے تیس تختوں سے کم حجم کی کتابوں پر دگنا ٹیکس عائد ہوگا۔ ایسی کتابوں کو پمفلٹوں کا درجہ دیا جائے گا تاکہ ایک طرف ان رسالوں کی تعداد میں کمی آ جائے جو مطبوعہ زہر کی بدترین قسم ہیں اور دوسری طرف اس اقدام سے مصنف حضرات اتنی طویل تصانیف لکھنے پر مجبور ہو جائیں کہ عوام کی بہت کم تعداد ان کے مطالعہ میں دلچسپی کا اظہار کرے۔ بالخصوص ان کی گراں قیمت بھی ان کی اس خواہش کے سد راہ بن جائے۔ اس کے برعکس ہم لوگوں کے ذہنوں کو اپنے عزائم اور مفادات کے مطابق متاثر کرنے کے لئے ارزاں قسم کا لٹریچر شائع کریں گے جو بہت ذوق و شوق سے پڑھا جائے گا۔

بھاری ٹیکسوں کے باعث بے لطف اور خشک ادبی تمنائیں حدود ہی میں رہیں گی اور جرمانوں کی صورت میں سزا کا خوف ادیبوں کو ہمارا محتاج اور دست نگر بنا دے گا لیکن اس کے باوجود اگر کسی کو ہمارے خلاف قلم آزمائی کا شوق چرائے گا تو اس کی تحریروں کو چھاپنے کے لئے کوئی شخص بھی تیار نہیں ہوگا کیونکہ کسی بھی مواد کو طباعت کے لئے قبول کرنے سے پیشتر پبلشر یا پرنٹر کو متعلقہ حکام سے اجازت لینی پڑے گی۔ لہٰذا ہمیں اپنے خلاف تیار ہونے والی تمام چالوں کا پہلے ہی علم ہو جائے گا اور متعلقہ موضوع پر پیشگی توضیحات سے ہم انہیں باطل ٹھہرا دیں گے۔

ادب اور صحافت دونوں ہی اہم ترین تعلیمی قوتیں ہیں۔ اس لئے ہماری حکومت بیشتر جرائد کو خود اپنی ملکیت میں رکھے گی اس سے غیر سرکاری پریس کے مضر اثرات زائل ہوتے رہیں گے اور عوامی ذہن پر ہمارے اثر و رسوخ میں معتدبہ اضافہ ہوگا۔ اگر ہم دس رسالوں کے پرمٹ جاری کریں گے تو خود تیس جرائد کا اجراء کریں گے اور مستقبل میں بھی یہی تناسب قائم رہے گا۔

البتہ پبلک کو کسی طرح بھی اس سے متعلق کوئی شائبہ نہیں گزرنا چاہیے۔ ہمارے تمام جرائد و رسائل بظاہر متضاد رجحانات اور خیالات کے حامل ہوں گے۔ اس سے عوام پر اعتماد بحال ہوگا نیز ہمارے غیر محتاط طبیعت کے مخالفین ہماری جھوٹی میں آ گریں گے اور ہمارے جال میں پھنس کر قطعی طور پر بے ضرر ہو کر رہ جائیں گے۔

سرکاری اخبارات و رسائل اہمیت کے لحاظ سے اولین درجے پر ہوں گے۔ وہ ہمیشہ

ہمارے مفادات کی نگرانی کریں گے۔ اس لئے مقابلتاً ان کا اثر و نفوذ معمولی نوعیت کا ہوگا۔

دوسرے درجے پر نیم سرکاری ترجمان ہوں گے جن کا کام غیر جانبدار اور سرد مہر لوگوں کو بیدار کرنا ہوگا۔

تیسرے درجے پر ایسے جرائد ہوں گے جو خود ہم نے اپنی مخالفت میں جاری کئے ہوں گے ان میں سے کم از کم ایک تو ایسے نقطہ نظر کو پیش کرے گا جو ہر لحاظ سے ہمارے مخالف ہوگا۔ اس سے ہمیں یہ فائدہ پہنچے گا کہ ہمارے مخالفین ہماری اس خود پیدا کردہ مخالفت کو اپنی تحریک سمجھتے ہوئے دل و جان سے قبول کر لیں گے اور ہمیں اپنے منصوبوں سے آگاہ کر دیں گے۔

ہمارے تمام اخبارات تمام ممکن پہلوؤں کا احاطہ کر لیں گے یہ خبقہ شرفاء ری پبلکن انقلابیوں اور انتشار پسندوں کے نکتہ نظر کی ترجمانی اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک آئین کا وجود برقرار رہے گا۔ ہندو دیوتا وشنو کی مانند اس کے بھی سو ہاتھ ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک رائے عامہ کے ہر نظریہ کی نشان دہی کرے گا جب بھی کوئی نبض ریز ہوگی اور کسی قسم کی بے اطمینانی کا اظہار ہوگا تو یہ ہاتھ عوامی خیالات کا رخ ہمارے مقاصد کی طرف موڑ دیں گے چونکہ مریض گھبراہٹ و ہیجان کے عالم میں قوت فیصلہ کھو بیٹھتا ہے اور یہ آسانی سے دوسروں کے جھانسے میں آ جاتا ہے۔ وہ احمق جو یہ سمجھیں گے کہ وہ اپنے کیمپ کے کسی اخبار کا نکتہ نظر دہرا رہے ہیں۔ وہ ہمارے ہی نقطہ نظر یا ہماری پسند کے نقطہ نظر کی تائید کر رہے ہوں گے۔ وہ اس بات کا خیال کو سینے سے لگائے ہوں گے کہ وہ اپنی پارٹی کی ترجمانی کر رہے ہیں حالانکہ وہ صرف اس پرچم کے پیچھے چل رہے ہوں گے جو ہم نے ان کے لئے لہرا دیا ہوگا۔

اپنی اخباری فوج کی اس انداز سے رہنمائی کے لئے ہمیں اس معاملہ کی تنظیم میں خاص حزم و احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ مرکزی محکمہ پریس کے نام پر ہم ادبی اجتماعات کا انتظام کریں گے جہاں ہمارے ایجنٹ لوگوں کو متوجہ کئے بغیر ضروری ہدایات اور وقت کے لحاظ سے موزوں نعرے جاری کریں گے۔

اصل موضوع کی طرف لوٹے بغیر ہمارے ترجمان محض سطحی بحث و مباحثے کے ذریعے مصنوعی جنگ برپا کر کے سرکاری اخبارات پر دھاوا بولیں گے۔ اس کا مقصد ہمارے لئے ایسے مواقع بہم پہنچانا ہوگا جن کے ذریعے ہم اپنے ان خیالات کا اظہار کھل کر سکیں جو ابتدا ہی میں سرکاری اعلانات میں نہیں لائے جا سکتے تھے لیکن جو ہمارے لئے مفید ثابت ہو سکتے ہوں۔

ان تنقیدی حملوں سے ایک اور مقصد کی تکمیل ہوگی کہ ہماری رعایا کو مکمل آزادی تقریر کے وجود کا یقین ہو جائے گا اور ہمارے ایجنٹوں کو بھی اس ادعا کا موقع مل جائے گا کہ ہمارے تمام مخالف اخبار محض یاوہ گوئی سے کام لے رہے ہیں کیونکہ وہ ہمارے احکام پر کوئی ٹھوس اعتراض نہیں کر سکتے۔

اس طرح کے تشہیری حربے جنہیں عوام اگرچہ محسوس بھی نہیں کر سکتے لیکن اثر و نفوذ کے لحاظ سے یقینی ہوتے ہیں، ہماری حکومت پر عوام کی توجہ مرکوز کرنے اور اعتماد بحال کرنے کا موثر ذریعہ ہیں۔ ہمیں ان طریقوں کا شکر گزار بھی ہونا چاہیے کہ ان ہی کی بدولت ہم وقتاً فوقتاً عوامی ذہن کو سیاسی مسائل پر مشتعل بھی کر سکیں گے اور مطمئن بھی ہم لوگوں کو قائل کرنے اور ذہنی انتشار پیدا کرنے کے لئے کبھی سچی باتیں شائع کریں گے اور کبھی جھوٹے حقائق بھی بیان کریں گے اور ان سے متضاد بیانات بھی خواہ انہیں حقیقت پر مبنی تسلیم کیا جائے یا کذب بیانی پر محمول کیا جائے لیکن ہر قدم اٹھانے سے پہلے کئی بار سوچ بچار کریں گے۔

ہمیں اپنے مخالفین پر یقینی طور پر فتح حاصل ہوگی کیونکہ پریس کے ساتھ مندرجہ بالا طریقے اختیار کرنے کے باعث ان کے پاس ایسے اخبارات ہی نہیں ہوں گے جن کے ذریعے وہ اپنے نظریات کو اظہار کی مکمل اور حتمی صورت پہنا سکیں بلکہ ہمیں تو ان کی تردید کی سطحی طور بھی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔

ہمارے اس قسم کے آزمائشی فائروں کو جو پریس کے تیسرے درجے سے داغے جائیں گے ہمارے نیم سرکاری ترجمان موثر انداز سے تردید کریں گے۔

آج کل بھی پہلے ایسی مثالیں موجود ہیں جو فری میسن تحریک کے دیئے ہوئے نعروں کے سلسلہ میں مکمل یکجہتی کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ فرانس کے پریس ہی کو لیجئے۔ اس کے تمام جریدے پیشہ ورانہ رازداری کے لئے مجبور ہیں۔ زمانہ قدیم کی پیش گوئی کرنے والوں کی مانند ان میں سے ہر ایک اپنے ذرائع اطلاع کے بارے میں مہر بلب رہے گا۔ بجز اس کے کہ ان ذرائع کے اظہار سے متعلق متفقہ فیصلہ کر لیا جائے۔ لہٰذا ہمارے ہاں کسی صحافی کو بھی کسی راز کے افشا کرنے کی جرأت نہیں ہوگی کیونکہ کسی شخص کو اس پیشے سے منسلک ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی جب تک کہ اس کی سابقہ زندگی کے اوراق کسی شرمناک واقعہ، کسی رسوا کن کمزوری یا موجب ذلت حادثے سے داغدار نہ ہوں کسی راز کو افشا کرنے کی کوشش پر اس کے یہ ناسور آشکار کر دیئے جائیں گے۔

جب تک صحافی کے داغدار ماضی کے راز چند لوگوں تک محدود ہیں۔ اس کی قدر و منزلت عوام کی اکثریت کو اپنی جانب متوجہ کئے رکھتی ہے اور لوگ انتہائی جوش و خروش اور ولولے سے اس کی تقلید کرتے ہیں ہمارے منصوبوں کو صوبوں میں بالخصوص پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے گا۔ وہاں آرزوؤں اور تمناؤں نیز جذبات و احساسات کو مشتعل کرنا ناگزیر ہوگا اور اسی اشتعال و انتشار کے نتیجہ میں ہم دارالسلطنت پر کسی بھی وقت بآسانی حملہ کر سکیں گے۔ ہم مرکزی حکومتوں پر یہ واضح کر دیں گے کہ صوبوں کا یہ مشتعل طرز اظہار دراصل ان کی علیحدگی اور خود مختاری سے متعلق آرزوؤں کا نتیجہ ہے۔ قدرتی طور پر ان سب کا سر چشمہ ایک ہی ہوگا یعنی ہم خود۔

ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے برسر اقتدار آنے تک صوبوں سے متعلق رائے عامہ جس کی اکثریت کو ہمارے ایجنٹوں نے منظم کیا ہوگا مرکزی حکومت کا ناک میں دم کر دے تا کہ اس نفسیاتی لمحے پر مرکزی حکومتیں ایک طے شدہ حقیقت کو زیر بحث لانے کی پوزیشن میں نہ ہوں۔ اگر کسی اور سبب سے نہیں تو محض اس لئے کہ صوبوں میں اکثریت کی رائے عامہ سے پہلے ہی قبول کر چکی ہوگی۔

مکمل اقتدار اعلیٰ کے حصول سے پیشتر اپنے عبوری دور حکومت میں ہم پریس میں سرکاری افسروں کی بددیانتی سے متعلق خبریں شائع کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ یہ امر لازمی ہے کہ نئی حکومت کے بارے میں عوام اس انداز میں سوچیں کہ اس نے ہر شخص کو بالکل مطمئن کر دیا ہے یہاں تک کہ ملک میں جرائم کا بھی خاتمہ ہو چکا ہے۔ جرائم کا ظرف ان کا شکار ہونے والوں یا ان لوگوں کو ہونا چاہیے جو اتفاقیہ طور پر ان کو دیکھ لیں۔ کسی اور کو قطعاً ان سے آگاہ نہیں ہونا چاہیے۔

یہودیت کے استحکام کی خاطر:

لوگوں کو طاقت و فرمانبرداری کا عادی بنانے کے لئے انہیں عجز و انکسار سے متعلق درس دیئے جانے چاہئیں۔ اس مقصد کے پیش نظر سامان تعیش کی پیداوار میں بھی کمی کرنا ہوگی۔ اس طرح ہم اخلاق کی اصلاح کر سکیں گے جو تعیشات کے دائرہ میں رشک و مسابقت کے باعث پستیوں کو چھو رہے ہیں۔

ہم چھوٹے صنعت کار سرمایہ داروں کو صنعتیں لگانے پر آمادہ کریں گے۔ یہ عمل بڑے بڑے صنعت کاروں کے نجی سرمائے تلے سرنگ بچھانے کے مترادف ہوگا۔ یہ اقدام اس لئے بھی ناگزیر ہے

کہ بڑے بڑے صنعت کار اگرچہ ہمیشہ شعوری طور پر نہ سہی، بالعموم عوام کی سوچ کے دھارے کو حکومت کے خلاف موڑنے میں بہت بڑا کردار ادا کرتے ہیں۔ جس قوم میں چھوٹے صنعت کار ہوں اس کے افراد بے روزگاری سے نا آشنا رہتے ہیں۔ حکومت وقت سے وابستگی کا اظہار کرتے اور نتیجہ حکومت کے استقلال واستحکام کا باعث بنتے ہیں۔ ہر حکومت کے لئے عوام بیروزگاری انتہائی خطرناک امر ہے ہمارے ہاتھوں میں انتقال اقتدار کے ساتھ ہی اس کا کردار یا عمل ختم ہو جائے گا۔

چونکہ الکحل کے زیر اثر انسان درندگی کا اظہار کرتا ہے اس لئے شراب نوشی قانوناً ممنوع قرار پائے گی اور اسے انسانی فطرت کے خلاف ایک مستوجب سزا جرم قرار دیا جائے گا۔

میں ایک بار پھر اس امر کو دہراؤں گا کہ عوام صرف ایسے طاقتور حکمران ہی کی اندھا دھند اطاعت کرتے ہیں جو ان کے اثر سے مکمل طور پر آزاد ہو کیونکہ وہ اسے اپنے دفاع کے لئے شمشیر براں اور سماجی ظلم وستم کے خلاف اپنی پناہ سمجھتے ہیں۔ انہیں بادشاہ کی ملکوتی صفات سے کیا غرض ہو سکتی ہے؟ وہ تو اسے قوت وطاقت کے مجسمے کی حیثیت سے دیکھنا چاہتے ہیں۔

ہمارا حکمران اعلیٰ موجودہ دور کے تمام حکمرانوں کا قائم مقام ہوگا جو اپنے آپ کو ایسے معاشروں میں گھسیٹ رہے ہیں جو ہمارے ہاتھوں اخلاقی لحاظ سے تباہ ہو چکے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود سے بھی منکر ہیں اور چاروں طرف سے نفاق وانتشار کی آگ میں جل رہے ہیں۔ برسر اقتدار آتے ہی وہ سب سے پہلے اس نگل جانے والی آگ کے شعلوں کو سرد کرے گا۔ اسے ان معاشروں کا خاتمہ کرنا ہوگا خواہ اسے انہیں اپنے خون سے بھی نہلانا پڑے۔ وہ ان کی از سر نو تشکیل اس انداز سے کرے گا کہ وہ ایسے منظم اور باقاعدہ لشکروں میں تبدیل ہو جائیں جو ریاست کے ڈھانچے میں ناسور پیدا کرنے والی ہر برائی کے خلاف صف آرا ہوں۔

خدا کا یہ محبوب اسی کی طرف سے منتخب ہوگا تا کہ وہ ان تمام بے حس اور احمق طاقتوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے جو عقل ودانش کی بجائے جذبات سے اور انسانیت کی بجائے درندگی سے کام لیتی ہیں۔ یہ تو تھا اس وقت آزادی اور حقوق کے اصولوں کی آڑ لے کر ہر قسم کی جبر وتشدد کو روا رکھتی ہیں اور ڈاکہ زنی کی وارداتیں کرنے کو فخر محسوس کرتی ہیں۔ انہوں نے معاشرتی وسماجی نظام کی تمام صورتوں کو زیر وزبر کر دیا ہے تا کہ ان کے کھنڈرات پر یہودیوں کے بادشاہ کا تخت سلطانی تعمیر ہو سکے لیکن اس کے اقتدار سنبھالتے ہی ان کا کردار ختم ہو جائے گا انہیں اس کے راستے سے ہٹانا لازمی ہو جائے گا جہاں کسی قسم کی بھی کوئی رکاوٹ نہیں رہنی چاہیے۔

اس وقت ہم دنیا کی تمام اقوام کو یہ کہہ سکیں گے خدا کا شکر ادا کرو اور اس کے سامنے جھک جاؤ جس کے قبضہ اقتدار میں انسانی تقدیر سر بمہر ہے جس تقدیر کے راستے خود خدا نے ہمارے بادشاہ کے لئے کھول دیئے ہیں اور یہ اسی کی ذات ہے جس نے ہمیں تمام استبدادی قوتوں اور برائیوں سے نجات دے دی ہے۔

ساری دُنیا پر چھا جاؤ:

اب میں شاہ داؤد کے گھرانے کی جڑوں کو زمین کے آخری پرت تک مضبوط ومستحکم کرنے کا طریق کار بیان کروں گا۔ یہ استحکام ان قواعد وضوابط کے مرہون منت ہوگا جن پر آج تک قدامت پرستی کی وہ قوت جمی رہی جس کی بدولت ہمارے فاضل رہنما دنیا کے تمام مسائل حل کرتے رہے اور تمام انسانیت کے افکار وخیالات کی تربیت ورہنمائی کرتے رہے۔

داؤد کی نسل سے کچھ افراد، بادشاہوں اور ان کے وارثوں کو حکمرانی کے لئے تیار کریں گے۔ وہ حکمران طبقے کا انتخاب حق وراثت کی بجائے صلاحیتوں اور قابلیت کی بنا پر کریں گے۔ اس پر سیاست، مملکت کے رموز واسرار منکشف کئے جائیں گے۔ اس حکومت کے منصوبوں سے آگاہ کیا جائے گا لیکن اس امر کا خاص خیال رکھا جائے گا کہ کوئی اور شخص ان رازوں سے آگاہ نہ ہونے پائے۔ اس طرز عمل کا مقصد سب لوگوں پر یہ واضح کرنا ہے کہ حکومت کا کاروبار ان لوگوں کے سپرد نہیں کیا جا سکتا جنہیں اس فن کے خفیہ رازوں سے آشنا نہ کیا گیا ہو۔

صرف انہی لوگوں کو مذکورہ منصوبوں سے متعلق عملی طریقوں، سیاسی واقتصادی تحریکوں نیز عمرانی علوم سے صدیوں کے تجربات کی روشنی میں روشناس کرایا جائے گا۔ المختصر ان تمام غیر مبدل قوانین کی روح ان میں پھونک دی جائے گی جنہیں انسانی تعلقات کو متعین کرنے کے لئے خود فطرت نے تشکیل کیا ہے۔

اگر دوران تربیت براہ راست ورثا نے کسی قسم کی بزدلی یا نرم مزاجی کا مظاہرہ کیا تو انہیں حکومت کے حق سے محروم کر دیا جائے گا کیونکہ یہ خصوصیات نہ صرف انہیں حکمرانی کے نااہل بنا دیتی ہیں بلکہ شاہی منصب کے لئے بھی مہلک ہیں ہمارے فاضل رہنماؤں سے عنان اقتدار صرف وہی لوگ حاصل کر سکیں گے جو غیر مشروط طور پر مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کر سکیں بلکہ حکومت چلانے کے لئے براہ راست ظلم وتشدد کے حربے سے بھی کام لے سکیں۔

اگر کوئی بادشاہ عزم و ارادے کی کمزوری کے باعث بیمار پڑ جائے یا کسی اور معذوری کے باعث حکمرانی کے قابل نہ رہے تو اسے از روئے قانون نئے اور اہل افراد کو حکومت کی باگ ڈور سونپ دینا ہوگی۔

حال اور مستقبل کے امور، وسائل سے متعلق بادشاہ کے منصوبے اور تجاویز سب لوگوں سے پوشیدہ رہیں گے۔ یہاں تک کہ اس کے قریبی مشیر بھی ان سے آگاہ نہیں ہو پائیں گے۔ صرف بادشاہ اور اس کے تین معتمدین ہی کو یہ معلوم ہوگا کہ کیا پیش آنے والا ہے؟ بادشاہ کی شخصیت کو جو اپنے مضبوط اور ناقابل تسخیر عزم کے باعث اپنی اور تمام انسانیت کی حکمران ہوگی لوگ اپنا مقدر اور اس کے پراسرار اقبال سے تعبیر کریں گے۔

کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ بادشاہ کن عزائم کی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا کوئی شخص اجنبی راہوں پر جانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ یہ لازمی امر ہے کہ بادشاہ کی ذہنی وسعت اور لیاقت ایسی ہونی چاہیے کہ وہ اپنی حکومت کے منصوبوں سے بخوبی نپٹ سکے۔ یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے ہمارے فاضل رہنما تاجپوشی سے پہلے ان کا ذہنی امتحان لیں گے۔

عوام سے اپنا تعارف کرانے اور ان کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کرنے کے لئے بادشاہ کے لیے ضروری ہے کہ عوام سے بازاروں میں برسرعام گھل مل کر بات چیت کرے۔ اس طرح دونوں قوتوں کے تعلقات استوار ہوں گے جنہیں ہم نے دہشت گردی کے ذریعے ایک دوسرے سے بہت دور کر رکھا ہے۔ دونوں قوتوں کے علیحدہ علیحدہ طور پر ہمارے تسلط میں آنے تک یہ دہشت گردی ہمارے لئے ناگزیر تھی۔

یہودیوں کا بادشاہ اپنے جذبات خصوصاً نفسانی خواہشات کا غلام نہیں ہوگا۔ وہ کسی حالت میں بھی جسمانی جذبات کو عقل پر غالب آنے کی اجازت نہیں دے گا کیونکہ نفسانی خواہشات سب سے زیادہ ذہنی صلاحیتوں نیز غیر مبہم، واضح اور روشن خیالات میں انتشار کا باعث بنتی ہیں جس سے انسانی افکار و اعمال حیوانی پستیوں کو چھونے لگتے ہیں۔

داؤد کی مقدس نسل سے تمام دنیا کے حاکم اعلیٰ کی شخصیت کی صورت میں انسانیت کے سہارے کو عوام کے لئے اپنے ذاتی رجحانات و جذبات کی قربانی دینا ہوگی۔

٭٭٭

طارق اسمٰعیل ساگر

یہ کتاب جو آپ پڑھنے جا رہے ہیں ساری دنیا کے انسانوں خصوصاً مسلمانوں کے خلاف گزشتہ ساڑھے تین سو سال سے ہونے والی خوفناک سازشوں، عیاریوں اور مجرمانہ سرگرمیوں کا مکمل احاطہ کرتی ہے۔ اس کے بعض انکشافات جن کا مصنف نے ثبوت بھی فراہم کیا ہے آپ پر لرزہ طاری کر دیں گے۔ آپ کو بخوبی علم ہو جائے گا کہ آج تک جن کی پرستش ہم ہیروز کی طرح کرتے آئے ہیں وہ اصل میں کون تھے؟ کیا آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ نائن الیون کا سانحہ ''شیطانی کینسر'' نے صرف اس لئے برپا کیا کہ طالبان نے افغانستان میں افیون کی کاشت پر پابندی عائد کر دی تھی؟ گزشتہ تین سو سال سے اسلامی دنیا کو پیش آنے والے حادثات کی مکمل منصوبہ بندی پہلے ہی سے کی جا چکی ہے اور آئندہ کے منصوبے بھی طشت ازبام ہو چکے ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ آپ کے لئے شدید جذباتی تکلیف کا باعث بھی بن سکتا ہے لیکن کیا آپ خوابوں اور سرابوں کی دنیا سے نکل کر حقائق کا سامنا نہیں کرنا چاہتے؟ آیئے اور تلخ حقائق کا سامنا کیجئے۔

طاہر سنز پبلشرز
۴۰-بی، اردو بازار-لاہور
فون: 234137
website: www.tahirsonspublishers.com
email: info@tahirsonspublishers.com